تحقیق حاضر و ناظر

یعنی

دِلوں کا چین

تصنیف

فیض ملّت مناظر اسلام حضرت علامہ محمد فیض احمد صاحب مدظلہ

ناشر
مکتبہ اویسیہ رضویہ
سیرانی روڈ۔ بہاولپور

تنشیط الخواطر

فی

تحقیق الحاضر و الناظر

عرف

دِلوں کا چین

تصنیف

حضرت مولانا الحاج محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ،

باہتمام صاحبزادہ محمد عطاء الرسول اویسی

مکتبہ اویسیہ رضویہ۔ سیرانی روڈ۔ بہاولپور

نام کتاب : دلوں کا چین
مصنف : حضرت مولانا الحاج محمد فیض احمد اویسی مدظلہ
زیر اہتمام : صاحبزادہ محمد عطاء الرسول اویسی
ناشر : مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ۔ بہاولپور
منیجر : صاحبزادہ محمد ریاض احمد اویسی
پیسٹنگ : عاصم محمود۔ عاقب محمود
سن اشاعت : اپریل ۱۹۹۹ء

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّي عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

اسلام کے عشاق غور فرمائیں کہ اہلسنت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات سے خوش ہو کر اپنی کتابوں کے نام بھی ایسے رکھتے ہیں جن سے عشق کا رنگ نظر آتا ہے مثلاً فقیر نے حاضر و ناظر کے اثبات میں کتاب کا نام رکھا ہے ۔ تنشط الخواطر فی تحقیق الحاضر و ناظر ،، عرف دلوں کا چین ۔ اور مخالف نے اس کمال کی نفی میں کتاب کا نام رکھا ۔ تبرید النواظر ۔ عرف آنکھوں کی ٹھنڈک ۔ اب فیصلہ اسلام کے نام لیوا کے ہاتھ میں ہے کہ کمالِ رسول (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم) سے دل کا چین چاہیئے تو پڑھیئے ہماری کتاب "دلوں کا چین" ورنہ آنکھوں کی ٹھنڈک کی بجائے جہنم کی آتشی سلائیاں آنکھوں میں . . . . .

وما علینا الا البلاغ المبین
محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ المنزل علیٰ عبدہٖ الکتاب الفرقان
و ارسلہٗ مبشرا و نذیرا الی الانس
والجان ھو رحمۃ للعالمین وخاتم
النبیین شاھد علینا فی کل حین وآن
والصّلاۃ والسلام الاتمان الاکملان الافضلان
مَا دام الملوان و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ الذین
اظھر وا اسلامہٗ علی الادیان

امّا بعد ! اس سے قبل فقیر نے مسئلہ حاضر و ناظر پر مناظرانہ طرز پر
ایک رسالہ مرتب کیا جو عوام میں نہایت مقبول ہوا اور تھوڑے سے عرصہ
میں اسکے مسلسل پانچ ایڈیشن چھپ کر ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ اندریں اثنا
"آنکھوں کی ٹھنڈک" نامی کتاب کسی نے دیگر تردید کا ایمار فرمایا۔ کتاب
مذکورہ پر تبصرہ ضمناً ہو گا، اصلی غرض اپنے مؤقف کو محقق و مدلل کرنا ہے۔
اسکا نام تبشیط الخواطر فی تحقیق الحاضر والناظر" المعروف دلوں کا چین ہے
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ فقیر کا یہ حقیر تحفہ قبول فرما کر فقیر کے لیے آخرت
کا توشہ بنائے اور احباب اہلسنت کے لیے مشعل راہ (آمین)

مقدمۃ الکتاب

عقائد درباره حاضر و ناظر

دیوبندی، وہابی، غیر مقلدین، احراری، تبلیغی، غلام خانی، مودودی
پنجیری اور پرویزی سب کے سب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے کمالات مبارکہ اور فضائل عامہ بالخصوص حاضر و ناظر کے نہ صرف منکر بلکہ
اسکے قائل کو کافر، بدعتی مشرک، بے دین بریلوی وغیرہ وغیرہ سے تعبیر
کرتے ہیں۔ انکے اقوال انکی مذہبی کتابوں میں عام ملتے ہیں۔ مزید تبصرہ
با حوالہ جات کی اگرچہ ضرورت نہیں لیکن نمونہ کے طور چند ایک ملاحظہ
ہوں۔

۱۔ دیوبندیوں کے شیخ القرآن غلام اللہ خان اپنی کتاب جواہر القرآن ص۲
پر لکھتا ہے۔ اشعار

اگر حاضر ہوتے بہ ہر جا نبی
تو کشف و وحی کی نہ کچھ غرض تھی
نبی کو جو حاضر و ناظر کہے
بلا شک شرع اس کو کافر کہے

یہ عبارت ایک دیوبندی سرفراز گکھڑوی نے

ناظرین ! ۔ غور فرمائیں کہ سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی
المتوفی ۱۱۰۰ھ کے زمانہ تک زمانۂ قدیم میں مسئلہ حاضر و ناظر میں کسی کو
اختلاف نہیں تھا۔ وہابیہ چونکہ شیخ صاحب کے بعد پیدا ہوئے انہوں
نے اختلاف برپا کر کے اجماعِ امت کو توڑ کر من شذ شذ فی النار
کے مصداق ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ دراصل بدعتی یہی ہیں۔ صرف
اپنے عیب چھپانے کے لیے یہ گندا لقب اہلسنت کے نام مشہور
کر دیا۔ لیکن حقیقت اپنے مقام پر ہے۔ یہ لاکھ اپنے آپکو چھپائیں۔
نہیں چھپ سکتے۔ اسلاف کے عقائد اور انکی تصریحات حاضر و ناظر کے
متعلق کتاب ہذا کے آخر میں بیان کئے جائیں گے۔

بلکہ اس موضوع پر محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے مستقل تصانیف
تحریر فرمائیں۔ ان میں سرفہرست حضور سیدی امام اجل امام المحدثین امام
جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جنہوں نے صرف اسی موضوع
پر رسالہ لکھا ہے جسکا نام "تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ
النبی والملک" ہے امام موصوف کا ایک اور رسالہ بھی ہے جسکا
نام ہے "المنجلی فی تطور الولی" اسکا فقیر نے اردو ترجمہ کر
کے شائع کروایا جسکا نام رکھا "ولی اللہ کی پرواز"، اسکے بعد تفصیل کے ساتھ
الانجلاء فی تطور اولیاء" فقیر اویسی غفرلہ نے لکھا جو اسی
کتاب کے آخر میں آئیگا۔ انشاء اللہ

اسی طرح اسی موضوع پر حضرت علامہ شیخ المحدثین علی نور الدین حلبی
قدس سرہ العزیز المتوفی ۱۰۴۴ھ صاحب سیرۃ حلبیہ" نے رسالہ لکھا ہے
جس کا نام تعریف اہل الاسلام والایمان بان محمدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم لا یخلو منہ مکان ولا زمان
ہے۔

سبحان اللہ ! کیا ہی پیارا نام ہے کہ جس سے موضوع مسئلہ خود بخود
سامنے آجاتا ہے یعنی اہل اسلام و اہل ایمان میں معرفت پیدا کرنا کہ
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ اور ہر آن حاضر و ناظر ہیں۔
فقیر اسی رسالہ کے اقتباسات اسی کتاب کے آخر میں پیش کریگا اور یہ
رسالہ "جواہر البحار علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے جلد دوم کے
ص۱۱۱ میں موجود ہے۔ اہل علم و عربی دان حضرات خود مطالعہ کر کے
"اختلاف دیوبندی و بریلوی" کو سمجھ سکتے ہیں۔ کہ سلف صالحین رحمہم اللہ
تعالیٰ علیہ کا عقیدہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر جگہ اور ہر آن
حاضر و ناظر ہونے کا ہے۔ لیکن بار لوگ اسے کفر و شرک اور بدعت
اور نامعلوم کیا کیا کہتے ہیں اور وہ بھی صرف فضائل و مناقب لکھتے ہوئے
اختصار کر گئے۔ اگر انکے زمانہ میں یہی "وہابی دیوبندی"، ہوتے یا انکے
زمانہ میں حاضر ناظر کا کوئی منکر ہوتا تو جیسے قدریہ، جبریہ، مجسمہ، معتزلہ"، کی
تردیدیں لکھ کر انکا ستیاناس کیا اسی طرح انکا بھی بیڑا غرق کرتے لیکن
ہماری بدقسمتی سے یہ منحوس فرقہ ہمارے دور میں پیدا ہو گیا۔ لیکن ہمارے
دور کے علماء کرام بھی خاموش نہیں بیٹھے۔ جونہی دیوبندی وہابیہ نے
حسب دستور کمالات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن میں حاضر
و ناظر بھی ہے کا انکار کیا تو صرف اسی موضوع پر سینکڑوں کتابیں معرض
وجود میں آئیں۔ فقیر اویسی غفرلہ کی یہ کتاب "ان بحارِ ذخائر"، سے
ایک قطرہ سمجھئے۔

من جملہ ان تصانیف کے جو عموماً آج کل عام بازاروں میں مل جاتی ہیں. علماء و طلباء کو انکا مطالعہ ضروری ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ تسکین الخواطر مصنف مولانا علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی

۲۔ تفریح الخواطر:۔ علامہ مولانا عنایت اللہ سانگلہ ہل۔

۳۔ تنویر الخواطر:۔ علامہ صوفی محمد اللہ دتہ صاحب لاہور۔

۴۔ جاء الحق:۔ حصہ اول باب حاضر و ناظر، حضرت مفتی علامہ احمد یار خان

۵۔ مقیاس حنفیت کا باب حاضر و ناظر) مولانا محمد عمر اچھروی

۶۔ مقام رسول کا باب حاضر و ناظر) مولانا منظور احمد فیضی

نوٹ:۔ ان کے علاوہ چھوٹے رسالے اور جزوی تصانیف شمار سے باہر ہیں ان سب کا مجموعہ فقیر کی تصنیف ھذا ہے۔

حاضر و ناظر کا عقیدہ اور اس کی توضیح

ہمارا عقیدہ اس مسئلہ میں وہی ہے جو ہمارے اسلاف کا ہے۔ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے ہر ہر ذرہ میں ہر وقت حاضر و ناظر ہیں جس کی تقریر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یوں فرمائی ہے۔

احدها انه من باب تعدد الصور بالتمثيل والتشكل كما يقع للجان۔
الحاوی للفتاوی ص۲۳۵ ج۲)

۱۔ پہلا یہ کہ مثالی صورت مختلف شکلیں اختیار کر کے متعدد مقامات پر موجود ہونا جیسے جنات کے لیے ہوتا ہے۔

(۲)

والثانی انه من باب طی المسافة و زوی الارض من غیر تعدد فیراه الرائیان کل زمان و هی حقیقة واحدة لان الله طوی الارض و رفع الحجب المانعة من الاستراق فظن انه فی مکان واحد و هذا احسن ما یحمل علیه حدیث

طی المسافۃ و طی الارض کے قبیل سے ہو کر ہر ایک دیکھنے والا اپنے مقام سے دیکھے حالانکہ وہ ایک جگہ پر ہو یا اسطور کہ اللہ تعالیٰ زمین کو لپیٹ کر درمیانی حجابات ہٹا دے۔ پھر لوگوں کو گمان ہو کہ مختلف مقامات ہیں حالانکہ وہ ایک مقام پر ہوتا ہے۔ اسی پر بہترین تقریر ہوگی۔ اس حدیث شریف کی۔ جب کہ شب

مناظرانہ گفتگو

ہمارے ان اصولوں سے عدم واقفیت کی وجہ سے دیوبندی عوام کو قسم قسم کے خدشہ جات میں مبتلا کرتے ہیں۔ مثلاً عوام کو کہتے ہیں کہ اگر حضور حاضر و ناظر ہیں تو مدینہ خالی ہو گا۔ معراج کو گئے تو مکہ خالی تھا۔ غزوات پر گئے تو پیچھے مدینہ خالی تھا وغیرہ نیز کہا کرتے ہیں کہ اس حاضر و ناظر کے عقیدہ کی رُو سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہجرت کرنا اور نقل و حرکت کرنا باطل ٹھہرتا ہے اور جناب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک، نیز معراجِ مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اسی طرح جنگ بدر، جنگ احد، خیبر، تبوک، حنین اور طائف وغیرہ کا سفر کرنا۔ نیز حج و عمرہ وغیرہ کا کرنا بلکہ گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر تک اور مدینہ کی ایک گلی سے دوسری گلی تک اور ایک کوچہ سے دوسرے کوچہ تک آنا جانا بالکل باطل ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جب آپ حاضر و ناظر تھے تو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا کیا مطلب؟ اور جب آپ ہر جگہ حاضر و ناظر تھے تو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے یکے بعد دیگرے سب آسمانوں کی ایک ہی رات میں بجسدِ عنصری اور بحالتِ بیداری سیر کرنے اور معراج کا کیا مطلب؟ اس خبیث و ناپاک عقیدے کے بموجب نہ تو آپ مہاجر ہو سکتے ہیں اور نہ صاحب معراج۔ (العیاذ باللہ)

غرضیکہ آپکے تمام سفر جو ہجرت، جہاد اور معراج وغیرہ کے لیے ہوئے تھے سب کا انکار لازم آتا ہے۔ کیونکہ جب آپ ہر ایک جگہ حاضر و ناظر تھے تو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں ہی رہے پھر ہجرت کیسی رہی علیٰ ہذا القیاس، دوسری اشیاء کو بھی اسی پر قیاس کیجئے۔ اور اسی سے ان بناسپتی حنفیوں اور گندم نما جو فروش مجہوں کی عقیدت اور محبت کا تو اندازہ

کر لیجئے کہ ایک طرف قرآن کریم اور حدیث صحیح کا انکار کیا جاتا ہے اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت، جہاد اور حج وغیرہ کا انکار لازم آتا ہے۔

یہ تمام اعتراضات دیوبندیوں کے بڑے مصنف اور مایۂ ناز مؤلف گکھڑوی کے ہیں۔ جو اس نے بڑی عرق ریزی کر کے "آنکھوں کی ٹھنڈک" نامی کتاب لکھی اور اسکے ص ۲۱، ۲۲ پر یہ مدلل تقریر تحریر فرمائی اور اس کا ہم اہلسنت کو بناسپتی حنفی اور گندم نما جو فروش" لکھنا قابلِ صد آفرین و تحسین ہے اسی سے ناظرین غور فرمائیں! کہ دیوبندی اپنے آپکو نہایت سنجیدہ طبقہ ظاہر کرتا ہے لیکن حقیقت سے آشنا حضرات کو معلوم ہے کہ یہ جتنا چپ شاہ ہیں اتنا شدید ترین غلیظ اور گندی گالی دینے اور لکھنے کے استاد ہیں۔ تفصیل فقیر کے رسالہ سنی دیوبندی یا شیعہ میں دیکھئے۔

لطیفہ

جیسے سرفراز گکھڑوی یہ القابات ہمیں عنایت فرما رہا ہے۔ یہی القابات غلام خانی پارٹی عام دیوبندیوں کو عنایت فرماتی ہے۔ لیکن دیوبندی بچا نہ سکا اسے اُگل دیا۔ اور وہی کیچڑ ہم غریبوں پر ڈال دیا۔ تفصیل کے لیے مذکورہ بالا رسالہ دیکھئے

بہتان تراشی کا نمونہ

ناظرین! ہمارے عقیدہ کی تقریریں مذکورہ بالا پڑھنے کے بعد اب مخالفین کا ہمارے خلاف بہتان تراشی کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

سرفراز گکھڑوی لکھتا ہے کہ "فریقِ مخالف کی اس چال گورکھ دھندے کے سمجھنے سے ہم قاصر ہیں کہ کسی کو تو کہہ دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ہر وقت اور ہر ایک کے لیے حاضر و ناظر ہیں اور کبھی کسی وقت حاضرین جلسہ سے کھڑا ہونے کا حکم فرمایا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ باادب کھڑے ہو جاؤ۔ اور کسی کو کہہ دیتے ہیں کہ مجالس مولود میں آپ حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور کسی سے کہہ دیتے ہیں کہ جس آدمی کا تعلق اور رابطہ آپ سے قوی ہوتا ہے اس کے لیے آپ حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور کسی کو لطائف اور امثال کے شطحی محاورات میں الجھا دیا جاتا ہے اور کبھی کسی کو طے الارض کی مستند یا غیر مستند کرامات سے مغالطہ دیا جاتا ہے۔ اور ان جزوی اور شخصی واقعات سے قاعدہ کلیہ بنا کر عامۃ المسلمین کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔

ہیرا پھیری

نہ صرف گکھڑوی اپنی کتاب ہذا میں چکر بازی اور ہیرا پھیری کر رہا ہے بلکہ تمام چھوٹے بڑے دیوبندی اصلی اور ڈالڈے اور وہابی اور چٹے اور گلابی، مودودی نیچری اور نجدی سب کے سب اسی طرح کا عوام سے کھیل کھیلتے ہیں انکی ان افترار بازیوں، دھوکہ سازیوں اور فریب کاریوں کا ہمارے ہاں صرف یہی جواب ہے کہ ہم کہیں " ھٰذا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ[1]۔ اور انہیں یہ بھی پڑھ کر سنا دیں کہ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ[2] ط۔ ورنہ ہم نے اپنا عقیدہ کتابوں میں لکھ دیا ہے۔ اگر کوئی جھوٹا افترار کر کے کسی کو جس طرح کہتا رہے تو وقتی طور پر تو کامیاب ہو گا۔ لیکن مرنے کے بعد اسکا حشر بہتانوں اور مفتریوں کیساتھ ہو گا۔

۱۔ یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

۲۔ بیشک بہتان تراشی وہی کرتا ہے جو بے ایمان ہوتا ہے۔

لطیفہ

ہم نے اپنا عقیدہ آئینے سے صاف شفاف طریق سے پیش کر دیا ہے اب دیوبندیوں سے کہا جائیگا کہ تم اپنا عقیدہ صاف اور واضح بتاؤ کہ کیا حاضر و ناظر حضور علیہ السلام کے کمالات کے منافی ہے؟ اگر منافی ہے تو کیوں؟ اور ماننے والا مشرک ہے یا کافر یا مومن؟ اگر مشرک ہے تو نصِ قطعی قرآن و حدیث سے ثابت کرو جس میں لکھا ہو کہ حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر ماننے والا۔ کافر یا مشرک ہے۔ اگر چہ، چنانچہ، مگر اور لیکن کی گاڑی نہ چلانے دینا۔ بلکہ کسی کو کافر و مشرک کہنا عقیدہ ہے اور عقائد نصوصِ قطعیہ اور تصریحاتِ غیر ظنیہ سے ثابت ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان میں اخبار احادیث (عام احادیث اگرچہ صحاحِ ستہ کی بھی ہوں) ناقابلِ قبول ہیں۔

اگر وہ کہیں کہ حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر ماننے والا کافر و مشرک ہے تو فقیر کے درج کردہ حوالہ جات میں ہزاروں علماء، مشائخ، فقہاء، مفسرین و محدثین کی فہرست پیش کر کے دستخط کرالیں کہ کیا وہ حضرات بھی تمہارے اس فتویٰ کی زد میں ہیں یا صرف غریب اہلسنت (بریلوی) پر غصہ و رنج ہے۔

اگر مجبور ہو کر کہیں کہ ہم حاضر و ناظر ماننے والوں کو (باں معنیٰ کہ ہم نے عقیدہ کے بیان میں لکھا ہے) کو کافر نہیں کہتے اور بحمدہٖ تعالیٰ اصولی طور پر کہہ بھی نہیں سکتے تو پھر ان سے کہو کہ جھگڑا کیسا۔

(ف) اگر کسی دوست نے فقیر کا طریقہ مذکورہ یاد رکھ کر موقعہ پر ہر مخالف کے ہر مسئلہ مذکورہ بالا شرائط لکھوائے تو انشاء اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑے مخالف کا عقل ٹھکانے لگ جائیگا۔ آزما کر دیکھئے۔

دیوبندیوں کی بڑ

جب ختم المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر تو اہلِ حق سے ہارا ہا فریق مخالف نے مناظرہ (مکابرہ) اور مجادلہ بھی کیا ہے۔ اور اہل حق کی تکفیر بھی کی ہے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک۔

سراسر جھوٹ

ہم اہلسنت پر یہ دوسرا جھوٹ ہے۔ ہم اہلسنت نے اِن غریبوں کو حاضر و ناظر و علمِ غیب کلی۔ نور بشر وغیرہ کی وجہ سے نہیں بلکہ انکے اکابر نے ان عباراتِ کفریہ پر لگایا ہے جسے آج وہ خود بھی مانتے ہیں کہ واقعی وہ عبارات کفریہ ہیں۔ تفصیل کے لیے فقیر کی کتاب "کافر دیوبندی یا بریلوی" کا مطالعہ کیجئے۔

باقی رہا مناظرہ

گکھڑوی بے چارہ کس باغ کی مولی! اسکے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کو زندگی میں فیصلہ کن مناظرہ کے لیے لاہور بلایا گیا اس نے مناظرہ کی شرائط بھی طے کرلیں۔ لیکن تھانوی تھانہ میں ہی رہے۔ تفصیل فقیر کی کتاب "تذکرہ علمائے اہلسنت" میں ہے۔

خلاصہ

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اپنے جسمِ اطہر کے ساتھ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہیں۔ کائنات تمام آپکے سامنے ایسے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پر رائی کا دانہ یہ قرب وبعد، دور کی مسافات اور درمیانی حجابات ہمارے لیے ہیں نبوت، ولایت کے مراتب کے لیے یہ قیود ختم کر دیئے جاتے ہیں۔

یا یوں سمجھائے

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت و روحانیت کائنات کے ذرے ذرے پر جلوہ افگن ہے۔

یہی دونوں تقریریں آسان اور عوام کے سمجھنے سمجھانے کے لیے سہل اور مناظرہ میں مخالف کو چنے چبوا دینے کا بہتر طریقہ ہے۔

اپنے عقیدہ کو مضبوطی اور دلائل قویہ سے واضح کرنے کے بعد مخالفین کے دو تہائی سے زائد دلائل مٹ کر خاک ہو جائیں گے۔ (انشاء اللہ)

آنکھوں کی ٹھنڈک دیوبندیوں کی مایہ ناز کتاب کے اکثر دلائل اسی عقیدہ کی ناسمجھی پر لکھے گئے ہیں اگر کوئی صاحب نظر کتاب مذکورہ کو بہ نظر انصاف دیکھے تو فقیر کے بتائے ہوئے عقیدہ سے کتاب مذکور کو دیوار پر دے مارے گا۔ (انشاء اللہ تعالے)

حاضر کا لغوی معنی

لغت میں حاضر بمعنی کھلم کھلا اور بے پردہ آنکھوں کے سامنے آجانے والا کے استعمال میں ہوتا ہے۔ یہ صیغہ اسم فاعل مشتق از "الحضور" ہے جو غیبت کی نقیض ہے اہل عرب کہتے ہیں حضرت القاضی امراۃ "(المختار) یعنی قاضی کے سامنے عورت حاضر ہوئی اور صراح ص ۱۵۹ میں ہے کہ حضور حاضر شدن نقیض الغیبۃ، یعنی حضور بمعنی حاضر ہونا اور وہ نقیض غیبت کی ہے اور المنجد ص ۱۳۴ میں ہے کہ الحضر والحضرۃ خلاف الغیبۃ بمعنی حاضر ہونا غیبہ کی نقیض ہے علاوہ ازیں حاضر بمعنی پہلو اور نزدیکی صحن، حاضر ہونے کی جگہ وغیرہ، چنانچہ المنجد ص ۱۳۴ "الحاضر" بمعنی الجنب" یعنی پہلو القرب" قریب ہونا" الفناء" صحن" مکان الحضور۔ حاضر ہونے کی جگہ "ذات الحاضر" فلاں خود بعینہ کھلم کھلا موجود ہے۔

اور حاضر بمعنی بڑا قبیلہ، شہروں اور بستیوں میں رہنے والا" اسی المنجد ۱۳۴ اور مجمع بحار الانوار" جو احادیث کی لغت کی نہایت معتبر اور

مستند کتاب ہے اسکے ص ۲۷۵ ج ۱ میں موجود ہے۔ الحاضر بمعنی بہت بڑا قبیلہ و ساکن الحضر خلاف البادی یعنی شہر کا باشی دیہاتی کی ضد بمعنی المقیم فی المدن والقری۔ وغیرہ اور لغت قرآن کی مشہور کتاب مفردات راغب مطبوعہ مصر ص ۳۷۲ ص ۳۷۳ میں ہے۔ الغیب مصدر غابت الشمس وغیرھا اذا استترت عن العین یقال غاب عنی کذا قال اللہ تعالیٰ ام کان من الغائبین واستعمل فی کل غائبۃ عن الحاسۃ۔ "یعنی الغیب غابت الشمس کا مصدر ہے جب سورج وغیرہ آنکھ سے اوجھل ہو جائے۔ یعنی نگاہوں کے سامنے نہ رہے۔

تو محاورات عرب میں "غابت الشمس" کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ ہے کہ مالی لا اری الھدھد" یعنی کیا میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا۔ ام کان من الغائبین کیا وہ غائب ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو چیز سامنے نہ ہو یعنی حواس سے دور آنکھوں سے پوشیدہ ہو اسے غائب اور غیب کہتے ہیں جب یہ ثابت ہو گیا کہ حاضر غائب کی ضد ہے اسکے بعد یہ بھی معلوم ہو گیا کہ غائب اسے کہتے ہیں جو حواس سے دور اور نگاہوں کے سامنے نہ ہو۔ تو اب یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ حاضر اسی کو کہا جائیگا جو حواس سے پوشیدہ نہ ہو اور کھلم کھلا بے حجاب آنکھوں کے سامنے موجود ہو۔

ناظر کا لغوی معنی ناظر، نظر سے مشتق ہے تقلیب البصر والبصیرۃ لادراک الشئ و رؤیتہ وقد یراد بہ

التامل والفحص وقد یراد بہ المعرفۃ الحاصلۃ بعد الفحص وھوا الرویۃ ھکذا فی المفردات للامام الراغب۔ ص ۵۱۷)

یعنی کسی چیز کو ادراک کرنے یا اسے دیکھنے کی غرض سے بصر و بصیرت کو پھیرنا۔ اسکے علاوہ نظر سے کبھی تامل و تلاش کے معنی بھی مراد لیے جاتے ہیں اس سے وہ معرفت اور رویت مراد ہوتی ہے جو تلاش کے بعد حاصل ہو۔

اسی طرح "مختار الصحاح ص ۲۹۱ میں ہے۔ النظر والنظرۃ ان بفتحتین تامل الشئ بالعین۔ یعنی کسی شے میں غور و تامل کرنا اور "المنجد ص ۱۸۸ میں ہے کہ نظر وا نظراً و منظراً و منظرۃ ومنظارا و نظرانا العبرۃ و تاملہ بعینہ نظر نظراً فی الناس تدبرہ و فکر فیہ یقدرہ و بقیہ الشئ۔

ترجمہ: وہی ہے جو اوپر گزرا

اور کبھی آنکھ کے ڈھیلے کی سیاہی جس میں آنکھ کا تل ہوتا ہے کو ناظر کہا جاتا ہے اور کبھی آنکھ کو ناظرہ کہا جاتا ہے "صراح" میں ہے۔ نظر، نظر بفتحتین، نظران نگریستن در چیزے بتامل یقال نظرت الی الشئ۔ بمعنی دیکھنا اور کسی چیز میں غور و تامل کرنا"، جیسے اہل عرب کہتے ہیں۔ نظرت الی الشئ۔ میں نے فلاں شئے غور و فکر سے دیکھی۔

ازالۂ وہم اسی لغوی معنیٰ کی بنا پر اسکا اطلاق صرف اور صرف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے لیے ہو گا اللہ تعالےٰ کے لیے لغتہً اسکا استعمال ناجائز ہے البتہ بتاویل جائز ہے جیسا کہ شامی رحمہ

اللہ نے لکھا کہ۔

فان الحضور بمعنی العلم شائع ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم والناظر بمعنی الرؤیۃ الم یعلم بان اللہ یری فان المعنی یا عالم من رای۔ (بزازیہ)

کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بمعنی علم مشہور ہے۔ قرآن میں ہے کہ نہیں ہوتا تین کا مشورہ مگر رب چوتھا ہوتا ہے۔ اور ناظر بمعنی دیکھنا ہے۔ رب فرماتا ہے کیا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے۔ پس اسکے معنی یہ ہوئے کہ اسے عالم دیکھنے والے (لیکن بکفر) کی وجہ یہ ہے کہ یا حاضر یا ناظر میں تاویل ہوسکتی ہے اور وہ یہ کہ "حضور" علم کے معنی میں عام طور پر مستعمل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم۔ کوئی سرگوشی تین افراد کی نہیں ہوتی مگر اللہ تعالیٰ انکا چوتھا ہوتا ہے معلوم ہوا کہ کوئی فرد علم الٰہی سے باہر نہیں اسی طرح حاضر یا عالم کے معنی میں ہوگیا اور نظر رؤیۃ کے معنی میں مستعمل ہے اور رؤیۃ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے الم یعلم بان اللہ یری۔ لہذا یا حاضر و یا ناظر یا عالم و یا من یری کے معنی میں ہوا۔ درمختار جلد اول باب کیفیت الصلوۃ میں ہے و یقصد بالفاظ التشھد الانشاء کانہ یحیی علی اللہ و یسلم علی نبیہ نفسہ التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے۔ گویا کہ نمازی رب کو تحیت اور خود نبی علیہ السلام کو سلام عرض

کر رہا ہے۔ شامی میں اس آیت کے ماتحت فرماتے ہیں ای لا یقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج منہ علیہ السلام ومن الملئکۃ۔ یعنی التحیات میں معراج کے اس کلام کے قصہ کی نیت نہ کرے۔ جو کہ حضور علیہ السلام اور رب تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان ہوا۔

فقہاء کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔ تمام عالم پر نگاہ رکھنا۔ ہر جگہ آناً فاناً سیر کرنا۔ ایک وقت میں چند جگہ پایا جانا۔ یہ وہ صفات ہیں جو رب نے اپنے بندوں کو عطاء فرمائی ہیں۔ ثابت ہوا کہ کسی بندے کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شرک نہیں کیونکہ شرک کہتے ہیں۔ خدا کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ماننا یہاں یہ نہیں۔ مزید تفصیل آئندہ اوراق میں پڑھیئے۔

خلاصۃ البحث

چونکہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس فرض ہے اسی لیے ہر وہ لفظ جو اللہ تعالیٰ کی تقدیس کے خلاف ہو اسکا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہوتا اگر کوئی شخص بلا تاویل اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرے تو بعض فقہاء کے نزدیک وہ کافر ہو جاتا ہے اسی لیے فقہاء کرام نے اللہ پر لفظ حاضر و ناظر کا اطلاق بلا تاویل کفر کہا۔ جس دور میں اس لفظ کو کفر کا فتویٰ دیا گیا اس دور میں بلا تاویل اللہ کو حاضر و ناظر کہا جانے لگا اور ان الفاظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر عام ہو گیا۔ علمائے امت اور فقہاء ملت نے ان کلمات کے اللہ تعالیٰ پر بلا تاویل بولنے کو ناجائز اور حرام بلکہ کفر تک قرار دے دیا۔ کیونکہ ان الفاظ کے حقیقی اور وضعی معنی میں جسم و جسمانیت

[1] مفردات راغب النظر تقلیب البصر والبصیرۃ لادراک الشیء ورؤیتہ۔ یعنی نظر

اور حدوث و امکان پائے جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے وجوب اور اسکی تنزیہ و تقدیس پر حرف آتا ہے۔ اور شانِ الوہیت کو بٹہ لگتا ہے لہٰذا عموم بلوی کی بنار پر محتاط علمار فقہ نے حاظر و ناظر کے تاویلی معنیٰ کا اعتبار کر کے ان کلمات کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز قرار دیدیا۔ اور کفِ لسان کے مختار و مرضی مسلک پر عمل کیا۔ چنانچہ در مختار میں ہے "یا حاضر و یا ناظر لیس بکفر" کہ اللہ تعالیٰ کو یا حاضر اور یا ناظر کہنا کفر نہیں۔ اس پر علامہ سید محمد بن عابد بن شامی اپنی مشہور کتاب رد المحتار ص ۲۳۵ ج ۳ پر رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہہ کر خطاب کرنا کفر نہیں۔ اس لیے کہ:۔

فان الحضور بمعنی العلم شائع ما یکون
من نجوی ثلاثۃ الا و ھو رابعھم والنظر
بمعنی الرویۃ الم یعلم بان اللہ یری
فالمعنی یا عالم۔ (بزازیہ)

تحقیق لفظ حضور علم کے معنیٰ میں شائع ہے جیسا کہ آیتہ قرآنیہ سرگوشی کرنے والوں میں کوئی تین نہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہے اور نظر بمعنی رویت جیسا کہ قرآن میں ہے۔ کیا اس نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ دیکھتا ہے پس یا حاضر و یا ناظر کے تاویلی معنیٰ اے عالم! اور اے دیکھنے والے کے ہوئے

کے معنیٰ ہیں۔ کسی چیز کا ادراک کرنے یا اسے دیکھنے کی غرض سے آنکھ اور بصیرت کو پھیرنا۔ مختار الصحاح ص ۶۹۱ والنظر والنظران تامل الشئ بالعین یعنی نظر اور نظر انکے معنیٰ ہیں آنکھ کے ساتھ کسی چیز میں غور و تامل کرنا۔ اور یہی معنیٰ صراح ص ۲۱۴ میں مرقوم ہیں۔ اویسی غفرلہ

(ف) یہ حقیقت ہے کہ حاضر و ناظر کا بلا تاویل اللہ تعالیٰ پر بولنا حرام و ناجائز بلکہ کفر ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص اسمار ہوں اور ان کے لیے کسی اور پر بولنے سے شرک لازم آئے۔ مگر کمالاتِ انبیار کے منکر ہیں کہ حاضر و ناظر کے کلمات کا حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استعمال کرنا کفر و شرک قرار دیئے جا رہے ہیں یہ لوگ قرآن و حدیث، اطلاقاتِ شریعت اور حقائق لغتِ عربیت سے کس قدر جاہل ہیں۔ یہ علم و عقل سے عاری اتنا نہیں جانتے کہ یہ ہر دو کلمات اپنے اصلی اور حقیقی معنیٰ کی رو سے ایسی ذات پر بولے جاتے ہیں جو جسم و جسمانیت رکھتی ہو اور لوازمِ حدوث و جسمانیت سے متصف ہو مگر موجودہ دور کے نام کے مدعیانِ توحید بضد ہیں کہ حاضر و ناظر اللہ تعالیٰ کے اسماء مخصوصہ میں سے ہیں، یہ بے چارے اپنے امام اور اپنے دیگر اکابر کی بے جا حمایت اور تقلید میں کچھ ایسے حواس باختہ اور از خود رفتہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو العیاذ باللہ لوازمِ جسم اور عیوبِ امکان و حدوث سے متصف جانتے ہیں اور الٹا اہل حق کے عقائد صحیحہ پر لے دے کرتے اور ان پر کفر و شرک کے فتوے لگاتے ہیں۔

جیسے آج کل انکا یہ مشغلہ ہے کہ اہلسنت (بریلوی) اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر نہیں مانتے بلکہ اسے کافر کہتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں "ملا فی سبیل اللہ فساد"، بلکہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر ماننے والے کو بدعتی کہتے ہیں چنانچہ انکے پیشوا مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اپنی کتاب ایضاح الحق مطبع فاروقی ۱۲۹۷ھ کے ص ۳۵، ۳۶ پر لکھتے ہیں۔

تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت

و محاذات (الی قولہ) ہمہ از قبیل بدعت حقیقیہ است. اگر صاحب آں
اعتقادات مذکورہ از جنس عقائد دینیہ می شمارد!

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کو زمان مکان اور جہت سے پاک بتانا اور بغیر جہت
و مقابلہ کے اسکا دیدار ماننا۔۔۔۔۔ سب حقیقی بدعتوں کے قبیل سے ہیں
اگر اسے دینی عقیدہ جانے۔

اور مولوی حسین علی صاحب ساکن واں بھچراں ضلع میاں والی۔ تلمیذ رشید
مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنی تفسیر بلغۃ الحیران صـ۱۵۷/۱۵۸ پر لکھتے
ہیں۔

اور انسان خود مختار ہے اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے
پہلے اس سے کوئی علم بھی نہیں کہ کیا کریں گے۔ بلکہ اللہ کو انکے
کرنے کے بعد معلوم ہوگا۔ اور آیات قرآنی جیساکہ ولیعلم اللہ
الذین بھی اور احادیث کے الفاظ بھی اس مذہب پر منطبق ہیں

(ف) اہل علم و ایمان عبارات منقولہ بالا کو بار بار پڑھیں اور غور کریں
کہ کیا اللہ تعالیٰ کو مکان و زمان اور جہت کی قید سے پاک سمجھنا اور بلا جہت
و مقابلہ دیدار ماننا اللہ تعالیٰ کی شان الوہیت اور اسکے وجوب وجود کا اقرار
نہیں اور عیوب حدوث و امکان اور لوازم جسم و جسمانیت سے مبرا و منزہ
جاننا صحیح نہیں مگر ان جاہلوں کے نزدیک ضلالت ہے اور گمراہی۔ اور کیا
پھر اللہ تعالیٰ کے علم کو نقص و زوال سے پاک جاننا اور کامل العلم ماننا صحیح
عقیدہ نہیں۔ لیکن اہل حق کو مشرک و کافر کہنے والوں کا مذہب ہے کہ اللہ
تعالیٰ کو ہونے والے اعمال انسانیہ سے بے علم جاننا قرآن و حدیث سے
ثابت ہے یہ ہے انکا مبلغ علم اور قرآن فہمی) حالانکہ تمام متقدمین کا

مسلم عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان و زمان سے منزہ و مقدس ہے چنانچہ
تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ کلکتہ صـ۴۵۵ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں عقیدہ
سیزدہم آنکہ حق تعالیٰ را مکان نیست و او را جہتے از فوق و تحت متصور نیست
و ہمیں است مذہب اہل سنت و جماعت اور فتاوی قاضی خان فخر المطابع
جلد ۴ صـ۴۳۲ میں ہے رجل قال خدا بر آسمان می داند کہ من چیزے ندارم یکون
کفرا لان اللہ تعالیٰ منزہ عن المکان یعنی کسی نے کہا کہ خدا آسمان پر جانتا ہے
کہ میرے پاس کچھ نہیں کافر ہو گیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بعینہٖ
یہی مضمون بحر الرائق جزو ۵ صـ۱۲۹ اور فتاوی عالمگیری جزو ۲ صـ۲۵۹ میں مرقوم
ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ اسکے علم کے لیے معمولی سی
کمی کرنا کفر ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری جلد ۲ صـ۲۵۸ میں ہے یکفر اذا وصف
اللہ تعالیٰ بما لا بہ او نسبہ الی الجہل او العجز او النقص۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ
کی ایسی شان بیان کرے جو اسکے لائق نہیں یا اسے جہل یا عجز یا کسی ناقص
بات کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے ایسے ہی بحر الرائق ج ۵ صـ۱۲۹ مطبوعہ
مصر میں ہے۔

شاہد رسول

ہمارے نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی
شاہد بھی ہے اور حضور رسول کریم علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم
کا نام اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں شاہد رکھا ہے اور شاہد کے معنی کتاب
وسنت، اجماع امت اور تفاسیر سلف صالحین، لغات قرآن اور اقوال
علماء و محدثین سے ثابت کیے جا چکے ہیں کہ افراد عالم کے ذرہ ذرہ پر
حاضر و ناظر، رقیب و نگران اور اپنے غلاموں کو مصائب اور تکالیف سے
بچانے والے کے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ ہم نے سابقہ اوراق میں سلیم الفطرت

اور پاکیزہ طبیعت حضرات کی تسلی کے لیے اچھا خاصا مواد جمع کر دیا گیا ہے مگر وہ دنی الطبع اور خبیث الفطرت افراد جنکے دلوں میں زیغ اور کجی ہے اور جنہیں کمالاتِ تاجدارِ مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ضد اور انکے بر سر منبر انکار کے ذکر میں مزا ملتا ہے وساوسِ شیطانی اور خطراتِ خناسیہ سے عجیب پادر ہوا نقص وارد کر کے بھولے بھالے عوام کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا کرتے ہیں۔

قاعدہ تسمیہ

ویسے تو ہر مسمی پر اسم کا اثر ہوتا ہے لیکن حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر اسم مبارک کی تاثیرات واضح ہیں مثلاً آپ قاسم ہیں تو بایں معنی کہ جملہ امور کی تقسیم آپکے ہاتھ میں ہے آپ سمیع ہیں تو قرب وبعد کا سماع آپکے لیے یکساں ہے۔

آپ بصیر ہیں کہ آپکا دیکھنا قرب وبعد اور اندھیرے اور اجالے آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر (عرش علی) نیچے (تحت الثری) کے لیے برابر تھا۔ آپ خبیر ہیں تو آپکا خبر دینا اولین کے حالات و آخرین کے واقعات کے لیے کسی قسم کی کمی نہیں اسکی وجہ ہے کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنے ہر اسم وصفت کا مظہر اتم بنایا۔ چنانچہ امام شعرانی قدس سرہ نے فرمایا۔

اذ اسر علی حضرات الاسماء الالهیه صار متخلصًا بصفاتها فاذا اسر علی الرحیم کان رحیما او علی

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب شب معراج اسمائے الٰہیہ کے بارگاہوں سے گزرے تو ان اسماء کی صفات کے ساتھ متصف

الغفور کان غفورا او علی الکریم کان کریما او علی او علی الحلیم کان حلیما او علی الشکور کان شکورا او علی الجواد کان جوادا او کذا فما یرجع من ذلك الا وهو فی غایة الکمال (الیواقیت والجواهر ص۳۶ ج ۲ باب المعراج

ہوتے گئے جب الرحیم پر گزرے رحیم بن گئے اور الغفور سے گزرے تو غفور کریم سے گزرے تو کریم حلیم سے گزرے تو حلیم اور شکور سے گزرے تو شکور اور جواد سے گزرے تو جواد ہو گئے اسی طرح دیگر اسمائے الٰہیہ کی بارگاہوں سے گزرتے گئے اور وہ اسماء جن صفات سے متعلق ہیں ان صفات الٰہیہ سے متصف ہوتے گئے۔ (باب المعراج) جب معراج سے تشریف لائے تو انتہائے کمال کے حال میں تھے۔

(ف) اس تقریر کے بعد سوچیئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات شاہد وشہید ہیں اور وہی صفات حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیں جس طریقہ سے شاہد وشہید اللہ تعالیٰ کو ماننا ہے اس طریق سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننا ہوگا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے موصوف اور التخلق باخلاق کا معنیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم حضور حضور ہیں

ہندو پاکستان کے خواص وعوام کے عرف میں
حضور کا لفظ نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ تعالےٰ علیہ
وآلہ وسلم کے لیے اتنا غالب الاستعمال ہے کہ عام طبائع بلکہ خواص
بھی اسکے غیر پر اطلاق کرنے سے جھکتے ہیں اور تقریباً یہ اطلاق ہے
بھی بدعت حسنہ جو اہلسنت کے قواعد واصول میں جائز ہے اور نہ
وہابیوں کے لیے کل بدعۃ ضلالہ وکل ضلالۃ فی النار کے کھاتے میں
ہے انہیں چاہیئے کہ اس میں اطلاق کو صحاح کی احادیث صحیحہ سے
ثابت کریں۔

لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ نہیں ثابت کر سکتے تو پھر اس سے ہمارے
دو مسئلے چمکتے نظر آتے ہیں۔

۱۔ بدعت حسنہ کا جواز۔

۲۔ حضور حاضر و ناظر ہیں (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیونکہ حضور حضرت
سے مشتق ہے بمعنیٰ وہ جو غائب نہ ہو۔ چنانچہ لغات کی مشہور کتب
میں ہے

المصباح المنیر میں ہے۔ حاضر حَضَرَۃُ مجلسِ القاضی و
حَضَی الغائبُ حضورًا قَدِمَ مِنْ غَیبَتِہٖ۔ منتہی الارب
میں ہے حاضر حاضر شوند،، یعنی حاضر وہ ہے جو حاضر ہو ایسے منجد صد ۱۳۴
میں ہے کہ ایسے ہی مختار الصحاح وصراح وغیرہ میں ہے حاضر وہ ہے جو
کھلم کھلا بے حجاب آنکھوں کے سامنے ہو۔ المفردات میں ہے
الغیبۃ وہ جو سامنے نہ ہو اسکی نقیض حاضر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ جتنے معانی
لفظ حاضر کے منقول ہوئے اللہ تعالےٰ ان سب سے مبرا اور منزہ ہے۔

ذات کریم شاہد ہے کہ اللہ تعالےٰ حواس اور نگاہوں کے ادراک سے بھی
بلند و بالا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ لا تدرکہ الابصار وھو
یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ آنکھیں اسکا
ادراک نہیں کر سکتیں وہ تمام آنکھوں کا ادراک فرماتا ہے اور وہ
لطیف وخبیر ہے)

لہٰذا ثابت ہوا کہ حاضر اس معنیٰ پر صرف ہمارے حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں اسی لیے ہم آپکو حضور کہتے ہیں بلکہ مخالفین بھی حضور
کو حضور کہتے ہیں۔

لطیفہ

جب سے مخالفین نے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے کمال کا انکار کیا ہے اس وقت
سے اللہ نے انکے رگ وریشہ میں لفظ حضور داخل فرما دیا ہے کہ ہر
تقریر اور ہر تحریر بلکہ گفتگو کے لب ولہجہ میں نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو دیگر القاب کی بہ نسبت صفت حضور زیادہ سے زیادہ
کا عادی بنا دیا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں حضور نے کہا حضور کا حکم یہ ہے
حضور کی سنت ہے وغیرہ وغیرہ اور حضور بمعنی بہت زیادہ اور ہر وقت
حاضر کیونکہ حضور بروزن فعول صفت کا صیغہ ہے۔ ہمچوں رسول اور
یہ وزن جس صفت کے لیے ہو وہ اسکے لیے دائمی ہوتی ہے۔ اللہ
تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ دشمنوں سے منوائے یہ آئے تو یونہی منواتا
ہے تاکہ انکار کے باوجود انکار نہ کر سکیں۔ یہ ایسے ہے کہ جب مخالفین
نے حضور نبی پاک کے اسم گرامی کو چومنے کو بدعت کہا تو اہلسنت نے
انہیں کہا نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی
لینے سے قدرت نے تمہیں دو بار چومنے پہ لگا دیا ہے مثلاً لفظ محمد کہنے سے دو میم آتے

اور ہر میم پہ دونوں لب ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور دو لبوں کو ملانے کا نام چومنا ہے
ایسے ہی حاضر و ناظر کے انکار پر ان سے بار بار حضور۔ حضور کی عادت ڈالدی ورنہ ظاہر
ہے کہ ہر سنی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے القابات کے بعد نام لیتا ہے اور یہ رد کھے سوکھے
صرف حضور پہ اکتفا کرتے ہیں اور حضور بمعنی حاضر ہے۔

(آخری بات)

لفظ حاضر و ناظر۔ لغوی معنیٰ پہ اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اسی لیے
اسی معنیٰ پر اسکا خاصہ نہ ہوا تو اسکا اطلاق اسی معنیٰ پر حضور سرور عالم صلی
اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام پر ہونا یار لوگوں کا ترک انکے گھروں میں گھس گیا۔
ہاں اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اور بلا کیف و مثال حاضر و ناظر ماننا ہمارے
عقائد میں ہے لیکن لغوی معنیٰ پر نہیں بلکہ اصطلاحی اور شرعی معنیٰ پہ اس
عقیدہ پہ اہل علم وہابی، دیوبندی ہمارے ساتھ ہیں۔ البتہ گکھڑوی اور
اس جیسے اور جہال ہمارے خلاف جس طرح چاہیں کہیں۔

سنّی ہوشیار اہلسنت کے خلاف اکثر مسائل خود بنا کر بہتان
تراشی کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں اہلسنت حضور
کو ہر جگہ جسم سمیت مانتے ہیں۔ اہلسنت حضور کو بشر نہیں مانتے اہلسنت
میلاد و گیارھویں وغیرہ کو فرض اور واجب کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ اسی لیے
مسلمانوں پہ لازم ہے کہ انکے جھوٹے الزامات سے ہوشیار رہیں
اور اسے چاہیئے کہ اپنے مسائل کی تحقیق علمائے اہلسنت سے سمجھ لیا کریں۔

بابُ اوّل

الحمد للہ تعالیٰ مقدمۃ الکتاب مکمل طور پر ختم ہوا یہ بھی ایک مستقل رسالہ
کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اب باب اول شروع ہوتا ہے اس میں دلائل
حاضر و ناظر صرف اور صرف قرآنی آیات سے ثابت ہونگے اور انکے ساتھ
تفاسیر القرآن تائید کے طور پیش کی جائیں گی۔ اس صدی رواں میں ہمارے
علماء کرام کی دو ضخیم تصانیف شائع ہوئی ہیں۔ علامہ محمد عنایت اللہ سانگل
ہل (پنجاب) رحمۃ اللہ علیہ غزالی زمان علامہ احمد سعید احمد شاہ صاحب رحمۃ
اللہ علیہ دونوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ فقیر نے غزالی زمان رحمۃ اللہ تعالےٰ
علیہ سے سنا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ حاضر و ناظر اور علم غیب کلی کے دلائل
ایک ہی ہیں۔ اسلاف صالحین رحمہم اللہ کے دور میں چونکہ کسی کو اختلاف
نہ تھا اس لیے اسکے علیحدہ عنوان قائم نہیں ہوا۔ آپ کے اس قول کی
تائید حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے ارشاد سے بھی ہوتی
ہے۔ آپ نے فرمایا کہ۔

دبا چندیں اختلافات و   یعنی اختلاف و مذاہب کے

کثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را خلافے نیست کہ آں حضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم با حقیقت بے شائبہ مجاز توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال حاضر و ناظر است۔ (اخبار الاخیار رسالہ قرب السبل)

باوجود جو کہ علمائے امت میں ہے اس مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی حقیقی زندگی سے بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

(ف) اس عبارت سے پوری طرح معلوم ہوا حاضر و ناظر کے مسئلہ میں زمانۂ قدیم میں کسی شخص کا اختلاف نہ تھا۔ وہابیہ چونکہ شیخ موصوف الصدر کے زمانۂ قدیم میں پیدا ہوئے ہیں انہوں نے آکر اختلاف پیدا کر دیا۔ اور اجماع امت کو توڑ کر من شذ شذ فی النار کے مستحق ہو گئے اور دراصل بدعتی یہی ہیں جو بعد میں پیدا ہو کر اتنا بڑا اختلاف پیدا کر دیا۔ اب عیب چھپانے کے لیے وہی برا وصف ہم اہلسنت پر تھوپ دیا۔

علم غیب کلی

اس مسئلہ پر آیات قرآنی اور احادیث و دیگر دلائل سے بھرپور فقیر کی کتاب۔ غایۃ المامول فی علم الرسول کا مطالعہ کیجئے۔

حاضر بمعنی عالم

علاوہ ازیں محاورۂ شریعت میں حاضر بمعنی عالم ہے اسی محاورۂ شرعیہ کی وجہ سے حاضر و ناظر کو علم میں

شامل کیا جا رہا ہے۔

محاورہ شرع میں حاضر بمعنی عالم کی دلیل کہ امام شافعی رحمۃ اللہ کا قول مشہور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

رویا حاضر یا ناظر لیس بکفر) فَاِنَّ الْحُضُوْرَ بِمَعْنَى الْعِلْمِ شَائِعٌ ...... فَالْمَعْنٰى يَا عَالِمُ يَا مَنْ يَّرٰى۔

یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں ہے اس لیے کہ حضور علم کے معنیٰ میں اکثر استعمال ہوتا ہے۔ یا حاضر یا ناظر کا معنیٰ ہو گا۔ اے جاننے والے اے دیکھنے والے۔ (فتاویٰ شامی ص ۳۲۷ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

فَاِنَّ الْحُضُوْرَ بِمَعْنَى الْعِلْمِ شَائِعٌ

اس لیے کہ حضور، علم کے معنیٰ میں اکثر استعمال ہوتا ہے" کے الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ "عالم" کو "حاضر" کہا جاتا ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے۔

دو آدمیوں نے ایک سودا کیا، ایک آدمی کو سودا برقرار رکھنے یا فسخ کرنے کا ایک مقررہ مدت کے اندر اندر اختیار دیا گیا۔ اب جس شخص کو اختیار ملا ہے۔ اگر وہ سودا برقرار رکھنا چاہئے تو دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی برقرار رکھ سکتا ہے لیکن اگر سودا فسخ کرنا چاہے تو دوسرے کی موجودگی کے بغیر فسخ نہیں کر سکتا۔

وَالشَّرْطُ هُوَ الْعِلْمُ وَ اِنَّمَا كَنّٰى بِالْحَضْرَةِ عَنْهُ۔ اور موجودگی سے یہاں مراد آگاہی ہے جسکو موجودگی سے کنایہ کیا۔ (ہدایہ ص ۱۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

سیّد امیر علی اسکی شرح میں لکھتے ہیں۔
یعنی فسخ کرنے میں دوسرے کی آگاہی شرط ہے۔ خواہ وہ یہاں موجود ہو یا اسکو کسی ذریعہ سے آگاہ کر دیا جائے پس جب وہ آگاہ ہو گیا تو گویا یہاں حاضر ہے۔ (عین الہدایہ ص ۳۹ ج ۲ مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور)

ہدایہ کی اس عبارت سے بھی ثابت ہوا کہ عالم بمعنیٰ حاضر آتا ہے۔ چونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم امت کے اعمال جانتے اور دیکھتے ہیں اس لیے آپکو امّت کے اعمال پر حاضر و ناظر کہا جاتا ہے۔

باب ۱

قرآنی آیات

۱۔ انّا ارسلناک شاھدا و مبشراً و نذیرا۔
ترجمہ: ہم نے تمہیں شاہد مبشر اور نذیر بنایا۔[۱]

۲۔ و یکون الرسول علیکم شھیدًا۔
(پ۲ البقرہ)
ترجمہ: یہ رسول تم پر شاہد ہیں۔

۳۔ جِئنا بکَ علیٰ ھٰؤُلاءِ شھیدًا۔ (پ۵ النساء)
ترجمہ: ہم قیامت کے دن آپکو شہید بنائیں گے۔

تفسیر: آیت اول میں لفظ شاہد اور دوم و سوم میں لفظ شہید ہے اور شاہد شہید کے معنیٰ عالِم و حاضر ہیں۔ یہی اسکا حقیقی معنی ہے۔

---

[۱] یہ آیت دو مقام پر ہے: (۱) سورۃ الاحزاب (۲) سورۃ الفتح۔ ان کے علاوہ سورۃ مزمل و سورۃ الحج میں بھی ہے۔ (اویسی غفرلہ)

(۱) شرح شفا ص ۵۰۵ ج اوّل میں ہے۔ الشھید من الشھود بمعنی الحضور و معناہ العالم و لفظ شہید شہود سے مشتق ہے شہید حضور کے معنیٰ میں ہے اور حضور کے معنی عالم بھی ہیں۔
شرح مواقف ص ۹۱۹ میں ہے۔
النظر فی اللغۃ بمعنی رویۃ۔ نظر لغت میں رؤیت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے آیت مذکورہ کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو علم و رؤیت اور حاضر و ناظر کی صفت سے نوازا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حاضر کے معنی عالم کے ہیں اور ناظر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ اسکا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو وہ علم وہ رؤیت اور وہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ آپ ہر جگہ اور ہر مقام کا علم رؤیت رکھتے ہیں اور چشم نبوت و رسالت سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں اور آپ ہر ایک کے قریب ہیں۔ (حوالہ جات تفاسیر و شروح)

۱۔ حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
شاھدًا ای عالماً و مطلعاً
شرح الشفا ص ۵۰۵ ج اوّل۔ شاہد کے معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے آپکو عالم بنایا ہے اور تمام اشیاء پر اطلاع دی ہے۔

۲۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لفظ شہید کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ و باشد رسول شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدیّن بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بدان از ترقی محجوب ماندہ

است پس او مے شناسد گناہان شمار او درجات ایمان شمار او اعمال نیک و بد شمار او اخلاص و نفاق شمار را۔
لہذا شہادت او در دو دنیا و دین بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است (تفسیر عزیزی ص ۹۷۶ پارہ دوم)

ترجمہ: تمہارے رسول دن قیامت میں تم پر گواہ ہونگے کیونکہ وہ اپنی نبوت کے نور کے ساتھ اپنے دین پر چلنے والے کے رتبہ سے واقف ہیں کہ وہ میرے دین میں کس درجے کو پہنچا اور اسکے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور جس حجاب کے سبب وہ ترقی سے رک گیا وہ کون سا حجاب ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر امتی کے گناہوں کو جانتے اور سب کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں اور تمہارے سب نیک و بداعمال سے واقف ہیں اور تمہارے خلوص و نفاق میں مطلع ہیں لہذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی دنیا و آخرت میں عند الشرع اُمت کے حق میں مقبول ہے۔

(ف) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لفظ شہید کی تفسیر فرمائی ہے اس سے ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔
حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے نور نبوت کے ذریعہ اپنے ہر امتی کے رتبہ و مقام ایمان کے درجات اور اسکی حقیقت عدم ترقی کے اسباب و حجاب اپنے ہر امتی کے گناہ نیک و بداعمال قلبی احوال و خطرات و وسواس وغیرہ کو جانتے ہیں۔ غرضیکہ اپنی امت کی ہر حرکت و سکون سے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) واقف ہیں۔ اسی لیے قیامت کے دن حضور علیہ السلام کی گواہی امت کے حق میں مقبول ہو گی۔ اور یہی حاضر و ناظر کے معنی ہیں۔

۲- ترکی دور کے بیباک اور حق گو مفسر قرآن اور عالم دین مسلک احناف کے پاسبان۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ کی تفسیر روح البیان میں ہے۔ ومعنی شہادۃ الرسول علیہم اطلاعہ علی رتبۃ کل متدین۔
شہادت کے معنیٰ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان کے رتبہ و مقام پر مطلع ہیں۔

۳- تفسیر خازن و مدارک میں ہے۔
ثم یؤتی بمحمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فیسئل لہ عن حال امتہ فیزکیھم و یعلم بعد التھم۔

ترجمہ: قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے متعلق سوال ہو گا تو اپنی امت کے عدل کی شہادت دیں گے۔ کیونکہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہر امتی کی عدالت کو جانتے ہیں۔

۴- علامہ اسمعیل حقی فرماتے ہیں۔
" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا مطلب یہ ہے کہ اس ظاہر و باطن میں آپکی سنت کی حقیقی پیروی کی جائے اور یہ یقین دکھا جائے کہ آپ موجودات کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں آپ ہی محبوب ازلی ہیں، باقی تمام مخلوق آپ کے تابع ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

ؑ اسلام میں آپ بہت بڑے عالم دین تھے آپکا تعارف فقیر کی تفسیر فیوض الرحمٰن کے مقدمہ میں پڑھئے۔ (اویسی غفرلہ)

چونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی پہلی مخلوق ہیں۔ اس
لیے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کے شاہد ہیں اور عدم
سے وجود کی طرف نکالی جانے والی تمام ارواح، نفوس، اجرام و
ارکان، اجسام واجساد، معدنیات، نباتات، حیوانات، فرشتوں
جنات، شیاطین اور انسانوں وغیرہ کے شاہد ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے افعال
کے اسرار، عجائب صنعت اور غرائب قدرت میں سے جس چیز کا
ادراک مخلوق کے لیے ممکن ہو وہ آپکے مشاہدہ سے خارج نہ رہے
آپکو ایسا مشاہدہ عطا کیا کہ کوئی دوسرا اس میں آپ کے ساتھ شریک
نہیں ہے۔

اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عَلِمْتُ مَا
كَانَ وَ مَا سَيَكُوْن۔ (ہم نے جان لیا وہ سب جو ہو چکا اور
جو ہو گا) کیونکہ آپ نے سب کا مشاہدہ کیا۔ اور ایک لمحہ بھی غائب
نہیں رہے آپ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش ملاحظہ فرمائی۔ اسی لیے
فرمایا ہم اس وقت بھی نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے
درمیان تھے۔ یعنی ہم پیدا کئے گئے تھے۔ اور جانتے تھے کہ ہم نبی ہیں
اور ہمارے لیے نبوت کا حکم کیا گیا ہے۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام
کا جسم اور انکی روح ابھی پیدا نہیں کی گئی تھی۔ آپ نے انکی پیدائش، اعزاز
واکرام کا مشاہدہ کیا اور خلاف ورزی کی بناء پر جنت سے نکالا جانا
ملاحظہ فرمایا۔

آپ نے ابلیس کی پیدائش دیکھی اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ
کرنے کے سبب اس پر جو کچھ گزرا، اسے راندۂ درگاہ اور ملعون قرار

دیا گیا، سب کچھ ملاحظہ فرمایا، ایک حکم کی مخالفت کی بناء پر اسکی طویل عبادت
اور وسیع علم رائیگاں گیا۔

انبیاء ورسل اور انکی امتوں پر وارد ہونے والے حالات کے علوم
آپکو حاصل ہوئے۔ (روح البیان صـ۲۶ ج ۹۔ الفتح تحت آیت
انا ارسلناك شاهداً۔

۶۔ علامہ امام ابن الحاج فرماتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں
انکے احوال نیتوں، عزائم اور خیالات کو جانتے ہیں اور اس سلسلے
میں آپکی حیاتِ مبارکہ اور وصال میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ سب
کچھ آپ پر عیاں ہے اور اس میں کچھ اخفاء نہیں ہے۔
(المدخل صـ۳۵۲ ج ۱)

۷) تفسیر نیشاپوری میں آیت نمبر ۳ کے ماتحت ہے

لان روح النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
شاھدۃ علی جمیع الارواح والقلوب والنفوس
بقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اوّل ما
خلق اللہ نوری۔

ترجمہ: امت کی گواہی دیں گے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم کی روح مبارک تمام ارواح اور قلوب اور نفوس کو دیکھ رہی
ہے اسی لیے آپ نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ
نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

۸) تفسیر مدارک میں آیت نمبر ۳ کے تحت لکھتے ہیں۔

الیٰ شاھدا علی من کفر بالکفر و علیٰ من نافق بالنفاق و علی من آمن بالایمان۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کافروں کے کفر منافقوں کے نفاق اور ایمان والوں کے ایمان کی قیامت کے دن گواہی دیں گے

(ف) واضح ہوا کہ کفر نفاق کا تعلق دل سے ہے۔

علامہ ابوالسعود اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

۹۔ اے نبی! ہم نے تمہیں ان لوگوں پر شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر بھیجا جن کی طرف آپ مبعوث ہیں۔ آپ انکے احوال واعمال کا مشاہدہ اور نگرانی کرتے ہیں۔ آپ ان سے صادر ہونے والی تصدیق وتکذیب اور ہدایت وضلالت کے بارے میں گواہی حاصل کرتے ہیں اور قیامت کے دن انکے حق میں یا انکے خلاف جو گواہی آپ دیں گے۔ مقبول ہوگی۔ (۱۱)

۱۰۔ علامہ سلیمان جمل نے الفتوحات الالہیہ (ج ۳ ص ۴۴۲) اور علامہ سید محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی (ج ۲۲ ص ۴۵) میں یہی تفسیر کی ہے۔

۱۲۔ امام محی السنۃ علاء الدین خازن رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک تفسیر یہ بیان کی ہے

شَاهِدًا عَلَى الْخَلْقِ كُلِّهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

آپ قیامت کے دن تمام مخلوق پر گواہ ہونگے۔

(فائدہ) نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اسلام، ہر مومن و

کافر کو شامل ہے۔ لہذا امتِ دعوت میں ہر مومن و کافر داخل ہے لہذا امتِ اجابت میں صرف وہ خوش قسمت افراد داخل ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر مشرف باسلام ہوئے۔ آیت مبارکہ کی تفسیر میں عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَیْہِمْ (جنکی طرف آپکو بھیجا گیا) اور عَلَی الْخَلْقِ کُلِّہِمْ۔ کہہ کر حضرات مفسرین نے اشارہ کیا ہے کہ آپ صرف اہل ایمان کے ہی نہیں بلکہ کافروں کے احوال کا بھی مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ اسی لیے آپ مومنوں کے حق میں اور کافروں کے لئے شاہد ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں۔

بعض اکابر صوفیہ نے اشارہ کیا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بندوں کے اعمال پر آگاہ کیا اور آپ نے انہیں دیکھا۔ اسی لیے آپکو شاہد کہا گیا۔(۱۲) مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ نے فرمایا۔

در نظر بودش مقامات العباد
زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

بندوں کے مقامات آپ کی نظر میں تھے، اس لیے اللہ تعالےٰ نے آپ کا نام شاہد رکھا۔

(۱۳) امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کے فرمان شاھدا میں کئی احتمال ہیں (پہلا احتمال یہ ہے کہ) آپ قیامت کے دن مخلوق پر گواہی دینے والے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ

شَہِیۡدًا ۔ (رسول تم پر گواہ ہونگے اور نگہبان) اس بناء پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) شاہد بنا کر بھیجے گئے ہیں یعنی آپ گواہ بنتے ہیں اور آخرت میں آپ شہید ہونگے۔ یعنی اس گواہی کو ادا کریں گے جیسے آپ حامل بنے تھے۔

(فائدہ) دیگر آیات کریمہ، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ کو سامنے رکھ کر بھی فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قیامت کے روز دیگر گواہوں کے ساتھ ساتھ اپنی امت کے تمام افراد کی نیکیوں اور گناہوں کی گواہی دیں گے۔

اب ظاہر بات ہے کہ ہمارے اعمال کی گواہی وہی دے سکتا ہے جو ہم سے واقف ہو اور ہمارے اعمال سے بھی۔

حاضر و ناظر کے منکرین کی تائیدات

مخالفین کے چند اکابر کی تفاسیر بھی پیش کر دیں تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی رہے۔

۱۔ دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب کے خلیفہ مجاز مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ بھی شاہد کا یہی معنیٰ لکھتے ہیں۔ مدارج النبوۃ ص۲۶ ج۱) میں ہے۔ شاہداً یعنی عالم (حاضر بحال امت تصدیق و تکذیب و نجات و ہلاکت الشان۔

ترجمہ: امت کے حال انکی نجات و ہلاکت اور تصدیق و تکذیب پر حاضر و عالم۔

۔ عبدالماجد دریا آبادی نے لکھا کہ اس صفت کا ظہور حشر میں ہو گا، جب آپکی شہادت پر آپکی امت کا فیصلہ ہو گا۔ شاہداً کے یہ معنی بھی کیے گئے ہیں کہ آپ تمام امتوں کے رسولوں پر بطور شاہد پیش ہونگے کہ وہ ادائے رسالت کر چکے۔ قِیۡلَ الۡمُرَادُ شَاهِدًا عَلٰی جَمِیۡعِ الۡاُمَمِ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ بِاَنَّ اَنۡبِیَاءَهُمۡ قَدۡ بَلَّغُوۡا الرِّسَالَةَ۔ (روح) اور مولانائے رومی نے تو یہ پہلو مراد لیا ہے کہ حق تعالےٰ نے آپ کو بندوں کے مختلف مراتب و منازل سے مطلع کر رکھا ہے۔

در نظر بودش مقامات العباد
زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

(تفسیر ماجدی ص۸۵۱

۲۔ مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

اور محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔ (تفسیر عثمانی ص۵۵۰)

۳۔ مولوی محمد ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں۔

اے نبی تحقیق ہم نے آپکو رسول بنا کر بھیجا ہے اس شان سے کہ آپ قیامت کے دن گواہ ہونگے۔ قیامت کے دن آپ گواہی دیں گے کہ یہ گروہ ایمان لایا اور اس گروہ نے کفر کیا۔

(تفسیر معارف القرآن از کاندھلوی ص۵۳۰ ۵)

۴۔ مفتی، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی والے لکھتے ہیں۔

اور امت پر شاہد ہونے کا ایک مفہوم عام یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے سب افراد کے اچھے بُرے اعمال کی شہادت دیں گے۔

(تفسیر معارف القرآن صـ ۱۷۶)

۵۔ ایک وہابی عالم احمد حسن دہلوی لکھتے ہیں۔

بعض آثار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سوا اس گواہی کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کی نیکیوں کی گواہی قیامت تک کی ادا فرمائیں گے۔

(احسن التفاسیر صـ ۳۲۲ زیر آیت فکیف اذا جئنا)

۶۔ غیر مقلد وہابیوں کے پیشوا قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔

(شَاهِدٌ) اَیْ عَلٰی اُمَّتِهٖ یَشْهَدُ لِمَنْ صَدَّقَهٗ وَاٰمَنَ بِهٖ وَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَ كَفَرَ بِهٖ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے گواہ ہونگے۔ جس شخص نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا اسکے حق میں گواہی دیں گے اور جس نے آپکی تکذیب کی۔ آپکا انکار کیا اسکے خلاف گواہی دیں گے۔ (تفسیر فتح القدیر صـ ۲۸۸/۲)

نوٹ: اور حوالہ جات بھی ہیں صرف نمونہ کے طور انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے

شاہد و شہید کی تحقیق

ان دونوں کا حقیقی معنیٰ ہے حاضر و ناظر اور قاعدہ ہے کہ پہلے حقیقی معنیٰ لیا جائے پھر مجازی۔ اور جن آیات مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاہد اور شہید کہا گیا ہے ان دونوں کا مصدر شہود اور شہادت ہے علمار لغت اور

ائمہ دین نے انکا حاضر و ناظر معنیٰ بتایا ہے۔

۱۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔

اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ ...... وَالشَّهَادَةُ قَوْلٌ صَادِرٌ عَنْ عِلْمٍ حَصَلَ بِمُشَاهَدَةِ بَصِيْرَةٍ اَوْ بَصَرٍ ...... وَ اَمَّا الشَّهِيْدُ فَقَدْ يُقَالُ لِلشَّاهِدِ وَالْمُشَاهِدِ لِلشَّيْءِ ...... وَكَذَا قَوْلُهٗ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔ (المفردات)

شہود اور شہادت کا معنیٰ مشاہدہ کے ساتھ حاضر ہونا ہے مشاہدہ آنکھ سے ہو یا بصیرت سے۔ شہادت اس قول کو کہتے ہیں جو آنکھ یا بصیرت کے مشاہدہ سے حاصل ہونے والے علم کی بنار پر صادر ہو۔ رہا شہید تو وہ گواہ اور شئے کا مشاہدہ کرنے والے کیلیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہی معنیٰ ہے (جسکا ترجمہ یہ ہے) کیا حال ہوگا؟ جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔ اور آپکو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

۲۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

شہادت، مشاہدہ اور شہود کا معنیٰ دیکھنا ہے جب تم کسی چیز کو دیکھو تو تم کہتے ہو۔ شَاهَدْتُ كَذَا۔ (میں نے فلاں چیز دیکھی) چونکہ آنکھ کے دیکھنے اور دل کے پہچاننے میں شدید مناسبت ہے اس دل کی معرفت اور پہچان کو بھی مشاہدہ اور شہود بھی کہا جاتا ہے۔

۳۔ امام قرطبی فرماتے ہیں
"شہادت کی تین شرطیں ہیں جنکے بغیر وہ مکمل نہیں ہوتی۔
۱۔ حاضر و ناظر ہونا۔
(۲) جو کچھ دیکھا ہے اسے محفوظ رکھنا۔
(۳) گواہی کا ادا کرنا۔

۴۔ امام ابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں۔
وَ مَعْنَى الشَّاهِدِ الْحَاضِرُ فَكُلُّ مَا هُوَ حَاضِرٌ قَلْبَكَ فَهُوَ شَاهِدٌ لَكَ (تذکرۃ القرطبی صـ۱۳۶)
شاہد کا معنیٰ ہے حاضر وہ شے جو تیرے دل پر حاضر ہے تو وہ تیرے لیے شاہد ہے۔

محاورۂ قرآن پاک و احادیث مبارکہ

قرآن مجید میں شاہد و شہید کے مادے۔ (مصدر۔ ماضی۔ مضارع وغیرہ) بمعنیٰ حاضر استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا۔ یعنی ہم تم پر حاضر تھے۔ یہاں شہود بمعنیٰ حاضر ہے اور فرماتا ہے۔ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ یعنی حاضر ہونگے اس روز مقرب لوگ اس آیت میں بھی یشہد بمعنیٰ حاضر ہے۔ اسی طرح فرماتا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ ..... الخ یعنی تم کو ماہ صیام حاضر ہو۔ یہاں شہد بمعنی حاضر ہے۔ اسی طرح فرماتا ہے۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۝
یعنی جب حضرت یعقوب علیہ السلام پر موت آئی اے بنی اسرائیلیو۔

تم حاضر تھے۔ دیکھو شہداء کلمہ بمعنیٰ حاضر ہے۔
اگر اس معنیٰ کے سوا دوسرے معنیٰ میں مستعمل ہوگا۔ تو وہ مجاز ہے لیکن پھر حقیقی معنیٰ حاضر سے مناسبت ضروری ہوگا۔ مثلاً شہید (مقتول فی سبیل اللہ) کو اس لیے شہید کہا جاتا ہے کہ اس پر رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اس لیے گواہ کو شاہد کہا جاتا ہے کہ وہ واقعہ پر حاضر و موجود ہوتا ہے۔ اسکی تحقیق آئے گی۔ بلکہ قرآن مجید کی ایک آیت میں شہید بمعنیٰ حاضر کی تصریح ہے۔ کما قال تعالےٰ۔

۵۔ وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا۔
ترجمہ:۔ اور تم میں کوئی وہ ہے کہ ضرور دیر لگائے گا۔ پھر اگر تم پر کوئی افتاد پڑے تو کہے۔ خدا کا مجھ پر احسان تھا کہ میں انکے ساتھ حاضر نہ تھا۔
(ف) اس آیت میں اللہ نے منافق کا مقولہ بیان فرمایا ہے اور یہاں شہید بمعنی حاضر ہے۔ بیضاوی میں ہے۔
حاضر الی تلك الغزاۃ فیصیبنی ما اصابهم۔
(تفسیر بیضاوی صـ۱۳ ج ۲۔ تحت آیت ہذا۔ اور امام رازی نے فرمایا کہ۔ یعنی حاضر الواقعہ فیصیبنی ما اصابهم من البلاء والشدۃ (تفسیر کبیر صـ۲۶۶ ج ۳)
(قاعدہ) امام سیوطی رحمہ اللہ نے اتقان میں بطور قاعدہ لکھا کہ قرآن مجید میں ہر جگہ شہید بمعنی حاضر آئیگا۔ سوائے چند مقامات کے۔
(نوع ۳۹۔ وجوہ و نظائر) جلد اوّل۔

لطیفہ یقین کیجئے کہ دیوبندی فرقہ مطالب کی تحریف لفظی و معنوی کے کاریگر ہیں جیسے بن پڑتا ہے مضمون کو اپنے مطلب کی طرف لیجانے کی سعی خام کرتے ہیں۔ یہاں بھی اتقان کے مترجم حلیم انصاری نے کام کر دکھلایا ہے کہ شاہد کے قاعدہ میں حاضر و ناظر (امام سیوطی) رحمۃ اللہ کے بیان کردہ عبارت کا ترجمہ گواہی دینے والا لکھ مارا۔ ص ۴۴۲ ج ۱)

دیگر آیات

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا۔

ترجمہ: اور گواہی دی حاضر ہونے والے نے زلیخا کے اہل سے۔

(پ ۱۲ یوسف)

یہاں شاہد کے معنی مشاہدہ کرنے والے کے کئے گئے ہیں۔ اگر مشاہدے کے معنی نہ لیے جائیں۔ تو فرمان خداوندی معاذ اللہ غلط ثابت ہوتا ہے۔

۷۔ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۝

ترجمہ: قسم ہے مشاہدہ کرنے والے کی۔ اور مشاہدہ کئے گئے۔

(پ ۳۰ بروج)

اسکا ترجمہ تفاسیر میں بھی یہی کیا ہے جو ہم نے کہا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الشَّاهِدُ هُوَ مُحَمَّدٌ صلى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

مشاہدہ کرنے والے وہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(تفسیر ابن جریر پ ۳۰ ص ۱۷۔ تفسیر ابن کثیر ص ۴۹۲ ج ۴)

وہابیوں کے سردار حافظ محمد صاحب لکھوکے نے بھی یہی معنی کیا ہے۔

ع

ہک آکھن شاہد نبی محمد ہے۔ مشہود قیامت

(تفسیر محمدی ص ۲۸۱ ج ۷)

مخالفین اپنے منہ اقراری

مناظرہ کے وقت دعوی کرتے ہیں کہ۔

۸۔ آیت وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ۔ میں شاہد حاضر کے معنی میں ہے۔

۹۔ وَهُوَ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ عَلَيْكُمْ شُهَدَاءَ۔

ترجمہ: اور مومنوں کے ساتھ جو کچھ کرتے تھے حاضر تھے۔

اس آیۃ کریمہ میں مصدر شہود کے معنی قرآنی حاضر کے ثابت ہو گئے۔

۱۰۔ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا

ترجمہ: اور تمہارا کوئی عمل ایسا نہیں کہ ہم تمہارے حاضر نہ ہوں۔

(پ ۱۱ سورۂ یونس)

۱۱۔ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا۔

اور چاہیئے کہ ان دونوں کے عذاب دینے کے وقت حاضر ہو

يَشْهَدْ مضارع ہے جسکے معنی حاضر کے ہیں۔

۱۲۔ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا

مَنَافِعَ لَهُمْ (پ۱۷ الحج)

لوگوں میں حج کی عام ندا کردے تاکہ آپکے پاس پیدل آئیں گے اور ہر پیاسی اونٹنی پر گہرے اور چوڑے راستے سے آئیں گے تاکہ منافع کے لیے وہ حاضر ہوں.

۱۳۔ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِيْنَ.

اور ہم انکے حکم کے وقت حاضر تھے۔ (پ۱۷ ع سورہ الانبیاء)

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ.

کیا ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا اس وقت وہ موجود تھے.

آخری فیصلہ

صرف نمونے کی چند آیات پیش کی ہیں انمیں ثابت ہے کہ شاہد وشہید حاضر کے معنی میں ہے۔ یہاں مناظرانہ آخری فیصلہ عرض کردوں. کہ اللہ کے لیے مخالفین بھی مانتے ہیں کہ وہ اپنی شان کے لائق حاضر وناظر ہے تو اسکا حاضر ہونا بھی لفظ شہد سے ہے اسکے علاوہ کوئی اور لفظ نہیں خود حاضر وناظر بھی جسکی تحقیق مقدمہ میں ہم نے لکھ دی۔

شاہد وشہید از احادیث

شاہد وشہید بمعنی حاضر وناظر بیشمار احادیث مبارکہ میں مستعمل ہوا ہے ان تمام روایات کو نقل کرنا تطویل لاطائل ہیں صرف دو روائیتوں پر اکتفا کرتا ہوں.

۱۔ نماز جنازہ کی آخری رکعت سے پہلے دعا مشہور کے الفاظ ہیں.

اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا.

ترجمہ: اے اللہ ہمارے زندوں اور مردوں اور ہمارے موجودوں اور غائبوں کو بخش. اس دعاء میں شاہد بمعنی حاضر ہے کہ اسکا بالمقابل غائب ہے.

۲۔ بخاری ومسلم ودیگر اکثر صحاح ستہ میں ہے. فليبلغ الشاهد الغائب، چاہیئے حاضر غائب کو خبر دے۔ ایسی روایات میں شاہد بمعنی حاضر ہے.

کل کائنات پر حاضر وناظر

جب آیت سے ثابت ہوا کہ آپ حاضر وناظر ہیں لیکن کسی پر اسکا استدلال بھی آیت سے کیا جاتا ہے کہ آپ کل کائنات پر حاضر وناظر ہیں. چند حوالے ملاحظہ ہوں.

مفسر ابو السعود

انا ارسلنٰك شاهدًا على من بعثت اليهم تراقب احوالهم وتشاهد اعمالهم وتحمل عنهم الشهادة بما صدر عنهم من التصديق والتكذيب وسائر ماهم عليه من الهدى والضلال وتؤديها يوم القيٰمة اداءً مقبولاً مالهم وما عليهم

(تفسیر ابومسعود ص ۱۶۹۰ ج ۶)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیشک ہم نے بھیجا آپکو شاہد اور حاضر وناظر بنا کر ان سب پر جنکی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے آپ انکے احوال کی نگہبانی فرماتے ہیں اور انکے اعمال کا مشاہدہ فرماتے

فرماتے ہیں یعنی ان سب کے کاموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں
اور آپ ان سے تحمل شہادت فرماتے ہیں۔
یعنی انکے گواہ بنتے ہیں ان تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئیں
تصدیق سے اور تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن
پر وہ ہیں ہدایت اور گمراہی سے اور آپ اس شہادت کو ادا فرمائیں
گے قیامت کے دن۔ جو ادا کی ہوئی ہوگی ان تمام باتوں میں جو
انکے فائدے کے لیے ہونگی اور ان تمام باتوں میں بھی جو انکے
نقصان کے لیے ہونگی۔

۲- جلالین ص ۳۵۳ میں ہے۔
شاهدا على من ارسلت اليهم.

۳- تفسیر در منثور میں امام سیوطی نے عن ابن عباس
مرفوعاً..... شاهدا على امتك
اخرجه ابن ابی حاتم.
(الطبرانی و ابن مردویه و الخطیب و ابن عساکر
(تفسیر در منثور ص ۳۰۶ جلد ۵)

۴- تفسیر بحر المحیط میں ہے
شَاهِدًا عَلٰى مَنْ بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ وَ عَلٰى
تَكْذِيْبِهِمْ وَ تَصْدِيْقِهِمْ.
جنکی طرف آپ مبعوث کیے گئے ہیں انکی تکذیب اور تصدیق
کے آپ گواہ ہوں گے۔ (البحر المحیط ص ۲۳۸)
تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

(شَاهِدًا) اى لله بالوحدانية و انه
لا اله غيره و على الناس باعمالهم
يوم القيامة.
آپ اللہ کی وحدانیت کے اور اس بات کے کہ اسکے علاوہ کوئی
معبود نہیں کے گواہ ہیں اور قیامت کے دن سب انسانوں کے
اعمال کی بھی آپ گواہی دیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۹۷ ج ۳)
بیضاوی شریف ص ۹۷ جلد ۲ مطبوعہ مصر میں ہے۔
شاهدا على من بعثت اليهم بتصديقهم
و تكذيبهم و نجاتهم و ضلالهم.
ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم جنکی طرف مبعوث ہوتے
انکی نجات و گمراہی وغیرہ پر شاہد ہیں۔
بیضاوی شریف ص ۵۱۲ میں فرمایا۔ (شاہد علی امتک)
ترجمہ: اے محبوب صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم آپ اپنی امت پر
شاہد ہیں۔
مدارک میں ہے ص ۲۳۵ جلد ۳
شاهدا على من بعثت اليهم و على تكذيبهم
و تصديقهم مقبولا لك عند الله لهم
و عليهم.
ترجمہ: اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنکی طرف آپ مبعوث
ہیں انکی تصدیق و تکذیب کے آپ شاہد ہیں۔ یعنی آپکی شہادت
انکی نجات اور انکی گرفت کے لیے قابل قبول ہیں۔

شاهدا على الخلق كلهم يوم القيمة.

(خازن ص ۴۷۲ جلد ۳)

ترجمہ: اے محبوب صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن آپ تمام امت پر شاہد ہیں۔

علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ تعالے لکھتے ہیں۔

قوله على من ارسلت اليهم اى لتستوقب احوالهم و تشاهد اعمالهم وتحمل الشهادة على صدر عنهم من التصديق والتكذيب و سائر ماهم عليه من الهدى والضلال تؤديها يوم القيمة اداءً مقبولا فيما لهم و فيها عليهم. (تفسیر الفتوحات الالہیۃ المعروف تفسیر جمل ص ۲۴۲ جلد ۳)

سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں۔

شاهدا على من بعثت اليهم تراقب احوالهم و تشاهد اعمالهم و تتحمل عنهم الشهادة بما صدر عنهم من التصديق والتكذيب وسائر ماهم عليه من الهدى والضلال و تؤديها يوم القيمة اداء مقبولا فيما لهم وما عليهم. (تفسیر روح المعانی ص ۴۲ پ ۲۲)

ترجمہ: آپ ان پر شاہد ہیں جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے آپ ان کے احوال کے مراقب اور اعمال کے شاہد اور ان سے جو امور صادر

ہوئے۔ انکے آپ گواہ ہیں۔ تصدیق و تکذیب کے اور جس حال پر وہ ہیں ہدایت و گمراہی پر قیامت میں آپ انکی مقبول گواہی دیں گے۔ جو انکے فائدے یا نقصان۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالے لکھتے ہیں۔

انه صلى الله عليه وسلم شاهد على الخلق

(تفسیر مفاتیح الغیب المعروف بہ تفسیر کبیر ص ۸۸ جلد ۶)

ترجمہ: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوق پر شاہد ہیں۔

(ف) جسمیں تسلیم کا مادہ ہے اسکے لیے اتنا کافی ہے اور ضدی منکر کے لیے ضخیم دفتر بھی ناکافی۔

خلاصہ:- ہمارا عقیدہ پھر ذہن میں رکھ لیجئے۔

وہ یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر ہیں جسمانیت اور بشریت کے ساتھ نہیں بلکہ عالم کا ذرہ ذرہ روحانیت و نورانیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گاہ ہے اور روحانیت و نورانیت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے لیے قرب اور بعد مکان یکساں ہے کیونکہ عالم خلق زمان و مکان کی قید سے مقید ہوتا ہے لیکن عالم امر ان قیود سے پاک ہوتا ہے لہذا بیک وقت متعدد مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف فرما ہونا اور ایک ہی وقت میں دور دراز مقامات کثیرہ اور امکنہ متعددہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا دیکھنا اور کھلم کھلا بیداری میں حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونا دلائل سے ثابت ہے اسکا اہل حق کے علاوہ منکرین کو بھی مسلم ہے اسی لیے ہم حاضر و ناظر کے عقیدہ کے اثبات میں کہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔
نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمام دنیا کو اپنی نظر مبارک سے دیکھ رہے ہیں۔ مقاماتِ کثیرہ وامکنہ متعددہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف فرما ہونا صرف ممکن بلکہ امر واقع ہے۔ اور یہ جملہ امور آیت شاہد و شہید سے ثابت ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ مخلوق کے ذرہ ذرہ کے شاہد اس لیے ہیں کہ آپ خدا تعالیٰ کی جملہ مخلوق کے ہر ذرہ کے نبی ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
اس مسئلہ پر فقیر کی مستقل تصنیف "کائنات کا نبی" پڑھیئے۔

لطیفہ:۔ محدّث اعظم علامہ سردار احمد فیصل آبادی رحمۃ اللہ سے ایک مخالف نے پوچھا کہ کیا حضور علیہ السلام ہر ذرۂ کائنات کے نبی ہیں ایک تنکا ہاتھ میں لیکر کہا کہ کیا اسکے بھی۔ آپ نے برجستہ فرمایا تنکا جانتا ہے کہ میرے نبی ہیں اس نے کہا ہاں فرمایا تنکا امتی نبی کو جانتا ہے تو نبی نہیں جانتا کہ وہ میرا امتی ہے۔ مخالف سنکر کھسیانہ ہو گیا۔

شاہد و شہید بمعنی گواہ

بعض لوگ شاہد بمعنی گواہ کرتے ہیں تو اس سے بھی بمعنی حاضر ثابت ہوتا ہے کیونکہ گواہ شرعًا اور عرفًا اس کو کہتے ہیں جو واقعہ پر حاضر ہو اگر واقعہ پر حاضر نہ ہو اور ایسے ہی کہہ دے تو اس کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت میں سابق انبیاء علیہم السلام کی امتوں اور اپنی امت کی گواہی دینگے تو بھی اس معنی پر آپ شاہد و شہید ہیں۔

ایک مثال

واقعہ کچھ فاصلہ پر ہو لیکن گواہ آنکھوں سے دیکھ رہا ہو گواہی کے وقت کہے کہ میں نے واقعہ دیکھ کر گواہی دی ہے تو یہ گواہی قابل قبول ہے اگر واقعہ قریب تو ہوا لیکن درمیان میں دیوار حائل ہو اگرچہ وہ گفت وشنید یا دیگر قرائن سے گواہی دے تب بھی وہ گواہی قابل قبول نہیں اس لیے کہ گواہ نے واقعہ کو آنکھوں سے دیکھا نہیں۔

نبوت کی گواہی

صحیح بخاری میں ہے کہ قیامت کے دن دیگر انبیاء کرام کی امتیں عرض کریں گی کہ ہم تک تیرے پیغمبروں نے تیرے احکام نہ پہنچائے تھے انبیاء کرام عرض کریں گے کہ ہم نے احکام پہنچا دیئے تھے اور اپنی گواہی کے لیے امت مصطفےٰ علیہ السلام کو پیش کریں گے ان کی گواہی پر اعتراض ہوگا کہ تم نے ان پیغمبروں کا زمانہ نہ پایا تم بغیر دیکھے کیسے گواہی دے رہے ہو۔ یہ عرض کریں گے کہ ہم سے حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا تب حضور علیہ السلام کی گواہی لی جاوے گی آپ دو گواہیاں دیں گے ایک تو یہ کہ نبیوں نے تبلیغ کی دوسری یہ کہ یہ میری امت والے قابل گواہی ہیں بس مقدمہ ختم انبیاء کرام کے حق میں ڈگری اگر حضور علیہ السلام نے گذشتہ انبیاء کی تبلیغ اور آئندہ اپنی امت کے حالات کو خود چشم حق بین سے ملاحظہ نہ فرمایا تھا تو آپ کی

گواہی پر جرح کیوں نہ ہوئی جیسا کہ امت کی گواہی پر جرح ہوئی تھی معلوم ہوا کہ یہ گواہی دیکھی ہوئی تھی۔

تبصرہ اویسی غفرلہٗ

منکرین کمالات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی دیوبندی وہابی

حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات ماننے میں تنگ ظرف اور بخیل واقع ہوئے ہیں اس لیے جب ہم آپ کے کمالات کے صیغہ میں آپ کا حاضر و ناظر ہونا شاہد و شہید سے ثابت کیا (جب کہ ان دونوں لفظوں کا حقیقی معنی حاضر و ناظر ہے) تو صرف عوام کے ذہنوں کو خراب کرنے کے لیے ان کے حقیقی معنیٰ کا انکار کرکے مجازی معنیٰ کی طرف دوڑے ہم انکا تعاقب کرتے ہوئے ثابت کیا کہ گواہ کا حقیقی مطلب بھی یہی ہے کہ موقعہ پر حاضر اور موجود ہو پھر یہ لوگ گواہ کے ایک گھٹیا معنیٰ کا سہارا لیتے ہیں وہ یہ کہ گواہ کبھی سنی سنائی گواہی دیتا ہے اور آپ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہی ہیں (معاذ اللہ)

حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ سنی سنائی گواہی دینے والا گواہ کمزور اور ضعیف طریقہ ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جب حقیقی گواہی کے تمام اسباب کہیں سے نہ مل سکیں ان غرباء فی العلم سے کوئی پوچھے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنی سنائی گواہی دینے والا گواہ تم نے کس حدیث سے سمجھا ہے اور آپ کے لیے کون سے مواقع ہیں جو آپکو حقیقی گواہ نہیں بننے دیتے حالانکہ

جملہ اسلاف و اخلاف نے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصلی اور حقیقی گواہ مانا ہے۔

(چند حوالے)

١- ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے لکھا کہ علیکم شہیدا ای مطلعا و رقیبا علیکم وَ نَاظِرًا لا فعالکم وَمُزَکِّیًا لِاَقْوَالِکُمْ۔

یعنی رسول اکرم صلیّ اللہ علیہ وسلّم تم پر مطلع ہیں تمہارے افعال دیکھ رہے ہیں اور تمہارے اقوال کا تزکیہ فرمائیں گے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۶۴ ج ۱)

(٢) شیخ ابوالقاسم محمد بن احمد جزری الکلبی الغرناطی المتوفی ۱۷۴۱ھ لکھتے ہیں عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا اَیْ بِاَعْمَالِکُمْ

رسول اکرم صلیّ اللہ علیہ وسلّم تم پر گواہ ہوں گے یعنی تمہارے اعمال کی گواہی دیں گے۔

(التسہیل لعلوم التنزیل ص ۶۳)

(٣) حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا بِمَا عَمِلْتُمْ اَوْ فَعَلْتُمْ۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے ہر ہر عمل اور ہر فعل

گواہی پر جرح کیوں نہ ہوئی جیسا کہ امت کی گواہی پر جرح
ہوئی تھی معلوم ہوا کہ یہ گواہی دیکھی ہوئی تھی۔

تبصرہ اویسی غفرلہٗ

منکرین کمالات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی دیوبندی وہابی

حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات ماننے میں
تنگ ظرف اور بخیل واقع ہوئے ہیں اس لیے جب ہم آپ کے
کمالات کے صیغہ میں آپ کا حاضر و ناظر ہونا شاہد و شہید سے
ثابت کیا (جب کہ ان دونوں لفظوں کا حقیقی معنی حاضر و ناظر
ہے) تو صرف عوام کے ذہنوں کو خراب کرنے کے لیے ان کے
حقیقی معنیٰ کا انکار کر کے مجازی معنیٰ کی طرف دوڑے ہم انکا
تعاقب کرتے ہوئے ثابت کیا کہ گواہ کا حقیقی مطلب بھی یہی
ہے کہ موقعہ پر حاضر اور موجود ہو پھر یہ لوگ گواہ کے ایک گھٹیا
معنیٰ کا سہارا لیتے ہیں وہ یہ کہ گواہ کبھی سنی سنائی گواہی دیتا ہے
اور آپ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہی ہیں (معاذ اللہ)

حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ سنی سنائی گواہی دینے والا گواہ کمزور
اور ضعیف طریقہ ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جب حقیقی گواہی
کے تمام اسباب کہیں سے نہ مل سکیں ان غرباء فی العلم سے
کوئی پوچھے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنی سنائی
گواہی دینے والا گواہ تم نے کس حدیث سے سمجھا ہے اور آپ کے
لیے کون سے مواقع ہیں جو آپکو حقیقی گواہ نہیں بننے دیتے حالانکہ

جملہ اسلاف واخلاف نے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصلی اور
حقیقی گواہ مانا ہے۔ (چند حوالے)

۱۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے لکھا کہ علیکم شہیدا ای
مطلعا ورقیبا علیکم وناظرا لاعمالکم ومزکیا
لاقوالکم۔
یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم پر مطلع ہیں تمہارے افعال
دیکھ رہے ہیں اور تمہارے اقوال کا تزکیہ فرمائیں گے۔
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۶۴ ج ۱)

(۲) شیخ ابوالقاسم محمد بن احمد جزری الکلبی الغرناطی المتوفی ۷۴۱ھ
لکھتے ہیں عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا اَیْ بِاَعْمَالِکُمْ
رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں گے یعنی تمہارے
اعمال کی گواہی دیں گے۔
(التسہیل لعلوم التنزیل ص ۶۳)

(۳) حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا بِمَا عَمِلْتُمْ
اَوْ فَعَلْتُمْ۔
رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے ہر ہر عمل اور ہر فعل

کے گواہ ہوں گے۔

(تفسیر ابن جریر ص۶ ج۲)

(فائدہ) الحمدللہ صحابی رسول کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر ہر امتی کے ہر ہر عمل کی گواہی ارشاد فرمائیں گے اور اس حقیقی گواہی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال امت پر حاضر ناظر تسلیم کرنا پڑے گا۔

(سوال) صحابی رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سر آنکھوں پر ابن جریر کی سند کا کیا اعتبار۔

(جواب) ہم ابن جریر کی سند عرض کر کے سند کی تصحیح کرتے ہیں ابن جریر کی سند یوں ہے۔

حدثنا محمد بن بشار قال ثنا سفیان عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی سعید

تعارف ابن جریر

ابن جریر کا نام محمد ہے حافظ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں

مُحَمَّدَ بنُ جریرُ بنُ یزید الطبری الامام الجلیل المفسّر ابو جعفر	محمد بن جریر بن یزید الطبری عظیم امام ہیں قرآن حکیم کے مفسر ہیں ابو جعفر کنیت
صَاحِبُ التَّصَانِیْفِ الباھِرۃِ ثِقَۃٌ صَادِقٌ ... ابن	ہے ان کی وقیع تصانیف ہیں ثقہ ہیں صادق ہیں

جریر مِنْ کِبَارِ اَئِمَّۃِ الْاِسْلَامِ الْمُعْتَمِدِیْنَ	معتمد کبار ائمہ اسلام میں سے ہیں۔

(میزان الاعتدال ص۴۹۸ ج۲)

محمد بن بشار

حافظ ذہبی لکھتے ہیں

ثِقَۃٌ صَدُوْقٌ ..... قُلْتُ قَدِ اِحْتَجَّ بِہٖ اَصْحَابُ الصِّحَاحِ کُلُّھُمْ وَھُوَ حُجَّۃٌ بِلَا رَیْبٍ ..... قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ کَتَبْتُ عَنْ بُنْدَارٍ نَحْوًا مِنْ خَمْسِیْنَ اَلْفَ حَدِیْثٍ وَلَوْلَا سَلَامَۃٌ فِیْہِ لَتَرَکْتُ..... رَوٰی عَنْہُ الْاَئِمَّۃُ السِّتَّۃُ وَابْنُ خُزَیْمَۃَ وَابْنُ صَاعِدٍ وَالنَّاسُ۔

محمد بن بشار ثقہ ہیں، صدوق ہیں: میں (ذہبی) کہتا ہوں تمام اصحاب صحاح نے ان سے حجت پکڑی ہے بلاشبہ یہ حجت ہیں..... امام ابوداؤد کہتے ہیں میں نے بندار (محمد بن بشار) سے پچاس ہزار حدیث لکھی ہیں اگر اس میں سلامتی نہ ہوتی تو میں اسے ترک کردیتا ائمہ ستہ ابن خزیمہ ابن صاعد اور دیگر محدثین نے ان سے روایت کی ہے (میزان ص۴۹ ج۳)

(۳) مؤمل (بروزن محمد) بن اسمعیل

اس کے متعلق بعض محدثین نے خطا کے ارتکاب کا دعویٰ کیا لیکن مشہور محدث ابوداؤد نے اس کی بڑی عظمت بیان کی ہے اور اس کی شان میں جو اعتراضات وارد ہوئے ان کو رفع فرمایا

ذَکَرَہٗ اَبُوْدَاؤدَ فَعَظَّمَہٗ وَرَفَعَ مِنْ شَانِہٖ امام ابن معین نے اسے ثقہ قرار دیا (میزان الاعتدال صہ ۲۲۵)

(۴) سفیان ابن عیینہ:

حافظ ابن حجر ان کے متعلق فرماتے ہیں

ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجتہ (تقریب التہذیب صہ ۱۹۸)

(۵) الاعمش

ان کا نام سلیمان ہے حافظ ذہبی ان کے متعلق کہتے ہیں

ائمہ ثقات میں سے ایک ہیں صغار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے ان پر صرف تدلیس کا عیب لگایا جاتا ہے لیکن جب وہ حدثنا کہیں تو اس میں کوئی کلام نہیں اور اگر روایت "عن" سے ہو تو بعض اوقات کسی ضعیف سے تدلیس ہوتی ہے جب "عن" سے روایت ابراہیم ابن ابی وائل اور ابو صالح السمان سے ہو تو یہ اتصال پر محمول ہوتی ہے

(میزان الاعتدال صہ ۲۲/۲)

جو روایت ہم نے پیش کی ہے یہ اگرچہ "عن" سے ہے لیکن ابوصالح سے ہے اس لیے یہ روایت متصل ہے۔

(۶) ابوصالح۔

انکا نام "ذکوان" ہے حافظ ابن حجر ان کے متعلق کہتے ہیں

ثقہ، ثبت۔ (تقریب التہذیب صہ ۱۵۱)

(۷) ابوسعید رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک صحابی کی تفسیر مسند ہی کہلاتی ہے

(تفسیر الصحابی عندھما مسند مستدرک حاکم صہ ۱۲۳)

لطیفہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی گواہی کا اعتراف کافروں کو بھی ہوگا ورنہ وہ قیامت میں ان کے شور مچانے کا ذکر ہوتا بلکہ اس کے برعکس انہیں تسلیم کے سوا چارہ نہ ہوگا جیسے یہی دیوبندی وہابی کل قیامت میں اعتراف کریں گے انہیں انکار ہے تو آج دنیا میں اسی لیے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے آج دنیا میں تسلیم کرنے کی دعوت دی ہے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا۔

منکرین کے اکابر کی تصریحات

۱۔ دیوبندی فرقہ کے حکیم صاحب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں

اور وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ (کہ اس امت کا پیغمبر ہوگا) قائم کریں گے جو ان کے اعمال سیئہ کی شہادت دیں گے۔

(تفسیر بیان القرآن صہ ۱۷۸/۲)

(۲) مولوی محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں

یہ گواہ انبیاء کرام ہوں گے جو اپنی امت پر ان کے اچھے
اور برے اعمال کی گواہی دیں گے اور ان کی گواہی پر
نہ کوئی جرح کر سکے گا اور نہ قدح جو وہ کہہ دیں گے
اسی کے مطابق فیصلہ ہو گا

(تفسیر معارف القرآن ص ۲۴۱ ج ۲)

(۳) مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں

یہاں سے کفر و ناشکری کا انجام بتلاتے ہیں یعنی یاد
رکھو وہ دن بھی آنے والا ہے جب تمام اگلی پچھلی
امتیں احکم الحاکمین کی آخری عدالت میں کھڑی ہوں
گی اور ہر امت کا نبی بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا تاکہ
اپنی امت کے نیک و بد اور مطیع و عاصی کی نسبت
شہادت دے کہ کس نے کیا معاملہ حق کے پیغام
اور پیغام بر کے ساتھ کیا ہے

(تفسیر عثمانی ص ۳۵۶)

(۴) جلالین میں ہے

هُوَ نَبِيُّهَا يَشْهَدُ لَهَا وَعَلَيْهَا وَهُوَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(۴) دیوبندی کمالین میں ص ۲۱۶ ج ۲ کا ترجمہ یوں مذکور ہے یعنی نبی
جو اپنی امت کے موافق یا خلاف گواہی دے۔

شرعی گواہی کی تحقیق

منکرین کمالات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد
و شہید کا معنی گواہ کر کے دھوکہ دیتے ہیں اس سے ان کا منشا
یہ ہے کہ گواہ کے لیے ضروری نہیں کہ وہ موقعہ پر موجود ہو بلکہ
موقعہ پر عدم موجودگی کے باوجود گواہی دی جا سکتی ہے یہ ان کا
دھوکہ اس لیے ہے کہ ایسی گواہی کو شرعاً شہادۃ علی الشہادۃ کہا
جاتا ہے اسے شرعی گواہی تو کہہ سکتے ہیں حقیقی گواہی نہیں کہہ
سکتے اور ایسی گواہی حضور علیہ السلام کے لیے ماننا گمراہی ہے۔

حقیقی گواہی

(۱) مفردات امام راغب میں ہے۔

الشَّهَادَةُ قَوْلٌ صَادِرٌ عَنْ عِلْمٍ حَصَلَ بِمُشَاهَدَةٍ
وَهِيَ الْاِطِّلَاعُ عَلَى الشَّيْءِ عِيَانًا فَاشْتُرِطَ
فِي الْاَدَاءِ مَا يُنْبِئُ عَنِ الْمُشَاهَدَةِ۔

شہادت مشاہدہ سے اسم ہے اور مشاہدہ نام ہے کسی
چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر مطلع ہونے کا اسی لیے
شہادت کی ادائیگی میں مشاہدہ سے خبر دینے کی شرط
لگائی گئی ہے

(البحر الرائق ص ۵۵)

(۲) نہایہ ابن اثیر میں ہے۔

وَاَصْلُ الشَّهَادَةِ الْاِخْبَارُ بِمَا شَاهَدَهُ
وَشَهِدَهُ۔

گواہی میں اصل یہ ہے کہ جس چیز کا مشاہدہ کیا ہو
اور اس پر حاضر ہوا ہو اس کی خبر دینا۔

(نہایہ ص ۵۱۴/۲)

(۴) فتاویٰ شامی میں ہے۔

وَهِيَ الاِطِّلَاعُ عَلَى الشَّيْءِ عِيَانًا

آنکھوں دیکھ کر کسی چیز کی اطلاع دینا (شہادت کہلاتا ہے) مخالفین کے گھر کی گواہی)

(فتاویٰ شامی ص ۱۶/۴ ج)

(۱) دیوبندی فرقہ کے حکیم اشرف علی تھانوی کہتے ہیں
بلا مشاہدہ کے شرعًا شہادت جائز نہیں

(افاضات یومیہ ص ۲۸۱/۲ ملفوظ (۵۰۶)

ایک اور دیوبندی عالم محمد حنیف صاحب گنگوہی فاضل دیوبند لکھتے ہیں شہد (س - ک) شہادۃً گواہی دینا شریعت میں کسی حال کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو اٹکل اور گمان سے نہ ہو بلکہ چشم دید ہو۔

(الصبح النوری شرح مختصر القدوری ص ۲۸۶/۲)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حقیقتًا گواہ وہی ہوتا ہے جو آنکھوں سے دیکھ کر گواہی دے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بروز قیامت اعمالِ امت کو دیکھ رہے ہیں مشاہدہ فرما رہے ہیں یعنی اعمال امت پر حاضر ناظر ہیں

(۲) دیوبندیوں کا درس قرآن میں ہے۔

شہید (احوال کہنے والا) شاہد، شہادت، شہود، مشہود اور مشاہدہ وغیرہ بے شمار لفظ اسی مادہ سے بنے ہیں اس لفظ کے معنی ہیں موجودگی اور گواہی کا مفہوم پوشیدہ ہے گواہ کو شاہد اور شہید اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ خاص امر واقعہ میں موجود ہوتا ہے اور اس سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے۔

(درس قرآن ص ۱۸۹/۱ مطبوعہ ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور)

(۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت "شہید" کا ترجمہ وہابی عالم علامہ وحید الزمان نے ایک حدیث کی توضیح کرتے ہوئے یوں کیا ہے۔

اَنَا فَرَطُكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ۔

میں قیامت میں تمہارا پیش خیمہ ہوں (تم سے آگے جا کر تمہاری ضرورت کا بندوبست کروں گا اور میں تمہارا گواہ ہوں گا تو گویا میں تمہارے ساتھ ہوں۔

(لغات الحدیث ص ۱۴۹/۲ کتاب "ش")

حقیقی گواہی کے گواہ کا اپنا بیان

حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

فَقَالَ اِنِّيْ فَرَطٌ عَلَيْكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِيَ الْاٰنَ

(رواہ البخاری ص ۹۸۵ ج ۱)

نبی مکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تمہارا

پیش خیمہ ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں گا اور مجھے اللہ کی قسم ہے بے شک میں ابھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں

شارحین حدیث کا بیان

اسی حدیث کے تحت بین السطور یوں لکھا ہے۔

اَیْ اَشْهَدُ عَلَیْکُمْ بِاَعْمَالِکُمْ فَکَاَنِّیْ بَاقٍ مَعَکُمْ.

یعنی میں تمہارے اعمال کی گواہی دوں گا تو گویا میں تمہارے ساتھ ہی ہوں

(بین السطور بخاری شریف صفحہ ۱۰۰)

(۲) ارشاد الساری شرحِ صحیح بخاری جلد ۹ صفحہ ۳۴۲ میں ہے۔

اَشْهَدُ عَلَیْکُمْ بِاَعْمَالِکُمْ۔

میں تمہارے اعمال کی گواہی دوں گا۔

(۳) حضرت ملا علی قاری قیامت کے روز نبی مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان گواہی کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

وَفِیْهِ تَنْبِیْهٌ نَبِیْهٌ عَلٰی اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرٌ نَاظِرٌ فِیْ ذٰلِكَ الْعَرْضِ الْاَکْبَرِ.

اور اس میں ایک شان والی تنبیہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم [illegible] پیشی میں حاضر ناظر ہوں گے

([illegible] مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۳)

قیامت میں حاضر و ناظر

اس دن تو ہر مسئلہ واضح سے واضح تر ہو جائیگا بالخصوص حاضر و ناظر تو ایسا واضح ہوگا کہ منکرین بھی کہہ اٹھیں گے کہ ھذا ھو الحق المبین (انشاء اللہ) اسکی تفصیل و تحقیق باب الاحادیث میں آئیگی۔

مفسرین نے فرمایا

ابتدا میں فقیر نے مفسرین کے اقوال لکھے انہیں یہاں ساتھ ملا لیجئے مثلاً صاحب روح البیان نے فرمایا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم امت کی گواہی دیں گے اس کا معنی اور مطلب یہی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نورِ حق کی وجہ سے دین پر چلنے والے ہر دین دار کے رتبہ پر بھی مطلع ہیں اور اس کے دین کی حقیقت پر بھی اور اس حجاب سے واقف ہیں جس نے امتی کو دین میں کمال حاصل کرنے سے روک رکھا ہے پس نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے گناہوں کو پہچانتے ہیں ان کے ایمان کی حقیقت کو امت کے اعمال ان کی نیکیوں گناہوں اخلاص اور نفاق سب کو نورِ حق کی وجہ سے جانتے ہیں پہچانتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۲۴۸)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں

یعنی وباشد رسول شما بر شما گواہ، زیرا کہ او مطلع است
بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ
از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابے
کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس
او میشناسد گناہان شمار او درجات ایمان شمار او
اعمال نیک وبد شما را و اخلاص ونفاق شمارا ولہذا
شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و
واجب العمل است

یعنی تمہارے رسول تم پر گواہ ہوں گے کیوں کہ آپ
صلے اللہ علیہ وسلم نور نبوت کی وجہ سے ہر دین دار
کے اس رتبہ پر مطلع ہیں کہ جس تک وہ پہنچا ہوا ہے
اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا
ہے اور اس حجاب سے بھی واقف ہیں جس کی وجہ
سے وہ ترقی سے رکا ہوا ہے پس نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمان کے درجات
کو تمہارے اچھے برے اعمال کو اور تمہارے خلوص
ومنافقت کو پہچانتے ہیں پس آپ کی شہادت
دنیا (اور آخرت اسعد) میں بحکم شرع امت کے حق
میں مقبول اور واجب العمل ہے

(تفسیر عزیزی صفحہ ۵۴۲)

یہی شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں۔

پس پیغمبر ایں امت گوبا در حق ہر ہر یک از امت
خود موافق حال او گواہی میدہد۔

پس اس امت کے ہر ہر فرد کے متعلق اس کے
حال کے موافق گواہی ارشاد فرمائیں گے

(تفسیر عزیزی ص ۵۴۱)

آیت نمبر۹

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ (پ ۱۷)

اور ہم نے نہیں آپ کو مگر تمام جہانوں کی رحمت۔

تقریر نمبر۱ | امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہ امر قطعی ہے کہ اس آیت
مبارک میں کاف خطاب سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی ذات اقدس ہے اور یہ امر بھی واضح ہے کہ رحمۃ للعلمین
ہونا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وصف خاص ہے یعنی حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے علاوہ کوئی رحمۃ للعلمین نہیں ہو سکتا جس کی دلیل یہ
ہے کہ آیت کریمہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں وارد
ہے اور قاعدہ ہے کہ مقام روح میں جو وصف وارد ہوگا۔
وہ ممدوح کے ساتھ خاص ہوگا کیونکہ تخصیص کے بغیر مدح
ممکن نہیں لہذا ضروری ہوا کہ رحمۃ للعلمین ہونے کا وصف حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص ہو کسی دوسرے کے لیے
اگر مبالغہ کے طور پر یہ لفظ یا اس کا ہم معنی کلمہ وارد بھی ہو تو
اسے مبالغہ یا مجاز پر محمول کیا جائے گا۔

حقیقت یا واقفیت سے اسکو کوئی تعلق نہ ہوگا۔

جیسے آیت کریمہ:

اَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ

بے شک میں نے تمہیں عالمین پر فضیلت دی۔

یہاں کلمہ العالمین کا عموم دلیل خصوص پائے جانے کی وجہ سے باقی نہیں رہا کیونکہ اس میں صرف اور صرف ان کے ہم زمان لوگ مراد ہیں۔

بخلاف آیت ھذا کے کہ اس کے العالمین کے لیے کوئی مخصص نہیں اسی لیے یہ اپنے عموم پر ہے اگر مخالفین کے پاس اس کے مخصوص کی دلیل ہے تو پیش کریں۔

جب کہ ان کے قطب مولوی رشید احمد گنگوہی نے اسے غیر نبی علیہ السلام یعنی علماء کے لیے جائز مانا ہے اور وہ بلا دلیل ہے اگر ہے تو مخالفین بیان کریں ورنہ یقین کریں کہ رحمۃ للعلمین ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعلمین تسلیم کرنا ہے تو یقیناً ماننا پڑے گا۔

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمین کے ہر ہر فرد کے لیے رحمت ہیں۔

(۲) العلمین سے مراد صرف انسان یا جن وبشر وملائکہ ہی نہیں بلکہ کل جہان ماسوی اللہ ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رحمۃ للعالمین ہونا رسالت سے ہے اور رسالت کل

مخلوق کے لیے عام ہے جیسا کہ خود حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً (مسلم شریف)

میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

جب رسالت کل مخلوق کے لیے عام ہے تو رحمت بھی سارے جہانوں کے لیے عام اور اللہ عزوجل کے سوا ہر ذرے کو شامل قرار پائی۔

(۳) رحمت کے متعلق مفسرین نے دو توجیہاں کی ہیں اگر مستثنیٰ منہ اعم علل ہو تو رحمۃ اَرْسَلْنَا فعل کا مفعول له قرار پائے گے۔

اور تقدیر عبارت یہ ہو گی

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ لِعِلَّۃٍ مِّنَ الْعِلَلِ اِلَّا لِاَجْلِ الرَّحْمَۃِ لِلْعٰلَمِیْنَ)

ہم نے آپ کو کسی کے لیے نہیں بھیجا صرف عالمین کے واسطے رحمت کے لیے بھیجا ہے اور اگر اعم احوال کو مستثنیٰ منہ بنایا جائے تو رحمت ضمیر خطاب سے حال ہوگا اور لفظ رحمت مبنی الفاعل ہو کر بمعنی راحم قرار پائے گا اور تقدیر عبارت یوں ہو گی۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ فِیْ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ اِلَّا حَالَ کَوْنِکَ رَاحِمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝

اے محبوب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر صرف اس حال میں کہ آپ

تمام جہانوں کے لیے رحم کرنے والے ہیں لفظ رحمت مفعول لہٗ
ہو یا حال بہر صورت حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راحم قرار پاتے
ہیں۔ کیونکہ مفعول لہٗ سبب فعل ہوتا ہے اور فاعل بھی سبب فعل
ہے اس لیے حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا راحم ہونا حال اور مفعول لہٗ
دونوں کے مطابق ہے۔

خلاصۃ الکلام | حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام کائنات کی تمام مخلوقات کے
ایک ایک ذرہ ایک ایک قطرہ کے لیے رحم فرمانے والے ہیں
اس معنیٰ پر حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جملہ ہژدہ ہزار عالم کے
ذرہ ذرہ کے حاضر و ناظر ثابت ہوئے۔

(سوال) بعض مفسرین نے العالمین سے الناس یا صرف انس
وجن اور ذوی العقول مراد لیے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں بھی اس
کی تصدیق ہوتی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ ہ

ہم نے نہیں بھیجا آپکو مگر صرف لوگوں کا رسول بناکر

(جواب) جن مفسرین نے صرف الناس یا انس وجن یا ذوی العقول
مراد لی ہے انہوں نے بلادلیل کہا ہے یا انکی مراد یہ ہے کہ
جب آپ اشرف المخلوقات کی رحمت ہیں تو غیر کیطریق اولیٰ
اس میں شامل ہیں کیونکہ جملہ ہژدہ ہزار عالم کا خلاصہ
یہی انواع ثلاثہ ہیں اس لیے ان کے حق میں حضور صلے
اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رحمت ہونا بقیہ عالمین کے حق میں حضور

(صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے رحمت ہونے کو مستلزم ہے۔
اور آیت

(وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ)

ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر صرف لوگوں کا رسول بناکر
بھی ہماری مؤید ہے کیونکہ اہل حق کا مذہب یہی ہے کہ حضور
صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جملہ ہژدہ ہزار عالم ذرہ ذرہ کے رسول
ہیں یہاں تک کہ انبیاء کرام اور رسل بھی آپ کی امت کے
احاطہ میں ہیں۔

آیت میں "الناس"، کو اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے
ذکر کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ جب اشرف المخلوقات کے
آپ رسول ہیں تو ان سے ادنیٰ کے لیے بطریق اولیٰ رسول ہیں
(صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

تقریر (۲) (تو اصل وجود آمدی از نخست) یعنی آپ جملہ
عالمین کی اصل ہیں ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ جب
تک رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اصل کائنات اور تمام
عالمین پر فیض خداوندی کا واسطہ نہ ہوں اس وقت تک حضور
اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رحمۃ اللعلمین ہونے کے کوئی
معنیٰ نہیں ہو سکتے۔

بناء بریں جب حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اصل قرار پائے
تو تمام عالم کے جمیع افراد حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فرع
ہوئے پس جس طرح درخت کی ہر شاخ ہر پتے بلکہ اس کے

ہر جزو میں اصل ہی کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح تمام جہانوں
یعنی ماسوی اللہ میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی نورانیت
اور روحانیت مقدسہ جلوہ گر ہوگی اور عالم کا ذرہ ذرہ روحانیت
ونورانیت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گاہ قرار پائے گا
چنانچہ مخالفین کے مستند اور معتمد علیہ مفسر اپنی تفسیر روح
المعانی کے تحت آیت ھذا لکھتے ہیں کہ

وکونہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ
للجمیع باعتبار انہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام واسطۃ الفیض الالٰہی علی الممکنات
علی حسب القوابل ولذا کان نورہ صلے اللہ
علیہ وسلم اول المخلوقات ففی الخبر اول
ماخلق اللہ تعالیٰ نور نبیک یا جابر وجاء
اللہ تعالیٰ المعطی وانا القاسم والصوفیہ
قدست اسرارھم فی ھذا الفصل کلام فوق
ذٰلک۔

تمام جہانوں کے لیے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ نبی کریم صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کل ممکنات پر انکی قابلیت واستعداد
کے موافق فیض الٰہی کا واسطہ عظمیٰ ہے۔
اس لیے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اول مخلوقات
ہے کیونکہ اصل کا وجود فرع سے پہلے ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ یا جابر اول ما خلق اللہ
نور نبیک۔ اے جابر اللہ عزوجل نے تیرے نبی کا نور
سب سے پہلے پیدا فرمایا اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ
عزوجل عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں
حضرت صوفیہ کرام کا کلام ہمارے اس کلام سے بڑھ کر ہے
چنانچہ صوفیہ کرام کے سرتاج صاحب عرائس البیان اپنی تفسیر میں
اسی آیت کے تحت صہ ۵۲ جلد ۲ میں لکھتے ہیں کہ۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین ایھا
الفھیم ان اللہ سبحانہ اخبرنا ان
نور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم اول ماخلقہ فی الارض من
جمیع خلقہ ثم خلق جمیع الخلائق
من العرش الی الثری من بعض
نورہ فارسالہ من العدم الی مشاھدہ
القدم رحمۃ لجمیع الخلائق اذا الجمیع
صدر منہ فکونہ کون الخلق وکونہ
سبب وجود الجمیع فھو رحمۃ کافیۃ
وافھم ان جمیع الخلائق صورۃ مخلوقۃ
مطروحۃ فی فناء القدرۃ بلا روح حقیقۃ
منتظر القدوم محمد صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم۔

فاذا قلت ان الله ارسله رحمة للعوالم لوجوده لانه روح جميع الخلائق قال الله تعالیٰ
وما ارسلناك الا رحمة للعالمین ۔

(ترجمہ) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو (اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) مگر رحمت تمام جہانوں کے لیے اسے صاحب فہم و بصیرو اللہ عزوجل نے اس آیت مبارکہ میں بتایا کہ خالق کائنات نے اپنی کل مخلوقات میں جو چیز سب سے پہلے پیدا کی۔
وہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ہے پھر اللہ عزوجل نے اس نور کے ایک جزو سے از عرش تا فرش تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا لہذا عدم سے مشاہدہ قدم کی طرف ان محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھیجنا جمیع مخلوقات کے لیے رحمت ہے۔
کیونکہ مصدر اخلائق وہی ہیں سب کا صدور و ظہور انہی کے نور سے ہے لہذا ان کا ہونا مخلوق کا ہونا ہے اور ان کا موجود ہونا وجود خلق کا موجب ہے اور ان کا وجود مبارک جمیع خلائق پر اللہ عزوجل کی رحمت کا سبب ہے اس لیے کہ سب کے وجود کا سبب وہی ہیں لہذا وہ ایسی رحمت ہیں جو سب کیلیے کافی ہیں۔
اور اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی سمجھ دیا

ہے کہ قضاء قدرت میں تمام مخلوقات صورت مخلوقہ کی طرح بے جان اور بغیر روح حقیقی کے پڑی ہوئی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کر رہی تھی جب حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی تو تمام عالم وجود محمدی سے زندہ ہو گیا اس لیے کہ تمام مخلوقات روح حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا۔
ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت تمام جہانوں کیلیے
(فائدہ) عرائس البیان کا مذکورہ بالا بیان تفسیر روح البیان ص۵۲۸ ج۵ میں بھی نقل فرمایا ہے۔
عارف باللہ علامہ صادی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں
فنبینا صلے اللہ علیہ وسلم رحمة للعالمین
ولولا رحمته بنا مابقی منا احد۔
(تفسیر صادی جلد ۱ ص ۱۶۶)
پس ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور اگر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا تعلق ہمارے ساتھ نہ ہو تو ہم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے۔
آیت کریمہ کی جو تفسیر جلیل القدر علماء و مفسرین نے لکھی ہے کاش مخالفین ان کی تحریروں پر اعتماد کرتے تو انہیں یقین ہوتا کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق و رابطہ ہژدہ ہزار عالم کے ذرہ ذرہ کے ساتھ ہے۔

آپ کے فیض و برکت سے کائنات زندہ ہے جب ہر
شے کا آپ سے رابطہ ضروری ہے تو آپ کو کس طرح دور
سمجھا جائے یا کس طرح بے خبر مانا جائے جب آپ رحمۃ
للعلمین ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ عالم کائنات کا کوئی فرد
آپ کے فیض و رحمت سے خالی ہو سکتا ہے۔

لطیفہ: گگھڑوی اور دوسرے دیوبندی آیت کا مفہوم سمجھتے
ہی نہیں اسی لیے وہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں رحمۃ للعلمین
مانتے ہیں کہ

بلاشک اللہ تعالیٰ عزوجل نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کی اصلاح و فلاح کے لیے بھیجا ہے اور
آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رسول بنا کر بھیجنا خدا تعالیٰ کی
تمام جہانوں پر رحمت کرنا ہے

(آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۱۲۵)

افسوس کہ مخالفین نے یہ معنی کرکے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی شان اقدس کو صرف اصلاح و فلاح تک محدود کر دیا غور
کیا جائے تو یہ معنی صرف چند شرعی امور تک نبوت کو محدود
مانا گیا ہے اسی لیے یہ بھلے مانس کہا کرتے ہیں کہ ان کے
مولوی بھی رحمۃ للعلمین ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

(تفصیل فقیر کی کتاب پیر پرستی میں دیکھیے)

تقریر نمبر ۳ | حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
تمام عالمین کے لیے حاضر و ناظر

اس وقت ہو سکتے ہیں جب آپ اعلیٰ درجہ کے نورانی روحانی
اور لطیف ہوں چونکہ رحمۃ للعلمین ہونے کی وجہ سے آپ کا تمام
جہانوں سے قریب ہونا ضروری ہے اس لیے ان کا روحانی نورانی
اور لطیف ہونا بھی ضروری ہوا اس مضمون کو مندرج ذیل تقریر
سے سمجھیے۔

۱ حیات | آیت سے چند مسئلے وضاحت
کے ساتھ ثابت ہوتے ہیں حضور
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالمین کے لیے رحمت فرمانے والے
ہیں لہذا زندہ ہیں اور تمام کائنات کے حالات و کیفیات
کے عالم بھی ہیں۔

۲ اختیار | عالم کے ہر ذرے تک اپنی رحمت اور
نعمت پہنچانے کی قدرت اور اختیار
بھی رکھتے ہیں۔

۳ حاضر و ناظر | تمام عالم کو محیط اور تمام کائنات
کی ہر شے سے قریب بھی ہیں

۴ نور | ایسے روحانی نورانی اور لطیف ہیں جس کی بنا
پر آپ کا کسی ایک چیز سے قریب ہونا
دوسری چیز کے بعد ہونے کو مستلزم نہیں بلکہ بیک وقت
تمام افراد عالم سے یکساں قریب ہیں اسے مزید وضاحت
کے ساتھ سمجھیے۔

مردہ رحم نہیں کر سکتا وہ خود رحم کا طالب و مستحق ہوتا ہے لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ زندہ نہ ہوں تو راحمًا للعالمین نہیں ہو سکتے جب آیۃ قرآنیہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا راحمًا للعلمین ہونا ثابت ہو گیا تو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا ثابت ہو گیا۔

علم غیب

صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم کے حال کا عالم نہ ہو کیونکہ بے خبر کسی پر کیا رحم کریگا اس کی مثال ایسی ہے کہ فرض کیجئے زید انتہائی مظلوم ہے اور کہتا ہے کہ کوئی شخص اس پر رحم کرکے ظالم کے ظلم سے اُسے بچالے اسی خواہش کو دل میں لے کر وہ عمرو کے پاس جاتا ہے اور اس سے رحم کی درخواست کرتا ہے عمرو اس کی رحم کی درخواست سن لیتا ہے مگر اسے کچھ معلوم نہیں کہ اس کا حال کیا ہے وہ نہیں جانتا کہ یہ کس مصیبت میں مبتلا ہے اور کس نوعیت کے رحم کا طالب ہے اس لیے وہ اس سے دریافت کرتا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے اور تم کس طرح کی مہربانی چاہتے ہو اب اگر زید اسے اپنا حال نہ بتائے اور یہی کہتا رہے کہ آپ میرا حال نہ پوچھئے مجھ پر رحم کیجیے اسطرح آپ اپنی امت کے حالات کو نہ جانیں اور جمیع ما کان و ما یکون کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ راحمًا للعلمین نہیں ہو سکتے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا راحمًا للعلمین ہونا ثابت ہے تو تمام کائنات کے احوال کا عالم ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

اختیار کل

(۳) صرف عالم ہونے سے بھی کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا ہے جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم تک اپنی رحمت و نعمت پہنچا نیکی قدرت و اختیار نہ رکھتا ہو مثال کے طور پر ایک شخص شب و روز ہمارے پاس مقیم ہے وہ دن رات اللہ کی عبادت و ریاضت کرتے کرتے وہ اسقدر ضعیف و ناتواں ہو گیا ہے اگر ایسے شخص کو ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کے الزام میں پکڑ کر تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے اور وہ بے گناہ اس وقت ہم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں آپ مجھ پر رحم کیوں نہیں کرتے تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ واقعی ہم آپ کے حال سے اچھی طرح باخبر ہیں اور خوب جانتے ہیں مگر فقط جاننے سے کیا ہوتا ہے ہمارے پاس وہ اختیار نہیں کہ آپ کو تختہ دار سے بچالیں اپنی رحمت آپ تک پہنچانے کا جب تک ہمیں اختیار نہ ہو اور قدرت نہ پائی جائے اس وقت تک ہم آپ پر رحم نہیں کر سکتے معلوم ہوا کہ قدرت و اختیار کا ہونا بھی رحم کرنے کے لیے ضروری ہے جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات اور کل کائنات کے لیے علی الاطلاق راحم ہیں تو ہر ذرہ کائنات تک رحمت و نعمت پہنچانے کی قدرت و اختیار بھی حضور علیہ الصلوٰۃ کے لیے حاصل ہے۔

قرب نبی

کہ صرف قدرت و اختیار سے بھی کام نہیں چلتا کسی پر رحم کرنے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ رحم کرنے والا مرحوم

کے قریب ہو اس بات کو مثال کے ذریعے یوں سمجھیے کہ مثلاً آپ فرلانگ کے فاصلہ پر کھڑے ہیں اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خونخوار دشمن نے آپ کے مخلص دوست پر حملہ کر دیا وہ چلا کر آپ سے رحم کی درخواست کرنے لگا آپ اس کی مدد کے لیے دوڑے اور خلوص قلب سے اس پر رحم کرنے کیلئے آپ آگے بڑھے مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن نے اسے ہلاک کر دیا اب غور کریں کہ آپ زندہ بھی ہیں اور اس دوست کو بچشم خود ملاحظہ بھی فرما رہے ہیں اور اس کے حال سے عالم بھی ہیں رحم کرنے کی قدرت اور طاقت بھی آپ کے اندر پائی جاتی ہے آپ اپنے اختیار سے رحم کر سکتے ہیں لیکن اس وجہ سے کہ رحم کرنے کے لئے راحم کا مرحوم سے قریب ہونا بھی بے حد ضروری ہے۔

نتیجہ: جب آیۃ قرآنیہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام جہانوں اور مخلوقات کے ہر ذرے کے لیے راحم ہونا ثابت ہو گیا تو یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت نورانیت کے ساتھ تمام کائنات کے قریب ہیں اور ساری کائنات حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے قریب ہے۔

آیت نمبر ۵: اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ

ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل کی رحمت محسنین کو قریب ہے۔

طریق استدلال

اللہ تعالیٰ عزوجل کی علی الاطلاق رحمت مطلق حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں اور محسنین کی خصوصیت اس لیے کہ وہی اس نعمت سے وافر حصہ پاتے ہیں جسکی تفصیل باب اقوال العلماء میں آئے گی (انشاء اللہ)

مخالفین سے جب جواب نہیں بنتا تو غلط طور ہاتھ مارتے ہیں یہاں بھی ایسے ہی ہوا گکھڑوی نے لکھا ہے اگر یہی مراد ہے تو پھر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف محسنین کے لیے رحمت ہیں اور بس

(جواب) اسکا یہ معنی نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک سے قریب نہیں بلکہ مطلب یہ ہے چونکہ محسنین کے ساتھ ایک خاص قرب مراد ہے وگرنہ تو ان مندرجہ ذیل آیات کا جواب کیا ہو گا۔

ان اللّٰہ مع المتقین

اللہ عزوجل پرہیزگاروں کے ساتھ ہے

ان اللّٰہ مع الصٰبرین

اللہ عزوجل صابروں کے ساتھ ہے

کیا ان آیات کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ عزوجل سوائے ان کے اور کسی کے ساتھ نہیں ہرگز نہیں کیونکہ ایک جگہ اللہ عزوجل فرماتا ہے

(وھو معکم اینما کنتم)

(تمہارے سب کے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو)
ثابت ہوا کہ متقین، محسنین، صابرین کے ساتھ ایک خاص نوعیت کا ساتھ ہے ورنہ عام معیت سب کو حاصل ہے اسکی تقریر وہی ہوگی جو مفسرین کرام نے قرآن مجید کے بارے میں بیان فرمائی ہے کہ اگرچہ یہ ھدیً للناس ہے لیکن چونکہ اس سے فائدہ پانے والے متقین ہیں
اسی لیے ان کے لیے فرمایا ھدًی للمتقین (متقیوں کو ہدایت دینے والا) دوسرے مقام پہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرمایا

وما ارسلناک الا کافۃ للناس

اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کا رسول بنا کر بھیجا
حالانکہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف انسانوں کے رسول نہیں بلکہ جملہ کائنات کے رسول ہیں جیسے اس آیت میں اشرف المخلوقات کی تصریح سے جملہ عالمین ضمناً داخل ہیں
ایسے ہی المحسنین میں دوسرے جملہ یعنی العالمین داخل ہیں۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

(پ ۶ المائدہ ع ۱۵)

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔ اور روشن کتاب۔
تفسیر آیت کو حاضر و ناظر سے اس لیے تعلق ہے کہ ہم مدّعی ہیں۔ کہ

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر جسمانیت اور بشریت کے ساتھ نہیں بلکہ بایں طور کہ حاضر و ناظر عالمین کے ذرہ ذرہ پر روحانیت اور نورانیت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے لیے قرب اور بعد مکانی یکساں ہے کیونکہ عالم خلق زمان و مکان کی قید سے مقید ہوتا ہے لیکن عالم امران قیود سے پاک ہے اس معنیٰ پر بیک وقت متعدد مقامات پر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا تشریف فرما ہونا اور ایک ہی وقت میں دور دراز مقامات کثیرہ اور امکنہ متعددہ میں آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو اہل اللہ کا دیکھنا اور کھلم کھلا بیداری میں آپکی زیارت سے مشرف ہونا۔ دلائل کی روشنی میں ایسا واضح امر ہے کہ جسکا انکار کوئی دیندار مسلمان نہیں کر سکتا۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں۔ اسی لیے تمام دنیا کو اپنی نظر مبارک سے دیکھ رہے ہیں۔ اور مقامات کثیرہ اور امکنہ متعددہ میں حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دلائل میں ایک دلیل آیت۔

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

ہے چنانچہ جلالین شریف میں اس آیہ کے تحت مرقوم ہے۔ (قد جاءکم من اللہ نور) ہو النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علامہ صاوی اس پر فرماتے ہیں سمی نورا لانہ اصل کل نور حسی ومعنوی۔ آپ نور سے موسوم ہیں کہ آپ ہر حسی ومعنوی نور کی اصل ہیں۔

چونکہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت مقدسہ پر بیشمار ضخیم تصانیف موجود نہیں۔ صرف چند ضروری باتیں عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

۱- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کے منکرین نے عوام میں تاثر دے رکھا ہے۔ کہ نور صرف روشنی کا نام ہے حالانکہ یہ غلط اور سراسر غلط ہے یہ روشنی نور کے انواع میں سے ایک نوع ہے نور دراصل اسے کہا جاتا ہے جو خود ظاہر اور دوسروں کو ظاہر کرے۔ امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا النور ھو ظاھر بنفسہ و مظھر لغیرہ۔ (احیاء) اس معنیٰ پر تو حقیقی نور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ہی ہو سکتی ہے۔ باقی جتنا انوار ہیں ان پر نور کا اطلاق مجازاً ہے۔ اسکی تحقیق فقیر کی شرح حدائق جلد ۱۵ یعنی شرح قصیدۂ نور۔

۲- نور مقید بہ قیود جہات نہیں ہے قرب و بعد کی مسافتوں کی قیود سے بھی مقید نہیں وہ بیک وقت بہمہ جہت۔ اور دور و بعید میں موجود ہوتا ہے اگرچہ اسکا مرکز ایک ہو لیکن اپنے اوصاف سے ہر جگہ موجود ہوتا ہے اسکی ایک مثال آنکھ کی بینائی کی ہے ایسے ہی سورج کو سمجھتے وغیرہ وغیرہ عقلیات کے باب میں اسکی متعدد مثالیں تمام کی گئی ہیں۔

۴- نور لطیف شے ہے یہ اپنی لطافت کی وجہ سے بیک وقت متعدد مقامات بلا قید بعد و قرب موجود ہوتا ہے اور یہ صرف ممکن نہیں بلکہ واقع ہے۔ بلکہ کروڑوں ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں جس کو

تم اپنا ایمان سمجھتے ہونگے۔ مثلاً تمہاری آنکھوں کی بینائی۔ جب تم روشنی میں اپنے آگے دیکھتے ہو تو آپکی بینائی ایک ہی وقت میں زید کے ساتھ بھی ہے اور عمر کے ساتھ بھی۔ انسانوں کے ساتھ بھی۔ حیوانوں کے ساتھ بھی۔ بلکہ جہاں جہاں تک بھی تیری قوت بصر میں طاقت ہے۔ وہاں تک

جمیع

اشیاء کے ساتھ آپکی بینائی حاضر بھی ہے اور ناظر بھی۔ اسی طرح اپنی قوت آواز کا تصور فرمایئے کہ آپ اپنے گھر میں بیٹھ کر زید کو بلاتے ہیں تو آپکی آواز کی طاقت جہاں تک رسائی رکھتی ہوگی وہاں تک ہر شے کے ساتھ ہوگی چنانچہ ریڈیو کے ذریعے کائنات کے ذرہ ذرہ میں پہنچے ہوئے آواز کو روزمرہ دیکھا جا رہا ہے۔ دیکھو ایک آواز ایک ہی آن میں ریڈیو میں پڑی ہوئی کراچی میں بھی ہے اور لاہور میں بھی۔ لندن میں بھی ہے امریکہ میں بھی۔ افریقہ میں بھی عرب میں بھی۔ اور عجم میں بھی۔ بلکہ تمام دنیا میں بیک وقت موجود ہے جہاں ریڈیو کے ذریعے سننا چاہو سن سکتے ہو۔ تمہارے کان اگر ریڈیو کے بغیر نہیں سن سکتے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ آواز کسی جگہ موجود نہیں۔ بات یہ ہے کہ آواز تو بیک وقت ہر جگہ موجود ہوتی ہے مگر تمہیں اسکا ریڈیو کے بغیر احساس نہیں ہوتا۔ جہاں ریڈیو لگ گیا احساس ہو گیا۔ احساس نہ ہونا آواز کی عدم موجودگی کی دلیل نہیں بلکہ تمہارے کانوں کی کمزوری کا ثبوت ہے آواز تو بلاشبہ موجود ہوتی ہے۔ اپنے کانوں کی کمزوری کو ریڈیو کے ذریعے دور کر کے دیکھ لو آواز کو موجود پاؤ گے۔ وسعت خواہ کروڑوں مربع میل کی ہو اور خواہ اربوں مقامات کیوں نہ ہوں۔ آواز کے وجود میں کوئی کمی نہیں۔ کمی ہے تو سننے والوں کی قوت سماعت میں ہے کہ وہ بغیر ریڈیو کی مدد کے سن نہیں سکتے۔ پس ثابت ہو گیا کہ متعدد مقامات پر ایک ہی آن میں لطیف شے موجود ہونا لازمی ہے اور ناممکن بالکل نہیں مگر دیدہ بینا درکار ہے ورنہ یہی کہا جائے گا کہ

ے

آنکھ والا تیری قدرت کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

اصل موضوع

اصل بات کی طرف آیئے عرض کی جا رہی تھی کہ لطیف شئے کا متعدد مقامات پر بیک وقت موجود ہونا غیر ممکن نہیں. اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا جناب صاحب لولاک لما محبوبِ خدا. سید الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم لطیف از لطیف الکثیف ۔ اسکا فیصلہ اگر وہابی مولوی کر دیں تو زیادہ بہتر ہے.

دلیل لطافت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

آپکو معلوم ہو گا کہ حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو معراج شریف جسم اطہر سے ہوئی تھی. نہ کہ صرف روحانیت کے اعتبار سے اب اشکال یہ ہے کہ آپکا جسدِ اقدس اگر کثیف ہوتا تو ایک ہی آن میں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے فرش سے چل کر لامکان کی سیر فرماتے ہوئے اسی آن بلکہ آن سے بھی کم میں واپس تشریف نہ لاتے اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کائنات کی ہر شئے سے زیادہ لطیف ہیں ۔

۲۔ اگر کسی کی عقل و فہم کی وہاں تک رسائی نہیں تو اسے چاہیئے کہ وہ عالم ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لے. چنانچہ آپ اپنے مکتوبات شریف کے ص ۱۸۷ ج ۲ مطبوعہ لکھنؤ میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کا سایہ نہ تھا. دلیل یہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ اس چیز سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور اگر رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کا سایہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وجود (اقدس) سے زیادہ لطیف نہ ہوتا. حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا نور کائنات کے ہر ہر ذرہ میں موجود اور حاضر و ناظر ہے ۔

۳۔ یہ وہم کہ نقل سے بھی ثابت نہیں کہ ایک شئے ایک آن میں متعدد مقامات پر حاضر ہو. اسکے متعلق بھی گوشِ ہوش کی ضرورت ہے. آپکو یقین ہو گیا کہ ملک الموت حضرت عزرائیل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ذی روح کے قابض ارواح ہیں. خواہ انسان ہوں یا حیوان جن ہوں یا شیطان جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جنکو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شرح الصدور کے صفحہ ۱۷ تا ۲۲ اور شعرانی مختصر تذکرہ قرطبی کے ص ۲۳ تا ص ۲۴ میں بسط سے جمع فرماتی ہیں ۔

۴۔ اسی ملک الموت کے متعلق یہی دونوں حضرات اپنی کتاب صفحات مذکورہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ملک الموت ہر ہر صاحب روح کے ساتھ ہر وقت ہے چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ کی کتاب مذکورہ کے الفاظ یہ ہیں. اَلدُّنْیَا بَیْنَ یَدَیْ مَلَکِ الْمَوْتِ بِمَنْزِلَۃِ الطَّسْتِ بَیْنَ یَدَیِ الرَّجُلِ ۔ ص ۱۸ یعنی ملک الموت کے سامنے ساری دنیا ایسے ہے جیسے ایک تھال کسی کے سامنے رکھا ہو.

۳۔ مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالےٰ مصنف تفسیر مظہری اور رسالہ مالا بد منہ جن پر زمانۂ حال کے وہابیہ کو بڑا ناز ہے اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ انکو اپنے زمانہ کا امام بیہقی کا لقب دیتے تھے. اپنی کتاب تذکرۃ الموتیٰ والقبور کے ص ۶ پر تحریر فرماتے ہیں. ابو نعیم وغیرہ از مجاہد روایت کردند کہ زمین نزدیک ملک

الموت مانند طشت است۔ الحدیث

۴۔ امام شعرانی کی کتاب مذکورہ صد ۲۴ کے یہ الفاظ ہیں۔ عَنْ ثابت البنانی رضی اللّٰہ عنہ اِنَّہٗ قال اللَّیل وَلنَّہار اَرْبَعٌ وَعِشْرُوْنَ سَاعَۃً لَیْسَ منھا سَاعَۃٌ تَاتِیْ عَلٰی ذِیْ رُوْحٍ اِلَّا وَ مَلَکُ الْمَوْتِ قَائِمٌ عَلَیْھَا الحکایت۔

ترجمہ:۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دن اور رات کے کل ۲۴ گھنٹے ہیں اور ان گھنٹوں سے کوئی ایسا گھنٹہ نہیں کہ جسمیں ہر ذی روح پر ملک الموت حاضر نہ ہو۔

۵۔ یہی الفاظ ابن حجر مکی نے اپنی مشہور کتاب فتاوی حدیثیہ کے صد ۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ملک الموت ہر ذی روح پر حاضر و ناظر ہے اور ملک الموت ہمارے حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک (نوکر) ہے جیسا کہ کتب معتبرہ سے ثابت اب سوچ کر بتایئے کہ نوکر تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے مگر افسوس کہ ساری کائنات کے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہ ہو سکیں۔ اور ملک الموت کو حاضر و ناظر ماننے سے شرک نہیں آتا۔ اور اپنے نبی علیہ السلام کے ماننے سے شرک" یہ عجیب منطق ہے۔ ملک الموت کے متعلق فقیر کا رسالہ پڑھئے ملک الموت اور حاضر و ناظر۔

نوٹ: لطیف اشیار کی مزید بحث باب عقلیات میں آئیگی (انشاء اللہ)

آیت نمبر۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا

اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ۔ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔

ترجمہ اور اگر جب، وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول اُنکی شفاعت فرمادیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

طریق استدلال

ظلم کا سلسلہ نفس ہو تو اس میں ہر طرح کا گناہ مراد ہوتا ہے کبیرہ سے لیکر خلاف اولیٰ تک اسی لیے آیت میں ہر طرح کے ظالم لنفسہ کو حکم ہے کہ ارتکاب خطا کے بعد رحمتِ ایزدی سے ناامیدی نہیں ہونی چاہیئے بلکہ بخشش طلب کرنے کی سبیل کرنی چاہیئے اسی لیے حکم ہے لا تیئسوا من روح اللّٰہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جاؤ اور فرمایا لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جاؤ بلکہ فرمایا۔ انہ لا یئیس من روح اللّٰہ الا الکفرون الخ اللہ کی رحمت سے کافر ہی ناامید ہوتے ہیں اور گنہگاروں کی بخشش کی سبیل صرف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت مانگیں اور حضور اکرم کریمانہ سے شفاعت فرمائیں۔ دنیا میں کون سا ایسا انسان ہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ کبیرہ نہ ہی صغیرہ اور کم از کم خلاف۔ اولیٰ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں حاضری دو۔ اس حکم پر وہ عمل کریں جو مدینہ پاک میں ہوں وہ بھی حضور کی زندگی میں۔ ورنہ پھر ہم فقیر پردیسی گنہگاروں کی مغفرت کی کیا سبیل ہوگی اور مال دار بھی عمر میں ایک دو

جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت۔ استدلال
حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت ۔ سے
حاضر و ناظر پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آیت سے تین طرح
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے ایک یہ کہ جاءکم
میں قیامت تک کے مسلمانوں کو سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور صلی
اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالے
علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان کے پاس ہیں۔ اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور
صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم بھی ہر جگہ موجود ہیں دوم یہ فرمایا گیا۔ مِنْ اَنْفُسِکُمْ
تمہارے نفسوں میں سے ہیں یعنی انکا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا
قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے رونگٹے میں موجود اور
ہر ایک سے خبردار ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم ہر
مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں۔

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظر یوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جاں
ہیں مجھ میں ولیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جلوہ نمائی ہے

اگر آیت کے صرف یہ معنی ہوتے کہ وہ تم میں سے ایک انسان
ہیں تو مِنْکُمْ کافی تھا مِنْ اَنْفُسِکُمْ کیوں ارشاد ہوا؟ تیسرے
یہ فرمایا گیا عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ۔ ان پر تمہارا مشقت
میں پڑنا گراں ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہمارے راحت و تکلیف
کی ہر وقت حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہے تب ہی تو ہماری

بار ہی پہنچتے ہیں اور گناہ دن رات کرتے ہیں لہذا تکلیف مالا یطاق
ہوگی۔

اور یہ اللہ تعالے سے محال ہے جسکا صاف یہی مطلب ہے
کہ وہ تمہارے پاس موجود ہیں تم غائب ہو تم بھی حاضر ہو جاؤ۔ اس لیے
ہم اہلسنت ہم اپنے نبی کو زندہ اور علم کلی کا عالم اور اپنے لیے حاضر و
ناظر سمجھ کر معروضات پیش کرنے کے حق میں ہیں۔ اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ
آپ ہماری غلطیوں کے ازالہ پر ہماری شفاعت فرماتے ہیں اور آپکو
شفاعت کا اذن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں ہمارے جیسوں
کی ہزاروں نہ صرف غلطیاں معاف ہو رہی ہیں بلکہ
ہر دکھ درد کا مداوا ہوا ہے اور قیامت میں بھی انشاء اللہ ہم فقیروں
کو نہ بھولیں گے۔

لطیفہ | دراصل دیوبندی وہابی خوارج کے نقش قدم پر ہیں
بھلا ان غریبوں سے کون پوچھے کہ اگر خوارج کی طرح
شفاعت کے منکر ہو تو پھر تم مجبور ہو لگر شفاعت کے قائل ہو تو پھر ہمارے
حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اگر ہمیں جانتے نہیں تو شفاعت کس کی کریں
گے شفاعت تو وہ کرے جو مجرم سے باخبر ہو

آیت ۸:۔

لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ
مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ
(پ ۱۱) تو یہ بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول

تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر ہی نہ ہو تو تکلیف کیسی ؟ یہ کلمہ بھی حقیقت میں اَنفُسِکُم کا بیان ہے کہ جس طرح جسم کے کسی عضو کو دکھ ہو تو روح کو تکلیف اسی طرح تم کو دُکھ درد ہو تو آقا کو گرانی اُس کے کرم کے قربان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(۹) اَلَمْ تَرَ (الآیات) اے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کیا آپ نے نہیں دیکھا۔

(فائدہ) اسی طرح کی متعدد آیات جن میں اَلَمْ تَرَ" آیا ہے۔

طریقہ استدلال اَلَمْ تَرَ الخ میں استفہام ہے اور رویت سے ہے اور رؤیۃ جسمانی آنکھ اور بصیرت (روحانی طور) دونوں کے لیے مستعمل ہوتی ہے اور ہم انشاء اللہ احادیث مبارکہ میں تفصیل سے عرض کریں گے کہ جتنا سابقہ واقعات گزرے ہیں ان سب پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روحانی طور پر موجود تھے اسی لیے جب بھی اللہ تعالےٰ نے یہ واقعہ بیان فرمایا تو اپنے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو بطور یاددہانی کے لیے فرمایا۔ اَلَمْ تَرَ۔ مخالفین کے پاس اسکا کوئی جواب نہیں صرف ڈوبے کو تنکے کا سہارا کے طور اس پر اعتراض کیا کہ

کا معنیٰ ہے" اَلَمْ تَعْلَمْ (یا محمد باعلامی ایاک"

اے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کیا میرے تبلانے سے آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم نہیں۔ جب اللہ تعالےٰ نے تبلا دیا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیا تو اس پر اَلَمْ تَرَ کا اطلاق ہوا۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک تبرید النواظر صـ ۱۲۸)

جواب: گکھڑوی نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ جس واقعہ پر اَلَمْ تَرَ داخل

ہوا ہے وہ واقعہ اَلَمْ تَرَ کے ماقبل مذکور ہوتا ہے یا مابعد اس بات پر تو خود قرآن مجید شاہد ہے کہ واقعہ اَلَمْ تَرَ کے بعد ہی مذکور ہے تو گکھڑوی کے خیالات کے مطابق کہ اللہ تعالےٰ نے تبلایا تو آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیا تو تبلانے سے پہلے اَلَمْ تَرَ سے استفہام کیسا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھِیْمَ فِیْ رَبِّہٖ ۔ (پ۳ البقرہ ع۳۵ ایت ۲۵۸)

ترجمہ: کیا آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی طرف نہیں دیکھا جس نے رب تعالےٰ کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا اس آیت مبارکہ میں الذی کے ساتھ اس شخص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جب مشارٌ علیہ کا مخاطب کو علم ہی نہیں تو اشارہ سے گفتگو کیسی۔ اشارہ جب ہی صحیح ہوتا ہے کہ مخاطب نے وہ واقعہ دیکھا ہو۔ ہم یہاں صرف ایک دلیل پر اکتفا کرتے ہیں۔

سورہ یوسف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ وَ اِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِہٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ۔ (پ۱۲ یوسف ایت۳)	ہم آپ کے سامنے اچھا قصہ بیان فرماتے ہیں ساتھ وحی کرنے ہمارے آپ پر قرآن اور اگرچہ آپ ہمارے اس بیان سے پہلے اس قصہ سے غافل ہیں۔ یہ نہ فرمایا

كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْجَاهِلِيْنَ.

چونکہ آنحضرت اس واقعہ پر روحانی طور پر شاہد تھے۔ لیکن توجہ اس طرف نہ تھی اس لیے اللہ تعالے شروع میں فرماتا ہے اِذْ قَالَ یُوْسُفُ یاد کرو جب یوسف علیہ السلام نے کہا۔

سوال: اگر یہ بات ہے تو صرف واقعہ کی طرف توجہ دلانا ہی کافی تھا۔ پورا واقعہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

(جواب) نبی اللہ اتنی ہی بات کی طرف توجہ فرماتا ہے جتنی بات کی طرف توجہ کا حکم ہو۔ بغیر حکم الٰہی اللہ تعالے کا نبی کسی بات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

لطیفہ فقیر اویسی غفرلہ کو ایک سفر میں ستر اسی سالہ بوڑھا دیوبندی مولوی ملا اور وہ مختلف موضوع پر بحث کرتا ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کی نفی تک جانے لگا اور دلیل میں 'وَ اِنْ كُنْتَ من قبله لمن الغافلين.' پڑھ کر کہا کہ آپ کو علم نہ تھا تبھی تو (معاذ اللہ) آپکو غافل کہا گیا ہے۔ فقیر اویسی نے کہا جناب والا غافلین غفلت سے ہے اسکا معنی ہے عدم توجہ اور عدم توجہی سے لاعلمی ثابت نہیں ہوتی زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ اس واقعہ سے غیر متوجہ تھے اور یہ بجا ہے کیونکہ آپکو تو صرف توجہ اپنے رب کی طرف تھی ماسوی اللہ کی طرف اس وقت متوجہ ہوتے جب حکم ربانی ہوتا اور یہاں بھی ایسے ہی ہوا کہ آپکو جب متوجہ کیا تو آپ متوجہ ہوتے چونکہ وہ بوڑھا ضدی نہ تھا اسی لیے میرے پاؤں پکڑ لیے فرمایا مولانا میری غلطی ہے میں اپنی غلطی سے توبہ کرتا ہوں۔

استدلال نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اول الخلق ہیں جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

لہذا ہمارا یہ دعویٰ اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم تمام مخلوق سے پہلے عالم وجود میں جلوہ گر ہوئے اور اسکے زبردست دلائل ہمارے ہاں موجود ہیں۔ چند یہاں حاضر ہیں۔

۱- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

(كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ خَلْقًا) وآخرهم في البعث (طبقات ابن سعد قال الشيخ حكايت صحيح)

ترجمہ: میں پیدائش میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔ (شرح جامع صغیر ص۱۰۳ ج۳)

اسی لیے علامہ عزیزی نے فرمایا۔

بان جعله الله حقيقة تقصر عقولنا عن معرفتها و افاض عليها وصف النبوة من ذلك الوقت فكان هذا له باطنا ثم ظهر۔

(السراج المنير جلد ۳ ص۱۰۴)

ترجمہ: اللہ تعالی نے آپ صلے اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو ایک ایسی حقیقت بنایا کہ ہماری عقل اسکی معرفت سے قاصر ہے اور اسی وقت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا۔

۲- روایت میں ہے کہ۔

کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد) قال الشیخ حدیث صحیح
(السراج المنیر جلد ۳ ص ۱۰۴)

ترجمہ: میں نبی تھا حالانکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں قولہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت نبیًا لم یقل کنت انسانًا ولا کنت موجودًا اشارۃ الی ان نبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت موجودۃ فی اول خلق الزمان فی عالم الغیب دون عالم الشہادۃ فلما انتہی الزمان بالاسم الباطن الی وجود جسمہ و ارتباط الروح بہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم انتقل حکم الزمان فی جریانہ الی الاسم الظاہر فظہر بذاتہ جسماً و روحًا فکان الحکم لہ باطنا اولا فی کل ما ظہر من الشرائع علی ایدی الانبیاء والرسل.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول سے کنت نبیاً فرمانا. اور نہ فرمانا کہ میں انسان تھا اور نہ فرمانا کہ میں اس جسم سے موجود تھا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اول زمانہ سے عالم غیب میں موجود تھی نہ کہ عالم شہادت میں جب آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ باطن کا زمانہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسم اور روح کے ساتھ ظاہر ہوتے پس روز اول سے باطنی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا حکم تھا. ان تمام شرائع میں جو انبیاء کرام اور رسولوں کے ہاتھوں سے ظاہر ہوئے.
(شرح جامع صغیر للمناوی)

آیت: ۱۵

وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَ رَسُوْلُہٗ۔ (پ۱۱ التوبہ)

ترجمہ: اور اب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے.

فسیری اللہ و رسولہ والمؤمنون (پ۱۱ التوبہ)

ترجمہ: تو اب تمہارے کام دیکھیگا اللہ اور اسکا رسول اور مسلمان

(ف) ان دونوں آیتوں سے ہم اہلسنت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حاضر و ناظر کا استدلال کرتے ہیں.

طریقہ استدلال آیت اول میں لفظ رؤیت صاف طور پر مذکور ہے جسکے دو فاعل ہیں ایک اللہ تعالٰے جسکا دیکھنا اس حیثیت کا ہے کہ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں بلکہ اعمال کے ظہور سے پہلے بھی وہ جانتا ہے دوسرے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام لیکن آپکا دیکھنا اللہ تعالٰے کے دکھانے سے ہے اور یہ دیکھنا آپ کے لوازمات نبوت میں سے ہے لہذا دونوں فاعلوں کا دیکھنا اپنی اپنی شان کے مطابق ہے. مخالفین کا یہ کہنا کہ یہ آیت صرف منافقوں کے اعمال کی رؤیت پر دلالت کرتی ہے) غلط ہے کیونکہ آیات قرآنیہ کا اگرچہ مورد خاص ہوتا ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے ورنہ تو یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ تعالٰے بھی

سوائے منافقوں کے اور کسی کے بھی اعمال نہیں دیکھتے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالےٰ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مومنین کا بھی ذکر ہے۔

وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۝

یعنی اللہ تعالےٰ اور اسکا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مومنین تمہارے عمل دیکھ لیں گے۔

یہاں اہل ایمان کے لیے رؤیت بمعنی علم ہے اگر حقیقی معنیٰ ہو تو بھی اسکی تفصیل آئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ وسلم کے لیے صریح اور صحیح احادیث میں آیا ہے۔

(۲) قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا الحدیث)
رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ مطبوعہ اصح المطابع کراچی۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے میرے لیے زمین سمیٹ کر رکھدی۔ پس میں اسکے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہر چیز ظاہر ہے بلکہ ذرات کائنات بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوشیدہ نہیں۔ اسی طرح تیسری حدیث آرہی ہے۔

۳- قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ تعالیٰ رَفَعَ لِیَ الدنیا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَ اِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذَا
(مواہب لدنیہ شریف)

ترجمہ: حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو ظاہر فرمایا پس میں نے دنیا اور جو قیامت تک ہونے والا ہے سب کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ جیسے اپنی اس ہتھیلی کو اور اسکی شرح میں علامہ زرقانی نے صـ ۲۲۱ (تحریر فرمایا ای ظهر و کشف لی الدنیا بحیث احطت جمیعها۔

ترجمہ یعنی دنیا کو میرے لیے منکشف فرمایا اور میں نے دنیا و ما فیہا کا احاطہ فرمایا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی رؤیت مبارکہ کی وسعت کا بیان اسی کتاب کے باب الحدیث میں آرہا ہے۔ ہاں مومنین کاملین کا اعمال دیکھنا عقلاً اور نقلاً درست ہے۔ حدیث پاک میں ہے اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله۔ یعنی مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے علامہ مناوی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ بوجہ اُس نور کے جو کہ مومن کے قلب پر چمکتا ہے۔ حقائق مومن پر روشن ہو جاتے ہیں اور ما فی الضمائر پر اطلاع ہو جاتی ہے (شرح جامع صغیر جلد اصـ ۴۴) لیکن باوجود اسکے پھر بھی مومن کسی طرح بھی اس صفت میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہیں۔

افہام و تفہیم | مخالفین کو صرف ضد انبیاء عظام اور اولیاء کرام سے ہے اور بس ورنہ یہی بات غیر انبیاء اور اولیاء کرام میں پائی جائے تو مان جاتے ہیں مثلاً ملک الموت علیہ السلام کے لیے ...

مبارکہ میں ہے کہ وہ ہر ذی روح کے ساتھ ہر وقت ہے چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ کی کتاب مذکورہ کے الفاظ یہ ہیں۔ (اَلدُّنیا بین یدی ملک الموت بمنزلۃ الطست بین یدی الرجل)

ترجمہ: ملک الموت کے سامنے ساری دنیا ایسے ہے جیسے ایک ایک تھال کسی کے سامنے رکھا ہو۔

اسی طرح مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالےٰ مصنف تفسیر مظہری اور رسالہ مالابدمنہ جن پر زمانۂ حال کے وہابیہ کو بڑا ناز ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ انکو اپنے زمانہ کا امام بیہقی کا لقب دیتے تھے۔ اپنی کتاب تذکرہ الموتی والقبور کے صہ٦ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ابونعیم وغیرہ از مجاہد روایت کردند۔ کہ زمین نزدیک ملک الموت مانند طشت است۔ الحدیث اور امام شعرانی کی کتاب مذکورہ صہ٢٤ کے یہ الفاظ ہیں۔ عَنْ ثابت البنانی رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ قال اللیل والنھار اربعٌ وعشرون ساعۃً لیس منھا ساعۃٌ تاتی علی ذی روحٍ اِلّا وملکُ الموتِ قائمٌ علیھا الحدیث۔

جسکا ترجمہ یہ ہے کہ دن اور رات کے کل ۲۴ گھنٹے ہیں اور ان گھنٹوں سے کوئی ایسا گھنٹہ نہیں کہ جس میں ہر ذی روح پر ملک الموت حاضر نہ ہو۔ اسی طرح یہی الفاظ ابن حجر مکی نے اپنی مشہور کتاب فتاوٰی حدیثیہ کے صہ٣ پر تحریر فرماتے ہیں۔ اسکی تفصیل گزر چکی ہے اور مستقل بحث فقیر کے رسالہ، ملک الموت اور حاضر وناظر میں پڑھیئے۔

بفضلہ تعالےٰ یہی بات حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بطریق اتم پائی جاتی ہے اور انکے طفیل اولیاء کرام میں بھی چنانچہ باب الحدیث و اقوال علماء میں بکثرت نقول عرض کرونگا۔ انشاء اللہ سردست چند نقول ملاحظہ ہوں۔

حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ اپنی مشہور کتاب الابریز شریف صہ٤٦ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَاَکْبَرُ الارواحِ قدرًا وحجمًا رُوحُہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فاِنّھا تملأ السموٰت والارضین۔	یعنی ارواح سے سب سے بڑی اور سب سے موٹی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں پر حاوی ہے

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالےٰ اپنی کتاب جواہر البحار میں فرماتے ہیں کہ۔

اِنَّ جسدَہُ الشریفَ لا یخلو عنہُ زمانٌ ولا مکانٌ ولا محلٌّ ولا مکانٌ ولا عرشٌ ولا کرسیٌّ ولا قلمٌ ولا برٌّ ولا سھلٌ ولا بحرٌ ولا برزخٌ ولا قبرٌ

ترجمہ: بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے نہ کوئی عرش اور نہ کرسی اور نہ قلم اور نہ جنگل اور نہ دریا اور نہ نرم زمین اور نہ سخت زمین اور نہ برزخ اور نہ قبر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے ذرہ ذرہ میں حاضر وناظر ہیں۔

آیت ۱۱ :-

واعلموا ان فیکم رسول اللہ اور جان لو بیشک
تمہارے میں رسول موجود ہیں۔

طریقۂ استدلال یہ قاعدہ اصول تفسیر کا مشہور ہے کہ آیت قرآنی کا مورد خاص اور حکم عام ہوتا ہے اس قاعدہ پر یہ حکم تا قیامت تمام امت کے لیے ہے تو معنیٰ ظاہر ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہژدہ ہزار عالم کے ہر ذرہ اور قطرہ کے لیے حاضر و ناظر ہیں اور تا قیامت تمام امت کے ساتھ حاضر و موجود اگر بقول مخالفین یہ آیت خاص ان لوگوں کے لیے ہے جو آپکے ہم زمان تھے۔ تو بھی انہیں یہ مطلب ماننا پڑیگا اس لیے اگر صرف آپکے ہم زمان لوگ مراد ہیں تو وہ بھی مختلف علاقوں اور مختلف مقامات پہ رہتے تھے اس لحاظ سے اسکے لیے ماننا پڑیگا۔ تو تمام امت کے لیے بھی ماننا پڑیگا کہ آپ انکے لیے اور سب کے لیے حاضر بھی ہیں ناظر بھی۔

سوال: گکھڑوی لکھتا ہے کہ اگر فیکم رسولہ سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ موجود اور حاضر ہیں تو بتلائیے کہ مختلف قسم کے اور گوناگوں عذاب دنیا میں پہلے بھی اور اب بھی کیوں ظاہر اور نازل ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ۔

(پ ۹ الانفال ع ا مت ۱۲۳)

یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ اُن میں آپکے ہوتے ہوئے انکو عذاب دے۔

جواب: اس عذاب سے عذاب استیصال مراد ہے جو کہ قیامت تک نہیں

آسکتا۔

یہ تو الٹا ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں زندہ موجود ہیں اسی لیے ہم عذاب سے محفوظ ہیں۔

آیت نمبر ۱۲ :-

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (اللہ تعالےٰ عذاب نہ دے گا درآنحالیکہ (اے حبیب) تم ان میں موجود ہو اور نہ ان کو عذاب دینے والا ہے جب کہ وہ مغفرت طلب کرتے ہیں۔

فرمان کے جزو اول کے ترجمہ سے واضح ہوتا ہے کہ وعدہ، صدق حضور کی حیات ظاہری تک محدود ہے لیکن اسکے سر پہ غور کرنے سے ایک دوسرے معنیٰ بھی جلوہ گر ہوتے ہیں جو حقیقت میں اس وعدۂ کرم کی روح ہے اور وہ یہ کہ حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہم میں موجود ہونا صرف زمانہ مسعود محدود ترسٹھ سال تک محدود نہیں بلکہ جب تک ہم میں حضور کی قولی و فعلی تعلیم کا اثر اور پابندی رہے گی۔ اور جس زمانہ تک ہمارے جسم اور دل آپکے بتلائے ہوئے اور دکھلائے ہوئے اوصاف واخلاق کے آئینہ دار رہیں گے اور حضور کے اسوۂ حسنہ اور طریق عمل کو ہم اپنا مرکز عمل بنائیں گے۔ اس وقت تک حضور کی ذات والا صفات ہم میں موجود کہلائے گی اور گویا ہم میں حضور کی موجودگی ہی مانی جائے گی خواہ کسی نامحدود زمانہ تک ہو۔ اور اس وقت تک ہم پر وہی برکات وسکینت نزول فرماتی رہے گی جو عہد حیات ظاہری میں رہیں اور اس وجہ سے ہم ہر آفت وذلت اور عذاب سے نہ صرف خود ہی محفوظ رہیں گے۔ بلکہ تمام دنیا کی اصلاح وفلاح ونجات کا ذریعہ

ثابت ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور سے صدہا سال بعد آنے والی مقدس ہستیوں نے خود کو آئینہ جمال محمدی اور عکسِ ظلال نبوی بنا کر دنیا بھر کی مخلوق پر وہی انوار و تجلیات کی بارش برسائی جو حضور کے زمانہ کی برکات کا نمونہ تھیں اور ایک عالم کو چاہِ ضلالت سے نکال کر فضائے رشد و ہدایت تک پہنچا دیا۔ اور دین قویم اور صراط مستقیم پر رہروان راہِ ہدایت کو مستحکم و مستقیم کر دیا۔

آیت ۱۳:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔

طریق استدلال واقعات پر جہاں لفظ اِذْ ہو وہاں جملہ مفسرین اذکر محذوف مانتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ اے حبیب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فلاں واقعہ یاد کیجئے جسکی تشریح فقیر نے پہلے عرض کر دی ہے یہاں بھی وہی بات ہے کہ آدم علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ ہوا۔ وہ حضور سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس عالم دنیا سے پہلے معائنہ و مشاہدہ فرمایا جیسا کہ روایات کا مطالبہ بتاتا ہے وہ یہ کہ نہ صرف سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے بلکہ اس سے پہلے ابتدائے آفرینش سے لیکر بہشتیوں کے بہشت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کے کون سے امور ہیں جو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اوجھل ہیں

احادیث مبارکہ کے باب میں فقیر نے بہت کچھ عرض کر دیا ہے چند نمونے عقائد صحابہ میں بھی فقیر نے عرض کیے ہیں۔ انکے عقائد کی تفصیل ہم

نے اپنی کتاب "الاصابہ" میں عرض کی ہے۔ نمونہ کے طور پر یہاں صرف سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا قصیدہ عرض کر دیتا ہوں

قصیدۂ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ کا شانِ ورود

کتب سیر میں مرقوم ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے مدینہ طیبہ میں واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کروں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح خود طاعت ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کہو اللہ تعالےٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

من قبلها طبت فی الظلال وفی
مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر
انت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد
الجم نسرا واهله الغرق
تنقل من صالب الی رحم
اذا مضی عالم بدا طبق
وردت نار الخلیل مکتتما
فی صلبه انت کیف یحترق

حتی احتوی بیتک المھیمن من

خندف علیھا تحتھا النطق

و انت لما ولدت اشرقت

الارض وضاءت بنورک الافق

نحن فی ذلک الضیاء و فی النور

و سبل الرشاد نخترق

یہ قصیدہ مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں نقل کر کے اسکا ترجمہ اور چند اشارے حاشیہ پر لکھے ہم نے اسی کا ترجمہ اور اسکے اشارے لکھ دیئے ہیں۔

ترجمہ: زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوشحالی میں تھے اور نیز ودیعت گاہ میں جہاں (جنت کے درختوں) کے پتے اوپر تلے جوڑے جاتے تھے یعنی آپ صلب آدم علیہ السلام میں تھے اور ودیعت گاہ سے مراد بھی صلب ہے جیسا اس آیت میں مفسرین نے کہا ہے۔ مُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ۔ اور پتے کا جوڑنا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف، کہ آدم علیہ السلام نے اس منع کئے ہوئے درخت سے کھا لیا۔ اور جنت کا لباس اتر گیا تو درختوں کے پتے ملا ملا کر بدن ڈھانکتے تھے یعنی اس وقت بھی آپ مستودع میں تھے۔ اسکے بعد آپ نے بلاد (یعنی زمین کی طرف) نزول فرمایا اور آپ، اس وقت نہ بشر تھے۔ اور نہ مضغہ اور نہ علق کیونکہ یہ حالتیں جنین ہونے کے بہت قریب کی ہوتی ہے اور ہبوط کے وقت جنین ہونے کا انتفاع ظاہر ہے اور یہ نزول الی الارض بھی بواسطہ آدم علیہ السلام کے ہے غرض آپ نہ بشر تھے نہ علقہ نہ مضغہ، بلکہ

(صلب آبا میں محض ایک مادہ مائیہ تھے[عہ] کہ وہ کشتی نوح) میں سوار تھا۔ اور حالت یہ تھی کہ بشریت اور اسکے ساتھ والوں کے لبوں تک طوفان غرق پہنچ رہا تھا۔ مطلب یہ کہ بواسطہ حضرت نوح علیہ السلام کے وہ مادہ راکب کشتی تھا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔

زجودش گر نگشتی راہ مفتوح

بجودی کے رسیدے کشتی نوح

اور وہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک صلب سے دوسرے رحم تک نقل ہوتا رہا۔ جب ایک طرح کا عالم گزر جاتا تو دوسرا طبقہ ظاہر اور شروع ہو جاتا تھا۔ (یعنی یہ مادہ سلسلہ آبا کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں آپ نے نار خلیل میں بھی ورود فرمایا۔

چونکہ آپ انکی صلب میں مختفی تھے تو وہ کیسے جلتے (پھر آگے آپ اسی طرح منتقل ہوتے رہے۔) یہاں تک کہ آپکا خاندانی شرف جو کہ (آپکی فضیلت پر شاہد ظاہر ہے اولاد خندف میں سے ایک ذروہ عالیہ جا گزیں ہوا جسکے تحت میں اور حلقے (یعنی دوسرے خاندان مثل درمیانی حلقوں کے تھے۔ خندف لقب ہے آپکے جد بعید مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا یعنی انکی اولاد میں سے آپکے خاندان اور دوسرے خاندانوں میں باہمی وہ نسبت تھی جیسے پہاڑ میں اوپر کی چوٹی اور نیچے کے درمیانی درجوں میں ہوتی ہے اور نطق یعنی اوساط کی قید سے اشارہ اس طرف ہے کہ غیر اولاد خندف کو انکو سب کے

لہ یہ ترجمہ اور اشارے مولوی اشرف علی تھانوی کے ہیں ملاحظہ ہو نشر الطیب۔

عہ۔ یہ اشرف علی کی خیانت ہے دراصل وہ مادہ نور تھا جو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں چمکتا تھا۔

سامنے بالکل نشیب درجات کے ساتھ ہے، اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپکے نور سے آفاق منور ہو گئے سو ہم اس ضیاء اور نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں.

تبصرہ اویسی غفرلہ اس تمام مضمون سے تھانوی صاحب نے ہم اہلسنت کے مطابق لکھا ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالٰے کے نور ہیں عالم جسمانیت میں تشریف لائے تو یہ جسمانیت بشریت آپکی حقیقت نہیں کہلائے گی بلکہ حقیقت خدا جانے یا اسکا پیارا رسول (صلے اللہ علیہ وسلم)

(ف) یہ اشارہ لگا کر مولوی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے کہ ظاہر ہے کہ جنت میں سایوں میں ہونا اور کشتی نوح میں اور نار خلیل میں ہونا یہ سب سے قبل ولادت جسمانیہ ہے یہ سب حالات روح مبارک کے ہوتے کہ عبارت ہے نور سے اور ظاہراً ان مراتب میں صرف آپکا وجود بالقوۃ مراد نہیں ہے (جیسے غیر مقلدین وہابیہ) کہتے ہیں جو مرتبہ وجود مادہ کا ہے) کیونکہ یہ وجود تو تمام اولاد نوح، ابراہیم علیہ السلام میں مشترک ہے پھر آپکی تخصیص کیا ہوئی اور مقام مدح مقتضی ہے ایک گونہ اختصاص کو پس یہ قرینہ عالیہ ہے کہ مرتبہ وجود کا اوروں کے وجود سے کچھ ممتاز تھا. مثلاً یہ کہ جزء مادی کے ساتھ علاوہ تعلق روح آباء کے خود آپکی روح کو کوئی خاص تعلق ہو یہ قرینہ عقلیہ ہے اور نقلیہ قرینہ خود۔

اشعار میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا سوزش سے محفوظ رہنا سبب بتایا گیا ہے۔ آپکے ورود فرمانے سے سوا اگر اس جزء مادہ کے ساتھ آپکی روح کا کوئی خاص تعلق مانا جاوے تو اس جزء کی وارد فی النار ہونے کے کیا معنی کیونکہ ورود کے معنی مقتضی میں وارد کے خارج ہونے کو اور جزء کو داخل کہا جاتا ہے

عہ یہ بھی اشرف علی کی خیانت ہے روح اور شے ہے نور اور۔ روح کا تعلق ماں کے پیٹ کے اندر بعد کو ہوتا ہے ۱۲ اویسی غفرلہ)

وارد اور روح کا بوجہ ترکیب من الداخل والخارج ہوگا پس اس تقریر پر ان اشعار سے تطورات آپکے نور مبارک کے لیے ثابت ہو گئے اور یہی مدعا ہے اس فصل کا اور چونکہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے ان اشعار پر سکوت فرمایا۔ اس لیے حدیث تقریری سے ان مضامین کا صحیح اور حجت ہونا ثابت ہو گیا۔ یعنی یہ جملہ مضمون اشرف علی تھانوی کا اپنا ہے جو اس نے نشر الطیب کے حاشیہ پر خود لکھا۔ (اویسی غفرلہ)

مزید تائید اگرچہ فقیر نے اسی موضوع کو اپنی کتاب (وہی اول) میں تفصیل سے لکھا ہے لیکن یہاں چونکہ اذکر یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلائل میں ثابت کرنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب یاد کرنے کا نہیں کہا گیا بلکہ سابق دور میں آپ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم موجود تھے اسی کو اللہ تعالٰے نے فرمایا اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد کیجئے۔ اور آپکی وہ موجودگی حقیقتاً تھی. چند احادیث مبارکہ سے اس مسئلہ کو.

حدیث نمبر ۱:۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال آدم بین الروح والجسد۔

(جواہر البحار وغیرہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کب سے ہے تو آپ نے فرمایا میں اس وقت نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی روح اور جسم کے درمیان تھے.

(۲) عن علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال کنت نوراً بین یدی ربی قبل خلق آدم باربع عشرۃ الف عام۔

(جواہر البحار ص ۱۱۰۳)

ترجمہ: اہلبیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یعنی امام زین العابدین کے بزرگوں سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے چودہ ہزار سال بصورت نور اللہ کے ہاں موجود تھا۔ یہی روایت تھانوی نے نشر الطیب ص ۷-۸ میں نقل کی ہے۔

(ف) پہلی اور اس روایت میں اختلاف نہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سفر کے مختلف اطوار داد وار بتائے ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ اس عدد میں کم کی نفی ہے۔ زیادتی کی نہیں پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑنے سے شبہ نہ کیا جائے رہ گئی تحقیق اسکے ذکر میں سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اسکو مقتضی ہو۔ (نشر الطیب ص ۸)

دوسری روایت میں زائد مدت کا ذکر ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

۳- عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سال

جبریل قال یا جبرائیل کم عمرت من السنین قال یا رسول اللہ لست اعلم غیر ان فی الحجاب الرابع نجم یطلع فی کل سبعین الف سنۃ رأیتہ اثنین و سبعین الف مرۃ فقال یا جبرائیل و عزۃ ربی جل جلالہ انا ذلک الکوکب۔ ؎

ترجمہ حضور سرور عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تم نے کتنی عمر گزاری ہے جبریل علیہ السلام نے عرض کیا مجھے اور تو کچھ معلوم نہیں صرف اتنا یاد ہے کہ ستر ہزار سال میں ایک ستارہ طلوع کرتا ہے اور اسے میں نے بہتر ہزار بار دیکھا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اپنے رب العزۃ کی قسم وہی ستارہ میں ہی تھا۔

(ف)
اشرف علی تھانوی کی گواہی

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے نشر الطیب ۱۲ لکھی ہے اس میں نور محمدی کے بارے میں احادیث لکھی ہیں صرف آپ لوگوں کے لیے اسی سے ہی عرض کرتا ہوں۔

؎ روح البیان تحت آیت۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم الخ پ ۱۱
نیز جواہر البحار ص ۱۱۰۳ میں بھی یہ روایت ہے لیکن اس میں رأیتہ اثنین وسبعین مرۃ ہے ۱۲ مطبوعہ دیوبند از ص ۶ تا ص ۱ بقدر ضرورت ۱۲

پہلی فصل[1]، فصل نور محمدی[2] کے بیان میں پہلی روایت عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ بیان کی۔

۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالے نے کون سی چیز پیدا فرمائی۔ آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالے نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اسکا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالے کو منظور ہو گردش کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا۔ اور نہ جن تھا اور نہ انسان پھر جب اللہ تعالے نے اور مخلوق کو پیدا فرمانا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ یہ طویل حدیث ہے۔

(ف) اس حدیث مبارکہ سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث شریف میں منصوص ہے۔

---

[1] اس میں چند فصول لکھے اور اس کے حاشیہ پر خود مصنف نے لکھا روایۃ ہذا الفصل کلہا المواہب ۱۲۔

[2] ہم کہتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

۱۵۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالے کے نزدیک خاتم النبیین لکھ چکا تھا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر میں پڑے تھے۔

تو اصل وجود آمدی از نخست
دیگر ہر چہ موجود شد فرع تست
سعدی

فقیر اس سے ثابت ہوا کہ کیا شان احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چمن میں ظہور ہے ہر گل میں ہر شجر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے
(اویسی غفرلہ)

اسکے فوائد میں تھانوی نوٹ لگا کر کہا ہے کہ الفاظ اس روایت کے یہ ہیں۔

یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق الاشیاء نور بینک من نورہ الخ

ترجمہ: یہ حاشیہ لگا کر تھانوی نے لکھا ہے کہ ظاہراً نور محمدی[1] صلی اللہ وآلہ روح محمدی سے عبارت ہے اور حقیقت روح کی اکثر محققین کے قول پر مادہ ہے مجرد ہے اور مجرد کا مادیات کے لیے مادہ ہونا ضروری نہیں پس ظاہراً اس نور کے فیض سے کوئی مادہ بنایا گیا کہ اس مادہ کے چار حصے کیے گئے اور مادہ سے پھر کسی مجرد کا بننا اس طرح ممکن ہے کہ وہ مادہ اسکا جزو نہ ہو بلکہ کسی طریقہ سے محض اسکا سبب خارج عن الذات ہو۔

اسکے حاشیہ پر تھانوی نے[2] لگا کر لکھا ہے کہ اور اس وقت ظاہر ہے

---

[1] یہ اشرف علی کی خیانت ہے تفصیل گزری ہے۔ (اویسی غفرلہ)

کہ آپکا بدن تو بنا ہی نہ تھا پھر نبوت کی صفت آپکی روح کو عطا ہوئی تھی اور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس روح محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے جیسا اُوپر مذکور ہوا اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ شاید مراد ہے کہ میرا خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا تھا۔ سو اس سے آپکے وجود کا تقدم حضرت آدم علیہ السلام پر ثابت نہ ہوا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہوتی تو آپکی کیا تخصیص تھی تقدیر کا تمام اشیاء مخلوق کی ان کے وجود سے متقدم ہے پس یہ تخصیص دلیل اسکی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت کے ثبوت کی پس اس سے آپکے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا اور چونکہ مرتبہ بدن تحقیق نہ تھا۔

انکا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔ روایت کیا اسکو احمد اور بیہقی اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے

(ف) اور مشکوٰۃ شرح السنہ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

حدیث ۱۶:-

ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکے لیے نبوۃ کس وقت ثابت ہو چکی تھی، آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح جسد کے درمیان میں تھے (یعنی انکے تن میں جان بھی نہ آئی تھی۔) روایت کیا اسکو ترمذی نے اور اس حدیث کو حسن کہا ہے

(ف) اور ایسے ہی الفاظ میسرہ ضبتی کی روایت میں بھی آئے ہیں امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اسکو روایت کیا ہے اور حاکم

نے اسکی تصحیح کی ہے۔

شعبیؒ سے روایت کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے آپ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام اس وقت روح جسد کے درمیان تھے جبکہ مجھ سے میثاق (نبوۃ کو) لیا گیا۔ (کما قال تعالیٰ و اذ اخذنا من النبیین میثاقھم و منک و من نوح الایۃ) روایت کیا اسکو ابن سعد نے جابر جعفی کے روایت سے ابن مرجب کے ذکر کے موافق۔

بقایا حاشیہ صـ سے اس لیے نور اور روح کا مرتبہ متعین ہو گیا۔ (یہی جواب آجکل کے غیر مقلدوں کو دیا جاتے۔ جو آپکے تقدم زمانی کے قائل نہیں۔ (اویسی غفرلہ) اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے بلکہ نبوت ہی کے ثبوت کا کیا معنیٰ کیونکہ نبوت کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور چوں کہ آپ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوتے اس لیے ختم نبوت کا حکم کیا گیا۔ سو یہ وصف تو خود تاخیر کو مقتضی ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ متاخر مرتبہ ظہور میں ہے مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جاوے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانیکے بعد۔

حاشیہ ہذا لے یہاں پر تھانوی عـہ لگا کر لکھتا ہے کہ، اس حدیث میں بھی مثل حدیث بالا کلام عـہ ہم کہتے ہیں "علیہ السلام"، اویسی غفرلہ

لے یہاں پر تھانوی صاحب نے نشان لگا کر لکھا ہے۔

حدیث بالا میں جو مقدر ہونے کے احتمال کا جواب دیا گیا ہے یہ حدیث اس جواب میں نص ہے کیونکہ اخذ میثاق تو یقیناً موقوف ہے وجود اور ثبوت پر مرتبہ تقدیر میں میثاق ہونا نہ نقل اسکی مساعد ہے نہ عقل۔

آیت نمبر ۱۴: ۱

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ (پ ۷ ع ۱۴ سورۃ الانعام)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جاتے۔

اسی آیت شریفہ کے ماتحت تفاسیر کے حوالے جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اُقِيْمَ عَلٰى صَخْرَةٍ وَكُشِفَ لَهٗ عَنِ السَّمٰوٰتِ حَتّٰى رَاَى الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَمَا فِي السَّمٰوٰتِ وَكُشِفَ لَهٗ عَنِ الْاَرْضِ حَتّٰى نَظَرَ اِلٰى اَسْفَلِ الْاَرْضِيْنَ وَرَاٰى مَا فِيْهَا مِنَ الْعَجَائِبِ۔ (خازن جلد ثانی)

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرہ پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لیے آسمان کھول دیئے گئے یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے دیکھ لیا اور آپ کے لیے زمین کھولی گئی یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کی نیچی زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا۔ جو زمینوں میں ہیں

(ف) اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ آپکو دکھا دیا گیا۔ کیا آسمانوں اور زمین کی کوئی شے آپ سے مخفی نہیں۔ جس کے لیے درمیانی حجابات دور ہوں اس کے لیے قرب و بعد کی قید اٹھ جاتی ہے اسی کو حاضر و ناظر کہا جاتا ہے یہی ہمارا مدعا ہے۔

۲۔ قَالَ مُجَاهِدٌ فُرِجَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ فَنَظَرَ اِلٰى مَا فِيْهِنَّ حَتّٰى انْتَهٰى نَظَرُهٗ اِلَى الْعَرْشِ وَفُرِجَتْ لَهُ الْاَرَضُوْنَ السَّبْعُ حَتّٰى نَظَرَ اِلٰى مَا فِيْهِنَّ ۰ (مدارک التنزیل)

ترجمہ: مجاہد نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے پس انہوں نے دیکھ لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے یہاں تک کہ انکی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کے لیے سات زمینیں کھولی گئیں۔ انہوں نے وہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں ہیں۔

(ف) اس سے معلوم ہوا کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں جو کچھ ہے ان سب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھ لیا۔

(۳) اَنَّهٗ جَلَّ لَهُ الْاَمْرُ سِرُّهٗ وَعَلَانِيَتُهٗ فَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ اَعْمَالِ الْخَلَائِقِ۔ (تفسیر ابن جریر)

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پوشیدہ و ظاہرہ تمام چیزیں کھل گئیں۔ پس اُن سے مخلوق کے اعمال میں سے کچھ نہ چھپا رہا۔

(ف) ابن جریر کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تمام پوشیدہ اور ظاہرہ چیزیں ظاہر ہو گئیں یہاں تک کہ مخلوق کے اعمال بھی۔

۴۔ اِنَّ اللّٰهَ شَقَّ لَهُ السَّمٰوٰتِ حَتّٰى رَاَى الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَاِلٰى حَيْثُ مُنْتَهَى اِلَيْهِ فَوْقِيَّةِ الْعَالَمِ الْجِسْمَانِيِّ وَمَا فِي السَّمٰوٰتِ مِنَ

العجائب والبدائع ورای ما فی بطن الارض من العجائب والغرائب ۝

(تفسیر کبیر)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آسمانوں کو چیر دیا یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جہاں تک جسمانی عالم کی فوقیت ختم ہوتی ہے۔ دیکھ لیا اور وہ عجیب و غریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو آسمانوں میں ہیں۔ اور وہ عجیب و غریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو زمین کے پیٹ میں ہیں۔

النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم

نبی مسلمانوں سے اُن کی جانوں سے قریب ہیں۔

مولوی قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند تحذیر الناس صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اولیٰ کے معنی قریب تر تو آیت مبارکہ کے معنی ہوئے نبی مسلمانوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں سب سے زیادہ قریب ہم سے ہماری جان اور جان سے بھی زیادہ قریب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور زیادہ قریب چیز بھی چھپی رہتی ہے۔ اسی زیادتی قرب کی وجہ سے آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔

مولوی قاسم نانوتوی کی اصلی عبارت ملاحظہ ہو۔ لکھا کہ

النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم کو دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہوا اور بمعنی احب یا اولیٰ

بالتصرف ہو جب بھی یہی بات لازم آئے گی کیونکہ احبیت اور اولیت بالتصرف کے لیے اقربیت تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس ہو سکتا۔

(تحذیر الناس ص۱۰)

تبصرہ اویسی غفرلہ نفس سے یہاں وہ لطیفہ مراد ہے کہ فواد (قلب) کی بھی جان ہے یعنی بائیں پستان کے نیچے چار انگل کے فاصلہ پر ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اس کا نام قلب ہے اور یہ صرف انسان میں نہیں بلکہ ہر جاندار (جانور وغیرہ) میں ہے اسی لوتھڑے کے اندر فواد ہے جو صرف اور صرف انسان کو نصیب ہے۔ اس فواد (قلب انسانی) میں جان (نفس) ہے لیکن ہر انسان سے اپنی جان دور ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان کو اس کی جان سے بھی اقرب (زیادہ) قریب ہیں۔ لیکن اس کا نظارہ وہی کرتے ہیں جنہیں قلب کی صفائی نصیب ہے جیسے اقوال علماء کے باب میں درجنوں حوالہ جات پیش کروں گا جس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ جو ذات جان سے زیادہ قریب ہے جسے ہم نہیں دیکھ سکتے اللہ والے کہتے ہیں کہ اگر ہم لمحہ بھر انہیں نہ دیکھیں تو کافر ہو جائیں۔ وہ کہتے ہیں ؎

خلقت کھوجی جیندی گول ہے

او ہر دم فرید دے کول ہے

یعنی جسے مخلوق تلاش کر رہی ہے وہ ہر لمحہ فرید (ولی اللہ) کے پاس ہے۔

لطیفہ جو لوگ حضور علیہ السلام کے قرب (حاضر و ناظر) کے منکر ہیں وہ مجبور ہیں۔ کیونکہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا فرمان جو مؤمنین کے لیے ہے

بیان فرمایا ہے۔ مؤمنین جمع ہے۔ جمع پر "ال" داخل فرمایا تاکہ فائدہ عموم کا دے۔ جس میں تمام مؤمنین ابتداء سے انتہا تک شامل ہو گئے اور فرمایا کہ مؤمنین کی جانیں اتنی قریب ان کے لیے نہیں ہیں جتنا کہ قرب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومنین سے ہے۔

اَولٰی کے معنیٰ قریب تر ظاہر کرنے کے لیے بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ میں لفظ اَولٰی کو دوبارہ فرمایا تاکہ پہلے اَولٰی کے معنیٰ اَقْرَبُ کو مضبوط ہو جا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اَولٰی بمعنیٰ اقرب میں دوسری جگہ بھی مراد لیے ہیں جیسا کہ فرمایا۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ۔

بے شک بہت نزدیک لوگوں کے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی تابعداری کی۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اَولٰی بمعنیٰ اَقْرَب و نزدیک تر لیے ہیں۔ چنانچہ اس اقربیت کا ذکر جو اَولٰی کے لفظ میں ہے۔ مؤمنین کی خصوصیت سے یہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ تَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ (رواہ النسائی ج۱ ص۲۷۹)

میں زیادہ قریب ہوں ہر مؤمنین کے ساتھ اس کی جان سے جس نے قرضہ چھوڑا تو اس کا ادا کرنا مجھ پر لازم ہے۔

اور مشکوٰۃ شریف ص۲۶۳ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اَنَا اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ میں مومنوں کی جانوں سے بھی انہیں زیادہ قریب ہوں۔

فائدہ

اس حدیث پاک میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضر و ناظر کے مسئلہ کو خود حل فرمایا اگر تم مومن ہو تو آپ کا حاضر و ناظر سمجھنا تمہارے لیے ضروری ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُؤْمِنٍ کی قید لگائی ہے۔

حقیقی معنیٰ

اولیٰ بمعنیٰ اقرب کا حقیقی معنیٰ بھی یہی ہے اس لیے کہ یہ مشتق ہے ولایۃ سے بمعنیٰ نزدیک شدن اور خود مخالفین کے مولوی قاسم نانوتوی نے بھی اَولٰی کے معنیٰ اقرب یعنی قریب تر ہی لیے ہیں۔ جیسا کہ گذرا۔

مفسرین نے فرمایا

نہ صرف مولوی قاسم نانوتوی بلکہ بعض مفسرین جیسے عرائس البیان وغیرہ نے بھی اَولٰی بمعنیٰ اقرب (قریب تر) کیا ہے۔

(۱) علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

(اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى) اى اَحَقُّ وَ اَقْرَبُ اِلَيْهِمْ (مِنْ اَنْفُسِهِمْ) (روح المعانی)

نبی ان کی جانوں کی نسبت، زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان کے زیادہ قریب ہیں۔

(۲) شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

"پیغمبر نزدیک تر است بمومناں از ذات ہائے ایشاں"

(مدارج النبوۃ ج۱ ص۸۱)

پیغمبر مومنوں کے زیادہ قریب ہیں ان کی ذوات سے بھی "

خود ذاتِ رسُول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اولیٰ بمعنی اقرب استعمال فرمایا۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً

ترجمہ: لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص خوش نصیب ہوگا جو زیادہ درود وسلام بھیجنے والا ہوگا۔

(بخاری شریف، ترمذی شریف ج ۱ ص ۶۴ مشکوٰۃ شریف ص ۱۹)

یعنی دنیا میں جو مجھ پر زیادہ صلوٰۃ وسلام بھیجے گا۔ قیامت میں وہ میرے قریب تر ہوگا۔ دیکھئے یہاں اولیٰ بمعنی اقرب خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم استعمال فرمایا ہے۔ جسے تفصیل دیکھنی ہے وہ کتب احادیث کے باب اولیٰ کا مطالعہ فرمائے۔ مثلاً کنز العمال اور شرحِ جامع صغیر اور وہ کتب جو حروف معجمہ پر مرتب ہیں۔

ایک اور حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں۔ روئے مبارک سوئے یاراں کرد وفرمود الستم بالمؤمنین من انفسھم نمے دانید شماکہ در قرآن مجید ھم مذکور است کہ النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم ---- قالوا بلی گفتند صحابہ آرے تو نزدیک ترین ودوست ترین بمومناں ہستی از نفوس ایشاں۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۱۰)

جب حضور منزل غدیر خم پر پہنچے صحابہ کی طرف رخ انور کیا اور فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ بے شک میں مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں

کے نزدیک اور زیادہ دوست ہوں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے کہ نبی مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے زیادہ نزدیک اور زیادہ متصرف نیز شیخ محقق قدس سرہٗ نے فرمایا۔

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم ----

پیغمبر نزدیک تراست بمومناں از ذاتہائے ایشاں۔	حضور مومنوں سے بنسبت ان کی ذات کے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔

(مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۸۱)

نیز مولوی قاسم نانوتوی نے ایک اور تصنیف میں لکھا کہ

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم

جس کے یہ معنی ہیں کہ نبی زیادہ نزدیک ہے۔ مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے یعنی ان کی جانیں اسے اتنی نزدیک نہیں جتنا نبی ان سے نزدیک ہے اصل معنیٰ اولیٰ کے اقرب ہیں۔ (آب حیات ص ۵۸)

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

ما من مؤمن الا وانا اولی الناس بہ فی الدنیا والآخرۃ (اخرجہ البخاری	کوئی مومن نہیں مگر میں دنیا اور آخرت میں تمام لوگوں کی بنسبت اس سے زیادہ قریب ہوں۔

ص ۳۲۳ و ج ۲ ص ۵۰۷) وابن جریر و تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۱۸۲)

ایک اور روایت میں یوں ہے۔

انا اولی بالمؤمنین من انفسھم۔	میں تمام مومنوں سے بنسبت ان کی جانوں کے زیادہ قریب ہوں۔

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔

انا اولیٰ بکل مومن من نفسہ۔

میں ہر مومن سے اس کی جان کی بہ نسبت زیادہ نزدیک ہوں۔

(اخرجہ احمد و ابوداؤد ، در منثور ج ۵ ص ۱۸۲)

۳۔ حضرت بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا۔

یا بریدۃ الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم قلت بلی یارسول اللہ اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد والنسائی۔ تفسیر در منثور ج ۵ ص ۱۸۲

اے بریدہ کیا میں تمام مومنوں سے ان کی جانوں کی بہ نسبت زیادہ قریب نہیں ہوں۔ میں نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ آپ واقعی تمام مومنوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اولیٰ ولی سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے اَلوَلیُ سے مشتق ہے اور "الولی" نزدیک شدن، نزدیک ہونا۔ اور مصباح اللغات ص ۹۵۵ پر ہے "ولیا" قریب ہونا۔ اگر یہی اس کا حقیقی معنیٰ ہے باقی معانی مجازی ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ حقیقی معنیٰ پہلے مجازی معانی بعد کو جب کہ حقیقی معنیٰ نہ بن سکے۔

۴۔ عن معاذ بن جبل قال لما بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوصیہ ومعاذ

یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یمن کی طرف بھیجا تو

راکب ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمشی تحت راحلتہ فلما فرغ قال یا معاذ انک عسی ان لا تلقانی بعد عامی ھذا و لعلک ان تمر بمسجدی ھذا وقبری فبکی معاذ جشعا لفراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم التفت ناقبل بوجھہ نحو المدینۃ فقال ان اولی الناس بی المتقون من کانوا وحیث کانوا۔ (رواہ احمد فی المسند ج ۵ ص ۲۳۵) (مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۵/۴۴۶ کتاب الرقاق فصل ۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ساتھ وصیت فرماتے ہوئے تشریف لے گئے معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ اور حضور ان کی سواری کے نیچے پیادہ چلتے تھے جب آپ (وصیت سے) فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ قریب ہے کہ تو مجھے نہ ملے گا۔ میرے اس سال کے بعد اور شاید تو میری مسجد اور میری قبر پہ گذرے۔ یہ سُن کر حضرت معاذ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فراق کے غم سے رونے لگے۔ تو آپ نے ادھر سے التفات کرکے مدینہ طیبہ کی طرف منہ کیا اور فرمایا کہ میرے بہت قریب وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں جو ہوں جہاں ہوں۔

فائدہ | قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بیضاوی شریف میں متقین کے تین مراتب بتائے ان کا ادنیٰ مرتبہ یہی کہ اللہ و رسول کو ماننا الحمد للہ اس معنیٰ پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سنی مسلمان کے قریب ہیں۔

(فوائد) حدیث پاک سے چند مسائل ثابت ہوئے۔

۱۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال شریف کا علم۔
۲۔ حضرت معاذ کے مزار شریف پر آنے کا علم۔
۳۔ حضرت معاذ کی زندگی کا علم۔
۴۔ متقی لوگوں کا حضورؐ کے قریب ہونا اگرچہ بظاہر کتنا دور کیوں نہ ہوں۔
۵۔ حضورؐ کا حضرت معاذ کو تسلی دینا کہ تو بظاہر یمن میں ہوگا اور باطن میں میرے قریب ہوگا۔

گویا شعر ذیل حضرت معاذ کے لیے کہا گیا ہے۔

گر بمنی در یمنی پیش منی   گر بے منی پیش منی در یمنی

فائدہ اس حدیث کی شرح میں شاہ عبدالحق محدث قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ ان اولی النّاس بی المتقون وفرمود قریب ترین مردم بمن پرہیزگارانند من کانوا وحیث کانوا ہر کسانے کہ باشند و ہر جاکہ باشند این وصیت وتسلیہ است مر معاذ راکہ باید تقوی ورزی و برفراق ما غم نخوری چوں از متقیاں باشی بصورت اگر جدا باشی بمعنی با مائی۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۰۸)

فائدہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو سب کے قریب اور ہر ایک کے نزدیک ہیں مگر ہیں ملائکہ کی طرح پوشیدہ آپ کے قرب اور دیدار سے وہی فیضیاب ہوتے ہیں جن سے بوجہ مجاہدات و ریاضیات وکثرت درود شریف کے حجابات دور کر دیئے گئے۔ پھر وہ تقویٰ کی وجہ سے جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کرتے ہیں اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے اور قلوب کو تسکین بخشتے ہیں۔

فائدہ یہ متقین کے درجہ اوّل کے لیے ہے۔ جس کی تفصیل وتشریح اقوال علماء کے باب میں آئے گی۔ (انشاء اللہ تعالٰی)

کہ وہ حضرات قلوب کے تصفیہ اور نفوس کے تزکیہ کی برکت سے ہر لمحہ اور ہر لحظہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیدار پر انوار سے سرشار رہتے ہیں۔ ولکن الوہابیہ قوم لا یعقلون۔

نوٹ:۔ آیات کا سلسلہ یہاں ختم کرکے آگے احادیث سے حاضر وناظر کا ثبوت پیش کیا جائیگا۔ انشاء اللہ۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْن

باب الاحادیث

حاضر و ناظر کی احادیث اتنا بکثرت ہیں کہ ان سب کو جمع کیا جائے تو کتاب ضخیم سے ضخیم تر ہو جائے گی اسکے متعلق ابتدا میں فقیر نے عرض کیا ہے کہ وہ احادیث مبارکہ جو حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی کی ہے وہ بعینہٖ مسئلہ حاضر و ناظر کے متعلق ہیں لیکن پھر بھی بعض احادیث مبارکہ مستقل طور پر مسئلہ حاضر و ناظر کے استدلال میں ہمارے علمائے کرام نے پیش فرمائی ہیں ان میں بعض تو ایسی طویل البحث ہیں اُن پر مستقل رسائل تیار ہیں ان کے اکثر علیحدہ مستقل طور پر ایک عرصہ پہلے فقیر نے شائع کیے ہیں یہاں موضوع کی مناسبت سے ان کی تلخیص پیش کرتا چلا جاؤں گا تاکہ بحث تشنہ تکمیل نہ رہے ان میں سب سے پہلے التحیات کی بحث عرض کرتا ہوں۔

التحیات اور حاضر و ناظر

فقیر نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب رفع الحجاب عن تشہد اہل الحق واہل الغراب، لکھی ہے اسکے کئی ایڈیشن اس وقت تک نکل چکے ہیں بقدر ضرورت یہاں عرض کیا جاتا ہے۔

حاضر و ناظر کا مسئلہ التحیات سے بھی حل ہو جاتا ہے چنانچہ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ ہر نفل و سنت کی ہر دوسری رکعت میں اور فرض کے ہر دوسرے قعدہ میں التحیات کا پڑھنا واجب ہے اگر کوئی عمداً چھوڑ دے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اسی التحیات کو ہر نماز میں پڑھتے ہیں السلام علیک ایھا النبی الخ ،، سلام ہو آپ پر اے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم) دیکھئے التحیات میں صیغہ خطاب بھی ہے اور پھر ایھا حرف ندائیہ بھی استعمال کیا گیا ہے کہ ضمیر خطاب اور حرف نداء کہہ رہا ہے کہ تم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھ کر اپنی نمازیں قبول کراؤ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مقبول کتاب احیاء العلوم شریف جلد اول باب چہارم فصل سوم نماز کی باطنی شرائط میں فرماتے ہیں

منھا احضرنی قلبك النبی علیہ السلام وشخصہ الکریم وقل السلام علیك ایھا النبی یعنی اپنے دل میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو حاضر و ناظر جان کر عرض کر السلام علیك الخ بلکہ ہمارے احناف رحمھم اللہ تعالیٰ بھی اسی بات کی تصریح فرماتے ہیں کہ التحیات میں نمازی کا یہ خیال ہو کہ میں ہدیہ در بارگاہ رسالت میں سامنے حاضر ہو کر پیش کر رہا ہوں چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ویقصد بالفاظا التشھد	نمازی الفاظ تشہد سے
معانیھا مرادۃ لہ وجہ	ان معانی کا ارادہ کرے
(الانشاء) کانہ یحیی اللہ	جو اسکی مراد ہے اور یہ
تعالیٰ ویُسلم علے	علی وجہ الانشاء ہو گویا کہ

نبیه و علیٰ نفسه واولیائه (ف) الاخبار عن ذالک ذکره فی المجتبیٰ لا حکایة سلام الله
(در مختار جلد اول ص ۳۴۴ ج ۱)

وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش کر رہا ہے اور اپنے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر اور خود اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کر رہا ہے اخبار اور حکایت سلام کی نیت ہرگز نہ کرے

اس کو مجتبیٰ میں ذکر کیا اور اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ علینا کی ضمیر تمام حاضرین کے لیے ہے (سلام تشہد بہ نیت انشاء کہا جائے) اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ ہو۔

(۲) ولا بد من ان یقصد التشهد معانیها التی وضعت لها من عنده کانه یحیی الله تعالیٰ ویسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم وعلیٰ نفسه واولیاء الله تعالیٰ کذا فی الزاهدی وعالمگیری - ص ۳۷
(مطبوعہ سنہ ۱۲۱)

نمازی کے لیے الفاظ تشہد کے معانی موضوعہ کا اپنی طرف سے بطور انشا مراد لینا اور ان کا قصد کرنا ضروری ہے گویا کہ وہ اللہ کو تحفے پیش کر رہا ہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنی ذات پر واولیاء کرام پر سلام عرض کر رہا ہے۔

نمازی کے لیے الفاظ تشہد کے معانی موضوعہ کا اپنی طرف سے بطور انشا مراد لینا اور ان کا قصد کرنا ضروری ہے گویا کہ وہ اللہ کو تحفے پیش کر رہا ہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنی ذات پر اولیاء کرام پر سلام عرض کر رہا ہے

(ف) اسی طرح دیگر کتابوں میں یہی مضمون موجود ہے مثلاً شامی ص ۳۴۴ ج ۱ اور مراقی الفلاح ص ۱۵۵ وغیرہ وغیرہ ان عبارات سے وہابیہ کا وہ مکر و فریب بھی دفع ہو گیا جو کہا کرتے ہیں کہ مسئلہ حاضر و ناظر فقہ کی کتابوں میں نہیں ہے مزید عبارات اور تحقیق و تفصیل کی کتاب رفع الحجاب میں ملاحظہ ہو۔

راز نہانی

نماز معراج المؤمن میں ہے جب بندہ بندگی میں عاجزی در عاجزی دکھاتا ہے تو آخر میں اسے بارگاہ حق میں حاضری نصیب ہوتی ہے تو تحیات پیش کرتا ہے تو اسے گویا فرمان ہوتا ہے کہ انکا شکریہ ادا کرو جس ذات کے طفیل یہاں پہنچا ہے چنانچہ عرفاء نے فرمایا کہ نمازی میں السلام علیک ایها النبی، کہنے کا حکم بھی اس امر پر مبنی ہے کہ جب حقیقت محمدیہ تمام ذرات کائنات میں موجود ہے تو ہر نمازی کے باطن میں بھی اس کا پایا جانا ضروری ہے اور چونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم باوجود تمام کائنات میں جلوہ گر ہونے کے اللہ تعالیٰ کے دربار سے کسی وقت جدا نہیں ہوتے اس لئے نمازی کو حکم دیا گیا کہ جب تو دربار الٰہی میں حاضر ہو تو خطاب و ندا کے ساتھ

انہیں مخاطب کر کے السلام علیك ایها النبی کے الفاظ سے ان کی خدمت میں تحفہ سلام پیش کر۔ چنانچہ قطب ربانی غوث صمدانی سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف کتاب المیزان مطبوعہ مصر ص۴۵ ا پر تشہد کے بیان میں ارقام فرماتے ہیں

میں نے سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ شارع (حقیقی) نے (قعدہ) تشہد میں نمازی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ فرما دے کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں اس بارگاہ میں ان کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہیں اس لیے کہ وہ دربارِ خداوندی سے کبھی جدا نہیں ہوتے پس نمازی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بالمشافہ (رو برو) سلام کے ساتھ خطاب کرتے ہیں۔

فائدہ اس عبارت میں شہو دنبیہم فی تلک الحضرۃ ،، (نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا بارگاہِ ایزدی میں حاضر و جلوہ گر ہونا) اور فانہ لا یفارق حضرۃ اللّٰہ ابداً (نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی سے کسی وقت جدا نہیں ہوتے) اور فیخا طبونہ بالسلام مشافہۃ (نمازی بالمشافہ یعنی حضور کے رو برو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام کے ساتھ خطاب کرتے ہیں) خاص طور پر قابلِ غور جملے ہیں یہ تینوں جملے اس مقام پر مخالفین کے تمام شکوک وشبہات کا قلع قمع کر رہے ہیں ایسے چمکتے ہوئے دلائل کے سامنے کسی کو رباطن کا یہ کہنا کہ السلام علیك ایها النبی معاذ اللہ بعید غائب کو خطاب ہے حضور کی محض خیالی صورت ہوتی ہے خود حضور بارگاہِ ایزدی میں حاضر نہیں ہوتے کیسی دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی ہے بھلا کوئی منصف مزاج ایسے روشن کلمات کے ہوتے ہوئے اس تنگ نظری اور تاریک خیالی کو قبول کر سکتا ہے؟

(فائدہ) اسی مضمون کو تشہد کے بیان میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ارقام فرمایا ہے

اہلِ عرفان کے طریقہ پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ساتھ ملکیت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں حی لا یموت کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی ان کی آنکھیں فرحت مناجات سے ٹھنڈی ہوئیں تو انہیں اس بات کی تنبیہ کی گئی کہ بارگاہِ خداوندی میں جو انہیں یہ شرفِ باریابی حاصل ہوا ہے یہ سب نبی رحمت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکتِ متابعت کا طفیل ہے نمازیوں نے اس حقیقت سے باخبر ہو کر بارگاہِ خداوندی میں جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حبیب کے حرم میں

حبیب حاضر ہے یعنی دربار خداوندی میں نبی
کریم صلے اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں حضور کو
دیکھتے ہی السلام علیک ایھا النبی
ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہتے ہوئے
حضور کی طرف متوجہ ہوئے (فتح الباری ص۲۵۰ ج۲)

یہی عبارت عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۶ ص۱۱۱ اور مواہب اللدنیہ ص۲۳ ج۲، زرقانی شرح مواہب جلد ۷ ص۳۲۹، ص۳۳۰، زرقانی شرح موطا امام مالک جلد ۱ ص۱۷۱، سعایہ جلد ثانی ص۲۲۷، فتح الملہم جلد ۲ ص۱۴۳ اوجز المسالک جلد ۱ ص۲۶۵ پر بھی بعینہا مرقوم ہے ہم نے تکرار اور اعادہ سے بچنے کے لیے صرف کتابوں کے نام مع صفحات تحریر کرنے پر اکتفا کیا ہے یہ تمام عبارات فقیر نے رفع الحجاب میں لکھدی ہیں۔

انتباہ مقام غور ہے کہ ان تمام کتابوں کے مصنفین اور محدثین کرام یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری، امام قسطلانی صاحب مواہب اللدنیہ، امام بدر الدین عینی صاحب عمدۃ القاری، امام زرقانی صاحب شرح مواہب و شرح موطا، مولنا عبد الحی لکھنوی صاحب سعایہ، رحمہم اللہ تعالیٰ حتےٰ کہ سرگروہ منکرین و معاندین صاحب فتح الملہم واوجز المسالک، سب بیک زبان کہہ رہے ہیں کہ فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر یعنی نمازی جب دربار الٰہی میں نظر اٹھاتا ہے تو حبیب کو حرم حبیب میں حاضر پاتا ہے، فوراً عرض کرتا ہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ

اللہ وبرکاتہٗ،، اے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ پر سلام ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

یہ الگ بات ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض تھا انہوں نے حاضر کے معنے غائب اور اثبات کے معنی نفی سمجھ لیے یہ ان کی اپنی شومئ قسمت اور کور باطنی ہے کہ ان کو کسی نماز میں حرم حبیب کی حاضری نصیب نہ ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے بھی فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر صادر کرا دیا اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید اور اپنے حبیب کی تعریف و توصیف منکرین و معاندین سے بھی کرا لیتا ہے اور جن کے قلوب انکار و عناد کی بیماری سے پاک تھے انہوں نے پوری وضاحت کے ساتھ حق کی تائید فرمائی جس کے ثبوت میں ہم مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت سعایہ سے نقل کر کے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

اہل معرفت کے طریق پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ
کہ نمازیوں نے جب التحیات کے ساتھ ملکوت
کا دروازہ کھلوایا تو انہیں حی لایموت کی بارگاہ
میں حاضری کی اجازت مل گئی فرحت مناجات
سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں تو انہیں خبردار
کیا کہ یہ سب کچھ بواسطہ نبی رحمت اور انہی کی
برکتِ متابعت سے ہے انہوں نے خبردار
ہوتے ہی نظر اٹھائی تو ملک حبیب کی بارگاہ
میں حبیب کو حاضر پایا فوراً السلام علیک ایہا

النبی" کہتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوئے میرے
والدِ علام اور استاذ تمقام نے (اللہ تعالیٰ
انہیں دار السلام میں داخل فرمائے اپنے رسالہ
نور الایمان بزیادہ آثار حبیب الرحمٰن" میں فرمایا
کہ خطابِ تشہد یعنی التحیات میں السلام علیک
ایہا النبی کہنے کا راز یہ ہے کہ حقیقتِ محمدیہ ہر
وجود میں جاری وساری اور ہر بندہ کے باطن میں
حاضر وموجود ہے اس حالت کا پورا انکشاف
بحالتِ نماز ہوتا ہے لہذا محلِ خطاب حاصل ہو
گیا اور بعض اہلِ معرفت نے فرمایا کہ بندہ جب
ثناءِ الٰہی سے مشرف ہوا تو اسے حرمِ الٰہی کے
حریم میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی اور اس
کی بصیرت کو خوب روشن کر دیا گیا حتیٰ کہ اس
نے حرمِ حبیب میں حبیب کو حاضر پایا فوراً ان
کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا السلام علیک ایہا
النبی (اے نبی! صلے اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام

۱ے علامہ عبدالحی کے والد حضرت علامہ عبدالحلیم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ
کی کتاب مکتبہ فریدیہ ساہیوال میں شائع ہو گئی ہے اہل علم اس
حوالہ کے علاوہ اس کا مکمل مطالعہ کریں سبحان اللہ کیسے لوگ
تھے (اویسی غفرلہٗ)

ہو اور اللہ کی رحمت اور اس برکتیں ہوں"
(سعایہ جلد ۲ ص ۲۲۷/۲۲۸ مصنفہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی)

(ف) حقیقتِ محمدیہ کا موجوداتِ عالم میں جاری وساری ہونا اور ذواتِ
مصلین میں اس کی جلوہ گری اور اسی بنا پر التحیات میں السلام علیک
ایہا النبی کہنے کا حکم دیا جانا ایسا روشن مسئلہ ہے جس کی تصریح نہ صرف
مولانا عبدالحی لکھنوی اور ان کے والدِ ماجد اور دیگر ائمہ دین نے فرمائی
بلکہ بکثرت علماء محدثین وعلماء محققین نے اس نفیس مضمون کو اپنی تصانیف
میں ارقام فرما کر اہل سنت پر احسانِ عظیم فرمایا فرمایا چنانچہ شاہ عبدالحق
محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ و نیز
آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں است
و در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالتِ عبادت
و آخر آں کہ وجود نورانیت و انکشاف دریں احوال
بیشتر و قوی تر است و بعضے از عرفا گفتہ اند کہ
ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است
در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت
در ذواتِ مصلیاں موجود و حاضر است پس مصلی
را باید کہ ازیں بارگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود
تا با نوار قرب و اسرارِ معرفت متنور و فائز گردد اھ
(اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۴۰۱)

اور حضور علیہ السلام ہمیشہ اہل ایمان کا نصب العین
اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں تمام احوال و

واقعات میں خصوصاً حالت عبادت میں اور اسی
کے آخر میں کہ نورانیت وانکشاف کا وجود اس مقام
میں بہت زیادہ اور نہایت قوی ہوتا ہے اور
بعض عرفاء نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب اس
وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ
والتحیۃ تمام موجودات کے ذرات اور افرادِ ممکنات
میں جاری وساری ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں
لہٰذا نمازی کو چاہیئے کہ اس معنیٰ سے آگاہ رہے
اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حاضر ہونے
سے غافل نہ ہوتا کہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت
سے روشن اور فیض یاب ہو"

(اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۴۰۱)

بعینہٖ یہی عبارت تیسیر القاری شرح صحیح بخاری جلد اول باب التشہد
فی الآخرۃ ص ۲۸۱ مطبوعہ مطبع علوی لکھنؤ ص ۱۷۳ / ۳ / ۱ میں موجود ہے اور مسک
الختام شرح بلوغ المرام میں ص ۲۴۴ پر نواب صدیق حسن خان بھوپالی اشعۃ
اللمعات کی یہی عبارت منقولہ بالا تحریر فرما کر ایک شعر بھی لکھتے ہیں۔

در راہِ عشق مرحلۂ قرب وبعد نیست
می بنیمت عیاں ودعا می فرستمت

زیارت رسول کا نسخہ

حضرت مولانا ابوالحسن محدث سندھی
محشی مسلم شریف نے انباء الانبیاء

میں لکھا کہ" السلام علیک ایہا النبی الخ پر ہر التحیات میں ایسا راسخ
تصوّر ہو کہ گویا وہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بالمشافہ
آمنے سامنے سلام عرض کر رہا ہے اس رسوخ تصور کے یہ
برکت ہوگی کہ ایک وقت ایسا نصیب ہوگا کہ درمیانی حجابات ہٹ
جائیں گے اور نمازی حضور سرور کونین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سامنے
دیکھے گا جس کے جواب میں آپ فرما رہے ہوں گے وعلیک السلام
یا امتی التحیات کے متعلق مخالفین (دیوبندی وہابی) اعتراض کرتے
ہیں ان کے تفصیلی جوابات فقیر نے رفع الحجاب" میں لکھ دیئے یہاں
ان کا ایک مایۂ ناز اعتراض لکھ کر انکا تفصیلی جوابات لکھنا ہے

(سوال) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں التحیات میں السلام
علیک ایہا النبی پڑھا کرتے تھے، جب حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم
کا وصال ہوگیا تو ہم السلام علی النبی پڑھنے لگے اس روایت سے ثابت
ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر نہیں ورنہ بعد الوفات بھی
خطاب کا صیغہ باقی رہتا۔

(۱) اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ بعد الوفاۃ صیغۂ خطاب اس لیے باقی نہیں
رہا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر نہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام اپنی ظاہری حیات میں (جب کہ السلام علیک ایہا
النبی پڑھا جاتا تھا مخالف بتائے کہ حاضر وناظر تھے یا نہیں؟ بر تقدیر
اول مخالف خود اپنے قول سے مشرک قرار پائے گا اس لیے کہ
جب حضور کا حاضر وناظر ہونا شرک ہے تو وہ حیات ظاہری میں

بھی شرک ہوگا کیونکہ شرک کسی صورت میں بھی توحید نہیں ہو سکتا اور برتقدیرِ ثانی صیغۂ خطاب کو بدلنا بے فائدہ ہوگا کیونکہ صیغۂ خطاب خطاب بزعم مخالف جس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں حضور کے حاضر و ناظر ہونے پر دلالت نہیں کرتا اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری کے بعد بھی حاضر و ناظر کے معنیٰ پر دلالت نہ ہوگی پھر خطاب سے غیب کی طرف عدول کرنے کا کیا فائدہ ہوا؟ ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا یہ مطلب ہی نہیں کہ ہم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد السلام علیک چھوڑ دیا تھا بلکہ اس کے معنی وہی ہیں جو محققین نے بیان کئے ہیں اور انشاء اللہ العزیز ہم آگے چل کر ان کی تفصیل عرض کریں گے۔

(۲) حضرتِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے یہ معنی کہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں السلام علیک ایہا النبی کہا کرتے تھے حضور کی وفات کے بعد ہم نے السلام علیک ایہا النبی کی بجائے السلام علی النبی کہنا شروع کر دیا عقل و درایت کی روشنی میں قطعاً ناقابلِ قبول اس لیے کہ بزعم مخالف اس کی وجہ یہی ہے کہ بعد الوفاۃ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم امت سے غائب ہو گئے تو خطاب کا محل باقی نہ رہا غائب کو حاضر کے صیغہ سے مخاطب کرنا درست نہیں لہٰذا صحابہ کرام نے خطاب کو چھوڑ کر غیبت کا عنوان اختیار کر لیا اگر السلام علیک ایہا النبی میں خطاب و نداء کے معنیٰ کو تسلیم کیا جائے

تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اس کا پڑھنا درست نہ ہوگا چہ جائیکہ بعد الوفاۃ اور خطاب کے الفاظ دراصل منادیٰ اور مخاطب کو سنانے کے لیے بولے جاتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ سینکڑوں مسلمان عہد رسالت میں دور دراز مقامات پر نمازیں پڑھتے تھے معترضین کے مذہب کی رُو سے ان کے اس خطاب و نداء کو حضور کسی طرح نہیں سن سکتے: بلکہ بزعمِ مخالفین اپنے ہمراہ نماز پڑھنے والوں کا بھی یہ خطاب حضور نہیں سن سکتے کیونکہ نماز میں التحیات جہراً نہیں پڑھی جاتی بلکہ سراً (خفیہ اور آہستہ) پڑھی جاتی ہے جس کا سننا وہابیہ کے نزدیک حضور کے لیے قطعاً جائز نہیں لہٰذا نمازیوں سے غائب ہونے اور ان کے الفاظ نداء خطاب کو نہ سننے کے اعتبار سے حیات اور بعد الوفات دونوں زمانے یکساں قرار پائے پھر صحابہ کا ایک زمانہ میں الفاظِ خطاب کو پڑھنا اور دوسرے میں ترک کر دینا عقل و فہم و درایت کی روشنی میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور اگر السلام علیک ایہا النبی میں خطاب و نداء کے معنیٰ کو تسلیم نہ کیا جائے تو بعد الوفات اسے ترک کر کے السلام علی النبی پڑھنا بالکل مضحکہ خیز ہوگا اس لیے کہ الفاظِ خطاب سے عدول کی وجہ یہی تھی کہ اس میں خطاب کے معنیٰ پائے جاتے ہیں جب ان معنی کو تسلیم ہی نہ کیا گیا تو الفاظ ترک کرنا بے فائدہ نہیں تو اور کیا ہے"

(۳) الفاظِ حدیث میں خطاب چھوڑنے پر دلالت نہیں پائی جاتی جس سے مخالفین کو استدلال کا موقع ہاتھ آئے دیکھئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ المصابیح میں فرماتے ہیں کہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا
یہ قول کہ "ہم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں
السلام علیک ایہا النبی کہتے تھے جب حضور صلے
اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو ہم نے السلام
علی النبی کہا ابو عوانہ کی روایت ہے بخاری کی
روایت میں جو اس کے مقابل اصح ہے یہ الفاظ
نہیں بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں،، فلما
قبض قلنا سلام یعنی علی النبی "جب
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو ہم
نے سلام کہا یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
پر،،،

بخاری کی اس روایت نے بیان کر دیا کہ یہ
قول حضرت عبداللہ بن مسعود کا نہیں بلکہ راوی
کا قول ہے اس نے اپنی فہم کے مطابق
اپنے لفظوں میں بیان کر دیا اور اس قول میں
بھی دو احتمال ہیں (۱) جس طرح حضور صلے اللہ
علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں ہم السلام علیک
ایہا النبی کہا کرتے تھے اسی طرح حضور صلے
اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کہتے رہے (۲)
ہم نے خطاب چھوڑ دیا جب الفاظ میں احتمال
پیدا ہو گیا تو دلالت (قطعیہ) باقی نہ رہی۔
(مرقاۃ ص ۵۵۸/۱۲)

(ف) ملا علی قاری کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ ابو عوانہ کی روایت
سے مخالفین کا استدلال قطعاً باطل ہے۔

(۴) حضور صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو سورۃ قرآنیہ کی طرح اس تشہد
کی تعلیم دیتے تھے جس میں السلام علیک ایہا النبی کے الفاظ
ہیں دیکھئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد سکھاتے تھے جیسے
قرآن کی سورت سکھاتے تھے" (مسلم شریف جلد اول ص ۱۷۴)
بلکہ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان میری
ہتھیلی تھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تشہد سکھایا
جیسے قرآن کی سورت مجھے سکھاتے تھے (مسلم شریف جلد ۱ ص ۱۷۴)
ناظرین کرام غور فرمائیں کہ ایسے عظیم الشان اہتمام کے ساتھ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرما ہوئے الفاظ کو محض اپنے
خیال سے بدل دینا کتنی بڑی جسارت ہے صحابہ کرام سے اس قسم
کی دیدہ دلیری کسی طرح متصور نہیں ہو سکتی ورنہ احتمال پیدا ہو گا
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قطعی طور پر سکھائی ہوئی چیزوں
کو صحابہ کرام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد
محض اپنے خیال اور قیاس سے بدل دیا معاذ اللہ ایسی صورت میں سارا
دین اس احتمال کی لپیٹ میں آجائے گا جس کا تصور بھی کسی مسلمان
کے لیے گوارہ نہیں ہو سکتا۔

(۵) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد جمہور صحابہ کرام "السّلام علیک ایہا النبی" پڑھتے تھے جیسا کہ عرف شذی میں شرح منہاج سے سبکی کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ کرام حیات فرمایہ اور بعد الوفات دونوں حالتوں میں السلام علیک ایہا النبی پڑھتے تھے۔

علاوہ ازیں ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مذہب میں یہی تشہد نماز میں پڑھا جاتا ہے جس میں السلام علیک ایہا النبی کے الفاظ ہیں ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز میں مخاطب کرنا عین حق وصواب ہے۔

(سوال) نماز میں جو ہم السلام علیک ایہا النبی" کہتے ہیں اس میں حضور کو مخاطب نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماکر السلام علیک ایہا النبی" فرمایا تھا اس سلام وخطاب کی حکایت کرتے ہیں۔

(جواب) مخالفین کا اسلامِ تشہد کو واقعۂ معراج کی حکایت قرار دینا مخالفین کے اپنے اصول ومسلمات کے خلاف ہے اس لیے کہ وہ علی الاطلاق کسی ایسی روایت کو نہیں مانتے جس کی سند موجود نہ ہو بخلاف ہمارے کہ ہم ابوابِ فضائل ومناقب میں ان روایات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی سند ہمارے سامنے نہ ہو مگر علماء محدثین یا فقہائے معتبرین ودیگر علمائے معتمد علیہم نے انہیں قبول کیا ہو۔

جس روایت کے پیش نظر یہ کہا جاتا ہے کہ سلام تشہد واقعہ معراج کی حکایت ہے اس کی کوئی سند نہیں اگر ہے تو پیش کیجئے بلکہ مولوی انور شاہ دیوبندی عرف شذی میں ص۱۳۹ پر اس روایت کے متعلق

کہتے ہیں ولکنی لم اجد سند ھذا الروایۃ یعنی اس روایت کی سند میں نے نہیں پائی

اب بتایئے بے سندی روایت پر آپ کے مسلمات کی روشنی میں اس حکایت کا حکم کیسے قائم ہوگا۔

(جواب۲) جن عبارات میں سلام تشہد کا علی سبیل الحکایت ہونا وارد ہے وہاں مجرد حکایت مراد نہیں بلکہ حکایت علی طریق الانشاء مراد ہے یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو السلام علیک ایہا النبی" کے ساتھ مخاطب فرمایا تھا لہذا نمازی کو بھی چاہیے کہ حرم حبیب میں حبیب کو حاضر پاکر واقعہ معراج کے مطابق بہ نیت انشاء سلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو السلام علیک ایہا النبی" کے ساتھ مخاطب کرے نہ یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل وحکایت ہو اور نمازی خود اپنی جانب سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر انشاء سلام کی نیت نہ کرے معاذ اللہ ایسا کہنا تمام محدثین وفقہاء بلکہ ساری امتِ مسلمہ کے خلاف چل کر سبیلِ مومنین سے اعراض کرنا اور جہنم کی طرف جانا ہے مخالفین کی برادری کے ایک غیر مقلد نے لکھا کہ

فان قیل کیف شرع ھذا اللفظ وھو خطاب بشر مع کونہ منہیا عنہ فی الصلوٰۃ فالجواب ان ذلک من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم

(عون المعبود جلد۱ ص۳۶۵)

یعنی اگر کہا جائے کہ السلام علیک ایہا النبی کیسے شروع ہوا

حالانکہ وہ خطابِ بشر ہے اور خطابِ بشر نماز میں جائز نہیں
تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی
خصوصیات سے ہے۔

فائدہ

اگر یہاں مجرد حکایت ہوتی تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کیوں کہ محض بطریقِ حکایت تو آدم، یا نوح، یا ابراہیم، یا موسیٰ حتیٰ کہ یا ہامان بھی قرآنِ مجید میں وارد ہے اور وہ الفاظ قراءتِ قرآن کے اثناء میں نمازوں میں پڑھے جاتے ہیں اور ان کا پڑھنا مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔

پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کا قول کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے! معلوم ہوا سلامِ تشہد میں خطاب اور انشاء کا ہونا ضروری ہے مجرد حکایت کا قول قطعاً باطل اور مردود ہے۔

اہلسنت محدثین کرام

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی مضمون کو مختصر الفاظ میں ادا کیا ہے علامہ موصوف حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص کے بیان میں فرماتے ہیں ومنها ان المصلی يخاطبه بقوله السلام عليك ايها النبی ولا يخاطب غيره،، یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت سے یہ امر بھی ہے کہ نمازی اپنے قول السلام علیک ایہا النبی کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتا ہے اور حضور کے غیر کو خطاب نہیں کر سکتا (مواہب اللدنیہ جلد ا ص ۴۴۴)

فقہاء کرام

تمام فقہاء (حنفی شافعی - مالکی، حنبلی) نے انشاء مراد لی ہے چند عبارات کے تراجم ملاحظہ ہوں

(۱) درِ مختار میں ہے۔

نمازی الفاظِ تشہد سے ان معنیٰ کا قصد کرے جو اس کی مراد ہیں اور یہ قصد علیٰ وجہ الانشاء ہو گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش کر رہا ہے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اور خود اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کر رہا ہے اخبار اور حکایت سلام کی نیت ہرگز نہ کرے اس کو مجتبیٰ میں ذکر کیا اور اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ علینا کی ضمیر تمام حاضرین کے لیے ہے سلامِ تشہد بہ نیتِ انشاء کہا جائے اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ ہو،،
(درِ مختار جلد ا ص ۴۷۶)

(۲) علامہ شامی اس کے تحت فرماتے ہیں۔

مصنف کے قول (لا الاخبار عن ذلک) کے معنیٰ یہ ہیں کہ نمازی تشہد میں اس واقعہ کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ کرے جو معراج میں صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ سبحانہٗ اور فرشتوں سے واقع ہوا تھا (شامی جلد ا ص ۴۷۶)

اف ا صاحب در مختار اور علامہ شامی دونوں نے مجرد حکایت واخبار کے قول کو رد فرما کر انشاءِ سلام کے قصد کو متعین فرما دیا۔

(۳) عالمگیری میں ہے۔

نمازی کے لیے الفاظ تشہد کے معانی موضوعہ کا اپنی طرف سے بطور انشاء مراد لینا اور ان کا کا قصد کرنا ضروری ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تحفے پیش کر رہا ہے اور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام اور اپنی ذات پر سلام کہہ رہا رہا ہے (عالمگیری ص ج ۱)

انکی عبارات ابتداء میں ہم نے لکھی ہیں اور یہاں گکھڑوی بہت تحریفیں کی ہیں اور اعتراضات بھی ان سب کو فقیر نے رفع الحجاب میں تفصیل سے لکھدیا خلاصہ یہ ہوا کہ نماز کے ہر دوگانہ اور تین رکعت والی نماز میں دوبار نمازی التحیات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو شب وروز میں کئی بار عرض کرتا ہے یا نبی سلام علیک،، اور خوش بخت اس ارادہ پر سلام عرض کرتا ہے کہ میرے حضور میرے سامنے ہیں لیکن شوم بخت تو الٹا اس تصور کو گدھا کے خیال سے بدتر کہتا ہے (صراط مستقیم) تو پھر یہی کہا جائے گا قسمت اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا۔

خلاصۃ البحث

التحیات میں السلام علیک ایہا النبی پر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو حاضر سمجھ کر سلام عرض کرے اسے فقہاء نے انشاء سے تعبیر کیا ہے یعنی جیسے حاضر اور موجود کو السلام علیکم کہا جاتا ہے ایسے ہی یہاں ہے جن لوگوں نے اخبار (خبر دینا) کا کہا ہے وہ ضعیف اور ناقابل اعتبار قول ہے مطلب اخبار یہ ہے کہ شب معراج اللہ تعالے نے حضور علیہ السلام کے التحیات للہ والصلوات والطیبات کے جواب میں فرمایا۔

السلام علیک ایہا النبی الخ تو اب بھی یہی خیال ہے اللہ تعالیٰ نے کہا تھا ہم اس قول کو دہرا رہے۔ ہیں اسے حکایت کہا جاتا ہے اس روایت کو محدثین نے بالخصوص مخالفین کے محدث انور کشمیری نے العرف الشذی تقریرا ترمذی میں غلط اور لا اصل لہ کہا ہے۔

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا سہارا لیا جاتا ہے اس کے جوابات مفصل عرض کر دیئے گئے ان کے علاوہ غلط سلط سوالات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات اور بہترین تحقیق فقیر نے رفع الحجاب میں لکھی ہے مزید اعتراضات اور عجیب انکشافات کے لیے دو اور رسالے لکھے تصور رسول نماز میں اور نماز میں تصور رسول پر بدعت کے فتویٰ کا پس منظر

انکا مطالعہ تمام شکوک وشبہات کا قلع قمع کر دیگا انشاءاللہ

ہر قبر میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) ہمارا عقیدہ ہے کہ قبر میں جب سوال ہوگا تو اس وقت منکر نکیر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے

مردہ سے پوچھیں گے ما تقول فی ھذا الرجل، یعنی حضور علیہ السلام کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے) خواہ مردہ اور حضور علیہ السلام کے روضہ اطہر سے حجابات دور کر کے خواہ خود علیہ السلام کی صورت مثال کا ہر قبر میں تشریف لا کر دلائل آتے ہیں

(۲) دیوبندی و دیگر بعض گمراہ فرقے اس بات کے نہ صرف منکر ہیں بلکہ ایسے عقیدہ رکھنے والے کو مشرک کافر بے دین نامعلوم کیا کیا کہا کرتے ہیں۔

(۳) مسئلہ اصولی نہیں بلکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے ابواب میں سے ایک باب ہے
بنا بریں جیسے آپ کے دوسرے فضائل کے اثبات کے لیے صرف نقل صحیح کافی ہوتی ہے یہاں بھی۔
مولوی دیوبند فضائل کے ہر مسلہ کے لیے دلیل قطعی طلب کرتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔
اس لیے کہ عقیدت و فضیلت کے لیے نصوص ضروری نہیں نصوص کے اشارات و احادیث احاد بھی کافی ہیں اس مسئلہ میں ہمارے پاس صحیح بخاری کی حدیث و دیگر احادیث مبارکہ موجود ہیں منجملہ ان کے ایک حدیث صحیح حاضر ہے۔
بخاری و مسلم اور مشکوٰۃ میں ہے کہ۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ یسمع قرع نعالہم اتاہ ملکان فیقعدانہ فیقولان ماکنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد ناما المومن فیقول اشھد انہ عبد اللہ ورسولہ فیقال لہ انظر الی مقعدک من النار قد ابدلک اللہ بہ مقعدا من الجنۃ فیراھما جمیعا واما المنافق والکافر فیقال لہ ماکنت تقول فی ھذا الرجل فیقول لا ادری کنت اقول ما یقول الناس فیقال لہ

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کو قبر میں رکھ کر اس کے ساتھی گھر کو واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اسکے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھا دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں بتاؤ اس مرد جن کا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تیرا خیال ہے اگر وہ مومن ہے تو وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اسے کہا جاتا ہے اپنی جگہ پہلے جہنم میں دیکھ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے اس کے عوض بہشت کا مقام عنایت فرمایا اس وقت بندہ دونوں مقامات کو دیکھ لیتا ہے بہر حال منافق اور کافر

لا درایت ولا تلیت و
یضرب بمطارق من
حدید ضربتہ فیصیح
صیحتہ یسمعہا من
یلیہ غیر الثقلین
(متفق علیہ) البخاری مشکوٰۃ
ص ۲۴ ص ۲۵

کو جب کہا جاتا ہے کہ تو اس
مرد حضرت محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کے بارے میں کیا
کہتا ہے مجھے کوئی خبر نہیں
پس میں کہتا تھا وہ کہتا ہے
مجھے کوئی خبر نہیں پس میں
کہتا جو دوسرے لوگ کہتے اسے
کہا جائے گا تو کچھ نہیں سمجھا اسے لوہے کے چابکوں کے
کوڑے لگائے جائیں گے ان کی وجہ سے چلائے گا جسے
انس وجن کے سوا تمام چیزیں سنتی ہیں۔

(ف) اہل انصاف غور فرمائیں کہ قبر میں سوال تو تین ہوں گے لیکن ان
سب کا دار و مدار ایک پر ہے اگر اس سوال کا حل صحیح تو بیڑا پار۔ اگر اسی
ایک میں لغزش تو سیدھا جہنم اور وہ ایک سوال ما تقول فی ھذا
الرجل محمد صلے اللہ علیہ وسلم) جب وہ سوال اہم ہے
تو پھر ہمیں اس کی اہمیت سمجھنی چاہیے اور وہ اہمیت یہی ہے کہ
م جس کے متعلق
سوال ہو رہا ہے وہ ذات گرامی ہماری نظروں سے اوجھل نہیں کیونکہ ھذا
کا حقیقی معنی ہے کسی شئے کو سامنے لانا اور مجازی معنے معہود ذہنی
ہوتا ہے اور حقیقت کے سامنے مجاز غیر معتبر ہوتا ہے اسی پر تمام

مذاہب کا اتفاق ہے[۱]
حوالہ جات لکھنے سے پہلے چند مسلمات عرض کر دوں تاکہ منکر کو انکار
میں گنجائش نہ ہو۔

منکر نکیر ہر قبر میں

یہ دو فرشتے ہیں وہ ہیں جو حضور
علیہ السلام کے غلاموں سے
بھی کم رتبہ ہیں کیونکہ شرح عقائد میں ہے اور دیگر کتب کلام وغیرہ میں
تصریح کی گئی ہے کہ ملائکہ مقربین کے سوا باقی تمام فرشتے اولیاء کرام
سے مرتبہ میں کم ہیں۔

اور یہ فرشتے عوام ملائکہ سے ہیں فلہذا جب حضور علیہ السلام
کے غلام غلامان ملائکہ میں یہ قوت حاصل ہے تو پھر حضور علیہ السلام
کے لیے عدم امکان کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

شیطان ہر قبر میں

مخالفین کو مسلّم ہے کہ شیطان ہر
قبر میں آئے گا اور لوگوں کو گمراہ
کرنے میں کوشش کرے گا لیکن اس کے متعلق دیوبندی مانتے ہیں
کسی قسم کا اشکال نہیں پیدا کریں گے بلکہ مجھے امید ہے کہ وہ اس جزی
کو سن کر خوشی سے تالیاں بجائیں گے۔

---

[۱] صحابہ انسؓ۔ جابرؓ، ابو سعید خدریؓ۔ ابو ہریرہؓ اشعار لفظ ھذا کہنا سات
عائشہؓ صدیقہ براءؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔
اور ائمہ محدثین وفقہاء کی تو کوئی شمار نہیں اور وہ ھذا کا حقیقی معنی
مراد لیتے ہیں۔

نوادر الاصول میں امام محمد بن علی ترمذی فرماتے ہیں

ان المیت اذا سئل من ربک یری له الشیطان فیشیر الی نفسه انی انا ربک الخ۔

جب میت سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو شیطان اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔

(فائدہ) مخالفین کی یہ عجیب منطق ہے کہ دشمن کو جو سراسر شر ہی شر ہے کو تو مانتے ہیں لیکن جو سراسر خیر ہی خیر اور رحمۃ للعلمین ہیں انکے لیے انکار ہی انکار

حوالہ جات

وہ محدثین جو یہاں قبر میں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود مانتے ہیں انکی تصریحات حاضر ہیں۔

(۱) اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے یعنی ہذا الرجل کہ می گویند آنحضرتؐ را می خواہند ہذا الرجل سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ہے

اشعۃ اللمعات کی حدیث کا ترجمہ ہے قبر میں ظاہر ظہور آپؐ کی ذات شریف کو حاضر کرتے ہیں اس طرح کہ قبر میں حضور علیہ السلام کی وجود مثالی موجود کر دیتے ہیں اور اس جگہ مشتاقانِ غمزدہ کو بڑی خوشخبری ہے کہ اگر اس شادی کی امید پر جان دے دیں اور زندہ قبروں میں چلے جائیں تو اس کا موقع ہے۔

(۲) حاشیہ مشکوٰۃ یہی حدیث فَقِیْلَ یُکْشَفُ لِلْمَیِّتِ حَتّٰی یَرَ

النَّبِیَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھِیَ بُشْرٰی عَظِیْمَۃٌ (ترجمہ) میت کے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا ہے اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے۔

(۳) قسطلانی شرح بخاری صفحہ ۳۹۰ ج ۲ کتاب الجنائز میں ہے فَقِیْلَ یُکْشَفُ لِلْمَیِّتِ حَتّٰی یَرَی النَّبِیَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھِیَ بُشْرٰی عَظِیْمَۃٌ لِلْمُؤْمِنِ اِنْ صَحَّ " کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک نبی علیہ السلام کو دیکھتا ہے اور یہ مسلمان کے لیے بڑی خوشخبری ہے اگر جواب صحیح دے سکا

(سوال) کہ ہذا الرجل معہود ذہنی کی طرف اشارہ ہے کہ وہ مردہ سے پوچھتے ہیں کہ وہ جو تیرے ذہن میں موجود ہیں انہیں تو کیا کہتا تھا۔

(جواب ۱) یہ درست نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کافر میت سے یہ سوال نہ ہوتا کیونکہ وہ تو حضورؐ کے تصور سے خالی الذہن ہے۔

جواب نمبر ۲، کافر اس کے جواب میں یہ نہ کہتا میں نہیں جانتا بلکہ پوچھتا کہ تم کس کے بارے میں سوال کرتے ہو بلکہ اس کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضورؐ کو آنکھوں سے دیکھ تو رہا ہے مگر پہچانتا نہیں

(فائدہ) ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ قبر میں میت کو حضور علیہ السلام کا دیدار کرا کر سوال ہوتا ہے کہ تو اس شمس الضحٰی بدر الدجٰی صلے اللہ علیہ وسلم کو جو تیرے سامنے جلوہ گر ہیں کیا کہتا تھا۔

فقیر کا رسالہ القول المؤید فیما تقول فی ھذا الرجل اس موضوع میں خوب ہے بھرپور دلائل کے ساتھ مخالفین کے تمام سوالات کے جوابات تحقیق سے دیئے گئے ہیں اس کا مطالعہ کیجیے۔

جنازہ نجاشی اور حاضر و ناظر

عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیہ خرج الی المصلیٰ فصف بھم وکبر اربعًا رواہ البخاری باب الرجل ینعی الی اہل المیت بنفسہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے نجاشی کے مرنے کی خبر دی اسی دن جب وہ فوت ہوئے آپ عیدگاہ تشریف لے گئے اور لوگوں کی صفیں بندھوائیں اور چار تکبیریں کہیں۔

فوائد و عقائد:-

(۱) حبش کے بادشاہ کا لقب نجاشی اور نام اصحمہ بن ابجری ہے رجب ۹ھ میں انتقال ہوا حضرت نجاشی مسلمان ہو گئے اسی لیے صحابہ کرام اہل میت قرار پائے۔

(۲) جس روز حبش میں نجاشی کا انتقال ہوا اسی روز حضور صلے اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مدینہ میں ان کے انتقال کی خبر دی اور یہ بھی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ علم غیب ہے کہ حضرت نجاشی حبش میں انتقال فرماتے ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں اسی دن انکی وفات کی اطلاع دے رہے ہیں۔ یہی حاضر و ناظر کی دلیل ہے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نجاشی کی موت کی اطلاع دینا تاکہ لوگ نماز جنازہ میں شامل ہوں چنانچہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو نجاشی آپ کے سامنے تھے نجاشی کی وفات کی اطلاع مسجد میں دی اور جنازہ عیدگاہ میں پڑھا لہٰذا نماز جنازہ خارج مسجد پڑھنا افضل ہے۔

(۳) جنازہ میں چار تکبیریں مشروع ہیں اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری عمل بھی یہی ہے یہی اہلسنت کی دلیل ہے

(۴) حاضر و ناظر کے منکرین نے انکار برقرار رکھ کر اس حدیث سے نماز جنازہ غائبانہ کے جواز کا استدلال کیا لیکن یہ استدلال حنفیہ کے نزدیک متعدد وجوہ سے درست نہیں ہے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا اگر کسی وقت رات کی اندھیری اور دوپہر کی گرمی یا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام فرما ہونے کے سبب صحابہ اکرم حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع نہ دیتے اور دفن کر دیتے تو آپ فرماتے

(لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم ابن ماجہ)

ترجمہ: ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلا لیا کرو نیز فرمایا ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں کوئی میت تم میں نہ مرے جسکی اطلاع مجھے نہ دو۔

فان صلاتی علیہ رحمۃ

ترجمہ: کہ اس پر میری نماز موجب رحمت ہے اور فرمایا یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں۔

وانی انورھا بصلاتی علیھا (ابن ماجہ)

ترجمہ: میں اپنی نماز سے انہیں روشن فرما دیتا ہوں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنازہ مسلمین کا کس قدر اہتمام تھا کہ صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ہر صورت مجھے اطلاع دیا کرو یہاں تک کہ ایک صحابیہ جھاڑوں والی کی اطلاع نہ دینے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی میت پر نماز ادا کرنا رحمت وبرکت کا باعث تھا اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ یہ برکت پہنچے مگر بایں ہمہ ہم دیکھتے ہیں آپ کے زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام نے دوسرے مقامات پر وفات پائی لیکن کسی حدیث صحیح وصریح سے ثابت نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غائبانہ جنازہ کی نماز پڑھی۔

کیا وہ لوگ محتاج رحمت نہ تھے کیا معاذ اللہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر رحمت وشفقت نہ تھی کیا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنی نماز سے پر نور نہ کرنا چاہتے تھے؟ کیا جو مدینہ میں وفات پائیں انہیں کی قبور محتاج رحمت ونور تھیں اور

جگہ اسکی حاجت نہ تھی؟ یہ سب باتیں بداہۃً باطل ہیں تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام طور پر ان صدہا صحابہ کرام کی نماز غائبانہ نہ پڑھنا ہی اس امر کی روشن دلیل ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور پڑھتے کیونکہ کوئی مانع نہ تھا اور جس امر سے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی ومشروع نہیں ہو سکتا خلاصہ کلام یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام کا دوسرے مواضع میں وفات پانا اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلا عذر بالقصد ان کا جنازہ غائبانہ ادا نہ کرنا اس غائب کا جنازہ پڑھنا ممنوع ہے

بیر معونہ

مدینہ طیبہ کے ستر قاری جلیل القدر صحابی کفار کے دھوکہ سے شہید ہوئے انکی شہادت سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصیت سے غم اور صدمہ ہوا حتیٰ کہ آپ نے ایک ماہ کامل خاص نماز میں کفار پر لعنت فرمائی مگر بایں ہمہ یہ منقول نہیں کہ حضور نے ان ستر صحابہ پر غائبانہ نماز پڑھی ہو حالانکہ ان صحابہ کا اس بے دردی سے شہید ہوتا اس امر کا متقاضی تھا کہ ان کی نماز جنازہ غائبانہ تو خصوصیت سے پڑھی جاتی لیکن حضور نے نہیں پڑھی جس سے واضح ہوا کہ غائب کا جنازہ پڑھنا شارع کو مطلوب ومشروع تھا ہی نہیں

نجاشی رضی اللہ عنہ کی میت حضور علیہ السلام کے سامنے

احناف کے نزدیک غائبانہ جنازہ اس لئے ناجائز ہے
کہ امام کے سامنے میت کا ہونا ضروری ہے اور صرف حضور
علیہ السلام کے لیے جائز ہے کہ آپ کے سامنے غائب وحاضر
یکساں ہے انکی ایک دلیل حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے
(۱) صحیح ابن حبان میں عمران بن حصین سے مروی ہے کہ نبی صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی مرگیا اٹھو اس
پر نماز پڑھو پھر حضور کھڑے ہوئے صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں
حضور نے چار تکبیریں کہیں۔

وهم لا يظنون الا	اور صحابہ کو یہ ہی ظن تھا
ان جنازته بين	کہ ان کا جنازہ حضور کے
يديه نحن لا نرى	سامنے ہے اور ہم یہی
الا ان الجنازة قدامنا	اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ
(صحیح ابو عوانہ) عینی ج ۴ ص ۲۵	ہمارے آگے موجود ہے

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ نجاشی کا جنازہ

كشف النبي صلى الله	حضور اقدس صلے اللہ علیہ
عليه وسلم عن	وسلم کے لیے ظاہر کر دیا
سرير النجاشي حتى	گیا تھا حضور نے اسے
رآه وصلى عليه	دیکھا اور اس پر نماز پڑھی

(فتح الباری فتح القدیر ابن الہمام)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ نجاشی کا جنازہ غائب نہ تھا بلکہ
ظاہر کر دیا گیا تھا تو جنازہ حاضر پر ہوا نہ غائب پر یہ کہ نجاشی کا
انتقال دار الکفر میں ہوا وہاں ان پر نماز نہ ہوئی تھی اس لیے حضور
نے مدینہ میں پڑھی اسی بنا پر امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس
حدیث کے لیے یہ باب وضع کیا الصلوٰۃ علی المسلم یلیہ
اهل مشرك في بلد آخر، چنانچہ خود شافعی المذہب امام
ابو سلیمان خطابی نے اس سے یہ استدلال کیا کہ غائب پر نماز
جائز نہیں سوا اس صورت خاص کے کہ اس کا انتقال ایسی جگہ
ہو جہاں کسی نے اس کی نماز نہ پڑھی ہو
(۲) بعض لوگوں کو حضرت نجاشی کے اسلام میں شک تھا چنانچہ
بعض نے یہاں تک کہا کہ حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی جیسا
کہ ابن ابی حاتم نے تفسیر میں ثابت سے روایت کیا (دار قطنی طبرانی)
تو حضور نے ان کی غائبانہ نماز ادا کر کے یہ واضح کیا کہ وہ مسلمان
تھے لہذا یہ نماز صرف حضرت نجاشی کے ساتھ خاص ہوئی اس
سے ہر غائب کے لیے نماز ادا کرنے کے جواز کا استدلال درست
نہیں جب غائبانہ نماز جائز نہ ہوئی تو لازماً ثابت ہوا کہ حضور
علیہ السلام کے لیے قرب وبعد اور غائب وحاضر یکساں ہے
فلہذا حاضر وناظر عین اسلام ہے اور یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کا عقیدہ تھا اگر نجاشی کا جنازہ فرشتے مدینہ میں اٹھا کر لے آتے
تو حبش میں کہرام مچ جاتا کہ مردہ کہاں غائب ہو گیا آخر
شاہی لاش کا گم ہونا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

(جواب) انہیں حدیثوں میں موجود ہے کہ نجاشی کا جنازہ مدینہ میں اٹھا کر لایا نہیں گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کو سمیٹ دیا اور نجاشی کا جنازہ حبش میں رہتے ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر ہو گیا اس کے علاوہ ایک ہی جسم کا آن واحد میں دو جگہ موجود کر دینا بھی اللہ تعالیٰ سے کچھ بعید نہیں بلکہ دو سے زائد اجسام بنا کر ظاہر کر دکھلائے تو قادر ہے

غزوہ موتہ اور حاضر و ناظر

عن انس بن مالک قال قال رسول رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ عَلَیْہِ وسلّم اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَھَا جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَھَا عَبْدُ اللّٰہِ بن رواحۃَ فَاُصِیْبَ وَ اِنَّ عَیْنَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلے اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِ فَانِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (غزوہ موتہ کا ذکر کرتے ہوئے ہوئے) فرمایا پہلے تو زید نے جھنڈا سنبھالا اور وہ شہید ہو گئے پھر جعفر نے جھنڈا لیا اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑا اور وہ بھی شہید کر دیئے گئے اور (یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ثُمَّ اَخَذَھَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ مِنْ غَیْرِ فَتْحٍ لَہٗ (رواہ البخاری) ومشکوٰۃ باب المعجزات)

کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر اس جھنڈے کو امارت نہ ہونے کے باوجود خالد بن ولید نے سنبھالا اور اللہ نے ان کو فتح دی۔

فوائد و عقائد (۱) حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے موتہ کی طرف جو اطراف شام میں موتہ ایک موضع ہے کفار سے جنگ کے لیے تین ہزار آدمی بھیجے تھے اور ان پر زید بن حارثہ کو امیر مقرر فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ یہ شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہیں یہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ امیر ہیں جب موتہ میں لڑائی شروع ہوئی تو یہ حضرات شہید ہو گئے آخر حضرت خالد نے فوج کا جھنڈا ہاتھ میں لے لیا اور خود امیر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے فتح فرمائی۔

(۲) حضور علیہ السلام نے مدینہ جلوہ فرما ہوتے ہوئے جنگ موتہ کے حالات صحابہ کو بتائے اور ان حضرات شہادت کی نہ صرف اطلاع دی بلکہ واقدی نے روایت کی کہ۔

فصلی علیہ رسول صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ودعالہ وقال استغفروا لہ

حضور علیہ السلام سے انہیں صلوۃ دعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ سے فرمایا کہ ان کے لیے استغفار کرو۔

(۳) مشکوٰۃ شریف کی روایت میں ہے نعی النبی صَلَّی اللّٰہ علیہ

وآلہ وسلم للناس قبل ان یاتیھم خبرھم آپ نے لوگوں
کو قبل از وقت خبر دیدی کہ ان کے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔

(۴) یہی حاضر و ناظر کا مفہوم ہے کہ معرکہ موتہ آپ کے پیش نظر
تھا اس لئے کہ یہاں سے موتہ تک حجابات اٹھ گئے تھے۔

(۵) اس سے بھی غیر مقلدین وہابیہ نے نماز جنازہ غائبانہ کا استدلال
کیا ہے تو ہمارے جوابات وہی ہیں جو نجاشی رضی اللہ عنہ کے
واقعہ میں مذکور ہوئے۔

(۶) یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا ہے اس کے چند قرائن ہیں جنکی تفصیل
ہم نے شرح بخاری میں عرض کیے ہیں۔

(سوال) حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اٰذَنْتُمُوْنِیْ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَاتَ اِنْسَانٌ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ فَمَاتَ بِاللَّیْلِ فَدَفَنُوْہُ لَیْلًا فَلَمَّا اَصْبَحَ اَخْبَرُوْہُ فَقَالَ

ابوہریرہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ تم نے مجھ کو کیوں نہ خبر دی حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک آدمی جس کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار پرسی کرتے تھے انتقال ہو گیا اور انتقال بھی رات کو ہوا لوگوں نے رات ہی کو اسے دفن کر

مَا مَنَعَکُمْ اَنْ تُعْلِمُوْنِیْ قالوا کان اللیل فکرھنا وکانت ظلمۃ ان نشق علیک فاتی قبرہ فصلی علیہ (رواہ البخاری)

دیا جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اطلاع دی: تم نے مجھے کیوں نہ خبر دی انہوں نے کہا اندھیری
رات تھی اس لیے ہم نے آپکو تکلیف دینے کو گوارہ
نہ کیا آپ اسکی قبر پر تشریف لائے اور ان کے لیے
دعا فرمائی

(فائدہ) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر نہیں ہیں ورنہ آپ تے
اس صحابی کی نماز جنازہ ہو جانے کے بعد نہ پوچھتے کیونکہ
آپ اسکی قبر میں حاضر ہوئے ہوں گے لیکن نہیں

(جواب) حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم امت کے لیے
کبھی ایسے فرماتے تھے یہاں بھی چند تعلیمی امور مطلوب تھے

(۱) مریض کی عیادت کرنا۔

(۲) رات کے وقت میت کو دفن کرنا۔

(۳) میت کو جلد دفن کر دینا۔

(۴) اس حدیث سے واضح ہوا کہ قبر پر جنازہ کی نماز پڑھنا جائز
ہے حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر میت کو بغیر نماز پڑھے دفن
کر دیا اور مٹی وغیرہ ڈال دی ہے تو اسکی قبر پر نماز پڑھی
جائے قبر پر نماز پڑھنے میں دنوں کی تعداد مقرر نہیں ہے

میت کی حالت موسم اور زمین کی حالت سے یہ اندازہ کر لینا چاہیے
کہ میت کا جسم پھٹا پھولا نہ ہوگا تو جب پھٹنے کا گمان نہ ہو
نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(۵) اس حدیث میں فصلیٰ علیہ کے لفظ ہیں اور اس میں یہ احتمال
ہے کہ آپ نے قبر پر جا کر دعائے مغفرت فرمائی تھی نماز
نہیں پڑھی تھی اور طبرانی کی حدیث میں تو بالکل واضح الفاظ
ہیں کہ

حِیْنَ اصبح فجاء حتی وقف علی قبرہ فصف
الناس معہ ثمّ رفع یدیہ فقال اللھم
الق طلحۃ یضحک الیک و تضحک الیہ

(طبرانی علینی ج ۴ ص ۲۸)

ترجمہ: جب صبح ہوئی تو حضور صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم طلحہ
کی قبر پر آئے کھڑے ہوئے اور لوگوں نے بھی صف
باندھی حضور اقدس صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ہاتھ مبارک
اٹھائے اور دعا کی الٰہی طلحہ کو اپنا دیدار نصیب فرما کہ
وہ تیری طرف دیکھ کر ہنسے اور تو اسکو اپنے کرم سے
نوازے اس حدیث شریف سے یہ واضح ہوتا ہے کہ
آپ نے قبر پر نماز نہیں پڑھی تھی صرف دعا فرمائی تھی

واقعہ معاویہ بن معاویہ مزنی

مروی ہے کہ معاویہ مزنی
کا انتقال مدینہ میں

ہوا اور حضور علیہ السلام نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی (عقیلی، ابن
حبان، بیہقی، ابو عمر ابن عبد البر، ابن الجوزی علامہ نووی. ذہبی
وغیرہم۔

(سوال) یہ حدیث ضعیف ہے

(جواب) یہ حدیث اپنے کثرت طرق سے ضعیف نہیں (حافظ علیہ
الرحمۃ نے فتح الباری میں فرمایا۔

(یعنی) بحوالہ فتح الباری یہ حدیث حسن لغیرہ ہے فلہذا قابل قبول ہے
(جواب) ضعیف ہو تو بھی ہمارے موقف کے منافی نہیں کیونکہ حدیث
ضعیف احکام و مسائل کے باب میں ناقابل عمل ہے اگرچہ کم از کم
استحباب ہو جاتا ہے لیکن فضائل و مناقب کے باب میں تمام محدثین
نے قبول کیا اب وہابی اور دیوبندی صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ
وسلم کے کمالات و مناقب میں انکاری ہیں ورنہ فضائل نماز و روزہ
و نوافل اور دیگر اعمال و افعال میں اقراری ہیں آزما کر دیکھئے کہ انہیں نماز
وضو و دیگر مسائل شرعیہ کے فضائل سناؤ اگرچہ ضعیف حدیثوں سے
سبحان اللہ پڑھتے نہ تھکیں گے لیکن حضور علیہ السلام اور اولیاء کے
فضائل اگرچہ صحیح حدیثوں سے سناؤ تو پس و پیش کریں گے۔ تجربہ کر لو۔

فوائد و عقائد

(۱) تبوک سے تا مدینہ حجابات ہی
اٹھ گئے چنانچہ طبرانی کے لفظ یہ ہیں
کہ جبریل امین نے عرض کی یا رسول اللہ معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا

اتحب ان اطوی لک	کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں حضور
الارض فتصلی علیہ	کے لیے زمین لپیٹ دوں تاکہ

قال نعم فضرب على الارض فوقع له سريره فصلى عليه وخلفه صفان من الملائكة كل صف سبعون الف ملك (طبرانی) عینی ج ۴ ص۲۵)

حضور ان پر نماز پڑھیں فرمایا ہاں جبریل نے زمین پر اپنا پَر مارا جنازہ حضور کے سامنے ہو گیا اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے

(۲) حدیث احمد وحاکم میں ہے کہ جبریل نے اپنا داہنا پر پہاڑوں پر رکھا وہ جھک گئے بایاں زمینوں پر رکھا وہ پست ہو گئیں حتیٰ نظرنا الی المکۃ والمدینۃ فصلی علیہ یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ ہم کو نظر آنے لگے اور وقت حضور اور جبریل وملائکہ نے نماز پڑھی ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ جنازہ غائب نہ تھا بلکہ حاضر تھا۔

(۳) طرز کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے جنازہ سامنے ہونے کی ضرورت محسوس کی گئی جبھی تو جبرائیل امین نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین کو لپیٹ دوں تاکہ حضور نماز پڑھیں معلوم ہوا کہ نماز کے لیے جنازہ کا حاضر ہونا ضروری ہے

حاضر وناظر زیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں یا بیداری میں

حاضر وناظر کے دلائل میں سے احادیث رویائے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے اس پر فقیر کی مفید

تصنیف تحفۃ الصلحاء فی زیارۃ النبی فی الیقظۃ والرویاء خوب ہے چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

احادیث صحیحہ

صحاح ستہ کے علاوہ اکثر کتب احادیث میں سندات صحیحہ کے ساتھ روایات صحیحہ میں ہے۔

(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال من رآنی فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی۔ بخاری مشکوۃ ص۳۹۴

(ترجمہ) حضور نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔

(ف) کہاں دیکھا کس نے اور کس زمانہ میں دیکھا کوئی تخصیص نہیں گویا بیک وقت کروڑوں کو یہ دولت نصیب ہوئی تو وہ زیارت کرانے والے حاضر وناظر نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

(۲) عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم من رآنی فقد رای الحق۔ (مشکوۃ ص۳۹۴

حضور نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھے (خواب میں) دیکھا اس نے یقیناً مجھے دیکھا۔

(ف) انکار کا امکان ختم کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے حبیب کریم رؤف رحیم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ طاقت بخش ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پہ موجود ہوں ہاں منکر ہے جسے اپنے

نبی علیہ السلام کی اس طاقت عطائیہ میں شک ہے۔

(۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ ولا یتمثل الشیطان بی بخاری ص ۲۵ مشکوٰۃ ص ۳۹۴ مسلم ج ۲ ص ۲۴۲ ابوداؤد ص ۳۲۹)

یعنی حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو وہ عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا اس لیے کہ شیطان کو میری صورت اختیار کرنے کی طاقت نہیں۔

(ف) یعنی ہر جگہ ہر زبان جب بھی جس کی قسمت چمکے گی زیارت ہو گی اور ان حدیث شریف کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جسے بھی خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہو گی اسے بیداری میں زیارت ضرور ہو گی خواہ نزع کی وقت سہی اور حضور علیہ السلام کی زیارت کا شرف قسمت کی یاوری پر ہے اور عالم بیداری میں زیارت کا نصیب ہونا صرف ممکن بلکہ حقیقت ہے جسے آگے چل کر تحقیق سے عرض کیا جائے گا اور منکرین کے اعتراضات کے جوابات بھی دیئے جائیں گے (انشاء اللہ تعالیٰ)

علامہ بدرالدین شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حدیث میں متعدد الفاظ صحیح طور پر وارد ہوئے ہیں مثلاً من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی من رآنی فکانما رآنی فی الیقظۃ پھر ایک روایت میں ہے فانہ لا ینبغی للشیطان ان یتشبہ بی اور ایک لفظ کشمیری نے فیض الباری

میں بڑھایا فان الشیطان لا یتکونی

(۱) سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ ص ۳۴ میں فرماتے ہیں۔

ھذا الحدیث یدل علی من رآہ فی النوم فسیراہ فی الیقظۃ وھل ھذا علی عمومہ فی حیاتہ بعد مماتہ علیہ الصلوۃ والسلام او ھذا کان فی حیاتہ وھل ذلک لکل من رآہ مطلقا او خاص بمن فیہ الاھلیۃ والاتباع لسنتہ علیہ الصلوۃ والسلام اللفظ یعطی العموم ومن یدعی الخصوص بغیر مخصص منہ صلی اللہ علیہ وسلم فمتعسف والمال الکلام فی ذالک ثم قال وقد ذکر عن سلف۔

یہ حدیث من رآنی فی المنام غیرانی فی الیقظۃ دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا وہ عنقریب حضور علیہ السلام کو بیداری میں دیکھ لے گا رہا یہ سوال کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے حضور علیہ السلام کی حیات ظاہری کے ساتھ وفات اقدس کے بعد یا یہ حیات ظاہری کے ساتھ مخصوص ہے نیز یہ سوال کہ یہ اس شخص کے لیے ہے جس نے حضور کو دیکھا مطلقاً یا خاص ہے ان لوگوں کے ساتھ جن میں اہلیت اور اتباع سنت کا وصف پایا جاتا ہے تو ان دونوں سوالوں کا جواب یہ

والخلق وهلم جرا ممن كانوا
رأوه صلى الله عليه
وسلم في النوم وكانوا
ممن يصدقون بهذا
الحديث فرأوه بعد
ذالك في اليقظة وسألوه
عن اشياء وكانوا منها
متشوشين مما اخبرهم
بتفريجها ونص لهم
على وجوه التي منها
يكون فرجها فجاء الامر
كذالك بلا زيادة ولا نقص

ہے کہ الفاظ حدیث عموم کا
ہی فائدہ دیتے ہیں اور جو
شخص حضور کی تخصیص کے بغیر
اپنی طرف سے خود بخود تخصیص
کا دعوی کرے وہ متعصب
ہے اور امام موصوف نے
اس کے متعلق کلام طویل فرما
کر ارشاد فرمایا ہے کہ سلف
سے لے کر خلف چلے آیئے
ان میں سے جو لوگ نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب
میں دیکھتے تھے ہر اس حدیث
کی تصدیق کرنے والوں میں
سے تھے انہوں نے حضور
صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب
میں دیکھنے کے بعد بیداری میں
دیکھا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیزوں کے متعلق سوال
کیا جن میں وہ متردد تھے تو حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم
نے اشیاء میں تردد سے کشادگی کی خبر دی اور ان کے
وجوہ کی تصریح فرمادی جس سے وہ متردد فیہ امور میں بالکل کشادہ
ہو جائیں وہ بھی حضور کے فرمان کے مطابق بلا کم و کاست اسی

طرح وہ امور واقع ہوئے

فائدہ: تفسیر روح المعانی پر ہمارے مخالفین کو خاصہ اعتماد ہے انہوں نے ایک ایسی بہترین توجیہ بیان فرمائی ہے اس کے بعد منکرین کے لیے جائے دم زدن نہیں لیکن جس کی قسمت ازل سے ماردی گئی ہو اس کا علاج نہیں ہو سکتا۔

(۲) حضرت سید صاحب رحمہ اللہ علیہ مشکوۃ شریف کے حاشیہ میں انہی احادیث کے تحت لکھتے ہیں۔

واختلفوا في معنى الحديث فقيل معناه ان رؤياه صحيحة ليست من اضغاث احلام ولا من تسويلات الشيطان وقيل معناه من رآني في صورتي التي انا عليها فقد رآني حقيقة لان الشيطان لا يتمثل بهذه الصورة المخصوصة وقيل من رآني باي صورة كانت فانه رآني حقيقة لان تلك الصورة مثال لروحه المقدسة سواء كانت صورته المخصوصة او غيرها فان الشيطان لا يتمثل بمثال على انه مثال صلى الله عليه وسلم۔

اس حدیث کے معنے میں اختلاف ہے بعض نے کہا یہ روایت صحیح ہے خیالی تصور نہیں اور نہ ہی شیطانی اثرات ہیں بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے جس نے میری وہ صورت دیکھی جس پر میں ہوں اس نے حقیقتہ مجھے دیکھا کیونکہ شیطان

اس صورت میں نہیں آسکتا بعض نے کہا جس نے مجھے جس صورت میں دیکھا واقعی اس نے مجھے دیکھا کیونکہ وہ صورت اس روح کی مثال کو بھی نہیں اختیار کر سکتا جو حضور علیہ السلام کی مثالی صورت ہے ۔

فائدہ امام نووی شرح مسلم میں حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالے سے نقل کر کے لکھتے ہیں قال یحتمل خص اللہ سبحانہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم بان رؤیۃ الناس اباہ صحیحۃ کلہا وصدق بعض نے فرمایا کہ یہ بھی حضور علیہ السلام کے خصوصیات سے ہے کہ لوگوں کو آپ کی خواب میں زیارت ہو جائے اور یہ صحیح اور سچ پر مبنی ہے (باقی اقوال علماء کرام کے اقوال کی بحث میں دیکھئے)

سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالی نے اسی موضوع پر ایک تصنیف فرمائی جس کا نام ہے تنویر الحلک فی رویۃ النبی والملک ۔ جو ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فسیرانی فی الیقظۃ کی یوں تشریح فرماتے ہیں چنانچہ رسالہ کا آغاز یوں فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بعد :- ! مجھ سے بار بار سوال ہوا کہ اولیاء اللہ کو عالم بیداری میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوتی ہے کیا شرعًا جائز ہے یا نہ بعض معاصرین (کہ جنہیں علم سے کچھ حصہ نصیب نہیں ہوا) نے اس کا انکار کیا بلکہ ان سے تعجب تو یہ ہے کہ انہوں نے اس کے متعلق محال ہونے کا دعوی کیا ہے اس کے ثبوت میں چند اوراق لکھ کر اس کا نام تنویر الحلک فی رویۃ النبی والملک رکھا اور استدلال ذیل کی حدیث سے کیا

حدیث شریف نمبر (۱) ۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ ولا یتمثل الشیطان بی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے خواب میں دیکھا تو وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری صورت میں کبھی نہیں آسکتا

اخرجہ البخاری ومسلم وابوداؤد)

اسی طرح طبرانی نے مالک بن عبداللہ خثعمی سے اور ابی بکرہ سے روایت کیا اور اسی طرح دارمی نے ابی قتادہ انصاری سے روایت کیا ۔

(فائدہ) علماء کرام نے فرمایا کہ فسیرانی کے ارشاد گرامی میں اختلاف ہے بعض نے تو کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام پر اپنی زندگی میں ایمان لایا لیکن زیارت سے مشرف نہ ہو سکا اسے خوشخبری ہے کہ موت سے قبل اسے زیارت نصیب ہوگی ۔

ایک قوم نے کہا کہ یہ حدیث اپنے اصل پر ہوگی یعنی جس کو خواب میں زیارت ہوئی وہ بیداری میں بھی زیارت سے مشرف ہوگا یعنی اپنی آنکھوں سے مشرف ہوگا ۔

بعض کے نزدیک دل کی آنکھوں سے بہرور ہوگا یہ دونوں قول قاضی ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں ۔

امام ابو محمد بن ابی حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنے ان حاشیے میں بیان فرمایا ہوا ہوں نے جو امام بخاری رحمۃ اللہ تعالی کی صحیح بخاری کی چند

احادیث پر تحریر فرماتے ہیں فرمایا کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے
کہ حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھے گا اسے عالم بیداری میں زیارت
ہو گی لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ حدیث اپنے عموم پر ہے کہ خواب دیکھنے
والے نے آپ کو آپ کی زندگی میں خواب میں دیکھا تو پھر بیداری
میں زیارت سے مشرف ہوگا اور آپ کے وصال شریف کے بعد
بھی اسے بیداری میں زیارت ہو سکے گی یا صرف یہ بات آپ کی
حیات مقدسہ تک محدود ہے۔

پھر یہ بشارت ہر شخص کے لیے ہے کہ خواب میں زیارت
کرنے کے بعد عالم بیداری میں زیارت ہو گی یا یہ خاص اس کے لیے
ہے جسے عالم بیداری کی اہلیت ہے اور اس شخص کو حضور علیہ السلام
کی اتباع کا شرف حاصل ہے۔

حق یہ ہے کہ چونکہ حدیث میں عموم ہے فلہذا یہ حدیث شریف
اپنے عموم پر رہے گی جو شخص بلا تخصیص از حضور علیہ السلام کے اپنے
قیاس سے اُسے مخصوص سمجھتا ہے وہ غلط کار ہے۔

(سوال) اس حدیث کو اپنے عموم پر رکھنے کو عقل نہیں مانتی اس لیے
کہ عالم برزخ کے رہنے والے کو عالم دنیا میں کس طرح دیکھا جاسکتا ہے
(جواب اول) اس سوال سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں حضور علیہ السلام
جو تمام سچوں سے سچے اور وہ خود نہیں بولتے بلوائے جاتے ہیں)
کی خبر کی تکذیب لازم آتی ہے (۲) قادر قدیر کی قدرت سے جہالت
اور اسکی عاجزی لازم آتی ہے گویا کہ معترض نے سورہ بقرہ کا قصہ
سنا ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کو بیان فرمایا کہ

فاضربوہ ببعضھا کذلک یحیی اللہ الموتی "پس اس کے بعض
پر مارو اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کریگا اور حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے چار پرندوں کا واقعہ اور حضرت عزیر علیہ السلام
کی تعجب سے انکی اور ان کے گدھے کی موت کا اور ان کا ایک
سو سال کے بعد زندہ کرنے کا سبب بنایا۔

اسی طرح وہ قادر ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کی خواب میں زیارت
کو عالم بیداری میں زیارت کا سبب بنا دے اس کے بعد وہ حدیث
نقل فرمائی جس میں ہے کہ حضور علیہ السلام کی صورت مبارکہ حضرت
ابن عباس کو شیشہ میں دکھا دی جیسے فقیر نے آگے چل کر لکھا ہے

(فائدہ)

بعض سلف وخلف بلکہ ایک بڑی جماعت سے منقول ہے کہ جنکو
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی اور وہ اس
حدیث کی تصدیق کرتے تھے کہ عالم بیداری میں حضور علیہ السلام
زیارت نصیب ہوئی اور انہوں نے حضور علیہ السلام سے چند شبہات
حل کرائے جن میں وہ عرصہ تک پھنسے رہے اور حضور علیہ السلام
نے ان کی مشکل کشائی فرمائی بلکہ بہت سے امور کی مشکل کشائی کی
علامات بھی بتا دیں جن سے بعینہ اس طرح بات ہوئی جس طرح حضور
علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

(جواب دوم) اس منکر سے پوچھنا چاہیے کہ کیا وہ کرامات کا قائل ہے
تو حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیداری میں زیارت بھی
اسی قبیل سے ہے کیونکہ اولیاء کرام کو بطریق خرق عادت عالم علوی وسفلی

کی متعدد چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں کرامات کا قائل اس سے انکار
نہیں کر سکتا حضرت ابن ابی جمرہ کا کلام ختم ہوا

شرح از امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ

(ف) قولہ ان ذالک عام الخ یعنی یہ حدیث عام ہے اس شخص کے لیے جسے بیداری میں زیارت کی اہلیت ہو اور حضور علیہ السلام کی تابعداری اسے نصیب ہو اس سے مراد یہ ہے کہ بیداری میں بھی اسے زیارت نصیب ہو گی جسے اہلیت اور تابعداری نصیب ہے لیکن خواب میں زیارت کا شرف بھی اسی بات پر موقوف ہے اگرچہ خواب میں بار بار زیارت حاصل کر چکا ہو لیکن بیداری میں یکبار تو ضرور زیارت ہو گی تاکہ حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی کے خلاف وعدہ نہ ہو۔

(ف) عوام کو بیداری کی زیارت موت سے تھوڑا عرصہ پہلے ہوتی ہے یہاں تک کہ روح اس کے جسم سے خارج نہیں ہوتی جب تک حضور علیہ السلام کو نہ دیکھ لے اس سے وعدہ کا ایفاد مطلوب ہے عوام کے علاوہ خواص کو ان کی زندگی میں یا تو بہت یا تھوڑے بار بوجہ سنت پر محافظت یا انکی جدوجہد کے مطابق۔

حکایات زائرین رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک مشمولہ الحاوی للفتاویٰ للسیوطی ج ۲ ص ۲۵۱

مطبوعہ مصر میں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت سے واقعات واحادیث رویت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم (یقظۃً) نقل کر کے فرماتے ہیں۔

فحصل من مجموع هذا النقول والاحاديث ان رسول الله عليه الصلوة والسلام حيّ بجسده وروحه وانه يتصرف ويسير حيث شاء في اقطار الارض وفي الملكوت وهو بهيئته التي كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه شيء وانه مغيّب عن الابصار كما غيبت الملائكة مع

یعنی ان نقول اور احادیث مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم روح مع جسد زندہ ہیں اور بیشک آپ زمین کے گوشوں میں اور عالم میں عالم ارواح میں جہاں چاہتے ہیں سیر فرماتے ہیں اور آپ اسی ہیئت پر ہیں جس پہ قبل از پردہ پوشی تھے اس ہیئت وشکل وصورت سے کچھ نہ بدلا اور بے شک آپ آنکھوں

عربی	اردو
کونہم احیاء باجسادھم	سے چھپائے گئے ہیں جیسے
فاذا اراد اللّٰہ تعالیٰ	کہ فرشتے چھپائے گئے ہیں
رفع الحجاب عن اراد	حالانکہ وہ بھی مع اجساد زندہ
کرامتہ بروبیتہ رآہ	ہیں تو جس کو اللّٰہ تعالے
علی ھیئتہ التی	دیدار سید عالم صلے اللّٰہ علیہ
ھو علیہا لا مانع	وسلم کی دولت سے نوازنا
من ذلک	چاہتا ہے اس سے پردے
ولا داعی	ہٹا لیتا ہے تو وہ خوش قسمت
الی التخصیص	حضور کو ان کی اصلی وحقیقی
برؤیۃ المثال	ہیت وشکل وصورت پر
الحاوی للفتاوی	دیکھتا ہے جسد عنصری کے
ج ۲ ص ۵۲	دیکھنے سے کوئی مانع نہیں
یہی عبارت سید آلوسی	اور رؤیۃ جسم مثالی کی تخصیص
نے تفسیر روح المعانی	کی طرف کوئی داعی نہیں۔

(پ ۲۲ ص ۳۲ میں نقل فرمائی۔ [1]

تعارف امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ

اس موضوع پر زیادہ بحث امام سیوطی نے فرمائی ہے اسی لیے اس کا تعارف ضروری ہے تاکہ یقین ہو کہ ایسی تحقیق کس بزرگ نے فرمائی یاد رہے کہ اس (۱) امام جلال الدین سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ رحمۃ اللّٰہ علیہ نے ۷۵ مرتبہ جاگتے ہوئے حضور صلے علیہ وسلم کو سر کی آنکھوں سے دیکھا اور بہت سی حدیثوں کے متعلق حضور

[1] ۔ تنویر الحلک کا ترجمہ اسی کتاب کے جلد دوم میں آئے گا

سے پوچھا اور آپ کی تصحیح کے بعد امام سیوطی نے ان کو صحیح کہا جن کو محدثین نے اپنے طریق سے ضعیف کہا تھا

(ملاحظہ ہو میزان کبریٰ للشعرانی ج ۱ ص ۴۴ مطبعہ حجازی قاہرہ ۱۳۲۰ھ سعادت دارین للنبہانی ص ۴۲۷ الفتح القدیر للنبہانی ج ۱ ص ۸ بلکہ ہمارے مشائخ کبار کے سردار علامہ تہاروی نے فرمایا کہ سیوطی رحمہ تعالی کو روزانہ صبح کی نماز کے بعد حضور علیہ السلام کی زیارت ہوتی تھی

(خلاصۃ الفوائد ص ۵۲)

یا شیخ الحدیث

ایکبار عالم بیداری میں حضور سرور عالم صلے اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے امام امام سیوطی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ کو فرمایا۔

یا شیخ الحدیث،، وبشرہ بانہ من اھل الجنۃ من غیر عذاب یسبق درحمت کائنات وفیض الباری للکشمیری ج ۱ ص ۲۰۴ اس میں ۷۵ کی بجائے ۲۲ مرتبہ کا ذکر ہے اور انوار الباری شرح بخاری اردو مطبوعہ بجنور انڈیا ہلے

(فائدہ) امام سیوطی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر بھی بہت سے علماء مشائخ کی تصریحات ہیں چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۲) امام ابو محمد بن جمرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ احادیث منتخبہ من البخاری کی تعلیقات میں فرماتے ہیں۔

عربی	اردو
وقد ذکر عن بعض	یعنی صحابہ سے یہ منقول ہے
الصحابۃ قال السیوطی	امام سیوطی فرماتے ہیں
اظنہ ابن عباس	میرے گمان میں یہ حضرت

[1] امام سیوطی کے تفصیلی حالات فقیر کی کتاب کشف النور ترجمہ شرح الصدور کے مقدمہ میں پڑھیے (اویسی غفرلہ)

رضی اللہ عنہما انہ
رای النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فی النوم
فتذکر ھذا الحدیث
الصحیح وھو ھذا
من رآنی فی المنام
فسیرانی فی الیقظۃ
رواہ البخاری ومسلم
وابو داؤد ۔
عن ابی ھریرۃ ۔
والطبرانی من حدیث
مالک بن عبد اللہ
الخثعمی ومن حدیث
ابی بکرۃ والدارمی من
حدیث ابی قتادۃ وبقی
یفکر فیہ ثم دخل
علی بعض ازواج النبی
قال السیوطی اظنہا
میمونۃ فقص علیہا
قصتہ فقامت واخرجت
لہ مرآتہ صلی اللہ

عبد اللہ بن عباس کا واقعہ ہے
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ انہوں
نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم
کو خواب میں دیکھا پھر اس
حدیث صحیح کو یاد کیا کہ
حضور نے فرمایا ہے جس
نے مجھے نیند میں دیکھا وہ
عنقریب مجھے جاگتے ہوئے
دیکھے گا تو حضرت ابن عباس
اسی فکر میں رہے پھر
ازواج مطہرات سرورکائنات
میں سے بعض کے پاس
حاضر ہوئے (بقول امام
سیوطی وہ ام المومنین حضرت
میمونہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ
عنہا) اور ان کو اپنا قصہ
سنایا تو ام المومنین اٹھیں اور
حضور اکرم صلے اللہ علیہ
وآلہ وصحبہ وسلم کا آئینہ مبارک
صحابی رسول کو دیا حضور کے
صحابی فرماتے ہیں میں نے

علیہ وسلم قال رضی
اللہ عنہ فنظرت
فی المرآۃ فرایت صورۃ
النبی صلے اللہ علیہ
وسلم ولم ار لنفسی
صورۃ اھ

جو آئینہ میں دیکھا تو حضور
کی صورت پاک نظر آئی
مجھے اپنی شکل وصورت آئینہ
میں نظر نہ آئی ۔

تنویر الحلک والحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۲ ص ۴۲۸/۴۲۹)
سعادت الدارین للنبہانی ص ۴۱۲ ؛

(۲) حجۃ الاسلام امام غزالی صوفیہ کے متعلق فرماتے ہیں ۔
انہم وھم فی یقظتہم یشاھدون الملائکۃ
وارواح الانبیاء ویسمعون منہم اصواتا ویقتبسون
منہم فوائد ثم یترقی الحال من مشاھدۃ الصور
والامثال الی درجات یضیق عنہا نطاق النطق
(المنقذ من الضلال للغزالی ص والحاوی للفتاوی
للسیوطی ج ۲ ص ۴۴۱ فتاوی حدیثیہ لابن حجر ص ۲۵۵)
بے شک صوفیہ کرام عالم بیداری میں ملائکہ اور ارواح انبیاء
علیہ السلام کا مشاہدہ کرتے ہیں اور انکی آوازیں مبارک
سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں اس کے
بعد صور و امثال سے انکا حال ایسی ترقی کرتا ہے کہ جسکو
بیان نہیں کیا جا سکتا ۔

(۳) شیخ اکمل الدین بابرتی حنفی حدیث من رآنی کے تحت شرح

مشارق میں فرماتے ہیں ۔

ومن حصّل الاصول الخمسة (الاشتراك في الذات او في صفة فصاعدا او في حال فصاعدا او في الافعال او في المراتب) وثبتت المناسبة بينه وبين ارواح الكمل الماضين اجتمع بهم متى شاء الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۲ ص ۲۴۴

جسے اصول خمسہ نصیب ہو جائیں تو وہ گذشتہ کاملین کی ارواح میں مناسبت ہو جاتی ہے وہ پانچ اصول یہ ہیں (۱) اشتراک فی الذات (۲) کسی ایک صفت یا زائد صفات میں اشتراک (۳) کسی ایک حال یا زائد میں اشتراک (۴) افعال میں (۵) مراتب میں اشتراک ۔

مزید تحقیق و تفصیل فقیر کی تصنیف تحفۃ الصلحاء میں پڑھیے

حدیث الولی

اس حدیث سے حاضر و ناظر کے مسئلہ میں زبردست تائید حاصل ہے

اس موضوع پر فقیر کا رسالہ مشہور ہے فنا بقا یہ حدیث الولی یہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

ان اللہ تعالیٰ قال من عادی ولیا فقد آذنتہ بالحرب وما تقرب

بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میں نے اس

الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ وما ترددت عن شئ انا فاعلہ ترددی عن نفس المومن یکرہ الموت وانا اکرہ مسائتہ ولا بد لہ منہ

کو اعلان جنگ فرما دیا اور جن چیزوں کے ذریعہ بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں

توجب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے وہ کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جن

سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے (جو) کچھ مانگتا ہے
تو میں اسے ضرور ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ
طلب کرتا ہے تو میں اسے ضرور ضرور ضرور پناہ دیتا
ہوں اس میں توقف اور تردد نہیں کرتا جیسا کہ نفس مومن
کے قبض کرنے میں تردد کرتا ہوں وہ مومن بحکم طبیعت
موت کو مکروہ سمجھتا ہے اور میں اسکی غمگینی کو ناخوش
سمجھتا ہوں حالانکہ موت سے اس کو چارہ نہیں

حدیث الولی کے حوالے

رواہ البخاری (فی صحیحہ ج ۲ صـ ۹۶۳
مشکوٰۃ شریف باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ فصل اول صـ ۱۹۷
الجامع الصغیر للسیوطی ج ۱ صـ ۷

(فائدہ) امام سیوطی نے فرمایا وقع روایۃ "بی یسمع
وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی"، زاد احمد من حدیث
عائشۃ وفوادہ الذی یعقل بہ ولسانہ الذی
یتکلم بہ (حاشیہ صحیح بخاری ج ۲ صـ ۹۶۳) میرے سے
دیکھتا اور پکڑتا اور چلتا ہے اور مزید مروی ہے کہ میں اسکا
دل ہو جاتا ہوں اس سے وہ سمجھتا ہے اور زبان ہو جاتا ہوں اس
سے وہ بولتا ہے۔

سیدنا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے مختلف
الفاظ اور مختلف روایات کی توضیح میں ایک مستقل تصنیف فرمائی ہے
جس کا نام ہے القول، الجلی فی حدیث الولی یہ رسالہ الحاوی للفتاوی جلد

اول صـ ۵۶ سے شروع ہو کر صـ ۵۶۳ تک ختم ہوتا ہے چنانچہ فرمایا
ہذا الحدیث

(۱) اخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب الاولیاء الخ واخرجہ ابونعیم
فی الحلیہ الخ (۳) وروی الطبرانی فی الاوسط الخ (۴) ثم
ان لاصل حدیث شواہد منہا یا اخرجہ البخاری فی
صحیحہ الخ (۵) ومنہا ما اخرجہ الامام احمد فی مسندہ الخ
(۶) واخرجہ الطبرانی فی الاوسط الخ (۷) ومنہا ما رواہ
ابو یعلی فی مسندہ الخ (۸) ومنہا ما رواہ الطبرانی فی الکبیر الخ (۹)
ومنہا ما اخرجہ الطبرانی عن ابن عباس الخ (۱۰) وما اخرجہ
ابوالشیخ ابن حبان وما اخرجہ ابو نعیم (۱۳) والحاکم فی التاریخ

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جب اللہ کا بندہ قرب فرائض
اور قرب نوافل کے مدارج طے کر لیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا دوست
بن جاتا ہے جسے ولی کہا جاتا ہے پھر اس کا یہ حال ہو جاتا ہے
کہ اس کے کان میں قدرت ایزدی کا جلوہ ہوتا ہے جن سے وہ
قریب و بعید کی مسافت کے فرق کے بغیر ہر جگہ کی
بات برابر سنتا ہے اور قوت باصرہ میں قوت ربانی جلوہ گر ہوتی ہے
دور و نزدیک کو یکساں دیکھتا ہے اور ہاتھ کے اندر خدائی
طاقت اور پاؤں میں خدائی قدرت جلوہ گر ہوتی ہے جس سے
آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے صوفیہ اسے قرب
نوافل سے تعبیر کرتے ہیں اس درجہ پر ظاہر میں بندہ اور بباطن
اس میں قدرت ایزدی کے نظارے ہوتے ہیں سیدنا عارف
رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؎

اللہ اللہ گفتہ اللہ مے شود
ایں سخن حق است است بالائی شود

یعنی بندہ اللہ اللہ کہنے سے شیون الہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یہ بات حق ہے بخدا پوری ہو جاتی ہے ہم اس قرب والے بندے (یعنی ولی) کو اپنے ہر حال میں قریب سمجھتے ہیں اسی وجہ سے ان سے مدد چاہتے ہیں اور ان کے لیے علم غیب مانتے ہیں چند دلائل آگے آتے ہیں عارف رومی قدس سرہ نے فرمایا ہے

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست
قبضۂ اش جز قبضۂ اللہ نیست

اس حدیث شریف کا صحیح مفہوم پیش کرنے سے قبل ایک دشمن دین محرف کتب اسلامیہ یعنی سرفراز گکھڑوی کا نمونہ دیکھئے حدیث کنت سمعہ (الحدیث) کا مطلب ائمہ اہلسنت والجماعت سے سن لیجئے حضرت امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات ص ۲۴۵ میں اور حافظ ابن کثیر ص ۲۰۳ ج ۷ اور شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر عزیزی پارہ تبارک سورہ مزمل ص ۱۲۷ میں (وغیرھم فی غیرہا) میں لکھتے ہیں کہ جب بندہ کثرت عبادت سے حق تعالیٰ کا مقبول ہو جاتا ہے تو اس کے سب اعضاء کا حق تعالیٰ محافظ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں کان آنکھ سب کے سب خدا کی مرضی کے مطابق ہو جاتے ہیں اس کی مرضی کے بغیر نہ کچھ دیکھے نہ سنے نہ بولے اور نہ پکڑے (یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس بندہ کے کان خدا کے کان اور اس کی آنکھیں اور اس کے ہاتھ اس کے ہاتھ جاتے ہیں

یہ ہے حدیث قدسی کا صحیح مطلب جو ائمہ دین نے بیان کیا ہے نہ تو اس سے غیر اللہ کے لیے علم غیب کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور نہ حاضر و ناظر اور مختارِ کل وغیرہ کا جس طرح کہ فریق مخالف نے از روئے جہالت اس کا ثبوت دیا ہے (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۱۵۸/۱۵۹ -

(انتباہ) گکھڑوی نے ہمیشہ چوروں غداروں سا معاملہ کیا ہے کہ جب مقصد بیان حوالے دو چار کتابوں کے پیش کریگا لیکن مفہوم اپنا بیان کریگا اصل عبارت پیش کرے تو عیب ظاہر ہوتا ہے حدیث کا مفہوم جسے اس نے بیان کیا وہ تو بندہ کے قرب نوافل کا ابتدائی درجہ ہے جسے گکھڑوی نے ولا تقربوا الصلوٰۃ کے مطابق عمل کیا ہے ورنہ درج ذیل محدثین فقہا مفسرین علماء کاملین فضلاء اور اولیاء اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہی حق اور صحیح ہے

(۱) امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ص ۶۰۶ ھ اپنی مشہور تفسیر کبیر تحت آیت ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم ص ۶۸۹ ج ۵ مطبوعہ مصر میں اسی حدیث قدسی کی تشریح فرماتے لکھتے ہیں

العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللہ کنت لہ سمعًا وبصرًا فاذ صار نور جلال اللہ سمعًا لہ

جب کوئی بندہ نیکیوں پر دوام کرتا ہے تو اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کی آنکھ اور کان ہو جاتا ہوں جب

سمع القریب والبعید
واذا صار ذالک النور
بصرا له رای القریب
والبعید واذا صار ذلک
النور یدا له قدر علی
التصرف فی الصعب والسهل
والبعید والقریب)

اللہ تعالیٰ کا نور اس ولی
کے کان بن جاتا ہے تو وہ
دور نزدیک کی آواز کو
یکساں سنتا ہے اور جب
یہی نور اسکی آنکھ ہو جاتا ہے
تو وہ دور و نزدیک کو یکساں
دیکھتا ہے اور یہی نور اس کا
ہاتھ ہو جاتا ہے تو یہ ولی سخت و نرم قریب وبعید چیزوں
پر تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

دیوبندی شریعت کے امام انور کشمیری کی شہادت حاضر ہے۔

اما علماء الشریعة
فقالوا معناه ان جوارح
ادلیه تصیر تابعة لرضاه
الالوهیه حتی لا تتحرک
الا ما یرضی به ثم
فاذا کانت غایة سمعه
وبصره ان یقال انه
لا یسمع الا له ولا یتکلم
الا له فکان الله سبحانه
صار سمعه وبصره قلت
وهذا عدول عن حق

علمائے شریعت نے کہا ہے
کہ اس حدیث کے معنے یہ
ہیں کہ بندے اعضاء جوارح
رضا رضائے الٰہی کے
تابع ہوتے ہیں یہاں تک
کہ اپنے رب کی رضا کے
خلاف بالکل حرکت نہیں
کرتے تو جب اسکے
سمع وبصر اور تمام اعضاء
جوارح کی غایت اللہ تعالیٰ
ہو جائے تو اس وقت

الالفاظ لان قوله کنت
سمعه بصیغة المتکلم
یدل علی انه لم یبق
من المتقرب بالنوافل
الا جده وشبهه وصار
المتصرف فیه الحضرة
الالهیة فحسب وهو الذی
عناه الصوفیه بالفناء
فی الله الانسلاخ عن
دواعی نفسه حتی لا یکون
المتصرف فیه الا هو
وفی الحدیث لمحة الی
وحدة الوجود فی الحدیث
لمحة الی وحدة الوجود
وکان مشائخنا مولعون
بتلک المسئلة الی زمن
الشاه عبد العزیز اما
انا فلست اتشدد فیها
ومن عجیب فی احسن الیهم
وسأل عنهم واذا وحصم
سوا وهذا او تشاقهم

یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ بندہ
اللہ ہی کے لیے سنتا ہے
اور اس کے لیے بولتا تو
گویا اللہ تعالیٰ اس کی سمع
وبصر ہو گیا میں کہتا ہوں کہ
کہ حدیث کے یہ معنے بیان
کرنا حق الفاظ سے تجاوز اور
اور کجروی ہے اس لیے
کہ بصیغہ متکلم اللہ تعالیٰ کا
کنت سمع فرمانا اس بات
پر دلالت کرتا ہے کہ عبد
متقرب بالنوافل میں اسکے
جسم اور صورت کے سوا
کچھ باقی نہیں رہا اور اس
میں صرف اللہ تعالیٰ ہی
متصرف ہو گیا اور فنا فی اللہ
سے صوفیا کی مراد بھی یہی ہے
کہ بندے خواہشات نفس
سے اس طرح خالی ہو جائے
کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا
کوئی چیز تصرف کرنے والی

روحی دہم بین اضلعی
کذافی (نفیس الیادی ج۲ص۲۳)

باقی نہ رہے) اس حدیث میں وحدۃ الوجود کی جھلک ہے اور مسئلہ وحدۃ الوجود میں اتنا تشدد نہیں ہوں شاہ عبدالعزیز کے زمانہ تک ہمارے

مشائخ اس میں نہایت متشدد اور حریص تھے بڑے تعجب کی بات ہے کہ میں انکی محبت واشتیاق میں پگھلا جارہا ہوں ہمیشہ ان کے متعلق سوال کرتا رہتا ہوں حالانکہ وہ میرے ساتھ ہیں اور میری آنکھیں ان کے روتی رہتی ہیں حالانکہ وہ پتلی میں ہیں اور میری روح ان کی مشتاق رہتی ہے اور وہ میرے پہلو میں ہیں

(فائدہ) عبارت میں انور کشمیری نے گکھڑوی کی ناک جڑ سے کاٹ ڈالی کہ جس مفہوم کو وہ بڑے فخر و نیاز سے بیان کر گیا اس کی شاہ صاحب کشمیری نے تردید کر دی اور بعینہٖ وہی معنے اور مطلب بیان کیا جسے ہم نے بیان کیا اور یہ بھی بات حق گکھڑوی ویسے بھی رئیس المحرفین مشہور ہے اور اس حدیث کا یہی معنی بیان کرنا بھی تحریف سے کم نہیں کیونکہ محبوب بننے کے بعد اعضاء کا رضائے الٰہی کے مطابق بننے یا نہ اگر کہے نہیں تو پھر اس کا یہ معنیٰ ہوا کہ وہ بندہ گناہ کرتے کرتے رب کا محبوب بنا (معاذ اللہ) یہ مطلب تو شریعت مطہرہ کی تعلیم کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو فرمایا ہے .

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

فرمائیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو پھر اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنائے گا۔

(فائدہ) اس آیت میں اتباع محمدی اور اتقاء و پرہیزگاری کو شرط اور محبوب بننے کو جزاء بتایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جزاء ہمیشہ شرط کے بعد واقع ہوتی ہے جس کا نتیجہ صاف ہے کہ محبوبی شان سے پہلے ہی اعضاء وجوارح رضائے الٰہی میں تھے اب محبوبی شان ملنے پر وہی مراتب ملیں گے جنہیں ہم نے بیان کیا اگر مخالف کہے کہ محبوب بننے کے بعد اعضاء رضا الٰہی کے مطابق ہوجاتے ہیں تو بھی غلط کیونکہ یہ تحصیلِ حاصل ہے۔

(انتباہ) شاہ صاحب کی عبارت سے ہمارا مدعا بھی ثابت ہوا کہ فنا فی اللہ ایک اعلیٰ مقام ہے جو وحدۃ الوجود کے عشاق ہی سمجھ سکتے ہیں جو خشک ملا پھر محرفین قسم کے دین کے چور ہیں انہیں اس فنائیت سے دور کا واسطہ بھی نہیں خلاصہ یہ ہے کہ اعضاء کا رضائے الٰہی کے مطابق ہوجانا کہ جن سے گناہوں کا صدور ہو ان سے نہیں ہوتا -

حدیث کے اصل مطلب سے کوسوں دور ہے اگر بعض اہل ظواہر نے کہیں اس کا مطلب بیان کیا ہے تو بندے کے ظاہر طور و اطوار کو مطابق شریعت پاکر جو اپنے مقام پر صحیح ہے لیکن انجام و مآل کے اعتبار سے وہی معنے صحیح ہے جو ائمہ اسلاف نے بیان فرمایا۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر صفحہ ۶۸ میں تحریر فرماتے ہیں

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم حکایۃ عن رب العزۃ ما تقرب عبد الی بمثل اداء ما افترضت علیہ ولا یزال یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت لہ سمعا وبصرا ولسانا ویدا و رجلا بی یسمع وبی یبصر وبی ینطق وبی یمشی وھذا الخبر یدل علی انہ لم یبق فی سمعہم نصیب لغیر اللہ ولا فی بصرہم ولا فی سائر اعضائہم اذ لو بقی ہناک نصیب لغیر اللہ تعالی وقال انا سمعہ وبصرہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر میرا بندہ میری طرف کسی چیز کے ذریعہ وہ نزدیکی نہیں حاصل کر سکتا جو ادائے فرائض کے ذریعے حاصل کرتا ہے اور نوافل کے ذریعہ وہ ہمیشہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں پھر جب وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے تو میں اس کے کان اور آنکھ اور زبان اور دل اور ہاتھ اور پاؤں ہو جاتا ہوں وہ مجھ سے سنتا ہے اور مجھ سے دیکھتا ہے مجھ سے بولتا ہے اور مجھ سے چلتا ہے اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان

بندگان مقربین بارگاہ ایزدی کی آنکھوں کانوں بلکہ تمام اعضاء میں غیر اللہ کے لیے کوئی حصہ باقی نہیں رہا اس لیے اگر یہاں اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے کوئی حصہ باقی رہا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہ فرماتا کہ میں اسکی سمع اور بصر ہو جاتا ہوں۔

یہی امام فخر الدین صاحب اپنے قول کی دلیل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولہذا قال علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ واللہ ما قلعت باب خیبر بقوۃ جسمانیۃ ولکن بقوۃ ربانیۃ وذلک لان علیا کرم اللہ وجہہ فی ذلک الوقت انقطع نظرہ عن عالم الاجساد واشرقت الملائکۃ بانوار عالم الکبریاء فتقوی روحہ وتشبہ بجواھر الارواح الملکیۃ وتلالئت فیہ اضواء عالم القدس

میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں اکھاڑا بلکہ قوت ربانی سے اکھاڑا تھا اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نظر عالم سے منقطع ہو چکی تھی اور ملکی قوتوں نے حضرت علی کو عالم کبریا کے نور سے چمکا دیا تھا جس کی وجہ سے ان کی روح قوی ہو کر ارواح ملکیہ کے جواہر سے مشابہ ہو گئی تھی اور اس میں عالم قدس و عظمت کے انوار

والعظمة فلا جرم حصل	چمکنے لگے تھے جس کا لازمی
له من القدرة ما	نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں وہ قدرت
قدر بها على مالم عليه	حاصل ہوگئی جو ان کے غیر
غيره تفسیر کبیر ص۴۹۸ ج۵)	کو حاصل نہ تھی اور اسی

طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعًا فرمایا جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اسکی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قابو پا جاتا ہے

(۳) دیوبندیوں کے امام انور کشمیری فیض الباری ص۴۲۹ ج۴ میں مطالب دلیل سے منواتے ہیں ۔ (۳)

فاذا صح للشجرة ان ينادى	جب درخت سے انی انا
فيها يانى انا الله فما	اللہ کی آواز آ سکتی ہے تو
بال المتقرب بالنوافل	متقرب بالنوافل کا کیا حال
ان لايكون الله	ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے
سمعه اوبصره كيف	مقرب بندوں کی سمع وبصر
وان ابن آدم الذى	ہو جانا ایسی صورت میں کیونکر
خلق على صورة الرحمن	محال ہو سکتا ہے جب کہ

ليس يادون من	وہ ابن آدم جو صورت رحمٰن
شجرة موسىٰ عليه	پر پیدا کیا گیا ہے شرف و
السلام	کمال میں شجرہ موسیٰ علیہ السلام
	سے کم نہیں ۔

(۴) یہی مطلب حضرت علامہ سیّد محمود آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی ص میں لکھے گئے ہیں

وذكر وان من القوم	عارفین نے ذکر کیا ہے کہ
من يسمع فى الله	قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو
والله بالله ومن	اللہ ہی میں اللہ کے لیے اللہ
الله جل وعلا وله	کے ساتھ سنتے ہیں اور وہ
بالسمع الانسانى بل	سمع انسانی کے ساتھ نہیں
يسمع بالسمع الربانى	بلکہ سمع ربانی کے ساتھ
كما فى الحديث القدسى	سنتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی
كنت بسمعه الذى يسمع	میں کنت سمع الذی الخ میں
به	وارد ہے ۔

(۵) قطب ربانی حضرت ابوالمواہب امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں ۔

وقد اخبر الحق تعالى	اللہ تعالیٰ نے اس بات
انه اذا احب عبدًا	کی خبر دی کہ جب وہ کسی بندہ
كان سمعه وبصره الحديث	کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے
لكن قد يجمع الله	تو وہ اس کی سمع اور بصر کا

تعالیٰ لمن شاء فی ھذا المقام الصفات کلھا وقد یعطیہ بعض الصفات علی التدریج شیئاً بعد شیٔ الیواقیت والجواہر صہ ۱۲۵ ج ۱)

مظہر بن جاتا ہے اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو جنہیں وہ چاہتا ہے ان میں اپنی کل صفات جمع کر دیتا ہے اور کبھی بعض صفات عطا فرماتا رہتا ہے۔

کذا فی زرقانی شرح مواہب صہ ۲۴۸)

تقریباً تمام محدثین و مفسرین فقہاء المتکلمین صوفیا، محققین نے یہی مطلب بیان کیا ہے اب ہم ان بزرگوں کے اقوال کو حق مانیں یا محرف زماں کے غلط نظریہ کو

خلاصہ جب ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اللہ تعالیٰ کے صفات سے موصوف ہوتے ہیں اور اس کریم کے جلوے ان میں موجود ہوتے ہیں تو اب ہم حق بجانب ہیں کہ ہم کہیں تمام بندوں کے سرتاج حضور سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کہہ دیں کہ وہ تمام عالم کے لیے حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی ان کے اولیاء امت کے لیے ذیل کی گواہیاں ملتی ہیں۔

(۱) اولیاء کے سرتاج سیدنا غوث صمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ابطال یا ابطال ھلموا وخذوا عن ھذا البحر الذی لا ساحل لہ

اے بہادرو اے فرزندو آؤ اور اس دریا سے کچھ لے لو جس کا کنارہ ہی نہیں ہے قسم ہے اپنے رب کی

وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء یعرضون علیّ وان بولوۃ عینی فی اللوح المحفوظ وانا غائص فی بحار علم اللہ (کذا فی کبریت احمر للشعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ

کہ تحقیق نیک بخت اور بدبخت لوگ مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں اور ہمارا گوشۂ چشم لوح محفوظ میں رہتا ہے اور میں اللہ کے علموں کے سمندروں میں غوطہ لگا رہا ہوں

(۲) سیدنا غوث جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے قصیدہ غوثیہ شریف میں فرمایا

نظرت الی بلاد اللہ جمعًا کخردلۃ علی حکم اتصال

(۳) قطب ربانی سیدنا امام شعرانی قدس سرہٗ اپنے مرشد کے لئے لکھتے ہیں۔

(۳) واما شیخنا السید علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فسمعتہ یقول لا یکمل الرجل عندنا حتی یعلم حرکات مریدہ فی انتقالہ فی الاصلاب وھو من یوم الست الی استقرارہ فی الجنۃ اوفی

ہم نے اپنے شیخ سید علی خواص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے نزدیک اس وقت تک کوئی مرد کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مریدوں کی حرکات نسبی کو نہ جان لے یوم میثاق سے لے

اوفی النار[1] کبریت احمر للشعرانی۔

کہ اس کے جنت یا دوزخ میں داخل ہوتے تک کو

(۴) سیدنا عارف جامی رحمہ اللہ تعالیٰ نفحات الانس میں نقشبندیوں کے مقتدا مجددیوں کے پیشوا سیدنا بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عزیزان علیہ الرحمہ گفتہ اند کہ زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرۂ ایست و ما می گوئیم کہ چوں ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست

حضرت عزیزان علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ زمین اس گروہ فقراء کی نظروں میں ایک دستر خوان کی مانند ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ وہ ایک ناخن کی مانند ہے جو کہ ان (فقراء) کی نظر سے کوئی شئے پوشیدہ نہیں۔

(۵) مرقاۃ شرح مشکوۃ ص۶ج۱ میں سلطان ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں۔

۱ النفوس الزاکیۃ القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ

پاک صاف نفوس جبکہ بدنی علاقوں سے خالی ہو جاتے ہیں تو ترقی کرکے

[1] اس پر دیوبندیوں کے کچھ اعتراضات ہیں جو فقیر نے علم غیب کی تحقیق میں حل کئے ہیں اویسی غفرلہٗ)

خرجت واتصلت بالملأ الاعلی ولم یبق لہ حجاب فتری الکل کالمشاہد بنفسہا او باخبار الملک لہا۔

بزم بالا سے مل جاتے ہیں اور ان پر کوئی پردہ باقی نہیں رہتا پس وہ تمام چیزوں کو مثل محسوس وحاضر کے دیکھتے ہیں خواہ تو اپنے آپ یا فرشتہ کے الہام سے۔

(۶) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

ثم انہ ینجذب الی جناب الحق فیصیر عبد اللہ فیتجلی لہ کل شئی (فیوض الحرمین ص)

پھر وہ مرد عارف بارگاہ حق کی طرف جذب ہو جاتے ہیں پس وہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں اور ان کو ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۷) حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ روح المعانی ص۱۳۶ پ۱۵ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں۔

فاذا اخلص منہا وصفا وقتہ وطاب عیشہ بما یجد فی طریق المحبوب ینور باطنہ ویظہر لہ لوامع انوار الغیب وینفتح لہ باب الملکوت وتلوح منہ لوائح سرۃ

جب طالب صادق محبوب کے راستے میں لذیذ راحتیں پانے کی وجہ سے شہوات نفسانیہ سے خالی ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی اور اوقات ہر قسم کی کدورتوں سے پاک اور صاف ہو جاتے ہیں

يحد اُخرى فيشاهد
امورا غيبية فى صور
مثالية فاذا ذاق
شيئًا منها يرغب
فى العزلة والخلوة والذكر
والمواظبة على الطهارة
والمراقبة والمحاسبة
ويعرض عن
كلها ويفرغ القلب
عن محبتها فيتوجه باطنه
الى الحق تعالىٰ باكليته
فينظر له الوجد والسكر
الشوق والعشق والهيمان
و اينأس نفسه
غافلاً عنها فيشاهد
الحقائق السوية والانوار
الغيبيه فيتحقق بالمشاهدة
والمعاينة والمكاشفة
و يظهر له انوار حقيقته
تارة اخرى حتى
يتمكن و يتخلص من التلوين

تو اس کا باطن روشن ہو جاتا
ہے اور انوار غیب کی تجلیاں
اس پر ظاہر ہوتی ہیں اور
اس کے لیے ملکوت کا دروازہ
کھل جاتا ہے جس سے اسکو
بار بار نوری شعاعیں محسوس
ہوتی ہیں اور وہ مثالی صورتوں
میں امورِ غیبیہ کا مشاہدہ کرتا
ہے پھر وہ جب ان امور میں
سے کسی شیئ کا مزا چکھتا
ہے تو گوشہ نشینی تنہائی ذکر اور
ہمیشہ پاک رہنا اور عبادت
اور مراقبہ اور نفس کا محاسبہ
اس کے لیے مرغوب ہو جاتا
ہے اور وہ تمام حسی ملذذات
سے اعراض کرنے لگتا ہے
اور اس کا دل انکی محبت سے
خالی ہو جاتا ہے تو اس کیلئے
وجد اور سکر اور شوق اور عشق
اور بے چینی کا ظہور ہونے
لگتا ہے اور یہ چیزیں اسکو

وينزل عليه السكينة
الروحينه والطمانينة
الالٰهيته ويصير درود
هذه العوارق والاحوال
له تلكته فيدخل فى
عوالم الجبروت ويشاهد
العقول المجرده والانوار
القاهرة من الملائكة
المقربين والمهيمين
ويتحقق بانوارهم فيظهر
له انوار سلطان
الاحدية وسواطع
العظمة والكبرياء الالٰهية
فتجعله هباء منثورا
ويندك حينئذ جبال
آنيته فيخر الله تعالىٰ
ضرورا و يتلاشى
فى التعين الذاتى ويضمحل
وجوده فى الوجود
الالٰهى وهذا مقام
الفناء والمحو وهو

اس کے نفس سے فانی اور
غافل کر دیتی ہیں پھر وہ
پوشیدہ حقائق اور غیبی انوار
کو دیکھتا ہے تو وہ مشاہدہ
اور معائنہ اور مکاشفہ کے
ساتھ متصف ہو جاتا ہے
اور اسکے لیے انوار حقیقتہ
ظاہر ہونے لگتے ہیں اور
یہ انوار حواس ظاہر ہوتے
رہتے ہیں کبھی پوشیدہ بھی
ہو جاتے ہیں یہاں تک
کہ وہ پختہ ہو کر اس دورنگی
(ظہور و خفاء) سے نجات
پاتا ہے اس پر ظہور ہی کا
حال رہتا ہے اور اس
پر سکینیت روحانیہ اور طمانینتِ
الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے اور
ان احوال اور روشنیوں کا
وارد ہونا اسی کے لیے ملکہ
بن جاتا ہے پھر وہ عوالم
جبروت میں داخل ہو کر

غایة السفر الاول للسالکین
فان بقی فی الفناء والمحو
ولم یحی الی البقاء
صار مستغرقا فی عین
الجمع محجوبا بالحق عن
الخلق لا یزیغ بصرہ
عن مشاهدة جماله
عزشانه وانوار ذاته
وجلاله فاضمحلت الکثرة
فی شهوده واحتجب
التفصیل عن وجوده
وذلک هو الفوز
العظیم وفوق ذلک
مرتبه یرجع فیها
الی الصحو بعد المحو
وینظر الی التفصیل فی
عین الجمع ویسع صدرة
الحق والخلق فیشاهد
الحق فی کل شی بالحق
علی وجه لا یوجب
التکثر والتجسم وهو

ان عقول مجرد اور انوار قاہرہ
کا مشاہدہ کرتا ہے جو نگہبانی
کرنے والے ملائکہ مقربین
سے ہیں اور ان کے انوار
کے ساتھ متصف ہو جاتا
ہے اس وقت اسکے لیے
عظمت اور کبریا الٰہیہ کی
تجلیاں اور سلطان احادیث
کے انوار ظاہر ہوتے ہیں
تو وہ اسکو ہباء منثورا کر
دیتے ہیں اور اس کی
انانیت کے پہاڑ ریزہ ریزہ
ہو جاتے ہیں تو وہ اللہ
تعالی کےلیے گر کر تعین
ذاتی میں فنا ہو جاتا ہے
اور اس کا وجود وجود الٰہی میں
فنا ہو جاتا ہے یہ مقام
محو اور فنا کا مقام ہے
اور وہ سالکین کے پہلے
سفر کی منزل ہے پھر اگر
وہ اسی محو وفنا کے حال

طور وراء طور العقل وقع
فی عبارة بعضهم انه
قد یصیر العارف
متخلقا باخلاق الله
تعالی بالحقیقة لا بمعنی
صیرورة صفاته تعالی
عرضا قائما بالنفس
فان هذا مما لا یتصور
ابدا والقول به خروج
عن الشریعة والطریقة
والحقیقة بل بمعنی علاقة
اخری اتم من علاقتها
مع الصفات الکونیة
البدنیة وغیرها
لا تعلم حقیقتها -

اور بقاء صحو کی طرف نہ آیا
تو عین جمع میں مستغرق ہوکر
حق کے ساتھ مشغول ہونے
کی وجہ سے تمام مخلوق سے
محجوب ہو جاتا ہے اور
اس کی نظر حق تعالی جل
شانہ کے مشاہدہ جمال سے
نہیں چوکتی اور اس کی ذات
اور جلال کے انوار کو وہ
ہر وقت دیکھتا رہتا ہے
اس وقت کثرت شہود حق
میں مضمحل ہو جاتی ہے اور
تفصیل وجود باری کے سامنے
روپوشی ہو جاتی ہے
اور یہ بڑی کامیابی ہے
اس کے اوپر ایک اور مرتبہ
ہے جو سکر سے صحو سے
اور فناء سے بقاء کی طرف
آنے کے بعد ملتا ہے اور
سالک عین جمع میں تفصیل
کو دیکھتا ہے اور اس کا

سینہ حق اور خلق دونوں کے لیے فراخ ہو جاتا ہے تو وہ ہر شئی میں حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور ہر شئے کو حق کے ساتھ دیکھتا ہے اور یہ دیکھنا اس طریقہ پر ہوتا ہے جس میں کسی اور کو دخل نہیں ہوتا یہ ایک ایسا طور ہے جو طور عقل سے وراء الورا اور بعض عارفین کاملین کی عبادت میں واقع ہوا ہے کہ عارف کبھی حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہو جاتا ہے نہ بایں معنیٰ کہ اللہ کے صفات اس کے لیے ایک عرض ہو جائیں جو قائم بالنفس ہو کیونکہ یہ اس قبیلہ سے ہیں کہ جس کا کبھی تصوّر بھی نہ ہو سکتا اور ایسی بات کہنا شریعت اور حقیقت سے نکل جاتا ہے بلکہ یہ تخلق ایک دوسرا علاقہ ہے جو صفات کونیہ بدنیہ کے علاقہ سے زیادہ کامل اور اکمل ہے جس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی

بندے کا مظہر صفات الٰہیہ ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار قرآن وحدیث کی روشنی میں کسی طرح نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہمارے بیان سابق سے ہمارے ناظرین کرام کو معلوم ہو گیا ہے۔

اولیاء کی پرواز

اس موضوع پر فقیر کے دو رسالے ہیں ولی اللہ کی پرواز (امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف المنجلی فی تطور الولی کا ترجمہ) الانجلاء فی تطور الاولیاء یہاں چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) اولیاء اللہ کو حدیث الولی کے دلائل مطابق یہ مرتبہ نصیب ہوتا ہے اور حدیث الولی کا مفصل بیان اسی کتاب میں ابھی گذرا اور مفصل فقیر کے رسالہ فناء و بقاء میں ہے۔

(۲) امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ منکرین کو عقلی دلیل سے سمجھاتے ہیں کہ

واذا جاز فی الجن ان	جب جنات مختلف شکلوں
یتشکلوا فی صورۃ مختلفۃ	میں متشکل ہونے کی قدرت
فالانبیاء والاولیاء اَولیٰ	رکھتے ہیں تو پھر انبیاء و اولیاء
بذلک (المنجلی فی تطور الولی)	اس قدرت کے زیادہ لائق ہیں

اسی کو سیدنا مجدد الف ثانی حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ اپنے مکتوبات کے ۳۵ میں فرماتے ہیں ہر گاہ جنیاں را تقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ باعمال غریبہ بوقوع آرند ارواح اکمل را اگر ایں عطا فرمایند چہ محل تعجب است وچہ احتیاج بہ بدن دیگر ازیں قبیل است آنچہ بعضے اولیاء اللہ نقل می کنند کہ در ساعت در امکنہ متعددہ حاضر می گردند و افعال متباینہ بوقوع می آرند اینجا نیز لطائف اشکال متجسد باجساد مختلفہ و متشکل بشاکل متباینہ می گردند و ہمچناں عزیزیکہ مثلا در ہندوستان توطن دارد و ازاں دیار نہ برآمدہ است جمعے از

حضرت من مکہ می آیند ومیگویند کہ آنعزیز را درحرم کعبہ دیدہ ایم وچناں وچنیں درمیان ما وآنعزیز گذشت وجمعے دیگر نقل می کنند کہ ما اورا اور روم دیدہ ایم وجمعے در بغداد دیدہ اند ایں ہمہ تشکل آنعزیز است باشکال مختلف وایں تشکل گاہ درعالم شہادت بود گاہ درعالم مثال چنانچہ در یکشب ہزار کس آنسرور علیہ الصلوٰۃ بصور مختلفہ درخواب می بینند واستفادہا می نمایند انہمہ تشکل صفات ولطائف اوست الخ

حکایت الاولیاء

(۱) حضرت تقیب البان الموصلی رحمہ اللہ تعالیٰ (آپ ابدال میں سے تھے آپ کو بعض نے کہا جس نے آپ کو نماز پڑھتے نہ دیکھا تھا تارک الصلوٰۃ ہونے کی تہمت لگائی آپ اسی وقت چند صورتوں میں متشکل ہو کر فرمانے لگے فی ایّ ھٰذہ الصُّوَر رایتنی ما اُصَلِّی، تو نے مجھے ان صورتوں میں کون سی صورت میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا ہے اس کے علاوہ اور بہت سی حکایتیں ہیں جن کی

ؔ چنانچہ شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں کہ ہم نے شیخ فخرالدین جونپوری سے کہا کہ شیخ حسین جونپوری قلندر سارے فرائض جس میں نماز بھی ہے کے تارک ہیں باوجود کہ بڑے زبردست عالم ہیں تو شیخ موصوف نے فرمایا کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ نماز وغیرہ نہیں پڑھتے وہ ایک مرد شہسوار

بنا اسی قاعدہ پر ہے اور یہ قاعدہ ان کے ہاں امہات القواعد کا حکم رکھتا ہے (واللہ اعلم) یہ تمام تحقیق علامہ قونوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تھی۔

(۲) شیخ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ طبقات کبریٰ میں حضرت ابو العباس الملثم کے حالات میں لکھتے ہیں کہ وہ صاحب الکرامات والاحوال تھے ان کے خصوصی صحبت یافتہ ان کے شاگرد حضرت شیخ صالح عبدالغفار بن نوح صاحب کتاب الوحید فی علم التوحید میں اپنی اس کتاب میں اپنے اس شیخ کی بہت کرامتیں لکھی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔

حکایت

ہم ان کی یعنی ابو العباس الملثم کی خدمت میں جمعہ کے دن حاضر ہوئے آپ باتیں سنا رہے تھے اور انکی باتیں نہایت لذیز تھیں ہم باتیں سن رہے تھے اور ان کا غلام وضو کرا رہا تھا آپ نے فرمایا اے مبارک کہاں جاتے ہو عرض کی جامع مسجد میں آپ نے فرمایا جماعت ہوگئی میں بھی جماعت میں شامل ہوا تھا غلام جامع مسجد گیا واپس لوٹ کر کہنے لگا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر واپس آ رہے ہیں شیخ عبدالغفار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جامع مسجد چلا گیا اور لوگوں سے اپنے شیخ کے متعلق پوچھا لوگوں نے کہا شیخ ابو العباس رحمہ اللہ تعالیٰ ابھی نماز میں تھے اور لوگ آپ کو سلام عرض کرتے تھے

شیخ عبدالغفار واپس آکر اپنے شیخ سے ماجرا پوچھا آپ نے فرمایا

اعطیت التبدل مجھے مختلف شکلوں میں متشکل ہونے کی قدرت عنایت ہوئی ہے (ق) ابن السبکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صاحب حکایت کا فرمان کہ میں نے نماز پڑھ لی یعنے صفات بدلیت میں سے ہے کیونکہ وہ خود تو ایک مکان میں ہوتے ہیں لیکن صورت مثالی دوسری جگہ ہوتی ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اس صفت بدلیت کو کثیف صوری حاصل ہوتا ہے جس سے حائل شدہ دیواریں ہٹ جاتی ہیں پھر وہ جہاں چل کر چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں

حکایت

حضرت صفی الدین بن ابی منصور رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ

ہیں ہاں ان کا طریقہ قلندریہ ہے عزیز من! قلندریہ کا بظاہر فرائض ترک کرنا تو اس وجہ سے ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کو مرتبہ وحی عطا فرمایا ہے اور قدرت دی ہے کہ بہ سبب تجسد ارواح کے ایک عالت میں اور ایک وقت چند جگہ ظاہر ہوں تو انکار نہ کرنا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ اس وقت میں کسی دوسرے مقام میں دوسرے جسد سے فرائض ادا کر لیتے ہوں یا اس وجہ سے ہے کہ انکی عقل میں (جس پر کہ مکلف ہونے کا دارومدار ہے) خلل واقع ہو جاتا ہو اگرچہ بظاہر بعضے امور ان سے عقل اور ہوشیاری سے نظر آتے ہوں مگر چونکہ عقل ان کے اندر اس قدر نہیں کہ جس کی وجہ سے مکلف ہوں اس وجہ سے غیر مکلف ہوتے ہیں کذا فی لطائف قدوسی لطیفہ نمبر ۲۹ واقعہ نمبر ۵ مطبوع مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی آخری تصنیف نوادر النواد صـ ۲۹۸ صـ ۲۹۹ میں درج کیا ہے۔

شیخ مفرج رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے شہر میں ایک واقعہ عجیب پیش ہوا وہ اس طرح کہ ایک شخص نے کہا غلط ہے شیخ تو ہمارے گھر سے کہیں نہیں گئے ہر ایک نے کہا اگر بات غلط ہو تو زن طلاق یعنی جس نے کہا کہ شیخ نے حج پڑھا ہے اگر میں نے شیخ کو عرفہ میں نہ دیکھا ہو تو میری عورت کو طلاق ہو دوسرے نے کہا کہ اگر میں نے شیخ کو عرفہ میں نہ دیکھا ہو تو میری عورت کو طلاق ہو یہ دونوں اپنا جھگڑا لے کر شیخ کی خدمت میں پہنچے آپ نے ماجرا سن کر فرمایا جاؤ کسی کی عورت کو طلاق نہیں تم دونوں سچے ہو میں نے شیخ سے پوچھا یہ کیا راز ہے آخر ایک کو ان میں سے ضرور حانث ہونا چاہیے اس وقت ہمارے ہاں بہت لوگ موجود تھے شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے رازوں سے ایک یہ راز ہے جو ہمیں عطا ہوا ہے سب کو آپ نے بات سمجھائی۔

مجھے اس کی وضاحت معلوم ہو گئی آپ نے مجھے فرمایا کہ اس کی وضاحت کر دو میں نے کہا جب ولی کو ولایت عطا ہوتی ہے تو اسے متعدد صورتوں میں متشکل ہونے کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے وہ اپنی روحانیت کے ذریعے متعدد جہات میں بیک وقت ظاہر ہوتا ہے۔

کیونکہ اسے ایسے طور بدلنا اور مختلف صورتوں میں متشکل ہونا اپنے ارادہ مطابق قدرت دی جاتی ہے پس وہ صورت جو عرفہ میں ظاہر وہ بھی حق ہے بنا بریں ہر ایک دیکھنے والا اپنی یمین میں سچا ہے جب میں نے اس تقریر کو ختم کیا تو شیخ نے فرمایا

شوھدت تطوف بجماعته من الاولیاء فی اوقات
فی غیر مکانھا ۵ کعبہ معظمہ کو مختلف مقامات میں اپنے مکان
سے ہٹ کر بارہا اولیاء کرام کا طواف کرتے دیکھا گیا ہے ومعلوم
انھا فی مکانھم لم تفارقہ فی تلک الاوقات اور یہ بھی
معلوم ہے کہ انہیں اوقات میں وہ کعبہ اپنے اصلی مکان سے
جدا نہ ہوتا تھا۔

منجملہ ان کے ایک واقعہ حضرت قضیب البان رحمہ اللہ
تعالیٰ کا بھی ہے جو کہ ہم کو اکابر سے پہنچا ہے وہ فرماتے ہیں
کہ اڑنا کوئی کمال نہیں بلکہ کمال اس میں ہے کہ ایک مشرق میں
ہو اور دوسرا مغرب میں اور ایک دوسرے کی زیارت کا شوق
رکھتے ہوں اب وہ ایک دوسرے کو مل بھی رہے ہیں اور گفتگو
بھی کر رہے ہیں واپس آکر اپنے ؏ مکان میں پہنچتے ہیں لیکن
لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ صاحبان اپنے
مکان سے کہیں اور جگہ نہیں گئے ؏

؏ وکذا فی رد المختار علی الدار المختار الیض ؏ ا

حکایت

روض الریاحین میں امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ

؏ وکذا فی رد المختار علی الدار المختار الیض ؏ اگر ہم ایسی کہانی
میں تو وہابیہ دیوبند فوراً کفر کی مشین چلا دیں گے اے وہابیو دیوبندیو
فتوئی ذرا علامہ سیوطی پر بھی لگا کر تو دیکھو ۱۲ فقیر اویسی۔

(ھذا ھو الصحیح) یہی بات صحیح ہے۔

(۴) امام یافعی نے اس واقعہ کو کفایہ میں بیان کر کے فرمایا اگر
کوئی سوال کرے کہ بات مشکل ہے نہ ہی فقیہ ماننے کو تیار
ہے اور نہ عقل تسلیم کرتی ہے بنا بریں دونوں کا جائز نہ
ہونا شرعاً جائز ہے کیونکہ ایک ہی شخص کا دو مکانوں میں بیک
وقت موجود ہونا عقلاً محال ہے۔

(جواب) شیخ صفی الدین جن کا اوپر ذکر ہوا فرماتے ہیں کہ یہ بات
محال نہیں ہے کیونکہ یہ حالت روحانیہ صورتوں میں متعدد ہونے
کی ہے اور نہ کہ ایک ہی صورت کا متعدد مقامات میں موجود ہونا
جو مستلزم محال ہے۔

(سوال) وہی اشکال تو باقی ہے کہ ایک شخص متعدد شکلوں میں کس
طرح موجود ہو سکتا ہے۔

(جواب) ایک شخص کا متعدد شکلوں میں متشکل ہونا کئی بار وقوع
پذیر ہوا اور مشاہدہ میں آچکا ہے اس کا انکار نہ کرنا چاہیے اگر
چہ عقل نہ بھی مانے کیونکہ یہ مسئلہ تو ہر مذہب کے فقہا اور
متکلمین کے نزدیک مانا جا چکا ہے کہ ان الکعبۃ المعظمۃ

گویا ایک ڈگری ہے جو بھی پاس کرے پھر جہاں چاہے جیسے
چاہے جس طرح چاہے کرے لیکن وہابیہ دیوبندیہ نہ تو خود ڈگری حاصل
کر سکے اور نہ حاصل کرنے والوں کے قائل پورے کم فہم واقع ہوئے
ہیں اولیاء کرام کے مقامات سے نااہل ہیں بلکہ بے خبر۔

تعالیٰ کے بعض شاگردوں سے منقول ہے کہ شخص ایک سال حج کو گیا جب واپس لوٹا تو اپنے بھائی کو کہا کہ میں نے حضرت سہیل بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو عرفہ کے موقف میں دیکھا اس کے بھائی نے کہا ہم نے تو آٹھویں ذوالحج کو بستر میں ان کے گھر دیکھا تھا حاجی بھائی نے قسم کھا کر کہا اگر غلط ہو تو میری عورت کو طلاق ہو میں نے اسے موقف میں دیکھا تھا دوسرے بھائی نے کہا اُٹھو چلو ان سے ماجرا پوچھ لیجیئے دونوں نے جا کر شیخ سے ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا اس بات سے تمہیں کیا فائدہ ہو گا جاؤ اللہ اللہ کرو اور جس حاجی بھائی نے قسم اٹھائی اسے فرمایا جا اپنی عورت کو گھر لے جا لیکن یہ بات آئندہ کسی سے کو نہ کہنا عہ

(۵) شیخ خلیل مالکی اپنی مشہور کتاب المختصر (جو اپنے شیخ۔ شیخ عبداللہ المنوفی کے مناقب میں لکھی ہے) چھٹے باب جس میں ان کے طی الارض کا ذکر ہے (کہ باوجودیکہ مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں لیکن اصلی مقام سے بھی گم نہیں ہوتے) میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حجاز مقدس سے واپس آکر شیخ کے متعلق پوچھا کہ کہاں ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں نے آپ کو عرفات میں

عہ یعنی واقعی یہی بات صحیح اور حق ہے لیکن آئندہ میرا راز فاش نہ کرنا

عہ طی الارض بھی اولیاء کرام کا ایک مقام ہے جبکہ وہ ولایت کی اگری حاصل کر لیتے ہیں تو ان کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے اور طی الارض کے معنی علامہ صاحب نے خود متن میں ذکر کر دیئے ہیں۔

دیکھا لوگوں نے کہا کہ وہ اپنے گھر سے باہر کہیں نہیں گئے حاجی صاحب نے قسم اٹھالی شیخ کو ماجرا معلوم ہوا اور حاجی صاحب بھی بیان کرنے کو تھے کہ شیخ نے سکوت کا اشارہ فرمایا ......

.... اسی قسم کے خلیل مالکی نے اپنے شیخ کے بہت سے واقعات بیان فرمائے ہیں۔

(سوال) اگر کوئی سوال کرے کہ ایک شخص کا متعدد مقامات میں پایا جاتا کیسے ممکن ہے۔

(جواب) ولی کی جب ولایت متحقق ہو جاتی ہے تو اُسے اپنی روحانیت کے ذریعہ متعدد صورتوں اور مختلف شکلوں میں متشکل ہونے کی قدرت دی جاتی ہے اور یہ بات محال بھی نہیں کیونکہ متعدد ہونے والی صورت روحانیہ صورتیں ہیں اور یہ قاعدہ عارفین میں عام مشہور ہے۔

حکایت — حضرت قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ کو کسی ایک فقیہ نے کہا کہ آپ نماز کیلئے جماعت میں شامل کیوں نہیں ہوتے ایک اجتماع میں شیخ نے فقیہ کے سامنے چار مختلف صورتوں میں آٹھ رکعت نماز پڑھی اور فرمایا اَیَّ

عہ آج کل جاہل پیروں نے بھی ادھم مچایا ہوا ہے کہ ولایت کی خوشبو تک نہیں سونگھی ہوتی لیکن عوام کی لوٹ مار کر لیتے ہیں ہمارے بھائیوں کو ان سے بچنا چاہیے عہ لیکن جہاں وہابی دیوبندی ابھی تک بے خبر ہے تو ہٹ دھرمی ہے یا فقراء سے دشمنی اور معتزلہ فرقہ کی وراثت کا ثبوت دیتے ہیں کہ وہ اولیاء کرام کی ہر کرامت کے منکر تھے اور یہ بھی انکی طرح ولایت کے منکر ہیں

صورۃ لم تصل معکم، ان میں کونسی صورت نے تمہارے ساتھ نماز نہیں پڑھی فقیہ نے شیخ کے ہاتھ چوم لیے اور آئندہ انکار کرنے سے توبہ کر لیع۔

حکایت حضرت شیخ ابو العباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے بعد از نماز جمعہ دعوت کا عرض کیا آپ نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ آجاؤ گا پھر اسی طرح چار آدمی اور آگئے اور ہر ایک نے پہلے کی طرح جمعہ کی نماز پڑھ کر پھر اسی طرح فقہا کی مجلس میں بیٹھ گئے کسی ایک کی دعوت پر تشریف نہ لے گئے۔

آپ بیٹھے ہی تھے کہ وہی پانچوں حاضر ہوئے اور کہنے لگے حضور ہماری دعوت پر تشریف آوری کا شکریہ۔

(فائدہ) اولیاء کی بڑی جماعت سے منقول ہے کہ ان کے گرد کعبہ شریف کو طواف کرتے دیکھا گیا یہ امام خلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت ہے اور ان کی جلالت وامامت ہمارے دعوے کی دلیل کافی ہے میں نے شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مناقب میں (جو اس کے بعض شاگردوں کی لکھی ہوئی ہے) دیکھا ہے کہ شیخ کی جماعت کا ایک شخص حج سے واپس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے شیخ کو مطاف اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور منیٰ وعرفات میں دیکھا ارادہ کیا کہ جب واپس پہنچوں گا تو شیخ

ع وکذافی جامع کرامات الاولیاء للنبہانی ص۱۸۰ ج ۱

کے متعلق پوچھوں گا لوگوں نے کہا ٹھیک ہے میں نے بعض احباب سے پوچھا شیخ کہیں سفر کو گئے یا اپنے شہر سے بھی کبھی باہر نہیں گئے انہوں نے کہا نہیں جب میں شیخ کے دربار میں پہنچا السلام علیکم کہا تو شیخ نے پوچھا کہ اپنے حج کے سفر میں کن کن لوگوں کو دیکھا میں نے عرض کیا حضور اس سفر میں آپ کو بھی دیکھا تھا آپ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا اَلرَّجُلُ الْکَبِیْرُ یَمْلَاُ الْکَوْنَ لَوْدَعٰی الْقُطْبُ مِنْ حجر لَاَجَابَ ،، ولی کامل دنیا کو محیط ہوتا ہے اگر قطب کو کسی ہی بل پر کھڑے ہو کر پکارا جائے تو وہ اسی وقت جواب دے گا ع

(۶) اور شیخ صاحب الوحید فرماتے ہیں کہ خصائص الٰہیہ کو کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہے دیکھیے یہ عزرائیل علیہ السلام ہیں ہر گھڑی میں دنیا کی بہت سی مخلوق (کہ جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے) کی ارواح قبض کرتے ہیں اور وہ ان ہر ایک کو ان کے اعمال مطابق مختلف صورتوں میں دکھائی دیتے ہیں اور ان کا ہر ایک ان کو مختلف شکلوں میں دیکھتا ہے

(۷) سراج الدین بن الملقن فرماتے ہیں (میں نے ان کی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب طبقات الاولیاء سے نقل کیا ہے) کہ شیخ قضیب البان الموصلی صاحب کی اس قسم کی کرامات متکاثرہ ہیں موصل میں رہے

ع اسی قول کے تحت ہم کہا کرتے ہیں ع یا شیخ عبد القادر الجیلانی شیئاً للہ اور بگرداب بلا افتادہ کشتی مدد کن اے معین الدین چشتی وغیرہ وغیرہ لیکن وہابیہ دیوبندیہ نے کفر و شرک کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے لیکن وہ صرف ہمارے لیے ذرا ان کو کہو کہ بھائی جان ان اکابر کو کیا بکو گے ذرا ان کو توبک کے دیکھو

اور آپ کا وطن بھی موصل تھا آپ ۵۷۰ھ کے قریب فوت ہوئے
اسے کمال بن یونس رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا۔

ایک دن حضرت کمال بن یونس اپنے رفقاء میں بیٹھے ہوئے تھے کہ
کہ اچانک حضرت قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ آپہنچے تو یہ لوگ ڈر گئے
حضرت قضیب البان نے فرمایا اے ابن یونس ہر وہ علم جو اللہ
تعالیٰ کو ہے تو اسے جانتا ہے ابن یوسف نے کہا نہیں انہوں نے
فرمایا مجھے وہ علم حاصل ہے جو تجھے معلوم نہیں ابن یونس کو پتہ نہ چلا
کہ یہ کیا فرما رہے ہیں آخر یہ بات حضور غوث پاک سیدنا محی الدین
شیخ عبدالقادر گیلانی (قدس سرہٗ) سے پوچھی گئی آپ نے فرمایا:

هو ولی مقرب ذو حال مع الله وقدم صدق عنده

وہ ولی کامل اور مقرب ہیں اللہ تعالیٰ سے خاص راز رکھنے والے اور نہایت
برگزیدہ مرد ہیں لوگوں نے کہا کہ ہم نے اسے نماز تو پڑھتے نہیں
دیکھا آپ نے فرمایا وہ پڑھتے تو ہیں لیکن تمہیں پتہ نہیں چلتا میں تو
انہیں دیکھتا ہوں کہ وہ موصل میں نماز پڑھیں یا زمین کے کسی خطہ میں لیکن اُن
کا سجدہ کعبہ کے دروازہ کے سامنے ہوتا ہے عہ

عہ اس سے چند مسائل ثابت ہوئے (۱) ولی اللہ کے کئی جسم ہوتے ہیں
کہ وہ بیک وقت کئی جسموں کے ساتھ کئی مقامات پر حاضر ہوتے ہیں (۲) فقیر
اگر بظاہر نماز بالکل نہ پڑھتا ہو تب بھی یہ نہ کہنا چاہیے کہ وہ بے نماز ہے
کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے جسم کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہوں
بشرطیکہ وہ صحیح معنوں میں فقیر ہو ورنہ بہت سے ابلیس انسانی بھیس

حضرت ابوالحسن قرشی فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں موصل میں ان
کے اپنے گھر میں دیکھا تو اس نے گھر کو بھرا ہوا تھا پھر ان کا جسم عادت
کے خلاف بڑھنے لگا میں ان کے گھر سے نکلا کیونکہ ان کی ہیبتناک شکل
نے مجھے ڈرا دیا پھر ان کے گھر اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ گھر کے
ایک کونہ میں نہایت چھوٹی شکل میں ہیں یہاں تک کہ وہ چڑیا برابر
معلوم ہوتے تھے پھر تیسری بار ان کے گھر گیا تو پھر اپنی اصلی شکل
میں نظر آئے اس کے علاوہ طبقات اولیاء میں اس جیسی اور بہت
حکایات جمع فرمائی گئی ہیں۔

(۷) شیخ برہان الدین انباسی رحمہ اللہ تعالیٰ تلخیص الکوکب الطیبہ فی مناقب
الشیخ ابی العباس البصیر میں فرماتے ہیں کہ میرے شیخ کی کرامات سے
ایک کرامت یہ بھی ہے کہ ایک دن شیخ ابوالحجاج الاقصری اور میرے
شیخ ابی العباس مکہ شریف میں جمع ہوئے اور ابی الحجاج نے میرے
شیخ سے پوچھا کہ آپ کو ہفتہ کے طواف سے بھی شرف حاصل ہے
(یعنی ہفتہ میں ایک بار بذریعہ کرامت کے طواف کعبہ کو جاتے ہیں
تو آپ نے فرمایا بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جن کا کعبہ طواف کرتا ہے)
ابوالحجاج نے دیکھا کہ ان دونوں کا کعبہ طواف کر رہا ہے۔

(ف) شیخ انباسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس بات کا انکار نہ
کیا جائے کیونکہ اسی حکایت جیسی اور بھی بہت سی حکایات صالحین سے

بدل کر لوٹ مار کر لیتے ہیں انکی چند علامات ہیں جنہیں فقیر نے
"اصلی اور نقلی پیر" میں لکھے ہیں اویسی غفرلہٗ

موافقت رکھتی ہیں

(۸) علامہ شمس الدین ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں للروح شان آخر غیر شان البدن فتکون فی الرفیق الاعلی وھی متصلہ ببدن المیت بحیث اذا سلم علی صاحبہا رد السلام وھی فی مکانہا ھناک، روح کا حال جسم کے حال سے نرالا ہے کیونکہ روح اگرچہ ملاءُ الاعلیٰ میں ہوتی ہے لیکن میّت کے بدن سے اتنا متصل ہوتی ہے کہ اگر اس میّت کو السلام علیکم کہو تو اس وقت فوراً اسلام کا جواب دیتی ہے دیکھئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں صرف ان میں سے دو پر افق اعلےٰ کو بھر دیتے ہیں لیکن نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بیٹھے ہیں یہاں تک کہ اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں کے ساتھ ملائے بیٹھے ہیں اور دو ہاتھ آپ کی ران پر رکھے ہوئے ملتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کا یہ قرب ممکنات سے ہے کہ اگرچہ ان کا مستقر آسمانوں میں ہے لیکن حاضری نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں۔

(۹) صاحب الوحید فرماتے ہیں قوم میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو جسم سے خالی ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ٹھیکری کی طرح ہو جاتے ہیں گویا

ع یہ بابت صد ۲۳ یہ وہ ابن قیمؒ ہے جس پر وہابیہ ہے جس پر وہابیہ دیوبندیہ مودودیہ پارٹی کو بڑا ناز ہے لیکن قول مذکور سے دیکھئے اسے کیا بکتے ہیں یا تو اسے
ے صد ۲۴ کے حاشیہ میں

ان میں روح بھی نہیں ہے چنانچہ مجھے عیسٰی بن المظفر شیخ شمس الدین الاصبہانی (جو عالم اور مدرس اور شہر قوص کے حاکم بھی تھے) اسے خبر دیتے ہیں کہ مرد اپنے جسم سے علیحدہ رہتا تھا پھر تیسرے دن جسم میں لوٹ آتا تھا۔

(ف) میں کہتا ہوں اصبہانی مذکور علامہ شمس الدین مشہور ہیں شرح المحصول کے مصنف کے علاوہ اصول کی بڑی کتب کے مصنف بھی ہیں ابن السبکی اپنی طبقات میں شیخ تاج الدین الفرکاح سے نقل کرتے ہیں کہ انہ قال لم یکن فی زمانہ فی علم الاصول علم اصول میں ان جیسا ان کے زمانہ میں کوئی نہیں تھا۔

(۱۰) ابن السبکی طبقات کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ کرامات کئی قسم ہے یہاں تک کہ اس کی بائیسویں قسم یہ ہے کہ ولی اللہ مختلف اطوار میں بدلتا رہتا ہے اسی کو صوفیاء اکرم عالم مثال کہتے ہیں اس پر ان کے قاعدہ کی بنا ہے کہ عالم ارواح مختلف اجسام میں آکر عالم مثال میں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں اس کلیہ کی دلیل باری تعالیٰ کا قول فتمثل لہا بشرا سویاً ہے اسی میں قضیب البان کا قصہ ہے ابن السبکی نے قضیب البان کے علاوہ اور قصے بھی بیان کئے گئے،،،

خلاصہ اس مسئلہ کے شواہد احادیث میں ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ جسے احمد و نسائیؒ نے

کچھ بکیں یا اہلسنت کے عقائد سے موافقت کریں۔

سند صحیح کے ساتھ روایت کیا عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم لما
اسری بی ناصبحت بمکۃ قطعت وعرفت ان الناس
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت رسالت
مآب صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں شب معراج سے
واپس مکہ میں پہنچا مجھے یقین ہوا کہ لوگ مجھے ضرور جھوٹا سمجھیں گے اس
کے بعد سالم حدیث پڑھے اور یہاں تک پہنچے کہ قالوا وتستطیع
ان تنعت المسجد،، قریش نے کہا کیا آپ مسجد (بیت المقدس)
کی علامات بیان کرسکتے ہیں ان میں بعض لوگ وہ بھی تھے جو بیت المقدس
کو اچھی طرح دیکھ بھال چکے تھے میں نے کہا کیوں نہیں چنانچہ ۔
فذھبت اَنْعَتُ فَمَا زِلْتُ اَنْعَتُ حَتّٰی الْیَقِیْنَ علی
بعض النعت فجئ بالمسجد وانا انظر الیہ،، میں بیت المقدس
کا حال بیان کرنا شروع ہوگیا اور بیان کرتا رہا یہاں تک کہ بعض
حالات مجھ پر ملتبس ہونے لگے تو مسجد شریف میرے سامنے
آگئی یہاں تک کہ دار عقیل یا عقال کے قریب آگئی میں نے اسے
دیکھ کر حالات سنا دیئے یہ یا تو تمثیل کے باب سے ہے
جیسے بہشت و دوزخ کو حضور علیہ السلام کو دیوار میں دکھایا گیا
یا طی المسافہ کے قبیل سے ہے یہی تقریر میرے نزدیک نہایت
احسن ہے کیونکہ یقینی امر ہے اہل بیت المقدس نے مسجد کو اپنے
شہر سے اس وقت گم نہ پایا
(۴) منجملہ ان کے ایک یہ ہے جو ابن جریر اور ابن ابی حاتم وابن

المنذر اپنی تفاسیر میں روایت کرتے ہیں اور حاکم مستدرک میں نقل
کر کے اس کی تصحیح فرماتے ہیں عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ فی قولہ تعالیٰ لَوْلَآ ان رای بُرْھَانَ رَبّہٖ قال
مَثَلَ لَہٗ یعقوب،، حضرت ابن عباس سے باری تعالیٰ کے
قول لولا ان رای برھان ربہ،، کی تفسیر سے منقول ہے کہ اس وقت
حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت مثالی حضرت یوسف علیہ السّلام
کو دکھائی گئی اس طرح ابن جریر سعید بن جبیر اور حمید بن عبد الرحمٰن اور
مجاہد اور القاسم بن ابی نبزہ اور عکرمہ اور محمد بن سیرین اور قتادہ اور
ابی صالح وشمر بن عقیلہ اور ضحاک اور حسن سے روایت کرتے ہیں
کہ انفرج سقف البیت فرآی یعقوب گھر کی چھت پھٹ گئی
جس سے انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھ لیا ایک
لفظ میں ان سے یہ ہے کہ رای تمثال یُعْقُوْبَ یعقوب علیہ السلام
کی صورت مثالی یا طی المسافۃ کے ذریعہ اس مسئلہ کا اثبات ہے
ہمارے مسئلہ کے لیے یہ شاہد عظیم ہے کہ یوسف علیہ السّلام نے
جب کہ آپ مصر میں تھے اپنے باپ کو دیکھا وہ اس وقت ارضِ
شام میں تھے ففیہ اَثْبَاتُ رُؤْیَتِہٖ یعقوب علیہ
السلام بمکانین متباعدین فی وقت واحد بناء علی
احدے القاعدتین اللیتین ذکرناھا واللہ اَعْلَم
اس سے ثابت ہوا کہ یعقوب علیہ السّلام کو دو مختلف مکانوں میں
بیک وقت دیکھا گیا اس کی بناء ہمارے ان دونوں قاعدوں پر
ہے جس کو ہم نے ابھی ذکر کیا واللہ اعلم۔

اس کے مزید دلائل وحقائق فقیر کی دو تصنیفوں میں ہیں

(۱) ولی اللہ کی پرواز

(۲) الاستمداد فی نظور الاولیاء

ندائے یارسول اللہ سے حاضر وناظر کا ثبوت

اس موضوع پر فقیر کی ایک ضخیم تصنیف ہے بنام ندائے یارسول اللہ یہاں چند دلائل ملاحظہ ہوں نداء میں تین امر ہوتے ہیں

(۱) حاضر وناظر جان کر۔

(۲) جملہ غیوب جاننے والا سمجھ کر

(۳) زندہ مان کر۔

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صحابہ کرام نے پہلے دونوں عقیدوں کے مطابق پکارا آپ کے وصال کے بعد جملہ امت نے تینوں عقیدوں پر پکارا یاد رکھئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ نہیں کہتے جیسا کہ عام رواج ہے بلکہ کہتے ہیں الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ چند حوالہ جات حاضر ہیں۔

(۱) حضرت علامہ شہاب الدین الخفاجی الحنفی لکھتے ہیں کہ اور

او المنقول انہم کانوا یقولون فی تحیتہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ (نسیم الریاض شرح شفاء مطبوعہ صفحہ ۴۰۴ ج ۲)

منقول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور تحیہ (سلام) پیش کرتے ہوئے عرض کرتے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔

معمول سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَتْ لِیْ مَنْزِلَۃٌ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ تَکُنْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْخَلَائِقِ اٰتِیْہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ فَاِنْ تَنَحْنَحَ انْصَرَفْتُ اِلٰی اَھْلِیْ وَاِلَّا دَخَلْتُ عَلَیْہِ (رواہ النسائی باب وفضائل مشکوٰۃ علم)

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وہ قرب اور منزلت تھی جو مخلوق میں کسی کو نہ تھی میں آپ کی خدمت میں سویرے تڑکے آتا تھا اور عرض کرتا تھا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

آپ پر سلام اے اللہ کے نبی تو آپ کھکار دیتے تو میں اپنے گھر لوٹ جاتا ورنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا

(فائدہ) نہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ بلکہ اکثر صحابہ کا یہی معمول تھا

علامہ امام محمد عبد الباقی المالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اِنَّهٗ وَرَدَ فِیْ عِدَّةِ طُرُقٍ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ اِنَّهُمْ قَالُوْا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ

صحابہ کی بہت بڑی جماعت کے متعلق طرق عدیدہ سے وارد ہے کہ وہ بارگاہ حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کرتے یا رسول اللہ صلے اللہ علیک اے اللہ کے رسول اللہ آپ پر صلوٰۃ بھیجے۔

فائدہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بالاستیعاب ذکر طوالت موجب ملالت ہے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کا عمل کافی ہے اب ان حضرات کا بعد وصال کا عمل ملاحظہ ہو

(۱) سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے:

عَنْ اَبِیْ دَرْدَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاقُوْلُ اِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ تحقیق میں کہتا ہوں جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

(القول ص۱۸۰)

(اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ)

تابعین کا عمل

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ، کا عمل

اور ابن سیرین رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو پڑھو

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

(القول البدیع ص۱۸۵)

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام

حضرت بلال رضی اللہ عنہ، مسجد میں اذان دینے کے بعد در اقدس پر حاضر ہو کر حسب معمول پکارتے

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اَلصَّلٰوةُ حَاضِرَةٌ یعنی یا رسول اللہ مسجد میں جماعت تیار ہے

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ،

جب اس مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت پڑھتے تھے۔

(فائدہ) مسجد میں داخل ہوتے کے وقت صلوٰۃ والسلام عرض کرنا اور وہ بھی صیغہ خطاب سے مستقل بحث آرہی ہے اور یہ وصال کے بعد سے خاص نہیں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں بھی تھا سیدنا علقمہ صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ جب آپ مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وہاں موجود نہ ہونے پر بھی سلام

عرض کیا کرتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے

عَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ اِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ اَقُوْلُ
اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ
وَبَرَکَاتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ وَمَلَائِکَتُہٗ عَلٰی مُحَمَّدٍ

فرماتے ہیں جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو پڑھتا ہوں
اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ
وَبَرَکَاتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ وَمَلَائِکَتُہٗ عَلٰی مُحَمَّدٍ

(شفاء ص۵۳ ج ۲)

مولوی سید حسن دیوبندی لکھتے ہیں کہ آپ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اسی طرح درود شریف پڑھتے تھے۔

(کتاب الصلوٰۃ محدث مجد الدین فضائل درود وسلام ص۹۴)

(از سید حسن دیوبندی)

حضرت سعد بن معاذ کا معمول

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما تھے جانکنی کے عالم میں انہوں نے آخری بار جمال نبوت کا دیدار کیا اور نہایت جوش محبت اور جذبہ عقیدت سے والہانہ انداز میں کہا کہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

(کمال ص۵۹۶ اسد الغابہ ص۲۹۵)

سیدنا امیر حمزہ وسیدنا جعفر رضی اللہ عنہما کا عمل

لا الٰہ الا اللّٰہ کے بعد سب سے افضل وظیفہ یہ ہے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

(افضل الصلوٰۃ للنبہانی ص۱۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل

آپ نے در مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا
اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

(ترمذی ص۱۱۱ ج ۲)

مدد کو تشریف لاتے ہیں

فریاد جو کرے امتی حال زار میں ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو ذیل یہ حوالے پڑھ لیں،، یارسول اللہ پکارنے پر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدد فرماتے ہیں بشرطیکہ خلوص اور صدق دل سے ہو۔

صحابی کا واقعہ

حضرت عمر بن سالم راجز کو قریش قتل کرنا چاہتے تھے تو وہ مکے سے نکلے اور مدینہ طیبہ کا راستہ اختیار کیا جبکہ اس کو مصیبت پڑی تو وہ عمرو بن سالم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو غائبانہ پکارتے اور آپ اس کی امداد فرماتے اور آپ اس کی امداد فرماتے چنانچہ ایک دفعہ راستے میں زبردست دشمن کے گھیرے میں آگئے تو اس عمرو بن سالم اصحابی نے نبی صلے

اللہ علیہ وسلم کو پکارا اور فریاد کی کہ حضور مجھے بچائیے ورنہ دشمن قتل کر دیگا تو آپ اس وقت حضرت میمونہ بنت حرث اپنی بیوی صاحبہ کے گھر وضو فرما رہے تھے تو وہیں مدینہ طیبہ میں مقام وضو میں بیٹھے ہی لبیک فرما کر راجز کے پاس تشریف لیجانے کا ثبوت دیا اور نصرت سے اس کی امداد فرما کر اس کو دشمن سے بچا لیا اور اپنی امداد کی راجز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلی دی چنانچہ راجز صحابی کے اس واقعہ سے استمداد اور آپ نے اپنی امداد غائبانہ کو اپنی زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے بھی بیان فرمایا اور جب عمرو بن سالم راجز نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی غائبانہ امداد سے مدینہ طیبہ پہنچا تو اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی امداد کے متعلق چند اشعار پڑھے اس کا ایک شعر فقیر بھی عرض کرتا ہے جو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے:

فانصر رسول اللہ اختر اعتدا
وادع عباد اللہ یاتوا مددَ

پس تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگ کیونکہ آپ کی مدد ہر وقت تیار ہے اور اللہ کے بندوں کو پکارو تیری مدد کو پہنچیں گے

یہ تمام واقعہ اور اشعار اصابہ جلد ۴ صـ۲۹۷ اور کتاب الاستیعاب جلد ۲ صـ۴۴۶ میں بھی مذکور ہے بیہقی ج۲ صـ۹ پر بھی موجود ہے۔

بعد وصال کے واقعات

دشمن کا طعنہ نہیں سنتے

ابراہیم بن مرزوق کا بیان ہے کہ جزیرہ شقر کا ایک شخص قید ہو گیا اور بیڑیوں اور کاٹھ میں ٹھوک دیا گیا۔

و یستغیث ویقول یا رسول اللہ یا رسول اللہ پکار پکار کر فریاد کرتا تھا اس کے بڑے دشمن نے طنزاً کہا قل بنقدک،، سے کہو کہ تمہیں چھڑا دے جب رات ہوئی تو ایک شخص نے اسے ہلایا اور کہا کہ اذان دو وہ بولا کہ تم نہیں دیکھتے کہ میں کس حال میں ہوں پھر اس نے اذان کہی جس وقت وہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللہِ پڑھا تو اس کی بیڑیاں خود بخود کھل گئیں جس سے وہ جزیرہ شقر میں جا پہنچا اور اس کا قصہ اس کے شہر میں مشہور ہو گیا

(شواہد الحق وحجۃ اللہ علے العالمین صـ۸۰۹)

مشکل میں آنا یا رسول اللہ

ایک دوسرے مسلمان قیدی نے کہا کہ کافر بادشاہ کا جہاز دریا میں پھنس گیا ہزار آدمیوں نے زور لگایا مگر جہاز نہ نکل سکا بالآخر مسلمان قیدیوں سے کہا کہ تم جہاز نکالو فَقُلْنَا بِاَجْمَعِنَا یَا رَسُوْلَ اللہِ ہم مسلمان قیدیوں نے مل کر یا رسول اللہ) کا نعرہ لگا کر زور لگایا تو جہاز باہر آ گیا حالانکہ ہم صرف چار سو پچاس تھے (حجۃ اللہ صـ۸۱ ج۲)

قید سے چھڑاؤ یا رسول اللہ

حضرت ابو یونس علیہ الرحمۃ کو معلوم ہوا کہ دو سو علماء کو امیر بلدۃ نے گرفتار کر لیا ہے ابو یونس نے انکی رہائی کے لیے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بدیں الفاظ فریاد کی۔

يَا اَحْمَدُ يَا مُحَمَّدُ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ يَا اَبَا الْقَاسِمِ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ يَا مَنْ جَعَلَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ، تو خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ غَدًا يُطْلَقُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ کل سب رہا ہو جائیں گے چنانچہ صبح ہوتے ہی سب رہا کر دیئے گئے (حجۃ اللہ نبہانی ص۱۴۱ ج۲)

مدینہ کو منہ کر کے

حضرت ابو اسحاق نے کہا کہ ایک دفعہ میرا اونٹ گم گیا تلاش بسیار کے باوجود نہ ملا میں نے مدینہ طیبہ (صلے اللہ تعالیٰ علی صاحبہا) کی طرف منہ کر کے بدیں الفاظ فریاد کی۔

يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا مُسْتَغِيْثٌ بِكَ فوراً اونٹ مل گیا حجۃ اللہ ص۱۴۱ ج۱)

قرض اتر جائے

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے تنگ دستی کی شکایت کی آپ نے اسے وظیفہ بتایا کہ جب تو گھر جائے تو سلام پیش کر پھر سورۂ اخلاص پڑھ اس نے اس پر عمل کیا تو چند دنوں میں تنگدستی کی بجائے فراخ دست ہو گیا۔

(جلاء الافہام ص۲۵۵ نسیم الریاض ص۴۶۴ ج۳)

(ف) دیکھئے اللہ والوں کو دکھ درد یہاں تک کہ قرض اتارنے کی پریشانی دور کرنے کے لیے بھی درخواست اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کر دی اور اس کریم نے منگتے کی جھولی بھر دی۔

آپ کی مہربانی چاہیے

حضرت محمد نعمانم علیہ الرحمۃ نے کہا میں مدینہ طیبہ صلے اللہ تعالیٰ علی صاحبہا کی طرف پیدل گیا راستہ میں جب کمزوری لاحق ہوتی تو عرض کرتا اَنَا فِیْ ضِیَافَتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (اے اللہ کے رسول! میں آپ کا مہمان ہوں) فوراً کمزوری دور ہو جاتی ہے حجۃ اللہ ص۱۴۱)

کنوئیں سے نکالا

حضرت احمد بن احمد علیہ الرحمۃ ایک دفعہ کنوئیں میں گر گئے انہوں نے یا حَبِیْبِیْ یا مُحَمَّدَاہ کہا فوراً باہر آ گئے (حجۃ اللہ ص۱۴۱ ج۲)

مزید احادیث مبارکہ | قال ثوبان رضی اللہ عنہ قال عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا۔ (الحدیث)

(رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ ص مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

ترجمہ: یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین سمیٹ کر رکھدی۔ پس میں اسکے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ہر چیز ظاہر ہے بلکہ ذرات کائنات بھی حضور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں۔

(ف) یہ حدیث صحاح ستہ سے (مسلم شریف) کی ہے حدیث ہذا کی شرح ملاحظہ ہو۔

قال المناوی وقد تجلی لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الکون کلہ وزویت لہ الارض باسرھا فاری مشارقھا و مغاربھا۔ (

(فیض القدیر ص ۵۲۱ ج ۳)

ترجمہ: امام مناوی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام کائنات روشن تھی۔ آپکے لیے تمام زمین لپیٹی گئی آپ نے اسکے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔

قدرت کا کمال: اس میں تنک کو گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ قدرت کے مالک نے زمین لپیٹی۔ کیسے لپیٹی اگرچہ عقل کو دخل نہیں لیکن پھر بھی سمجھانے کے لیے کہنا پڑتا ہے کہ جیسے ہم نے اپنی پگڑی لپیٹی۔ ہمیں پگڑی لپیٹنے کی قدرت ہے اس مقدس ذات کو کائنات لپیٹنے کی قدرت ہے سائنس نے ایک دوربین تیار کی ہے اس سے دور کی چیز قریب اور موٹی نظر آتی ہے۔ یہ دوربین ایک انسان

نے تیار کی۔ اور انسان ناقص دوربین بنائے تو دور کی شے قریب اور موٹی نظر آجائے۔ تو وہ مالک جسے تمام قدرتیں بطریق اتم حاصل ہیں۔ اسکے لیے بھی ماننا پڑیگا کہ اس نے نبوت کی دوربین میں کل کائنات کا ذرہ ذرہ سامنے رکھدیا۔

مزید عقلی دلائل "باب العقلیات" میں پڑھیے۔

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرى في الظلماء كما يرى في الضوء	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اندھیرے میں ایسے دیکھتے تھے جیساکہ روشنی میں دیکھا کرتے تھے۔ (یعنی اندھیرے اور روشنی میں یکساں دیکھتے تھے)

اخرجہ ابن عدی والبیہقی وابن عساکر۔ الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۱ ص ۶۱
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للامام العینی ج ۵ ص ۲۵۴ باب تسویۃ الصفوف

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

كانَ رسول الله صلى الله عليه وسلم يرى بالليل في الظلمة كما	حضور رات کو اندھیرے میں ایسے دیکھا کرتے تھے جیسے کہ دن کو روشنی میں دیکھتے تھے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام

بالنہار فی الضو (رواہ البیہقی. الخصائص الکبری ج ۱ صا۶)

(۴) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا.

هل ترون قبلتي
ههنا والله ما يخفى
علی رکوعکم ولا
خشوعکم و انی
لا راکم وراء
ظهری.
(رواہ البخاری ج ۱ صا۱۰۲)

یعنی تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا رخ
اس طرف ہے. اللہ کی قسم
نہ تمہارا رکوع مجھ پر مخفی ہے
اور نہ تمہارا خشوع (جو دل
کی کیفیت ہے اور سینہ کا
راز ہے) مجھ سے پوشیدہ
ہے اور بیشک میں تمہیں
اپنی پیٹھ پیچھے دیکھتا ہوں.

۵- قال علیہ الصلوٰۃ والسلام نی واللہ لا بصی من ورائی کما ابصی من بین یدی و فی روایۃ مسلم عنہ" هل ترون قبلتی ھاھنا فواللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا سجودکم انی لارایکم من وراء ظهری (رواہ مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں آنکھوں سے پیچھے یوں دیکھتا ہوں جیسے آگے سے دیکھتا ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کیا تم دیکھ رہے ہو کہ میرا رخ قبلہ کو ہے بخدا مجھ پر نہ تمہارے رکوع پوشیدہ ہیں اور نہ تمہارے سجود مخفی ہیں. اور

میں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں........

۵- قال علیہ الصلوٰہ والسلام وانی انظر الی ما ورائی کما انظر الی ما بین یدی"
(خصائص کبریٰ ج ۱ صا۶۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پیچھے ایسے دیکھتا ہوں جیسے آگے.

۶- حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا.

فانی اراکم
خلف ظهری

بیشک میں تمہیں اپنی پیٹھ
پیچھے دیکھتا ہوں.

رواہ البخاری وفی روایۃ "فانی اراکم وراء ظهری"
ایک روایت میں ہے کہ پیچھے سے دیکھتا ہوں.
(صحیح بخاری وفی روایۃ ص۱۰۰ مشکوٰۃ باب تسویۃ الصف ص ۹۸)
وفی روایۃ مسلم عنہ. فواللہ انی لاراکم من بعدی ظهری".

فانی اراکم امامی
و من خلفی ثم
قال والذی
نفس محمد بیدہ لو
رایتم ما رایت لضحکتم
قلیلا ولبکیتم کثیرا
قالوا و ما رایت

پس بیشک میں آگے بھی
دیکھتا ہوں اور پیچھے بھی
دیکھتا ہوں. پھر فرمایا قسم ہے
اس ذات کی کہ جسکے ید قدرت
میں میری جان ہے. جو میں
دیکھتا ہوں اگر تم دیکھو تو ہنسو
تھوڑے اور رؤو زیادہ.

یا رسول اللہ — صحابہ نے عرض کی آپ
قال رایت الجنۃ — کیا دیکھتے ہیں۔ فرمایا جنت
والنّار۔ — اور دوزخ۔

(رواہ مسلم) (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۱)

۷۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

انی اراکم من وراء ظهری۔ میں پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

(رواہ ابونعیم۔ خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۱)

امام مجاہد نے اللہ تعالےٰ کے اس قول الذی یراك حین تقوم و تقلبك فی الساجدین کی تفسیر میں فرمایا۔ کان رسول اللہ صلی اللہ یری من خلفہ من الصفوف کما یری من بین یدیہ"

(در منثور ص ۹۸ ج ۵ خصائص کبریٰ ص ۶۱ ج ۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم صفوں کے پیچھے ایسے دیکھتے تھے جیسے آگے۔

ازالۂ وہم دیوبندی۔ وہابی کہتے ہیں کہ یہ سر کی آنکھوں سے دیکھنا نہ تھا بلکہ معنوی طور پر تھا انکی تردید آئمہ کرام اور شراح محدثین فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دیکھنا سر کی آنکھوں سے حقیقی دیکھنا تھا۔

۸۔ امام سیوطی فرماتے ہیں۔ قال العلماء هذا الابصار ادراك حقيقي خاص به صلى الله عليه وسلم

انخرقت له فيه العادة ثم يجوز ان يكون برؤية عينيه انخرقت له فيه العادة ايضا فكان يرى بهما من غير مقابلة وقيل كانت له صلى الله عليه وسلم عين خلف ظهره يرى بها من ورائه دائما وقيل كان بين كتفيه عينان مثل سم الخياط يبصر بهما لا يحجبهما ثوب ولا غيره۔ (خصائص ج ۱ ص ۶۱)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

علماء کرام نے فرمایا کہ یہ ادراک حقیقی اور سر کی آنکھوں سے دیکھنا تھا اور یہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (بطور خرق عادت خاص) تھا۔ اور سر کی آنکھوں سے یونہی دیکھنا بھی خرق عادت تھا۔ جیسے بلا مقابلہ آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے برابر طور دیکھنا خرق عادت ہے۔ بعض نے کہا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسی طرح ہمیشہ دیکھنا ہوتا۔ بعض نے کہا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاندھے میں سوئی کے برابر دو آنکھیں تھیں۔ انہی سے دیکھتے آپکو کپڑا وغیرہ کوئی شے حائل نہ تھی۔

امام نووی نے فرمایا ورد الشرع بظاهره فوجب القول به قال القاضی قال احمد بن حنبل رحمه وجمهور العلماء هذه الرؤية رؤية

ترجمہ: شرع کا حکم ظاہر پر ہے فلہذا جیسے وارد ہوا ہے اسی طرح کہنا واجب ہے امام احمد حنبل نے فرمایا کہ یہ آنکھ سے حقیقی دیکھنا مراد ہے اور جمہور کا یہی قول ہے۔

(نووی شرح مسلم ج۱ ص۱۸۰)

امام عینی فرماتے ہیں:

قال احمد وجمهور العلماء هذه الرؤية رؤية العين حقيقة ولا مانع له من جهة العقل و ورد الشرع به فوجب القول به۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج۵ ص۲۵۹، ۲۸۱ باب تسویۃ الصفوف وباب الخشوع فی الصلوٰۃ۔

امام عینی کی عبارت کا ترجمہ اوپر کے ترجمہ کے مطابق ہے۔

۴۔ شاہ ولی اللہ صاحب حدیث "فواللہ ما یخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم الخ لاراکم من وراء ظهری (رواہ مالک) کے تحت رقمطراز ہیں۔

اقول الاظهر ان يقال خلق الله تعالى له ادراكا يدرك به ما ليس في العادة ادراكه مما قد كان او سيكون و ما هو	ظاہر نزد فقیر آنست کہ خدا تعالیٰ خلق فرمود او را کے را در قفائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ میدید بآں چیزے را کہ خلاف عادت است ادراک آں از آنچہ

غائب عنه او ليس في محاذاة بصره بمنزلة رؤية البصر۔ والله اعلم	سابق بود یا آئندہ میشود و آنچہ پوشیدہ است از چشم او یا آنچہ نیست در برابر بصر او وآں ادراک بمنزلہ رویت بصری بود در حصول علم تام واللہ اعلم۔
مسوی عربی شرح موطا۔ ج۲ ص۲۹۶ شاہ ولی اللہ مطبوعہ رحیمیہ دہلی۔	(مصفّٰی شرح فارسی موطا شاہ ولی اللہ ج۲ ص۲۹۵، ۲۹۶)

ترجمہ: فقیر کے نزدیک ظاہر تر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گدی مبارک میں ایک ادراک پیدا فرمایا تھا۔ اس سے آپ خلاف عادت تھا وہ ادراک آئندہ موجود غائب تمام کو پالیتا تھا۔ وہ ادراک ایسے تھا جیسے آنکھ کی بینائی کہ آپ اس سے مکمل طور دیکھتے تھے۔

(۸) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

فواللہ انی لاراکم من بعدی	یعنی اللہ کی قسم میں تمہیں اپنے بعد دیکھتا ہوں اور دیکھوں گا۔

(صحیح مسلم ج۱ ص۱۸۰ مشکوٰۃ شریف باب الرکوع حدیث نمبر۱ ص۸۲)

(ف) امام عینی فرماتے ہیں کہ امام داودی نے "بعدی"، کی تفسیر میں فرمایا۔

يعني من بعدی وفاتی (عمدة القاری ج ۵ ص ۲۸ ونووی ج ۱ ص ۱۸۰)
یعنی بعد از وفات بھی میں تمہیں دیکھتا رہوں گا۔ ولقد علیہ۔

(۹) حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

انا علیکم شهید	میں تمہارا شاہد ہوں۔ تمہاری
ان موعدکم	ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے
الحوض و انی لا نظر	اور بیشک میں اس (حوض کوثر)
الیہ وانا فی مقامی هذا	کو اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں

الحدیث. متفق علیہ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۵ و صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵۰ مشکوٰۃ)

حوضِ کوثر کہاں

خیال رہے کہ حوضِ کوثر جنّت میں ہے اور جنّت ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔ تو جن کی نظر ساتوں آسمانوں کے پار جاتی ہے تو زمین کا کون سا گوشہ انکی نگاہ سے مخفی ہے۔
(ف) اس حدیث کی مزید تشریح آگے عرض کرونگا۔ (انشاء اللہ)

(۱۰) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔
ما من شیئ لم اکن ارئیتہ الا رأیتہ فی مقامی هذا (رواہ البخاری کتاب المغازی) جو شے ایسی نہیں جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو۔ میں یہاں ہر شئے کو دیکھ رہا ہوں۔
(ف) نفی کے بعد الا ایسا عموم ہے کہ اس سے کوئی شے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی۔

(۱۱) حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی سورج گرہن کی نماز اور اس میں دراز قیام اور آپکی قرارت کی ہیبت آپکے قومہ و قیام رکوع و سجود دیگر بعد صلوٰۃ آپ کے نورانی خطبے کو بیان فرماتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک ایسا سوال بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کرتے ہیں کہ جس میں سوال کو جواب کے الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر بعطائے الٰہی متصرف فی الامور ہونے کے عقائد حقہ پر مفصل روشنی پڑتی ہے۔ پڑھیے۔

قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَءَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ هٰذَا ثُمَّ رَءَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ اِنِّي رَاَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُودًا وَ لَوْ اَخَذْتُهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَرَاَيْتُ النَّارَ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ اَفْظَعَ وَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوْ بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قَالَ يَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَ يَكْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰى اِحْدٰهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔

(رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۰ باب صلوٰۃ الخسوف)

لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی جگہ میں کچھ لیا اور پھر دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے۔ ارشاد

فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا تو اس سے خوشہ لینا چاہا اگر میں وہ خوشہ لے لیتا تو تم رہتی دنیا تک کھاتے رہتے اور میں نے آگ کو دیکھا تو آج جیسا گھبراہٹ والا منظر کبھی نہ دیکھا میں نے دوزخ میں عورتوں کو زیادہ دیکھا۔

صحابہ نے عرض کیا حضور اس کی وجہ؟ فرمایا انکے کفر کی وجہ سے سوال کیا کہ حضور کیا رب کریم کی کافرہ ہیں۔ فرمایا کہ خاوند کی ناشکری اور احسان فراموش ہیں اگر تم ان سے سارے زمانے کی بھلائی کرو پھر تمہاری کوئی ذرا سی بات دیکھیں تو کہیں کہ میں نے تجھ سے کبھی بھی بھلائی نہ دیکھی۔

دیکھئے کہ کئی سو سال بعد ہونے والے واقعات پر اپنے ناظر اور ایک ہی وقت میں مدینہ منورہ سے جنت میں بھی اپنا تصرف خود بیان فرمایا اور مزید یہ کہ عورتوں کے وہ افعال تو ایک طرف جو کہ وہ ابھی کریں گی آپ نے انکے قبل از تولد انکی گفتگو کے الفاظ انکے وطیرے و سلیقے اور نوجہ ایسے وطیروں و سلیقوں کے جہنم میں انکے مقامات تک بیان فرما دیئے۔

۱۳- مشکوٰۃ باب التحریض علی قیام اللیل میں ہے۔ اِسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَزِعًا يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ۔

ایک شب حضور علیہ السلام گھبرائے ہوئے بیدار ہوتے فرماتے تھے کہ سبحان اللہ اس رات میں کس قدر خزانے اور کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں۔

فوائد الحدیث

اہل اسلام متفق ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی خواب بھی وحی ہے (رؤیا الانبیاء وحی) مشہور ہے اسی لیے حدیث ہذا کا مضمون وحی ربانی ماننا ہو گا۔

۲- خواب میں نزول خزائن کی خبر دی گئی اور وہ ہو کر رہی کہ آپ نے جیسے فرمایا آپکے اور آپکے طفیل آپکی امت کو خزائن نصیب ہوتے۔

۳- آنے والے زمانہ میں جو فتنے و فسادات۔ اور عام واقعات کو بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ و معائنہ فرمایا۔ یہی میرا موضوع ہے۔ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہژدہ ہزار عالم کے تغیرات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً خواب ایک علیحدہ عالم ہے دنیا ایک اور لیکن آپ نے آنے والے واقعات کا مشاہدہ و معائنہ فرمایا۔ جسکی تفصیل دوسری روایات میں بیان فرمادی اسی لیے ہم کہتے ہیں اس وقت اگرچہ آپ عالم برزخ میں ہیں لیکن قلب مکانی سے آپکی نبوت اور اسکے جملہ لوازمات بدستور آپکے پاس موجود ہے منجملہ انکے ایک یہی کہ آپ ہر وقت ہر جگہ موجود و حاضر و ناظر ہیں۔

شاہ تبع کا خط

یمن کے بادشاہ تبع رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ السلام کو صدیوں پہلے لکھا کہ میں آپکی زیارت نہ کر سکا۔ میری شفاعت فرمانا۔ اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ فرمانا میں آپکی پہلی امت میں سے ہوں اور آپکی آمد سے پہلے ہی بیعت کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ مدینہ کی آبادی میں کئی گناہ اضافہ ہو گیا۔ اور یہ خط دست بدست معہ وصیت کے اس بڑے عالم ربانی

کی اولاد میں سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس بھیجا اور آپ نے وہ خط اپنے خاص غلام ابولیلیٰ کی تحویل میں رکھا اور جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے اور مدینہ منورہ کی الوداعی گھاٹی ثنیات کی گھاٹیوں سے آپکی اونٹنی نمودار ہوئی اور مدینہ کے خوش نصیب لوگ محبوب خدا کا استقبال کرنے کو جوق در جوق آرہے تھے۔ اور کوئی اپنے مکانوں کو سجا رہا تھا۔ کوئی گلیوں اور سڑکوں کو صاف کر رہا تھا۔ کوئی دعوت کا انتظام کر رہا تھا۔ اور سب یہی اصرار کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو۔ جس گھر میں یہ ٹھہرے گی اور بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہوگی۔

چنانچہ دو منزلہ مکان شاہِ یمن تبع نے حضور کی خاطر بنوایا تھا۔ وہ اس وقت حضرت ابوایوّب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تحویل میں تھا۔ اسی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی جا کر ٹھہر گئی۔ لوگوں نے ابولیلیٰ کو بھیجا کہ جاؤ حضور کو شاہِ یمن تبع کا خط دے آؤ۔ جب ابولیلیٰ حاضر ہوا تو حضور نے اسے دیکھتے ہی فرمایا تو ابولیلیٰ ہے یہ سن کر ابولیلیٰ حیران ہوگیا۔ حضور نے پھر فرمایا میں محمد رسول اللہ ہوں۔ شاہ یمن کا جو میرا خط تمہارے پاس ہے لاؤ وہ مجھے دو۔

چنانچہ ابولیلیٰ نے وہ خط دیا اور حضور نے پڑھ کر فرمایا صالح تبع کو آفرین وشاباش ہے۔ (نسیم الریاض وغیرہ اسکی مزید تفصیل فقیر کی محبوبِ مدینہ میں ہے

(ف) معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر زمانے میں چرچا رہا اور خوش قسمت افراد نے ہر دور میں حضور سے استفادہ کیا اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم اگلی پچھلی تمام باتیں جانتے ہیں۔ کیونکہ آپ انکا مشاہدہ فرما چکے ہیں اسی لیے قیامت میں انکے بھی شاہد ہیں۔

(۴۱) ترمذی جلد دوم باب العلم بَابُ مَا جَاءَ فِیْ ذَهَابِ العلم میں ہے۔ کنا مع النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فَشَخَصَ بِبَصَرِهٖ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا اَوَانُ یُخْتَلَسُ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰی لَا یَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰی شَیْءٍ۔ ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے جبکہ علم لوگوں سے چھین لیا جائیگا۔ حتیٰ کہ اس پر بالکل قابو نہ پائینگے۔

(ف) اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقاۃ کتاب العلم میں فرماتے ہیں فَکَاَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمَّا نَظَرَ اِلَی السَّمَآءِ کُوْشِفَ بِاقْتِرَابِ اَجَلِهٖ فَاَخْبَرَ بِذٰلِكَ۔ جب حضور علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا تو آپ پر آپکی موت کا قرب ظاہر ہوگیا۔ تو اسکی خبر دے دی۔

مشکوٰۃ شروع باب الفتن فصل اوّل میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ پاک کی ایک پہاڑی پر کھڑے ہوکر صحابہ کرام سے پوچھا کہ جو میں دیکھ رہا ہوں۔ کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا۔ فَاِنِّیْ اَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُیُوْتِكُمْ كَوَقْعِ الْمَطَرِ۔ میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنے گرتے دیکھتا ہوں۔

(ف) معلوم ہوا کہ دنیا بھر کے جملہ فتنے جو عرصہ کے بعد ہونے والے

تھے انہیں بھی ملاحظہ فرما رہے تھے۔

طریقۂ استدلال ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی چشم حق میں آئندہ کے واقعات اور دور و قریب کے حالات اور حوض کوثر جنّت و دوزخ وغیرہ کو ملاحظہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام کے طفیل حضور کے خدام کو بھی خدائے قدوس یہ قدرت و علم عطا فرماتا ہے۔ جیساکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ذیل شاہد ہے

مشکوٰۃ جلد دوم باب الکرامات میں ہے کہ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک لشکر کا سردار ساریہ کو بنا کر نہاوند بھیجا فَبَیْنَمَا عُمَرُ یَخْطُبُ فَجَعَلَ یَصِیْحُ یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلَ۔ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھتے ہوئے پکارنے لگے کہ اے ساریہ پہاڑ کو لو۔ کچھ عرصہ کے بعد اس لشکر سے قاصد آئے انہوں نے بیان کیا کہ ہم کو دشمن نے شکست دیدی تھی۔ کہ ہم نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ کہ ساریہ پہاڑ کو لو۔ تو ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت کے پیچھے لیا۔ تب خدا نے انکو شکست دے دی۔

(۱۵) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فقہ اکبر[۱] میں۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع کبیر میں۔ طبری اور نعیم نے حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

---

[۱] ۔ فقہ اکبر کا اصلی نسخہ حضرت مولانا وکیل احمد سکندر پوری رحمہ اللہ نے کہیں حاصل کر کے اسکی شرح الدر الازہر لکھی وہ فقیر کے پاس بفضلہ تعالےٰ موجود ہے۔ اویسی غفرلہٗ

قال مررت بالنبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کیف اصبحت یا حارث قلت اصبحت مؤمنا حقّا فقال انظر ما تقول فان لکلّ شئی حقیقۃ و ما حقیقۃ ایمانک قلت قد عرضت نفسی عن الدُّنیا و اسھرت لذلک لیلی و اظمأت نھاری و کانی انظر الی عرش ربّی بارزًا و کانّی انظر الی اھل الجنّۃ یتزاورون فیھا و کانی انظر الی اھل النّار تیضاغون فی روایۃ یتعادون فیھا فقال یا حارث عرفت فالزم قالھا ثلثًا و فی روایۃ ابن عساکر قال علیہ السّلام وانت امرأٌ نوّر اللّٰہ قلبہ عرفت فالزم

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے زید رضی اللہ عنہ کو بطفیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علم غیب عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کہتے تھے کہ مجھ کو تمام زمین و آسمان کے رہنے والوں اور جنت اور دوزخ میں داخل ہونے والوں کا علم ہے۔ اسی قصّہ کو مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی معنوی میں نظم فرمایا ہے۔ جو بطریق اختصار نقل کیا جاتا ہے۔

گفت پیغمبر صباحے زیدرا — کیف اصبحت اے رفیق باصفا

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح زید سے کہا۔ کہ آج کی صبح اے رفیق باصفا تو نے کیسی کی ہے؟

گفت عبداً مومناً باز اوش گفت — کو نشاں از باغ ایماں گر شگفت

کہا اس حال میں کہ میں عبد مومن تھا۔ پھر اس سے فرمایا۔ کہ وہ باغ ایماں اگر کھلا ہے تو اسکا نشان کہاں ہے؟

گفت تشنہ بودہ ام من روزہا — شب نخفتستم ز عشق و سوزہا

کہا میں مدتوں پیاسا رہا ہوں روزہ میں۔ اور راتوں کو سوزِ عشق میں نہیں سویا ہوں۔

تا ز روز و شب جدا گشتم چناں — کہ ز اسپر بگذرد نوک سناں

تو اس روز و شب سے ایسا نکل گیا ہوں جیسے سپر سے نوک سنان کی نکل جاتی ہے۔ (روز و شب سے مراد زمانہ سے الگ ہوں۔

کہ از انسو روز و شب ملت یکے ست — صد ہزاراں سال و یک ساعت یکیست

اس واسطے کہ اس روز و شب کے اس پار ایک ہی ملت ہے یعنی وحدت جہاں لاکھوں برس اور ایک ساعت ایک ہے۔ غرض یہ کہ تعدد و تعین نہیں ہے یکے ہی یکے ہے۔

ہست ازل را و ابد را اتحاد — عقل را رہ نیست سوئے افتقاد

ازل اور ابد جو لا ابتدا لہ اور لا انتہا لہ سے موصوف ہیں دونوں متحد ہیں عقل کو یہ دخل نہیں ہے جو کسی گم ہوئے کو ڈھونڈے۔ یعنی جو کیفیتیں کہ ازل میں تھیں وہ بھی موجود ہیں اور جو ابد تک ہونگی وہ بھی حاضر۔

گفت ازیں رہ کو رہ آوردے بیار — در خورِ فہم و عقولِ ایں دیار

آپ نے فرمایا کہ اس راہ سے کیا رہ آورد و تحفہ لایا ہے۔ وہ بھی عرض کر مگر موافق سمجھ اور عقل اس ملک دنیا کے جو سب سمجھیں۔

گفت خلقاں چوں بہ بینند آسماں — من بہ بینم عرش را با عرشیاں

کہا مخلوق کے لوگ جیسے آسمان کو دیکھتے ہیں میں ایسے ہی عرش کو عرشیوں سمیت دیکھتا ہوں۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من — ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن

آٹھوں جنت اور ساتوں دوزخ میرے سامنے ایسی ظاہر ہیں جیسے بت بت پرست کے آگے۔

یک بیک وا مے شناسم خلق را — ہمچوں گندم من ز جو در آسیا

مخلوق سے ایک ایک کو میں یوں پہچانتا ہوں جیسے گیہوں اور جو آسیا میں پہچانے جاتے ہیں کہ یہ جو ہے اور یہ گندم ہے۔

کہ بہشتی کہ و بیگانہ کیست　　پیشِ من پیدا چو مار و ماہیست

کہ بہشتی کون ہے اور بیگانہ کون ہے۔ میرے سامنے ایسے ظاہر ہیں۔ جیسے سانپ اور مچھلی۔

جملہ را چوں روزِ رستاخیز من　　فاش مے بینم عیاں از مرد و زن

مثل روز قیامت کے تمامی مرد و زن کی کیفیت عیاں و برملا ظاہر دیکھ رہا ہوں۔

ہیں بگویم یا فرو بندم نفس　　لب گزیدش مصطفےٰ یعنی کہ بس

خبردار ہو کہے جاؤں یا خاموش ہو جاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہونٹ تلے دبایا۔ جس سے ایما تھا کہ بس کر۔

یارسول اللہ بگویم سرِ حشر　　دو جہاں پیدا کنم امروز نشر

زید نے کہا یارسول اللہ کچھ تو بھید حشر کا کہوں۔ اور جہاں میں پریشانی ڈالوں اور آج ہی نشر پیدا کر دوں۔

ہل مرا تا پردہا را بر درم　　تا چو خورشیدے بتابد گوہرم

مجھ کو چھوڑ دو اور اجازت دو۔ تو پردے بھید کے پھاڑ دوں جس سے گوہر میری ذات کا مثل خورشید کے چمکے۔

تا کسوف آید ز من خورشید را　　تا نمایم نخل را و بید را

تاکہ مجھ سے خورشید میں کسوف آجائے جیسا کہ قیامت کو ہوگا۔ ایسا بیان کروں۔ اور نخل خرما اور بید کو ظاہر کر دوں کہ فلاں مثل خرما کے رطب سے پربار

ہے اور فلاں مثل بید کے بے بار۔

وا نمایم روزِ رستاخیز را　　نقد را و نقدِ قلب آمیز را

اور کیفیت روز قیامت کی کھول دوں جس میں نقد جید اور نقد قلب آمیز ہر ایک کا ظاہر ہو جائیگا۔

دستہا بریدہ اصحابِ شمال　　وا نمایم رنگ کفر و رنگ آل

زید اصحاب شمال کے حق میں کہتا ہے کہ ان کے ہلاک کی کیفیت ظاہر کروں جنکو کہ یہ بائیں ہاتھ والے یعنی گنہگار جنکے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائیگا۔ اپنی خرابی کو جانیں۔ اور رنگ کفر کو جو سیاہ ہے اور رنگِ اسلام کو جو سرخ ہے۔ دکھاؤں کہ یہ حال کفر کا ہے۔ اور یہ اسلام کا ہے۔

وا کشایم ہفت سوراخ نفاق　　در ضیائے ماہ بے خسف و محاق

اور وہ سات سوراخ جو نفاق کے ہیں انکو کھول دوں۔ (ہفت سوراخ مراد درکات دوزخ سے ہے کہ سات ہیں) از بس تیرہ و تاریک اور نیز روشنی ماہ سے جو نکوکار ہیں۔ اور ایسے ماہ جنکو خسوف و محاق نہیں جیسے یہ ماہ میں خسوف بھی آجاتا ہے۔ اور ہر مہینہ محاق میں جو تحت شعاع آفتاب میں ڈوبا رہتا ہے پڑ جاتا ہے۔

وا نمایم من پلاسِ اشقیا　　بشنوانم طبل و کوس انبیا

اشقیا کو پلاس نصیب ہے۔ وہ بھی دکھا دوں۔ انبیاء کے طبل و کوس کی

آواز بھی سنوا دوں۔ کہ کیسا ڈنکا بادشاہی کا بجا رہے ہیں اور اشقیا کیسی ذلّت و خواری میں ہیں۔

دوزخ و جنات برزخ درمیاں　　پیشِ چشم کافراں آرم عیاں

دوزخ اور جنتیں جن میں بالفعل برزخ ہو رہا ہے اور کافر اسی برزخ کے باعث انکے منکر ہیں۔ ابھی انکی آنکھوں کے سامنے ظاہر کر دوں۔

وانمایم حوض کوثر را بجوش　　کاب بر روشاں زند بانگش بگوش

حوض کوثر کے بھی منکرین منکر ہیں اسکو بھی جوش مارتا ہوا دکھا دوں۔ ایسا کہ پانی اُنکے روبرو ہو اور آواز جوش کی انکے کان میں پہنچے۔

وانکہ تشنہ گردِ کوثر مے دوند　　یک بیک را نام گویم کہ اند

اور وہ لوگ جو پیاسے اسکے گرد پھرتے ہیں اور دوڑ دوڑ کے آتے ہیں ایک ایک کا نام بتا دوں۔ کون کون ہیں۔

مے لساید دوش شاں بر دوش من　　نعرہا شاں مے رسد در گوش من

انکے دوش میرے دوش سے لگے ہوتے ہیں۔ اور انکے نعرے میری کان میں چلے آتے ہیں۔

اہلِ جنّت پیشِ چشم ز اختیار　　در کشیدہ یکدگر را در کنار

اور جتنے اہل جنت ہیں اور انکو اختیار ہیں سب میری آنکھ کے سامنے ایک دوسرے سے بغلگیر ہیں۔

دست یکدیگر زیارت مے کنند　　وز لباں ہم بوسہ غارت مے کنند

اور باہم ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہیں اور لبوں سے بوسے بھی ہاتھوں کے لوٹتے ہیں۔

کر شد ایں گوشم زبانگ آہ آہ　　از حنین و نالۂ وا حسرتاہ

وہ جو آوازہ آہ آہ اور گریہ دردناک اور نالہ وا حسرتاہ کا ہو رہا ہے دوزخیوں سے وہ بھی میرے کان میں ایسا آ رہا ہے جس سے میرے کان بہرے ہو گئے۔

ایں اشارتہاست گویم از نغول　　لیک مے ترسم ز آزارِ رسول

یہ اشارے دور کے ہیں اور سب کامل کہ میں کہہ رہا ہوں لیکن خوف و نا راضی رسول مقبول سے کہ حکم اخفا کا فرماتے ہیں مفصل اور بین نہیں کہہ سکتا۔

ہمچنیں مے گفت سر مست و خراب　　داد پیغمبر گریبانش بتاب

اسی طرح وہ کہہ رہا تھا۔ درحالیکہ مست و مدہوش تھا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اسکا گریبان اینٹھ دیا یعنی اسکا گلا بند کر دیا۔ اور منع فرمایا۔

حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالےٰ نے بطفیل رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ طاقت عطا فرمائی تھی کہ وہ دنیا میں ہی اپنی آنکھوں سے بہشت و دوزخ کو دیکھتے تھے چنانچہ شرح عین العلم جلد اول میں مرقوم ہے۔

في رواية الطبراني
و ابو نعيم عن
الحارث بن مالك
الانصاري قال مررت
بالنبي صلى الله عليه
وسلم فقال كيف
اصبحت يا حارث
قلت اصبحتُ مؤمنا
حقًا فقال انظر ما
تقول فان لكل شيءٍ
حقيقة فما حقيقة
ايمانك قلت قد
عرفت نفسي عن
الدنيا و اسهرت
لذلك عيني ليلي
و اظمائت نهاري
و كاني انظر الى
اهل الجنة يتزاورون
فيها و كاني انظر
الى اهل النار يتضاغون
و في رواية يتعادون

یعنی طبرانی میں حارث بن مالک
انصاری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ انہوں نے
کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ جا رہا تھا تو آپ
نے فرمایا اے حارث
تو نے کیونکر صبح کی. میں نے
کہا میں نے صبح کی اس حال میں
کہ میں سچا ایماندار ہوں. آپ
نے فرمایا کہ دیکھ کیا کہتا ہے
کہ تحقیق ہر شئے کے لیے
حقیقت ہے پس کیا حقیقت
ہے تیرے ایمان کی. میں
نے کہا کہ تحقیق میں نے پہچان
لیا اپنے نفس کو دنیا سے
رات کو میں نے اپنی آنکھ
کو بیدار رکھا اور میں دن میں
پیاسا رہا گیا کہ........
میں دیکھتا ہوں اہل جنت کی
طرف کہ وہ باہم زیارت کر رہے
ہیں. اور دیکھ رہا ہوں. میں

فقال يا حارث
عرفت فالزم
و في رواية
ابن عساكر قال
عليه السلام و
انت امرء نور الله
قلبه فالزم.

اہل جہنم کی طرف کہ وہ شور
کر رہے ہیں اور چلا رہی
ہیں. فرمایا رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تو
ایک مرد ہے کہ اللہ تعالے
نے تیرے قلب کو منور کر
دیا پس لازم پکڑ اسکو.

(ف) یہ واقعہ مولوی رشید گنگوہی نے امداد السلوک صـ ۱۳۸ میں بھی درج کیا ہے.

یاد رہے کہ یہ کتاب مولوی رشید احمد نے حافظ ضامن کے حکم سے تصنیف (ترجمہ) کیا پھر اسکا ترجمہ عاشق الہی میرٹھی نے کیا اسکا مقدمہ زکریا سہارنپوری نے لکھا. شاہکوٹ پاکستان میں بھی شائع ہوئی ہے.

(۲۰) شرک شکن حدیث

عَنْ عُقبة بن عامر ان النبي صلى الله عليه وسلم خرج يومًا فصلى على اهل أحد صلاته على الميت ثم انصرف الى المنبر فقال اني فَرَطكُم وَ اَنَا شهيدٌ عليكُم والله لَاَنظُرُ اِلى حوضي الاٰن وَ اِنّي قد أُعطيتُ خزائنَ مفاتيح

الأَرْضِ وَ اِنّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ بَعْدِیْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا۔ (البخاری باب علامات نبوت)

ج ۲ ص ۱۸۵ ج ۱ ص ۱۷۹ ج ۱ ص ۹۷۵ ومسلم ج ۲ ص ۲۵۰ ومشکوٰۃ ص ۵۴۷ باب وفات النبی صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور آپ نے شہدائے اُحد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اسکے بعد منبر پر تشریف لاکر فرمایا کہ میں تمہارا نگہبان اور گواہ ہوں۔ خُدا کی قسم میں اس وقت اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور بلاشبہ مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ خدا کی قسم میں اپنے بعد تمہارے مشرک ہو جانے کا کوئی خوف نہیں کرتا۔ بلکہ اس بات سے ڈر رہا ہوں کہ تم صرف دنیا میں لگ جاؤ گے۔

(ف) حضور نبی مختار صلی اللہ تعالے علیہ وسلم خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں فرش پر رہ کر حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ حوض کوثر یہاں سے صدیوں نہیں ہزاروں سال کی مسافت دور ہے لیکن دیوبندی، وہابیوں کو کون سمجھائے۔ جب بے دھڑک آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ انکو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے نبی اللہ کے ارشاد پر یقین کرنا تو درکنار انکو سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی قسم کا بھی اعتبار نہیں۔ کیا ایسے لوگ امتِ نبی کہلانے کے کس قدر

حقدار ہو سکتے ہیں۔ اگر انہیں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم پر اعتبار نہیں ایمان پر اعتبار نہیں۔

۲۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم خُدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔ بتایئے وہ لوگ حضور کو کیا منہ دکھائیں گے۔ جو یہ کہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے مختار نہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ انکو حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ خاص دشمنی ہے۔ تبھی تو وہ آپکے ہر کمال کو گھٹانے کی فکر میں ہیں۔

۳۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خُدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں اپنے بعد تمہارے مشرک ہونے کا کوئی خوف نہیں کرتا۔ بلکہ صرف دنیا میں محو ہو جانے کا خوف ہے۔

انتباہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم تو اپنی امت کو شرک نہ کرنے کا خطرہ سمجھیں۔ لیکن یہ توحیدی خلقِ خدا کے قدم قدم پر شرک کا جال بچھاتے پھرتے ہیں۔ جو بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور اولیاء کرام کی عقیدت و محبت میں کیا جائے اسے تو شرک شرک پڑھتے پڑھتے نہیں تھکیں گے۔

۴۔ حدیث ہذا ہمارا موضوع ہے وہ یہ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کو اپنی امت کا شہید (حاضر و ناظر) بتایا اور عملی طور حوض کے دیکھنے کی خبر دی کہ جو شے تمہارے سے اتنا دور ہے جب وہ میرے سامنے ہے تو پھر امت کی دوری کیسی اسکے بعد اپنے اختیار کی خبر دیکر اپنی امت کے آنے والے واقعات کا اجمالی خاکہ

پیش کر دیا کہ میری امت شرک میں مبتلا نہ ہوگی۔ البتہ دنیوی امور میں منہمک ہو جائیں گے یہ نقشہ آج ہمارے سامنے ہے کہ بفضلہ تعالیٰ امت بت پرستی اور شرک سے کوسوں دور ہے لیکن افسوس کہ دنیوی امور میں ایسے پھنسے ہیں کہ دس کماتے ہیں ان زائد تب بھی روزی کی کمی کی شکایت کا ردبار زوروں پر ہیں لیکن برکت نہیں ہے۔

وہم | اس حدیث شریف کے متعلق بعض نا عاقبت اندیش جواب دیتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کو حوض دکھایا گیا اسکے بعد پھر اسی طرح لاعلمی۔ (معاذ اللہ)

۱۔ جوابات الفاظ مذکور جو مخالف نے کہے ہیں حدیث میں نہیں اور اپنی طرف سے احادیث میں من گھڑت جرم عظیم ہے اسے تحریف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۲۔ حدیث شریف مطلق ہے اسے مقید یا تو اس درجہ کی حدیث کر سکتی ہے۔ یا معتبر اور ثقہ راوی ورنہ تمام قیود مقید کرنے والے کے منہ پر ماری جائیں گی۔

۳۔ اتنا بلند مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا پھر دی ہوئی نعمت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کبھی نہیں چھینی اگر اس نعمت کے چھینے جانے کا کہیں ذکر ہے تو مخالف پیش کرے ورنہ اللہ تعالیٰ اور اسکے نبی بالا و اعلیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان تراشی سے توبہ کرے ورنہ جہنم کی سزا ایسے بہتانیوں کے لیے ہی ہے

(۲۱) مسجد کی حاضری پر حضرت علقمہ کا عمل

عن علقمة قال اذا دخلت المسجد اقول السلام عليك ايها النبي و رحمة الله و بركاته۔ (شفا، قاضی عیاض)

ترجمہ: علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو میں کہتا ہوں سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں۔

۲۔ کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا۔ اِذَا دَخَلَ وَ اِذَا خَرَجَ۔ کہ جب مسجد میں داخل ہوتے تو بھی اور جب نکلتے تو بھی۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھتے (شفا صد ۵۳/۲ نسیم الریاض صد ۴۶۵ ج ۳)

۳۔ امام قاضی عیاض شفا شریف صد ۱۲ ج ۲ میں لکھتے ہیں۔ اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ اَحَدٌ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ جب گھر میں کوئی نہ ہو تو یوں کہو کہ اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

۴۔ حضرت ملا علی قاری شرح شفا میں اسکی دلیل بیان کرتے ہیں۔ لِاَنَّ رُوْحَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاضِرَةٌ فِيْ بُيُوْتِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ ۔ یعنی یہ اس لیے ہے کہ حضور کی روح مبارک ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

۵۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وَقَالَ الْغَزَالِیُّ سَلِّمْ عَلَیْهِ اِذَا دَخَلْتَ فِی الْمَسْجِدِ فَاِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَحْضُرُ فِی الْمَسَاجِدِ۔

امام غزالی نے فرمایا کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تو حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو۔ کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہیں۔

(ف) نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں ہے۔ انبیائے کرام جسمانی اور ظاہری طور پر بشر ہیں اور انکا باطن اور روحانی قوتیں ملکی ہیں اسی لیے وہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھتے ہیں اور آسمان کی چرچراہٹ سنتے ہیں اور جبرائیل کی خوشبو پاتے ہیں جب وہ ان پر اترتے ہیں۔

ازالہ وہم حدیث المسجد سے حاضر و ناظر کا ثبوت واضح ہے لیکن جنہیں بغض رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مرض ہے وہ کمالات کی روایات کو ضعیف کہنے کے عادی ہیں۔ ان کے لیے عرض ہے۔

صحابہ و تابعین جب مساجد میں داخل ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے۔ مساجد والی احادیث حاضر و ناظر کے رواۃ یہ ہیں۔

۱۔ سیدہ فاطمہ ۲۔ مولیٰ علی ۳۔ ابوحمید ۴۔ ابوسعید ۵۔ ابن عمر ۶۔ انس ۷۔ ابوہریرہ وغیرہ۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ اور اس حکم پر عامل اور اسکے قائل یہ ہیں۔ عبداللہ بن سلام۔ ابو درداء۔ کعب احبار۔ علقمہ بن قیس۔ محمد بن سیرین۔ قال کان الناس یقولون۔

ابراہیم وغیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

ان احادیث کے مخرجین یہ ہیں۔ اسماعیل القاضی۔ احمد۔ الترمذی ابن بشکوال۔ الطبرانی۔ البیہقی فی الدعا۔ ابوعوانہ فی صحیحہ۔ ابوداؤد۔ النسائی ابن ماجہ۔ ابن السنی۔ ابن خزیمہ و ابن حبان فی صحیحہا الحاکم فی مستدرکہ وقال صحیح علی شرط الشیخین۔ الحارث بن ابی اسامۃ العدنی فی مسندہ۔ النمیری۔ ابن ابی عاصم۔ ابن المبارک فی الاستیذان (وغیرہ) سنن ابی داؤد ج۱ ص۶۷ وسنن ابن ماجہ ص۵۶ مشکوٰۃ ص۷۰ مرقاۃ ج۱ ص۴۵۳ شفا شریف ج۲ ص۴۶۲ القول البدیع للسخاوی ص۱۸۳ ۱۸۴ ص۱۸۵ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔

(۲۲) قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیُسَلِّمْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (ابوداؤد شریف)

ترجمہ: حضور کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا کرو۔

(ف) اور مسجد کا مفہوم خود حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں فرمایا کہ جُعِلَتِ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا۔

ترجمہ: میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا ہے۔ یہ حدیث بخاری شریف ص۶۲ ج۱ میں موجود ہے۔ مسجد کی قید اتفاقی ہے چنانچہ شفا شریف میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اسکی تصریح فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام گھروں میں داخل ہوتے وقت عرض کیا جائے۔

گھروں میں داخل ہونے کے وقت

گھروں میں جاکر اہل و عیال کو السلام علیکم کہے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی بارگاہ میں صلاۃ وسلام کا تحفہ پیش کرے اس سے گھر میں برکت اور روزی میں برکت اور نزولِ رحمت ہوتا ہے۔ اگر کوئی بھی گھر میں نہ ہو تو۔ عرض کرے۔

اَلصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اس عقیدہ سے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ کریمانہ سے میرا گھر بھی معمور ہے۔ اور آپ حاضر و ناظر ہیں اسی لیے سلام عرض کر رہا ہے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

(۲۳) فرمودہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے تنگدستی کی شکایت کی۔ آپ نے اُسے وظیفہ بتایا کہ جب جائے تو سلام کہہ پھر میری بارگاہ میں بھی سلام پیش کر پھر سورۂ اخلاص پڑھ۔ اس نے اس پر عمل کیا تو چند دنوں میں تنگدستی کی بجائے فراخ دست ہو گیا۔ (جلاءالافہام صـ۲۵۵ نسیم الریاض صـ۴۶۴)

مُلّا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمایا لِاَنّ رُوحَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَاضِرَۃٌ فِیْ بُیُوتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں ہر وقت موجود و حاضر رہتی ہے۔ (شرح شفا صـ۴۶۴ ج ۳) لہذا گھر داخل ہوتے وقت السَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ کی طرح اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ پڑھنا بھی درست ہے۔

چوری اور سینہ زوری

سرفراز خاں صاحب نے تبرید النواظر کے صفحہ ۱۶۵ کے حاشیہ پر تحریر کیا کہ حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں . . . . . . اور اسی مسئلہ کو انہوں نے شرح شفا میں پیش کیا ہے۔

لا لان روحہ حاضر فی بیوت المسلمین یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک مومنوں کے گھروں میں موجود ہے۔ (تسوید النواظر صـ۱۶۵)

یہ عبارت شیخ التفسیر نے تسوید النواظر سے کاٹ چھانٹ کر کے نقل کی ہے۔ تسوید النواظر کی اصل عبارت یہ ہے۔

"لا لان روحہ حاضر فی بیوت المسلمین۔ (تسوید النواظر صـ۱۶۵)

خان صاحب گکھڑوی نے یہ عبارت شرح الشفا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس غرض کے لیے نقل کی ہے کہ عقیدہ حاضر و ناظر کو غلط ثابت کرے اور یہودیت کا خوب ثبوت دے۔ بندہ ناظرین کے سامنے شرح الشفار کی صحیح اور پوری عبارت نقل کر دیتا ہے۔ پھر ناظرین حضرات ان دونوں یعنی گرو اور چیلے کی عیاری پر غور فرمادیں۔ شرح شفا شریف کی اصل عبارت یہ ہے۔

(ان) و فی نسخۃ فان (لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ) ای لان روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت

اهل الاسلام۔ (شرح شفا جلد ۲ ص۱۱۷)

ترجمہ: اگر اور بعض نسخوں میں ہے۔ پس اگر گھر میں کوئی نہ ہو۔ پس تو کہہ اسلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یعنی (یہ حکم نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) اس لیے دیا ہے کہ روح مبارک آپ کی اہلِ اسلام کے گھروں میں موجود ہے۔ خان صاحب گکھڑوی کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں لفظ لا اپنی طرف سے گھسیٹرتے ہوئے شرم نہیں آئی اور عوام کی آنکھیں سیاہ کرنے کے لیے یہ گوہر افشانی کی کہ بعض نسخوں میں لفظ "لا" رہ گیا ہے اور یہ نہ سوچا کہ جنکے پاس کتاب موجود ہے۔ انہیں میں دھوکہ نہیں دے سکتا۔ کیا خان صاحب کسی ایسے نسخے کی طرف ہماری راہنمائی فرما سکتے ہیں جسکی اصل عبارت میں "لا" موجود ہو۔ بندہ دعویٰ سے کہتا ہے کہ اکیلے خان صاحب ہی کیا انکا سارا طائفہ بھی یہ بات ثابت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کی عبارت میں لفظ "لا" کی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ حرف (ای) جو کہ حرف تفسیر ہے وہ اس بات کا مقتضی ہے کہ میرے بعد جملہ مفسرہ اور مثبتہ ہو۔ خان صاحب عربی گرامر سے بالکل نابلد معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر عبارت میں لفظ لا داخل کر دیا جائے تو پورا جملہ یوں بنتا ہے۔

(ای لا لان روحه علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام۔

اس صورت میں لفظ لا یہ تقاضا کرتا ہے کہ یہ جملہ نافیہ حسن عقیدہ کی نفی کرتا ہے اس جملہ سے پہلے ایک ایسا جملہ مثبتہ ہو جو اس عقیدہ کے خلاف کو ثابت کرے تو ایسے جملے کا ساری عبارت میں نام ونشان

نہیں ہے لہذا یہ خان صاحب کا صریح کذب ہے اور کاذبین کے بارے میں قرآن مجید کا فتویٰ مشہور ہے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

(۲۹) ابوہریرہ اور شیطان کا واقعہ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَ كَلَّنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكٰوةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ وَ قُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَ عَلَیَّ عِيَالٌ وَلِیْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَ عِيَالًا فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَ سَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ سَيَعُوْدُ فَرَصَلَاتَهٗ فَجَاءَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِیْ فَاِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَ عَلَیَّ عِيَالٌ لَا اَعُوْدُ فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَ سَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُهٗ فَجَآءَ يَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هٰذَا اٰخِرُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ اَنَّكَ تَزْعَمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِيْ اُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَاْ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ حَتّٰى تَخْتِمَ الْاٰيَةَ فَاِنَّكَ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهٗ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ فَقُلْتُ زَعَمَ اَنَّهٗ يُعَلِّمُنِيْ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِيَ اللّٰهُ بِهَا قَالَ اَمَا اِنَّهٗ صَدَقَكَ وَ هُوَ كَذُوْبٌ وَ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلٰثَ لَيَالٍ قُلْتُ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ۔ رواه البخاری (مشکوٰۃ صـ۱۸۳ باب فضائل القرآن)

روایت ہے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے

ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رمضان کے فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا تو ایک شخص آیا غلے سے لپ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لے جاؤنگا۔ وہ بولا میں محتاج ہوں اور میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم نے فرمایا۔ کہ اے ابوہریرہ تمہارے قیدی کا کیا بنا۔ میں نے کہا اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کا عذر کیا اس پر میں نے رحم کیا تو اسکو چھوڑ دیا۔ فرمایا وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور پھر لوٹے گا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کیوجہ سے یقین ہو گیا کہ وہ لوٹ کر آئے گا میں اسکی تاک میں رہا وہ پھر آیا اور غلے کے لپ بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لیکر ضرور چلوں گا۔ وہ بولا مجھے چھوڑ دے میں محتاج ہوں۔ مجھ پر بال بچوں کا بہت بوجھ ہے۔ میں اب نہ آؤنگا۔ مجھے رحم آگیا اسے رہا کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ تمہارے قیدی کا کیا بنا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس نے سخت محتاجی اور بال بچوں کا عذر کیا مجھے اس پر رحم آگیا اسے رہا کر دیا۔ فرمایا آگاہ رہو وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور وہ پھر آئے گا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے سے کہ وہ پھر آئے گا یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا میں گھات میں رہا اور وہ آیا غلے سے لپیں بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا تو کہا اب تجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

ضرور لے چلوں گا یہ آخری تیری باری ہے کہ تو کہہ جاتا ہے نہ آؤں گا پھر آجاتا ہے وہ بولا مجھے چھوڑ دیجئے میں آپکو چند ایسے کلمات سکھائے دیتا ہوں کہ اللہ آپکو انکی برکت نفع دیگا۔ جب آپ بستر میں جائیں تو آیۃ الکرسی اللہ لا الہ الا ہو الحیّ القیوم آخر آیت تک پڑھ لیں تو آپ پر اللہ کی طرف سے محافظ رہے گا۔ اور صبح تک شیطان آپکے قریب نہ پھٹکے گا میں نے اسے چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بنا تمہارے قیدی کا میں نے عرض کیا اس نے مجھے ایسے کلمات سکھائے جن سے اللہ مجھے نفع دیگا۔ حضرت نے فرمایا وہ ہے تو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا۔ کیا جانتے ہو کہ تم تین دن سے کس سے گفتگو کر رہے ہو؟ میں نے نہیں فرمایا یہ شیطان ہے۔

(۲۵۱) (تبصرہ اویسی غفرلہٗ)

۱۔ حضرت عبدالرحمن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۔ رَأَیتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَتَلَا وَ کَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ۔ (مشکوٰۃ صہ ۶۹)

ترجمہ: میں نے اپنے رب عزوجل کو احسن صورت میں دیکھا رب نے فرمایا (اے محمد) ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں میں نے عرض کیا مولا! تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور نے فرمایا پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے اسکے وصول فیض کی سردی اپنی چھاتیوں کے درمیان پائی۔ پس مجھے اسکا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَ کَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ

یعنی ایسے ہی دکھاتے ہیں ہم حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ملک آسمان اور زمینوں کے تاکہ وہ ہو جائے یقین کرنے والوں میں سے۔ (اقوال شارحین)

۲۔ حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ اے جَمِیْعَ الْکَائِنَاتِ الَّتِیْ فِی السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا فَوْقَھَا کَمَا یُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّۃِ الْمِعْرَاجِ وَالْاَرْضِ ھِیَ بِمَعْنَی

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مافی السمٰوٰت بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی

الجنس اے وجمیع ما فی الارضین السبع بل و ما تحتھا کما افادہ اخبارہ علیہ السلام من الثور والحوت الذین علیھا الارضون کلھا یعنی ان اللہ اری ابراھیم علیہ السلام ملکوت السموات والارض وکشفت لہ ذالک و فتح علی ابواب الغیوب

وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوگئیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثور وحوت کی خبر دینا جن پر سب زمینیں ہیں اس کو مفید ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور انکو ان کے لیے کشف فرما دیا۔ اور فرمایا حضور علیہ السلام نے مجھ پر اللہ نے غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

(مرقاہ شرح مشکوٰۃ)

۲- شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ۔

فعلمت ما فی السموات والارض پس دانستم ہرچہ در آسمانہا وہرچہ در زمین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس جانا میں نے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں

بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطۂ آں

میں ہے۔ یہ عبارت ہے تمام علوم جزوی وکلی کے حاصل ہونے اور ان کے احاطہ کرنے کی۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ص۳۳۳)

حدیث ۲:-

عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنہ منازلھم و اھل النار منازلھم حفظ ذالک من حفظہ و نسیہ من نسیہ۔

(بخاری شریف، مشکوٰۃ ۵۰۶)

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرماکر بلکہ مخلوقات کی ابتدار سے لیکر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی تمام خبریں دیں۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

(ف) حدیث ہذا میں ابتدار تخلیق کائنات دخول بہشت ونار درمیانی مدت کے جملہ امور تھوڑے عرصہ میں بیان فرمانا معجزات میں سے ہے۔ دلائل دیکھیئے فقیر کی کتاب الاحادیث النبویہ"۔ اس سے حاضر و ناظر کی حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ آپ نے اول و آخر جو کچھ بتایا

دیکھ کر بتایا۔

حدیث ۲۶

عن بن عمرو ابن اخطب الانصاری قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وَسَلَّمَ یوم الفجر وصعد علی المنبر فخطبنا حتی حضرت الظہر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیمۃ قال فاَعلَمُنا اَحفَظُنا۔

(رواہ مسلم)

یعنی صحیح مسلم میں عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فجر کی نماز پڑھ کر خطبہ پڑھا۔ یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آیا۔ پھر منبر پر سے اتر کر نماز ظہر پڑھی۔ پھر منبر پر وعظ فرمایا یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت آیا۔ پھر منبر پر سے اتر کر نماز عصر پڑھی۔ پھر منبر پر وعظ فرمایا۔ حتیٰ کہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ پھر منبر پر سے اتر کر نماز مغرب پڑھی۔ اس خطبہ میں آپ نے جو وعظ فرمایا اس میں آپ نے کل واقعات اور حوادث جو قیامت تک ہونے والے تھے سب کے سب بالتفصیل بیان

اس حدیث کے تحت حضرت الامام ملا علی القاری رحمہ اللہ۔ اجمالا و مفصلا

(مرقات جلد ۵ وعینی جلد ۷)

فرما دیئے۔ پس کہا راوی نے کہ اب دانا ترین ہمارا بہت یاد رکھنے والا۔ ہمارا ہے اُس دن کو۔ (مظاہر حق)

∴ ∴ ∴

آپکا یہ بیان اجمالی بھی تھا۔ اور تفصیلی بھی۔ مزید فقیر کی کتاب وہابی دیوبندی کی نشانی ہیں ہے۔

(۲۷) عن حذیفۃ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامًا مّا ترک شیئًا یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعۃ اِلّا حدّث بہ حفظہ من حفظہ و نسیہ قد علمہ اصحابی ھؤلاءِ انہ لیکون منہ الشیٔ قد نسیہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرّجل وجہ الرّجل عنہ ثم

یعنی صحیح بخاری و مسلم میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کھڑے ہوئے ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہونا (یعنی خطبہ پڑھا اور وعظ کہا۔ اور خبر دی ان فتنوں کی کہ ظاہر ہونگے۔ نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر کہ بیان فرمایا اسکو۔ یاد رکھا اسکو اُس شخص نے کہ یاد رکھا اسکو۔ اور بھول گیا اسکو جو شخص کہ بھول گیا۔ (یعنی بعض نے یاد رکھا اور بعض نے فراموش کیا) حذیفہ نے کہا کہ تحقیق

اذا راه عرفه متفق عليه)

جانا ہے اس قصّہ کو میرے ان یاروں نے (یعنی جو کہ موجود ہیں صحابہ میں سے)

لیکن بعض نہیں جانتے ہیں اسکو مفصّل. اس لیے کہ واقعہ ہوا ہے ان کو کچھ نسیان کہ جو خواص انسان سے ہے. اور میں بھی انہی میں سے ہوں کہ جو کچھ بھول گئے ہیں جیسے کہ بیان کیا آپنے حال کو. اور تحقیق شان یہ ہے کہ البتہ واقع ہوتی ہے ان چیزوں میں سے کہ خبر دی تھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وہ چیز کہ تحقیق بھول گیا ہوں میں اسکو. پس دیکھتا ہوں میں اس چیز کو پس یاد دلاتا ہوں میں اسکو جیسے کہ یاد دلاتا ہے شخص چہرہ شخص کا یعنی بطریق اجمال و ابہام کے جبکہ غائب ہوتا ہے اس سے اور فراموش کرتا ہے اسکو ساتھ تفصیل و تشخیص کے پھر جبکہ دیکھتا ہے اسکو پہچان لیتا ہے اسکو شخص یعنی ایسے ہی میں وہ باتیں مفصل بھولا ہوا ہوں. لیکن جبکہ واقع ہوتی ہے کوئی بات ان میں سے تو پہچان لیتا ہوں کہ یہ وہی ہے جسکی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی تھی. (مظاہر حق)

(ف) ہم نے حدیث شریف کا ترجمہ مخالفین کے معتمد علیہ قطب الدین صاحب مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف سے لکھا تاکہ سند رہے اور کوئی شک و شبہ نہ رہے. کہ نامعلوم کیا ایسے ہوگا. ہاں ہوگا بلکہ ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا. اسی طرح جیسے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا. یہی معنیٰ ہے ناظر کا.

۲۷- عن حذيفه قال قام فينا رسول الله

یعنی مسند احمد جلد ۵- اور صحیحین میں حذیفہ رضی اللہ

صلّى الله عليه وسلّم مقاما فاخبرنا بما هو كائن الى يوم القيمه وفى روايه ما ترك شيئًا. يكون في مقامه الى يوم القيمة- (بخاری شریف)

عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پر کھڑے ہو کر قیامت تک کے حالات بیان فرمائے قیامت تک کوئی ایسی خبر نہ چھوڑی. جو بیان نہ فرمائی ہو کہ قیامت تک فلاں فلاں واقعہ یوں ہوگا فتنے قیامت تک ہونگے ان سب کی خبر حضرت نے دے دی (عینی جلد ۱۱ مرقاۃ جلد ۵)

مزید تفصیل و دلائل ہم نے کتاب الاحادیث النبویہ میں لکھ دیتے ہیں- زہری رضی اللہ عنہ سے. اور صحیح مسلم میں ابوزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے مجھ کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلے اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور نمازِ ظہر پڑھی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک کے حالات بیان فرما دیئے. اور ساتھ ہی بڑے بڑے اہم امور کا ذکر فرما دیا. جو عنقریب ہونے والے تھے. پھر فرمایا کہ کوئی شخص بھی جو کچھ چاہے مجھ سے پوچھ لے قسم ہے اللہ کی جو چیز مجھ سے پوچھو گے میں بتلاؤنگا. اور کئی دفعہ فرمایا کہ پوچھو. لوگ بہت روئے. اس وقت ایک آدمی کھڑا ہو گیا اس نے پوچھا میرے داخل ہونے کی جگہ کہاں ہے؟ فرمایا تیری جگہ دوزخ ہے. پھر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کھڑے ہو گئے پوچھا میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ پھر فرمایا. پوچھو پوچھو.

(ف) اس سے ثابت ہوا کہ حجابات اور مختلف حالات عالمِ خلق کے لیے ہیں. عالم امر کی مخلوق کے لیے نہ حجابات ہیں نہ مختلف حالات اس کے لیے ہر امر مکشوف ہے اسی کشف اور رفع حجابات کا نام حاضر و ناظر ہے. دیکھئے سورج ہمارے سے ہزاروں میل دور ہے لیکن چونکہ درمیان میں حجابات مرفوع ہیں اسی لیے سب کے سامنے اور حاضر ہے اور بلاتمثیل رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لیے بھی یونہی سمجھ لیجئے.

۲۸. تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ سدی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ میری امت مجھ پر اپنی صورتوں میں پیش کی گئی ہے. اور مجھے بتلایا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائیگا اور کون نہیں لائیگا. جب یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ تمسخر سے کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ گمان کرتے ہیں کہ مجھ کو ان سب کا علم ہے جو مجھ پر ایمان لائیں گے اور جو نہ لائیں گے حالانکہ وہ ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے. باوجودیکہ ہم اسکے ساتھ ہیں ہم کو بھی پہچانتا. جب یہ خبر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر بعد حمد و ثناء کے ارشاد فرمایا کہ اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ میرے علم میں طعنہ زنی کرتی ہے لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ السَّاعَةِ اِلَّا اَنْبَاْتُکُمْ بِہٖ. یعنی اس وقت سے لیکر قیامت تک کسی چیز کے متعلق جو کچھ تم مجھ سے سوال کرو گے میں تم کو اسکی خبر دونگا.

(ف) اہل انصاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا الفاظ کو غور سے پڑھ کر اپنے ضمیر کو آواز دیں کہ کیا اس میں علم رسالت کی فراوانی کے متعلق کیا جواب ملتا ہے.

(۲۹) المواہب اللدنیہ جلد دوئم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے. ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ - (مواہب لدنیہ مع شرح للزرقانی ص ۲۰۴)

یعنی رسولِ اکرم حبیب معظم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے ساری دنیا میرے سامنے کردی ہے لہذا میں ساری دنیا کو اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے یوں دیکھ رہا ہوں جیسے کہ ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں.

(ف) اس حدیث پاک سے دو باتیں ثابت ہوئیں.

۱. سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ساری دنیا کے ناظر ہیں

۲. اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے حبیب، پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ساری دوریاں اٹھا دی ہیں ساری دنیا حضور کے قریب کردی ہے لہذا حضور ساری دنیا کے لیے حاضر ہیں سید کونین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قریب جیسے عرب ویسے ہی عجم جیسے زمین ویسے ہی آسمان جیسے فرش ویسے ہی عرش ہے.

شرح الحدیث

حدیث شریف کی شرح میں امام زرقانی شرح مواہب ص ۲۰۴ ۲۰۵

ج۷ یوں رفع فرمایا کہ:۔

اللہ قد رفع ای اظہر و کشف (لی الدنیا) حطت بجمیع (ما فیہا) فاما انظر الیہا والی ماھو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ اشارۃ الی انہ نظر حقیقۃ دفع بہ احتمال انہ ارید بہ النظر العلمی

بیشک اللہ تعالٰے نے اٹھایا یعنی ظاہر اور کشوف فرمایا میرے لیے دنیا کو اور دنیا کے جمیع مافیہا احاطہ کر چکا ہوا ور اسے اور اسکے اندر جو کچھ ہو رہا ہے قیامت تک دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو اسمیں اشارہ ہے کہ آپ اسے حقیقۃً دیکھ رہے ہیں یہ اسکا رَد ہے جو سمجھتا ہے کہ نظر سے علم مراد ہے۔

(ف) امام زرقانی رحمہ اللہ تعالٰے علیہ کے قول اَحَطْتُ بجمیع ما فیھا سے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب کلی کا واضح ثبوت ہے اور پھر الی انہ نظر حقیقۃ سے ہمارے دعوی کی کتنی روشن دلیل ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم. عالم کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنی سرمگیں آنکھوں سے ہر وقت اور ہر آن ملاحظہ فرما رہے ہیں اور یہی حاضر و ناظر کا معنٰی ہے۔

تبصرہ اویسی غفرلہٗ

حدیث مبارک کا مضمون عشاق کے لیے راحت جان اور تازگیٔ ایمان کا بہترین سرمایہ ہے لیکن جن لوگوں کے دل میں بغض رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا مرض ہے وہ اسے گوارہ نہیں کرتے انکی علامت یہ ہے کہ یہی حدیث مبارک ہو یا کوئی اور (جسمیں کمالات رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ہو گا اسے چند مندرج ذیل اعتراضات کر کے ٹھکرا دیں گے۔

۱۔ حدیث ضعیف ہے یہ انکا اکثر وظیفہ ہے حدیث تو ضعیف نہیں ہوگی۔ البتہ انکا ایمان ضعیف ہے اسی لیے وہ اس قسم کے اعتراض کے عادی بن گئے ہیں۔ اس حدیث کے ضعیف ہونے کے جوابات کئی آئندہ اوراق میں ملاحظہ ہوں۔

۲۔ رفع لی الدنیا فعل ماضی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ کسی ایک وقت زمانۂ ماضی میں اللہ تعالےٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ دکھا ہو گا نہ یہ کہ آپ ہمیشہ اور ہر وقت دیکھ رہے ہیں۔

جواب۔ مخالفین نے ماضی کے صیغہ سے دھوکہ دیا ہے حالانکہ جملہ کا دار و مدار خبر پہ نہیں مبتدا پر ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ بندی نحوی بھی جانتے ہیں کہ جملہ کی ابتدا اسم سے ہو تو وہ جملہ اسمیہ ہوتا ہے اگر فعل سے ہو تو فعلیہ یہاں جملہ کا ابتدا ان اللہ الخ ہے تو یہ جملہ اسمیہ ہوتا ہے اور رفع لی الدنیا اسکی خبر اور وہ بھی ان تاکیدیہ سے اور جملہ اسمیہ دوام چاہتا ہے اب مطلب واضح ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو منجانب اللہ نصیب ہوئی وہ دائمی و استمراری ہے۔

جواب۳: اللہ تعالٰے نعمت دیکر چھینتا نہیں ہاں کسی سے وہ نعمت سلب ہوتی ہے تو اسکے غلط اور گندے عمل کی نحوست سے چنانچہ اللہ نے خود فرمایا۔

ان اللہ لا یغیر — اللہ کسی قوم کی حالت نہیں
ما بقوم حتیٰ — بدلتا جب تک کہ وہ اپنی
یغیروا ما بانفسھم — حالت خود نہ بدلیں۔

مخالفین کو اس سے عبرت کرنی چاہیئے کہ وہ اس قسم کے تصور سے نبوت دشمنی کا سامان تو جمع نہیں کر رہے۔ جب اتنے بڑے مضبوط دلائل سے ثابت ہو گیا کہ واقعی حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم حاضر و ناظر بھی ہیں اور علوم کلی بھی باذن وعطائے الٰہی عالم کائنات کے ذرہ ذرہ کو جانتے ہیں جسکا مخالفین کو دلی زبان سے اعتراف ہے لیکن یہ ڈوبے کو تنکے کا سہارا ہے۔ مخالفین نے ملکر اس حدیث شریف کو ضعیف بنانے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ عوام کے دلوں میں ضرب کاری لگے یعنی انکا خیال ہے کہ عوام ان لایعنی اعتراضات کو پڑھ کر کچھ تو اپنے نبی علیہ السلام سے بدظن ہونگے۔ لیکن انہیں خبر نہیں کہ جب تک غلامان مصطفٰے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم موجود ہیں۔ انکے ایسے حیلے اور بہانے نہیں چلیں گے۔ اب ان کی حدیث ۱ کو ضعیف بنانے کا طریقہ ملاحظہ ہو۔

حدیث رفع الدنیا ضعیف ہے کیونکہ کنز العمال ص ۹۵ ج ۶ میں لکھا ہے۔ وسندہ ضعیف حدیث ضعیف سے عقائد تو بڑی چیز ہے اس سے مسائل فقہیہ بھی (اعمال بھی ثابت نہیں کیے جا سکتے۔

جواب۱:

مقدمۃ الکتاب ہذا میں فقیر نے تفصیل سے لکھا ہے کہ حاضر و ناظر کا مسئلہ ان قطعیات سے نہیں کہ جنکا منکر کافر ہو بلکہ ظنیات سے ہے اور ظنیات کے لیے دلائل ظنیہ کافی ہیں جیساکہ نبراس شرح شرح عقائد و دیگر کتب علم کلام میں ہے۔

ہم نے اپنے اصول کے مطابق دلیل پیش کر دی ہے اب منوانا ہمارے بس کی بات نہیں۔ بیدہ التوفیق ومنہ الھدایۃ یضل من یشاء ویھدی من یشاء۔ وھو علی کل شیئ قدیر۔ ان غریبوں کو اپنے محبوب علیہ السلام کی عقیدت محبت قریب نہ پھٹکنے دے تو کسی کی مجال ہے کہ دم مارے۔

جواب۲:

اصول عقائد کا قاعدہ ہے کہ جو مسئلہ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ سے ثابت ہو اسکے ضمن اس میں احادیث ضعیفہ بلکہ اقوال امت بھی اثبات مسئلہ میں قابل حجت ہوتے ہیں بایں معنیٰ کہ از خود وہ دلیل بن رہے ہیں بلکہ کسی کے بل بوتے ان سے مسئلہ کی بنیاد مضبوط ہو رہی ہے اس قاعدہ کی مثال ایک نہیں بیشمار امثلہ عقائد کی کتابوں میں ملتی ہیں۔

اس قاعدہ کی رو سے مسئلہ حاضر و ناظر نہ صرف اسی حدیث واحادیث دیگر یا اقوال صلحاء و علماء سے ثابت کیا جا رہا ہے بلکہ اس مسئلہ پر نصوص مثلاً۔ انا ارسلنک شاھدا الخ اور ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ اور وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین۔ پیش کیے گئے ہیں۔ (جو کتاب ہذا کے

باب اول میں مفصل طور گزرے ہیں) انکے ضمن میں حدیث مذکور بھی تائیداً
وتوثیقاً پیش کی گئی۔ گویا یہ حدیث آیات قرآنیہ نصوص (ظنیہ) کی تفسیر ہے
مفسر اور مفسر کا تعلق آپس میں توثیق کا فائدہ دیتا ہے اور اس حدیث کو مفسر
مان کر آیت قرآنیہ کو مفسر سمجھ کر نتیجہ وہی نکلا جو ہم نے کہا کہ مسئلہ حاضر و ناظر
حق ہے۔

جواب ۳ :-

محدثین کا طریقہ ہے کہ اصحاب تخریج کی جملہ احادیث کو ناقدانہ نگاہ
کر کے تبصرہ فرماتے ہیں جو حدیث انکے نقد و تبصرہ کے معیار سے گری اسے
ضعیف قرار دیتے ہیں اور جو حدیث انکے معیار کے مطابق ہو تو اسے بلا
نقل کر دیتے ہیں۔ اگرچہ ان احادیث کا مضمون ایک کیوں نہ ہو۔ مثلاً۔
کنت نبیا و آدم بین الماء والطین کو محدثین نے
ضعیف موضوع وغیرہ کہا لیکن نہ بایں معنیٰ کہ اسکا مضمون بھی موضوع ہے۔
بلکہ اسکی سند جو کے راوی غیر معتبر ہیں۔ ورنہ اسکے مضمون کی دوسری مرویہ
احادیث صحیح اور بہت صحیح ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فقیر کی "الحبل
المتین فی توثیق حدیث" کنت نبیا و آدم بین الماء
والطین۔ اسی قانون کے مطابق کنز العمال میں واقع ہوا کہ حدیث مذکور
کو دو مقام پہ درج فرمایا۔ (۱) ص ۹۵ ج ۶ (۲) ص ۱۰۵ ج ۶ پہلے
مقام پہ وسندہ ضعیف فرمایا ہے لیکن دوسرے مقام یعنے ص ۱۰۵ ج ۶
کے بعد وسندہ ضعیف کا لفظ نہیں ہے۔

یاد رہے کہ یہ حدیث تین ائمہ تخریج نے روایت کی ہے۔

۱۔ نعیم بن حماد (۲) طبرانی (۳) ابونعیم رحمہم اللہ تعالےٰ علیہ۔

اگر تینوں راویوں کی مروی حدیث برابر درجہ رکھتی تو صاحب کنز العمال
سب کو ایک جگہ پر لکھ کر "وسندہ ضعیف" کا فتویٰ لگاتے انکا دو مقاموں
پر لکھنا دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث کا سند کے لحاظ سے ایک مرتبہ
نہیں اس سے معلوم ہوا کہ صاحب کنز العمال کا ص ۹۵ ج ۶ پر وسندہ ضعیف
کہنا صرف "نعیم بن حماد" کی روایت سے متعلق ہے اور یہ فتویٰ دوسرے
دو راویوں طبرانی۔ ابونعیم کی مروی حدیث ص ۱۰۶ سے متعلق نہیں ورنہ صاحب
کنز اسکی تصریح فرماتے۔ علم حدیث کا قاعدہ ہے کہ ایک مصنف تو کیا
تمام محدثین کرام کا ایک حدیث پر جرح کریں تو اس سے یہ کب مستلزم
ہے کہ تمام مرویہ احادیث (جنکے راوی اور ہیں) ضعیف یا موضوع ہیں
جیسے مثال کے طور فقیر نے پہلے عرض کر دیا ہے اور اسکی چند مثالیں
اور مزید دلائل رسالہ "انگوٹھے چومنے کا ثبوت" میں فقیر نے عرض
کی ہیں اور محققانہ تبصرہ سیدنا و مولانا مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ
امام شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے رسالہ الھاد الکاف فی حکم الضعاف
میں ہے۔ بفرض محال تمام محدثین کے نزدیک ضعیف بھی ہو تو بھی یہ
حدیث قابل استدلال ہے کیونکہ یہ حدیث موضوع تو ہے نہیں۔ کیونکہ
کنز العمال شریف تین کتب۔

۱۔ جامع صغیر
۲۔ جامع کبیر
۳۔ زیادۃ جامع صغیر للسیوطی رحمۃ اللہ کا مجموعہ ہے۔ (مقدمہ کنز العمال)

مبحوث عنہ حدیث کنز العمال ص ۹۵ ج ۶ کی مروی حدیث جمع الجوامع
للسیوطی سے منقول ہے اور جمع الجوامع (جامع کبیر) کی احادیث موضوع

نہیں۔ کیونکہ امام سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے جمع الجوامع کی جمع کردہ احادیث کو تین قسم کی کتب احادیث سے جمع کیا ہے۔

۱۔ ان کتابوں کی جمیع صحیحہ ہیں۔

۲۔ وہ کتب جن کی بعض احادیث صحیح اور بعض حسن اور بعض ضعیف (امام سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے ابونعیم اور طبرانی مرویہ احادیث کو اسی دوسرے قسم کی کتابوں میں درج فرمایا۔

(ف) امام سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اکثر احادیث کے ضعف پر نشاندہی فرمائی ہے الحمد للہ ہماری نقل کردہ حدیث رفع الدنیا والی کو جب طبرانی وابونعیم سے نقل فرمایا۔ تو انہیں ضعف نہیں کہا۔

۳۔ وہ کتب جنکی مرویہ احادیث ضعیف ہیں۔

۱۔ مقدمہ جمع الجوامع

۲۔ مقدمہ کنز العمال

۳ مقدمہ الفتح الکبیر۔ اس تقسیم سے (جمع الجوامع) کی احادیث کی صحت وضعف کا پتہ لگانا مشکل نہ رہا۔ لیکن واضح ہو گیا کہ اس میں موضوع حدیثیں نہیں۔ سید المحدثین۔ سند المحققین شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ صـ۸ ج۱ میں فرماتے ہیں۔

وسیوطی در جمع الجوامع	اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے
احادیث از کتب کثیرہ	جمع الجوامع زائد از پچاس
آوردہ از پنجاہ متجاوز	کتب سے احادیث
است مشتمل بر صحاح و	لی ہیں جو سب کی سب
حسان وضعاف وگفتہ کہ	صحاح وحسان وضعاف پر

دروے حدیثے نیا	مشتمل ہیں اور یہ بھی فرمایا
وردم کہ موسوم بوضع باشد	ہے کہ میں نے اس
وکذالک فی المقدمہ للشیخ	میں کوئی موضوع حدیث
المذکور رحمہ اللہ صـ۷	نہیں لکھی۔
فی المشکوٰۃ۔	

اور کنز العمال صـ۱۰۵ ج۶ طبع قدیم دکن یہ جو طبرانی اور ابونعیم کی روایت درج ہے۔ وہ زیادت جامع صغیر سے منقول ہے (الفتح الکبیر صـ۳۴ ج۱۔ اور زیادہ جامع صغیر کی احادیث کی ترتیب جامع صغیر کی طرح ہے۔ (مقدمہ زیادۃ وکنز العمال صـ۶ ج۱ طبع جدید دکن والفتح الکبیر صـ۴۰۳ ج۱۔ اور جامع صغیر کی کوئی حدیث موضوع نہیں۔ کما قال السیوطی فی الجامع الصغیر صـ۳۔

وضعه عما تفرد	میں نے اس میں وہ احادیث
به وضاع او	لکھی ہیں جنکا کوئی راوی وضاع
كذاب۔	وکذاب نہیں۔

اور علامہ یوسف نبہانی الفتح الکبیر صـ۵ ج۱۔ میں فرماتے ہیں۔

ولا يخفاك ان انتخابه (اى انتخاب السيوطى) الجامع الصغير منه (اى من جمع الجوامع ثم انتخابه الزيادة يقتضى انه لم يذكر فيه شيئًا من الاحاديث الواهية

فاذن جل احاديثها هى ما بين صحيح و حسن والضعيف قليل بالنسبة اليهما۔۔۔۔۔

مع ان الحدیث الضعیف یعمل بہ فضائل الاعمال کما ھو مقرر۔

مخفی نہ رہے کہ سیوطی جامع صغیر کا جمع الجوامع سے ہے پھر اسکا زائد انتخاب ایسا ہے کہ اس میں کوئی حدیث موضوع نہیں اسمیں صحاح، حسان، ضعفا ہیں لیکن ضعیف قلیل ہیں لیکن پھر بھی فضائل اعمال میں ضعفا پر عمل جائز ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ رفع الدنیا کی حدیث نہ بروایت نعیم موضوع ہے اور نہ بروایت طبرانی وابونعیم۔

جواب ۵:

اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ روایت نعیم کی طرح طبرانی وابونعیم بھی ضعیف ہے تو پھر ہمارا مدعا ثابت کیونکہ روایت رفع الدنیا بطرق ثلثہ حدیث حسن بن گئی۔ مرقاہ شرح مشکوۃ صد۴۱ ج۲ میں ہے۔

و تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن

حدیث کے طرق متعدد ہوں تو وہ حدیث حسن حد الحسن بن جاتی ہے۔

اصول حدیث کا قاعدہ مسلّمہ کے مطابق کہ طرق متعددہ سے حدیث حسن بن جاتی ہے یہ رفع الدنیا والی حدیث کے طرق ثلثہ ہیں۔ فلہذا حسن ہوئی اور حدیث حسن پر باتفاق محدثین عمل جائز ہے چنانچہ غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی نیل الاوطار صد۲۲ ج۱ میں لکھتے ہیں۔

ان الحسن یجوز العمل بہ عند الجمہور

جمہور کے نزدیک حسن حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔

وکذالک فی مقدمۃ الشیخ الدہلوی فی المشکوۃ واشعۃ اللمعات۔

اور یہ بھی ضروری نہیں طرق متعددہ کثیر التعداد ہوئی صرف دو طرق سے بھی۔ ضعیف حدیث حسن بن جاتی ہے چنانچہ جب ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ "ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی بورودہ من طریقین۔

بفضلہ تعالے رفع الدنیا والی حدیث تین طرق اور تین روایتوں سے ثابت ہے جن میں دو طرق باصول محدثین نہایت صحیح بھی ہیں۔ فلہذا یہ حدیث قوت حاصل کر کے مقبول ومسلم ہوگی اور حسن کے درجہ میں پہنچی اور حدیث حسن نہ صرف مناقب وفضائل میں قابل ہوتی ہے بلکہ احکام حلت وحرمت میں قابل احتجاج ولائق استناد ہوتی ہے

جواب ۶:

قاعدہ ہے کہ ایک محدث کسی حدیث کو ضعیف یا موضوع کہہ دے اس سے یہ مستلزم نہیں کہ وہ تمام محدثین کے نزدیک ضعیف یا موضوع ہے بلکہ بہت ایسی حدیثیں ہیں جنہیں ایک بڑے سے بڑا محدث موضوع یا ضعیف کہہ دیتا ہے لیکن اسکے خلاف دوسرا محدث صحیح یا حسن کہہ دیتا ہے صرف موضوعات ابن جوزی اس پر تعقبات سیوطی مثال میں پیش کرنا کافی ہے۔ امام دارقطنی تو امام بخاری کی بہت سی کو ضعیف کہتے ہیں۔ انا مدینۃ العلم و علی بابھا،، کے لیے امام بخاری کی بہت سی کو ضعیف

کہتے ہیں۔ انا لمدینۃ العلم و علی بابہا. کے لیے امام بخاری نے کہا، لیس لہ وجہ صحیح۔ امام ترمذی نے فرمایا منکر۔ ابن معین نے کہا کذب ابن جوزی نے موضوعات" میں گنایا۔ ذہبی نے انہی کی تقلید میں موضوع کہا۔ امام ابن حجر مکی اور امام ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی اور حافظ ابو سعید علائی اور امام حاکم اسے صحیح کہتے ہیں۔ (کذا فی الفتاوی الحدیثیہ ص۲۳۰ والدرر المنتثرہ ص۴۹ تا ص۵۲)

نوٹ: . اس حدیث کی تشریح پر فقیر کی تصنیف پڑھیے "شرح حدیث رفع الدنیا"

(۳۰) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما بعد العصر فما ترک شیئاً الی یوم القیمۃ الا ذکرہ فی مقام ذلک اذا کانت الشمس علی رؤس نخل و اطراف الحیطان و قال انہ لم یبق من الدنیا فیما مضی منہا الا کما من یومکم۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم ہمارے میں عصر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر حالات سنائے قیامت تک کی کوئی شے نہ چھوڑی جسے بیان نہ فرمایا ہو اسی جگہ پر کھڑے کھڑے سب کچھ بتا دیا یہاں تک کہ سورج کھجوروں کے سروں اور دیواروں پر جا پڑا اور فرمایا تمہاری دنیا گزر جانے میں باقی اتنا رہ گیا ہے جتنا تمہارا آج کا دن باقی رہ گیا ہے

(معالم التنزیل ص ج ۱ تحت آیت ویکون الرسول علیکم شہید پ۲ ع ۱۶)

(ف) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے کمالات میں سے یہ ایک ادنی کمال ہے کہ آپنے لمحات میں اولین و آخرین کے حالات بیان فرمائے اور معائنہ وملاحظہ فرما کر بتائے اور یہ آپکے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے اور اللہ تعالے کی قدرت کا ایک ادنی کرشمہ کہ برسوں کو چند لمحات میں سمیٹ دیا اور یہ دونوں باتیں عقائد میں شامل ہیں بلکہ قدرت باری تعالے اور معجزۂ نبوی لیکن جسکا دل نہیں مانتا اسے بزور بازو نہیں منوایا جاسکتا. البتہ اتنا ضرور کہا جائیگا کہ برسوں کو لمحات میں سمیٹنا اور کثیر امور میں قلیل انداز میں بیان کرنا سائنس نے عملی طور منوا دیا ہے اس کی تفصیل باب العقلیات میں آرہی ہے.

احادیث کا سلسلہ طویل ہے فقیر انہی چند روایات پر اکتفا کرتا ہے اللہ تعالے سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہم سب کو راہ راست نصیب فرمائے (آمین)

---★---

باب ۳

اقوال اسلاف صالحین

آئندہ اوراق میں جن حضرات کے اقوال پیش کر رہا ہوں یہی وارث النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن پر اسلام کو ناز ہے۔ یہی مجتہدین ائمہ دین اور اغوات۔ اقطاب۔ ابدال سب کچھ ہیں قطع نظر انکی عند اللہ تعالیٰ رفعت شان اگر ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہوتا دور حاضرہ کے منکرین سارے کے سارے انکے سامنے طفل مکتب ہو کر بیٹھیں اور ان کے علمی رعب سے ان کے آگے تھرا جائیں اسلئے آپ ان کے سامنے جاہل اور بے خبر تصور کریں یہ فقیر کا صرف دعویٰ نہیں حقیقت ہے مخالفین کو بھی اعتراف ہے اس لیے فقیر حق بجانب ہے کہ حق ادھر ہے جہاں ہمارے اکابر ہیں فقیر انکے یکسد اقوال عرض کرتا ہے وہ بھی اختصار کے پیش نظر ورنہ ہزاروں لاکھوں بلکہ بے شمار اقوال ہیں اس سے یقین کیجیے کہ ایسے اعلیٰ لوگ گمراہ نہیں ہو سکتے اور نہ ہی مشرک ہو سکتے ہیں فقیر کی اپیل ہے کہ انکے دامن سے وابستہ ہو جائیے جنت جگہ ہو گی ورنہ ٹھوکریں کھاتے پھرو گے کہیں ٹھکانا نہ ملیگا سوائے جہنم کے

ما علینا الا البلاغ

آغاز اقوال علمائے اسلام

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا العلماء ورثۃ الانبیاء علمائے کرام انبیاء علیہم السلام کے کے وارث ہیں کیونکہ آپ پر نبوت ختم ہے قیامت تک اسلام کی کشتی علماء کرام چلائیں گے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ ،، میری امت کا کسی مسئلہ پر متفق ہو جانا گمراہی سے کوسوں دور ہوگا اب ہم مسئلہ حاضر و ناظر میں نہایت وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ نجدی تحریک سے پہلے اس مسئلہ پر کسی کو بھی اختلاف نہ تھا جیسا کہ سید شاہ عبدالحق دہلوی قدس سرہ نے گیارھویں صدی تک کی ضمانت دی ہے ذیل میں فقیر چند مشاہیر ائمہ مشائخ کے اقوال نقل کرتا ہے تاکہ یقین ہو کہ صدیوں پہلے والا عقیدہ حق ہے۔

(۱) سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے اقوال و افعال ہمارے لیے باعث نجات ہیں اپنے قصیدہ النعمان ص۲ میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو معروضات عرض کر کے مسئلہ حاضر و ناظر واضح فرماتے ہیں۔

وَاِذَا سَمِعْتُ مِنْكَ قَوْلًا طَيِّبًا وَاِذَا نَظَرْتُ فَلَا اَرٰى اِلَّا لَكَ یعنی جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر پاک سنتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

(۲) قَالَ اَبُو الْحَسَنِ الشَّاذِلِیُّ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر حُجِبَ عَنِّی النَّبِیُّ صلے

اللّٰہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما عدوت نفسی مسلما (شرح قصیدہ ہمزہ الا للبن حجر جواہر البحار ص۲۳ ج۲)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک آنکھ جھپکنے کی دیر مجھ سے در پردہ ہو جائیں تو اپنے نفس کو مسلم شمار نہیں کرتا۔

(۳) امام زرقانی شارح مواہب رحمۃ اللہ تعالے لکھتے

واما الشاهد العالم او المطلع الحاضر (زرقانی علی المواہب ص۱۴۳)

یعنی شاہد حضور کا نام مبارک بایں معنی کہ عالم ہیں یا بایں معنی کہ حضور صلے اللہ تعالی علیہ وسلم مطلع اور حاضر ہیں

(۴) نیز حضرت علامہ زرقانی نے شہید کا معنی بیان فرمایا الذی لا یغیب عنہ شئ (زرقانی ص۱۷۳)

یعنی حضور صلے اللہ تعالی علیہ وسلم شہید بایں معنی کہ کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں (ہر چیز آپ کے سامنے ہے)

(۵) نیز فرمایا لانہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم شہید علی امتہ وناظر لما تعملو (زرقانی ص۱۷۲)

یعنی رسول اکرم صلے اللہ تعالی علیہ وسلم اپنی امت پر حاضر

ے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قصیدہ نعمانیہ انہی کا ہی ہے کسی کو شک ہے تو فقیر کی شرح قصیدہ نعمان کا مطالعہ کرے

لے اپنے وقت کے قطب سلسلہ شاذلیہ کے بانی صاحب سلسلہ (رحمۃ اللہ علیہ) انکے حالات کی تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی شرح حزب البحر اویسی غفرلہ)

اور ان کے عملوں کو معائنہ ومشاہدہ فرما رہے ہیں

(۴) حضرت شیخ عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ اپنی مشہور کتاب الابریز شریف ص۲۶۶ میں تحریر فرماتے ہیں

وَ اَکْبَرُ الارواح قدرا وحجما روحہ صلے اللہ علیہ وسلم وَ اِنَّمَا تملأ السموٰت و الارضین

یعنی ارواح سے سب سے بڑی اور سے موٹی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں پر حاوی ہے۔

(۵) علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ اپنی کتاب جواہر البحار میں فرماتے ہیں

اِنَّ جَسَدَہٗ الشَّرِیْفَ لَا یَخْلُوْ عَنْہُ زَمَانٌ وَلَا مَکَانٌ وَلَا مَحِلٌّ وَلَا مَکَانٌ وَلَا عَرْشٌ وَلَا کُرْسِیٌّ وَلَا قَلَمٌ وَلَا بَرٌّ وَلَا سَہْلٌ وَلَا بَحْرٌ وَلَا بَرْزَخٌ وَلَا قَبْرٌ۔

بے شک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف سے نہ کوئی عرش اور نہ کرسی اور نہ قلم اور نہ جنگل اور نہ دریا نہ نرم زمین نہ سخت زمین اور نہ برزخ اور نہ قبر یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ میں حضور علیہ السلام حاضر وناظر ہیں۔

(۸) مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف مصنف شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالی ص۱۶۵ میں ہے۔

پس باید کہ بندہ ہمچنان کہ حق سبحانہ را پیوستہ بر جمیع احوال خود ظاہرا و باطنا واقف و مطلع بیند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

رائیں ظاہر و باطن داند الخ یعنی چاہیے کہ جس طرح حق
تعالیٰ کو ہر حال میں ظاہر و باطن طور پر واقف جانتا ہے
اس طرح حضور علیہ السلام کو بھی ظاہر و باطن حاضر و ناظر
جانے۔

(۹) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَقَالَ الْغَزَالِی سَلِّمْ عَلَیْہِ وَاِذَا دَخَلْتَ فِی الْمَسَاجِدِ فَاِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَحْضُرُ فِی الْمَسَاجِدِ (ص ۲۳/۱)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب مسجدوں میں جاؤ تو حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہوتے ہیں

(۱۰) احناف کے مفسر اعظم عارف کامل حضرت علامہ اسماعیل حنفی
اپنی تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح تحت آیت انا ارسلناک
شاہدا میں تحریر فرماتے ہیں قَالَ بَعْضُ الْکِبَارِ اِنَّ مَعَ کُلِّ
سَعِیْدٍ رَفِیْقَۃً مِنْ رُوْحِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
ھِیَ الرَّقِیْبُ الْعَتِیْدُ عَلَیْہِ الخ۔ بعض بزرگوں نے
فرمایا ہے کہ ہر نیک بخت کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی
روح رہتی ہے اور رقیب وعتید سے یہی مراد ہے اس کے بعد
فرماتے ہیں کہ ان احادیث کو جن میں آتا ہے کہ گناہ کرتے وقت
(زنا وغیرہ) ایمان نکل جاتا ہے تو یہاں ایمان سے مراد حضور
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی توجہ مقدس ہے اب صرف دو عبارتیں
ونقل کرتا ہوں جن پر تمہارے وہابیہ کو زیادہ اعتبار ہے۔

(۱۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب
فیوض الحرمین ص ۲۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْفَضَاءَ مُمْتَلِیٌٔ بِرُوْحِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

تمام فضا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح سے بھری ہوئی ہے۔

(۱۲) بعض از عرفا گفتہ اند کہ این خطاب بجہت سریان حقیقت
محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائر
موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
در ذوات مصلیاں موجود وحاضر است (مسک الختام ص ۲۴)
یعنی بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب نماز میں حضور
علیہ السلام کی حقیقت کے سریان کے سبب سے ہے جو
تمام موجودات کے ہر ذرہ تمام ممکنات کے افراد میں ہے
پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نمازیوں کے وجود میں حاضر
ہیں یہ کتاب نواب صدیق صاحب بھوپالی کی ہے جس کو وہابی
غیر مقلد اپنا بڑا امام مانتے ہیں اور وہابی دیوبندیوں کا بھی
معتمد علیہ ہے یہی صاحب اس مسئلہ کو سمجھا کر پھر تمام
نمازیوں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ نمازی کو چاہیے کہ اس
حقیقت سے آگاہ رہے اور اس مشہور یعنی حاضر و ناظر کے
مسئلہ سے غافل نہ ہو تاکہ معرفت کے اسرار اور قرب
کے انوار سے منور اور فائز ہو شاید کسی کو حاضر و ناظر
کے مسئلہ میں شک پڑ جائے تو اس کی دلیل میں ایک

ایک شعر بیان فرماتے ہیں۔

ترجمہ عشق کے راستہ میں قرب وبعد کی منزل نہیں تجھ کو اے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر دیکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں یہی عبارت اگرچہ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات اور مدارج النبوت شریف میں بھی لکھی مگر وہابیہ کو سمجھانے کے لیے ان کے پیشوا کی عبارت نقل کر دی ہے۔

(۱۳) حضرت امام علامہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں
إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ فَقُلْ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شفا شریف صہ ۱۲ ج ۲ یعنی جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔

(فائدہ) ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ . . . . ورنہ سلام عرض کرنے کا کیا معنیٰ

(۲) شفا شریف کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں لِأَنَّ رُوحَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرٌ فِي بُيُوتِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ صہ ۱۷ ج ۲)
یعنی سلام عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس ہر اہل اسلام کے گھر حاضر ہے

(۱۴) شارح مواہب لدنیہ حضرت امام علامہ زرقانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں

لا فرق بین موته وحیاته صلی اللّٰہ

علیہ وسلم فی مشاهد ته لامته ومعرفته باحوالهم ونیاتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك عنده جلی لاخفاء به

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں اس بارے میں کہ آپ امت کو دیکھتے ہیں اور انکے حالات ونیات اور ارادے اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں یہ سب چیزیں آپ پر ظاہر ہیں ان میں پوشیدگی نہیں۔

فان قلت هذه الصفات مختصة باللّٰہ تعالیٰ فالجواب ان من انتقل الی عالم البرزخ من المومنین الکاملین یعلم احوال الاحیاء
(زرقانی ج ۸ صہ ۳۰۵)

(۱۵) حضرت علامہ یوسف نبہانی قدس سرہٗ نے فرمایا ففی حال ذکرک له صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم تصور کانك بین یدیه صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم متادبًا بالاجلال والتعظیم والهیبة ولیکا فانه یراك ویسمعك فکلما ذکرته لانه متصف لصفات اللّٰہ تعالیٰ وهو سبحانه جلیس من ذکرہٗ
(سعادۃ الدارین صہ ۵۴)

(ترجمہ) جب تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرے تو تیرا حال یہ ہو کہ گویا تو آپ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے ہے آپکے اجلال وتعظیم کے پیش نظر تو آپ کیلئے باادب ہو حیاء کے ساتھ اور اپنے اوپر آپکی ہیبت طاری کرے اس لیے کہ آپ

(صلے اللہ علیہ وسلم) تجھے دیکھ رہے ہیں اور تیری ہر بات
سنتے ہیں جب بھی تو آپ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر کرتا
ہے اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات سے موصوف ہیں
اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ جیسے کوئی یاد کرے تو وہ اس کے
ساتھ ہوتا ہے۔

(۱۷) حضرت امام احمد قسطلانی شارح بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لا فرق بین موته وحیاته فی مشاهدته لامته
ومعرفته باحوالهم ونیاتهم وعزائمهم و
خواطرهم وذالك عنده جلی لا خفاء به۔

(مواہب لدنیہ مع شرح الزرقانی ص۳۸۷ ج۲)

یعنی سیّد دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی
اور بعد وصال کی زندگی میں کوئی فرق نہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور امت کے
احوال کو پہچانتے ہیں امت کی نیتوں کو پہچانتے ہیں امت کے
ارادوں اور دلی خطرات کو پہچانتے ہیں اور یہ امر حضور صلے اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایسا روشن ہے کہ اس میں کسی
قسم کی پوشیدگی نہیں ہے۔

(۱۸) شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ

باچندیں اختلافات وکثرتِ مذاہب کہ در علمائے امت است
یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم وباقیست

وبر اعمال امت حاضر وناظر

(اقرب السبل علے اخبار الاخیار ص۱۶۱)

امت میں باوجود اس بات کے امت کے علماء میں اختلافات
ہوتے ہیں اور امت کے بہت سارے مذہب ہیں لیکن اس
مسئلہ میں کسی بھی عالم دین کا خلاف نہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اپنی حقیقی زندگی کے ساتھ دائم اور باقی ہیں
اور امت کے احوال پر حاضر وناظر ہیں اور اس میں نہ تو
مجاز کا شائبہ ہے اور نہ ہی تاویل بلکہ تاویل کا وہم بھی نہیں
ہو سکتا۔

(۱۹) حضرت شیخ المحدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

وے علیہ السلام براحوال واعمال امت مطلع است بر مقربان
وخاصان درگاہ خود مفیض وحاضر وناظر است

(مجمع البرکات)

(۲۰) شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح فتوح الغیب صفحہ ۳۳۲ میں
فرماتے ہیں انا انبیاء علیہم السلام بحیاتِ حقیقی دنیاوی حیی
وباقی ومتصرف اند دریں جا سخن نیست علیہم السلام دنیاوی
حقیقی زندگی سے زندہ اور باقی اور عملدرآمد فرمانے والے
ہیں اس میں کوئی کلام نہیں۔

(۲۲) شیخ المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث قدس سرہٗ نے
فرمایا کہ

ذکر کن اورا و درود بفرست یعنی اے مخاطب تو حضور کا

بروئے صلی اللہ علیہ وسلم
وباش درحال ذکر گویا حاضر
سیت درحالت حیات وے
بینی تو اورا متادب با جلال
وتعظیم وہیبت وحیا بدانکہ
وے صلے اللہ وسلم مے
بیند وے ومے شنود کلام
ترا زیرا کہ وے متصف
ست بصفات اللہ تعالی
ویکے ازصفات الہی
آن ست کہ انا جلیس
من ذکرنی
مدارج النبوت ج ۲ صـ ۶۲۱)

ذکر کر اور آپ پر درود
شریف بھیج اور آپ کے
ذکر کے وقت یہ تصور باندھ
کہ حضور حالت حیات
سے تیرے سامنے حاضر ہیں
اور تو انہیں دیکھ رہا ہے
اور آپ کے ذکر کے وقت
اجلال تعظیم اور ہیبت وحیا
سے متادب بیٹھنا اور جاننا
چاہئے کہ نبی کریم صلے اللہ
علیہ وسلم تجھے دیکھتے ہیں
اور تیرا کلام سنتے ہیں اس لیے
کہ وہ اللہ تعالی کی صفات
سے متصف ہیں اور صفات الہیہ میں سے ایک صفت یہ
ہے کہ اللہ تعالی حدیث قدسی میں فرماتا ہے کہ جو مجھے
یاد کرے میں اسکا ہمنشین ہوں ۔

(۲۳) نیز شیخ محقق ایک نصیحت فرماتے ہیں ۔
وصیت مے کنم ترا اے برادر بدوام ملاحظہ صورت ومعنی
صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ باشی متکلف ومستحضر پس نزدیک
است کہ الفت گیرد روح تو بوے پس حاضر آید ترا وے
وچوں حدیث گوید با تو وخطاب کند ترا فائز شوری بدرجہ

صحابۂ عظام ولاحق شوی بایشان انشاء اللہ تعالی
(مدارج النبوت ج ۲ صـ ۲۲۳)

(۲۴) امام وعارف ربانی سیدی عبدالوہاب شعرانی فوائد حدیث معراج
کی تفصیل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

ومنها شهود الجسم
الواحد في مكانين
في آن واحد
كما رای محمد
صلے اللہ علیہ وسلم
نفسه في اشخاص
بني آدم السعداء
حين اجتمع به
في السماء الاولی
كما مر وكذلك
آدم وموسی
وغيرهما فانهم
في قبورهم
في الارض حال
كونهم ساكنين
في السماء فانه
قال رایت

اور فوائد معراج میں سے ایک
فائدہ یہ بھی ہے کہ ایک جسم
ان واحد میں دو مکانوں میں
حاضر ہو گیا جیسا کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے نیک بخت
اولاد آدم کے افراد میں خود
اپنی ذات کریمہ کو ملاحظہ
فرمایا جب حضور صلے اللہ
علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام
کے ساتھ پہلے آسمان پر جمع
ہوئے تھے جیسا کہ گذرا اور
اسی طرح آدم اور موسی علیہما
السلام اور ان کے علاوہ
دیگر انبیاء علیہم السلام کے
ساتھ پس بیشک وہ انبیاء
علیہم السلام زمین میں اپنی
قبروں کے اندر ہیں دراں

آدم رایت موسٰی
رایت ابراھیم
واطلق وما
قال رایت
روح آدم ولا
روح موسٰی
فراجع صلے اللہ
علیہ وسلم
موسی فی السماء
وھو بعینہ
فی قبرہ فی
الارض قائما
یصلی کما یصلی
کما ورد
فیامن یقول
ان الجسم
الواحد لایکون
فی مکانین
کیف یکون
ایمانک
بھذا الحدیث

حالیکہ وہ آسمانوں میں بھی
سکونت رکھتے ہیں حضور صلے
اللہ علیہ وسلم مطلقاً اسی
طرح فرمایا کہ میں نے آدم
علیہ السلام کو دیکھا موسٰی
علیہ السلام کو دیکھا ابراھیم
علیہ السلام کو دیکھا روح کی
قید کے ساتھ مقید فرما کر
اس طرح نہیں فرمایا کہ میں
نے آدم علیہ السلام کی روح
کو دیکھا اور نہ یوں فرمایا
کہ موسٰی علیہ السلام کی روح
کو روح کی قید کے ساتھ
مقید فرما کر اس طرح نہیں
فرمایا کہ میں نے آدم علیہ
السلام کی روح کو دیکھا جس
سے ثابت ہوا کہ حضور صلے
علیہ وسلم نے بعینہٖ ان
انبیاء علیہم السلام ہی کو دیکھا
نہ کہ ان کی ارواح یا امثال
کو، پھر حضور صلے اللہ علیہ

فان کنت مومنا
فقلد وان کنت
عالما فلا تعترض
فان العلم یمنعک
ولیس لک الاختیار
فانہ لا یختبر الا اللہ
ولیس لک ان
تتاول ان الذی
فی الارض غیر الذی
فی السماء لقولہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام
رایت موسی واطلق
وکذالک سائر من
راہ من الانبیاء
ھنالک فالمسمی
موسی ان لم یکن
عینہ فالاخبار عنہ
کذب انہ موسٰی
ھذا (الیواقیت والجواہر
ج ۲ ص ۳۶ مطبوعہ مصر:

وسلم نے چھٹے آسمان پر
موسٰی علیہ السلام کے ساتھ
گفتگو اور مراجعت فرمائی
حالانکہ موسٰی علیہ السلام بعینہٖ
زمین میں اپنی قبر شریف کے
اندر کھڑے ہوئے نماز
پڑھ رہے تھے جیسا کہ مسلم
شریف کی حدیث میں وارد
ہوا ہے پس انتہائی افسوس
ہے اور تعجب اس کہنے والے
پر جو یہ کہتا ہے کہ ایک
جسم بیک وقت دو مکانوں
میں نہیں ہو سکتا (اے قائل)
ذرا یہ تو بتا دے کہ اس
قول کے ہوتے ہوئے
تیرا ایمان اس حدیث
مذکور پر کیونکر ہو سکتا ہے
اگر تو مومن ہے تو تجھے مان
لینا چاہیے اگر تو عالم ہے
تو اعتراض نہ کر اس لیے
کہ علم تجھے روکتا ہے اور

تجھے حقیقت حال کا علم ہے نہیں اس لئے کہ یہ علم حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور تیرے لیے یہ بات بھی جائز نہیں کہ تو اس حدیث میں یہ تاویل کر لے کہ جو انبیا زمین میں ہیں وہ ان کے غیر ہیں جنہیں حضور علیہ السلام نے آسمان میں دیکھا اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رایت موسیٰ مطلقاً فرمایا اور اسی طرح باقی انبیاء علیہم کے متعلق جنہیں حضور علیہ السلام نے آسمانوں میں دیکھا (یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آسمان میں ان کے غیر کو دیکھا جو زمین میں ہیں) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو موسیٰ فرمایا اگر وہ بعینہٖ موسیٰ علیہ السلام نہ ہوں تو ان کے متعلق یہ خبر دینا کہ وہ موسیٰ ہیں کذب ہوگا (العیاذ باللہ)

(۲۵) امام شعرانی شیخ اکبر سے ناقل ہیں کہ۔

ثُمّ ان المعترض ینکر علی الاولیاء مثل هذا فی تطوراتهم وقد کان قضیب البان یتطور فیما شاء من الصور فی اماکن متعددة وکل صورة خوطب فیها اجاب

فرماتے ہیں پھر معترض اولیاء اللہ کے متعدد صورتوں میں ظاہر ہونے کا منکر ہے حالانکہ حضرت قضیب البان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جن صورتوں میں چاہتے تھے مختلف مقامات میں متصور ہو کر ظاہر ہو جاتے تھے اور جس صورت میں بھی

ان الله علی کل شئ قدیرا
(الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۶)

آپ کو پکارا جاتا تھا آپ ضرور جواب دیتے تھے بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔

(۲۶) علامہ ابن حجر و امام یوسف نبہانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ
والنفس الناطقة الانسانیة اذا کانت قدسیة قد تنسلخ من الابدان وتذهب متمثلة ظاهرة بصورة بدنها او بصورة اخری۔۔۔ حیث شاء الله تعالیٰ مع بقاء نوع تعلق لها بالاصلیة یتأتی معه صدور الافعال فیها کما یحکی عن بعض الاولیاء قدست اسرارهم انهم یرون فی وقت واحد فی عدة مواضع۔۔۔۔ وهذا امر مقرر عند السادة الصوفیة مشهور فیما بینهم وهو غیر طی المسافة وانکار من ینکر کلا منها علیهم مکابرة لا تصدر الا عن جاهل او معاند۔۔۔۔
وقد اثبت غیر واحد تمثل النفس وتطورها لنبینا صلی الله علیه وسلم بعد الوفاة وادعی انه علیه الصلوٰة والسلام قد یری فی عدة مواضع فی وقت واحد مع کونه فی قبره الشریف یصلی اهـ ملتقطا (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۳ و فتح الملہم ج ۱ ص ۲۰۵

(۲۸) امام ابن حجر مکی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جاگتے ہوئے دیکھنا ثابت کرتے ہیں۔

وَلَا ینکر ذلك الا معاندا ومحروم

اس کا منکر نہ ہوگا مگر معاند یا محروم

(فتاویٰ حدیثیہ صـ۲۵۶ سعادت الدارین مطبوعہ مصر صـ۴۲۳)

(۲۹) علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ۔

ثم رأیت ابن العربی صرح بما ذکرناه من انه لا یمتنع رؤیة ذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بروحه وجسده لانه وسائر الانبیاء احیاء ردت الیهم ارواحهم بعد الخروج من قبورهم والتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی ولا مانع من ان یراه کثیرون فی وقت واحد لانه کالشمس واذا

یعنی پھر میں نے ابن العربی کے کلام میں قول مذکور کی تصریح دیکھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات روح مع جسد کا دیکھنا ممتنع نہیں کیونکہ حضور اور باقی سب انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں ان کی ارواح کو قبض کرنے کے بعد ان کے اجسام میں واپس لوٹایا گیا اور مزاروں سے ان کو باہر تشریف لے جانے کی اجازت ہے اور علوی وسفلی ملکوت میں انکو تصرف کرنے کی اجازت ہے اور

کان القطب یملأ الکون کما قال التاج ابن عطاء اللہ فمالك بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فتاوی حدیث صـ۲۵۶ وسعادۃ الدارین صـ۴۲۳)

اس بات سے کوئی چیز مانع نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت سے لوگ ایک ہی وقت میں دیکھیں اس لیے حضور سورج کی طرح ہیں (جو ایک ہے سب پر روشنی ڈالتا ہے اور ہر جگہ ہے بہت دور دراز والے اسکو ایک ہی وقت میں دیکھتے ہیں جب ایک قطب ہر جگہ کو پر کر لیتا ہے (جیسا کہ تاج بن عطاء اللہ نے فرمایا) تو پھر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بطریق اولیٰ ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔

(۳۰) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ویکون الرسول علیکم شہیدا کی تفسیر میں فرمایا وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجاب یکہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اوے شناسد گناہان شمار و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک وبد بیشمار او اخلاص ونفاق شمار (تفسیر عزیزی صـ۵۱۸ سورہ بقرہ)

یعنی اے امت تمہارے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) تم پر قیامت کے دن اس وجہ سے گواہی دیں گے کہ وہ نور نبوت سے ہر پرہیزگار کے مرتبہ کو جانتے ہیں کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور

یہ بھی جانتے ہیں کہ فلاں امتی کی ترقی میں فلاں چیز رکاوٹ بنی ہوئی ہے لہذا اے امت میرے حبیب تمہارے گناہوں کو بھی پہچانتے ہیں اور تمہارے ایمان کے درجات کو جانتے ہیں اور تمہارے اچھے برُے عملوں کو جانتے ہیں اور ایمانداروں کے ایمان اور منافقوں کے نفاق کو بھی جانتے ہیں۔

(۳۱) حضرت سیدنا ابو العباس مرسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

لو حجب عنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما عددت نفسی من المسلمین

(الحاوی للفتاوی جلد دوم ص۲۴۶)

یعنی میں ہر وقت رسول اکرم شفیع اعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتا رہتا ہوں حتی کہ اگر حضور (فداہ ابی وامی) مجھ سے پلک جھپکنے کی مقدار غائب ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان نہ جانوں

(۳۲) امام حفاظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ

فحصل من مجموع ھذہ النقول والاحادیث ان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیّ بجسدہ وروحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وھو بھیئتہ التی کان علیھا قبل وفاتہ لم یتبدل منہ شیٔ

(الحاوی للفتاوی ص۲۶۵)

یعنی ان تمام دلائل اور احادیث مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسد انور اور روح پاک

کے ساتھ زندہ ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ملک و ملکوت زمین و آسمان میں جہاں چاہیں سیر فرمائیں اور جہاں چاہے تصرف فرمائیں اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اسی ظاہری زندگی مبارکہ جیسی ہے جیسے کہ قبل وصال تھی کچھ بھی فرق نہیں آیا (ازالہ وہم)

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ اگر حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و موجود ہیں تو حضور نظر کیوں نہیں آتے اس سوال مقدر کے جواب میں حضرت علامہ سیوطی نے فرمایا

وانہ متغیب عن الابصار کما غیبت الملائکۃ مع کونھم احیاء باجسادھم (الحاوی ص۲۶۵)

یعنی رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنکھوں سے یوں غائب ہیں جیسے فرشتے آنکھوں سے غائب ہیں حالانکہ فرشتے اپنے اجساد مبارکہ کے ساتھ زندہ ہیں پھر فرمایا۔

واذا اراد اللہ رفع الحجاب عمن اراد کرامہ برؤیتہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راٰہ علی ھیئتہ التی ھو علیھا لا مانع من ذالک ولا داعی الی التخصیص برؤیۃ مثالہ (الحاوی للفتاوی ص۲۶۳)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنے حبیب پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہے تو حجاب اٹھا دیتا ہے اور زیارت کنندہ حضور کو اسی حالت میں دیکھ لیتا ہے جس حالت پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین حیات

ظاہری ہیں جلوہ افروز تھے اس پر نہ تو کوئی استحالہ ہے اور نہ ہی کوئی وجہ اس تخصیص کی ہے کہ حضور کی صورت مثالی نظر آتی ہے (بلکہ خود رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی بنفس نفیس نظر آتے ہیں) صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

(فائدہ) یہی خاتم المحدثین امام سیوطی قدس سرہٗ ہیں جنہوں نے ۷۵ بار جاگتے ہوئے سر کی آنکھوں سے سیّد دو عالم نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ للامام الشعرانی ص۴۴) اور آپ کے حاضر و ناظر کے متعلق دو رسالے ہیں تفصیل اسکی (انشاءاللہ)

(۴۴) عارف باللہ علامہ نور الدین حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لا یخلو منہ زمان ولا مکان ولا محل ولا امکان ولا عرش ولا لوح ولا کرسی ولا قلم ولا بر ولا بحر ولا سھل ولا وعر ولا برزخ ولا قبر کما اشرنا الیہ الیفا وانہ امتلاء الکون الا علی کامتلاء الکون الاسفل بہ وکامتلاء قبرہ بہ (جواہر البحار ص۱۱۵)

علامہ حلبی حضرت علامہ سیوطی رحمہا اللہ تعالیٰ کے کلام کی تصدیق فرماتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ اس بارہ میں یہ ہے کہ رسول اکرم نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم انور سے نہ تو کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی مکان نہ کوئی محل خالی ہے نہ امکان نہ عرش خالی ہے نہ لوح و کرسی نہ قلم نہ کوئی خشک جگہ خالی ہے نہ

سمندر نہ ہموار زمین اور نہ برزخ خالی ہے نہ کوئی قبر خالی ہے جیسے سیّد عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے روضہ انور مملو (بھرا ہوا) ہے یوں ہی ملک اور یوں ہی ملکوت مملو ہے

(فائدہ) علامہ حلبی کی حاضر و ناظر پر مستقل تصنیف ہے بنام تعریف اہل الاسلام والایمان بان سیدنا محمد الا لحلو منہ مکان ولا زمان اسکا خلاصہ اسی کتاب دلوں کی چین میں لکھوں گا (انشاءاللہ)

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد الغزالی قدس سرہ نے فرمایا۔

واحضر فی قلبك النبی صلے اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل السلام علیك ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (احیاء العلوم ص۱۷۵)

حضرت امام احمد الصاوی المالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یالنظر للعالم الروحانی فہو حاضر رسالۃ کل رسول وما وقع لہ من لدن آدم الی ان ظہر بجسمہ الشریف ولکن لا یخاطب بہ اہل العناد (تفسیر صاوی ص۲۰۶ سورہ قصص ذیر آیت وماکنت بجانب الطور فنادینا)

یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اے محبوب جب ہم نے موسیٰ کو پکارا اس وقت آپ کوہِ طور کے پاس نہیں تھے یہ ارشاد عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے تاکہ مخالف پر حجت قائم ہو سکے لیکن عالم روحانی کے اعتبار سے تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہر رسول کی رسالت پر حاضر ہیں بلکہ حضرت آدم سے لے

کہ حضور کی بعثت مبارکہ تک (ہر نبی رسول) کے ساتھ جو کچھ ہوا
حضور سب پر حاضر ہیں لیکن مخالفین کے ساتھ اس روحانی
اعتبار سے گفتگو کرنا فضول ہے۔

(۳۴) حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے فرمایا

فیہ تنبیہ انہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
حاضر ناظر فی ذالک العرض الاکبر

(مرقاۃ صـ۲۳۹ وحاشیہ صـ۴۸۵)

یعنی اس میں زبردست تنبیہ ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
میدان محشر میں حاضر و ناظر ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ
وسلم۔

(۳۵) حضرت شیخ المحدثین قدس سرہٗ شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے
فرمایا۔

چونکہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اپنی
حقیقت کے اعتبار سے سارے موجودات اور کائنات میں
حاضر و شاہد و موجود و ناظر ہے اس لیے ذات مصلی یعنی نماز
پڑھنے والے کی ذات کے پاس بھی حاضر و شاہد ہیں اور
سلام کو بصیغہ خطاب لانا حقیقت میں حضور پرنور صلے اللہ علیہ
وسلم کے شاہد و مشہود حاضر و موجود ہونے کے اعتبار سے ہے

(تکمیل الحسنات مترجم صـ۷)

(۳۶) مولانا عبد الحی لکھنوی نے فرمایا۔

السر فی خطاب التشہد ان الحقیقہ المحمدیۃ

کانہا ساریۃ فی کل وجود وحاضرۃ فی باطن کل
عبد (السعایۃ)"

یعنی نماز کے قعدہ میں تشہد پڑھتے وقت رسول اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم کو بصیغہ خطاب سلام عرض کرنے میں حکمت یہ
ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر وجود میں ساری ہے اور ہر بندے کے
باطن میں حاضر ہے

(۳۷) عارف باللہ محمد بن عثمان میر غنی قدس سرہٗ نے فرمایا۔

انہ صلے اللہ علیہ وسلم یسمعک ویراک
ولو کنت بعید انانہ یسمع باللہ ویری بلہ
فلا یخفی علیہ قریب ولا بعید (سعادۃ الدارین ص۹)

یعنی اے درود پاک پڑھنے والے حبیب خدا سید انبیاء علیہ
وعلیہم الصلوٰۃ والسلام تیرے درود پاک پڑھنے کو سنتے ہیں اور
تجھے دیکھتے ہیں اگرچہ تو مدینہ منورہ سے دور ہو کیونکہ رسول اکرم
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کی قدرت کے ساتھ سنتے اور
دیکھتے ہیں لہذا حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نہ تو کوئی قریب
کی چیز پوشیدہ ہے نہ دور کی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۳۸) عارف باللہ سیدی علی بن علوی (آپ کا سن وفات ۶۱۳ھ ہے آپ
نے فرمایا کہ۔

انہ کان یری النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ولیسائلہ عن امور تشکل علیہ فیبینہا
لہ ویوضحہا وکان اذا قال فی التشہد او غیرہ

السلام علیك ایها النبی و رحمة اللّٰه و برکاته
لیسمع المصطفیٰ صلے اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یقول
له وعلیك السلام یا شیخ ورحمة اللّٰه و برکاته

(سعادۃ الدارین ص۴۲۱)

یعنی حضرت شیخ بن علوی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ رسولِ اکرم شفیع اعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (بیداری) میں دیکھا کرتے تھے اور اگر کسی مسئلہ میں اشکال ہوتا تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھ لیا کرتے تھے اور سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسکو وضاحت سے بیان فرمایا کرتے نیز حضرت شیخ موصوف جب کبھی سلام عرض کرتے تشہد میں یا غیر تشہد میں تو وہ اپنے کانوں سے سنتے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

(۳۹) سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ۔
ولبعد از تحریر آں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ باجمع کثیر از مشائخ امت خود حاضر اند و ہمیں رسالہ را در دست مبارک خود دارند

(مکتوبات مبارکہ جلد اول ص۴۲)

یعنی رسالہ لکھ لینے کے بعد یوں معلوم ہوا کہ سیّد دو عالم رحمت مجسم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے مشائخ کرام سمیت حاضر (جلوہ افروز) ہیں اور وہی رسالہ اپنے دست مبارک میں لئے ہوئے ہیں۔

(۴۰) خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ۔
درود پاک کے آداب سے یہ ہے کہ درود پاک پڑھتے وقت یہ خیال رکھے کہ آپ حاضر ہیں اور سن رہے ہیں اور منتظر و امید وار رہے تاکہ درود پاک کے ذریعہ سے آنحضرت کی جناب سے فیض پہنچے (ص۵۶)

(۴۱) شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ نے فرمایا نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (افضل البشر بھی ہیں لیکن حاضر و ناظر بھی (انقلاب حقیقت ص۷۴)
نیز فرمایا کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر کہتے ہیں (انقلاب حقیقت ص۹۲)

(۴۲) شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ نے فرمایا
پس باید کہ بندہ ہمچنانکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ را پیوستہ بر جمیع احوال خود ظاہراً و باطناً واقف مطلع بیند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم را نیز ظاہر و باطن مطلع و حاضر داند،

(عوارف المعارف منقول از محک العقائد)

یعنی جیسے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ہر ظاہری و باطنی احوال پر واقف اور مطلع جانتا ہے یوں ہی رسول اکرم کو بھی ظاہری و باطنی احوال پر مطلع اور حاضر جانے

(۴۳) امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں
جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہو کر عجیب و غریب کام

کر لیتے ہیں اگر کاملین کی روحوں کو یہ قدرت عطا فرما دیں تو اس
میں تعجب کی کونسی بات ہے اور دوسرے بدن کی کیا حاجت ہے
اسی سلسلے کی کڑی وہ واقعات ہیں جو بعض اولیاء کرام سے منقول
ہیں کہ وہ ایک ہی آن میں متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں
وہ مختلف کام انجام دیتے ہیں اس جگہ بھی ان کے لطائف
مختلف اجسام کی صورت میں متجسم ہو جاتے ہیں اور مختلف
شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔

اسی طرح اس بزرگ کا واقعہ ہے جو ہندوستان کے رہنے والے
ہیں اور کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں گئے اس کے باوجود ایک
جماعت مکہ مکرمہ سے آتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم نے اس
بزرگ کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے اور ان سے یہ باتیں ہوئی ہیں
ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ ہم نے انہیں روم میں
دیکھا ہے تیسری جماعت نے انہیں بغداد میں دیکھا۔
یہ سب اس بزرگ کے لطائف ہیں جو مختلف شکلوں میں جلوہ
گر ہوتے ہیں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس بزرگ
کو ان تشکلات کی اطلاع ہوتی ہے اور بعض اوقات نہیں ہوتی

اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور وصال یافتہ بزرگوں سے
خوف اور ہلاکت کے مقامات میں امداد طلب کرتے ہیں تو
دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتیں حاضر ہوتی ہیں اور ان سے
مصیبت دور کرتی ہیں بعض اوقات ان بزرگوں کو مصیبت
دور کرنے کی لطائف متشکل ہوتے ہیں اور یہ تشکل

کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں۔
چنانچہ ہزار افراد ایک ہی رات، خواب میں نبی اکرم صلے
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مختلف صورتوں میں زیارت کرتے ہیں
اور بہت سے فائدے حاصل کرتے ہیں یہ سب آپ کی صفات
اور آپ کے لطائف ہوتے ہیں جو مثالی صورتوں سے متشکل
ہوتے ہیں۔

اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے فوائد
حاصل کرتے ہیں اور پیران کرام ان کی مشکلات حل کرتے ہیں۔

(۴۳) مرقاۃ باب مَا یُقَالُ عِنْدَ مَنْ حَضَرَہُ الْمَوْتُ کے
آخر میں ہے وَلَا یَتَبَاعَدُ عَنِ الْاَوْلِیَاءِ حَیْثُ طُوِیَتْ
لَہُمُ الْاَرْضُ وَحَصَلَ لَہُمْ اَبْدَانٌ مُکْتَسَبَۃٌ مُتَعَدِّدَۃٌ
وَجَدُوْھَا فِیْ اَمَاکِنَ مُخْتَلِفَۃٍ فِیْ اٰنٍ وَّاحِدٍ"، یعنی اولیاء
اللہ ایک آن میں چند جگہ ہو سکتے ہیں اور ان کے بیک وقت
چند اجسام ہو سکتے ہیں۔

(۴۴) شیخ تاج الدین کا واقعہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نقل فرمایا ہے

وفی مناقب الشیخ تاج الدین بن عطاء اللہ عن عطاء اللہ عن بعض تلامذتہ، قال حججت فلما کنت فی الطواف رایت الشیخ

یعنی شیخ تاج الدین کے مناقب میں ان کے کسی شاگرد سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں نے حج کیا جب میں طواف میں تھا میں نے اپنے مرشد و شیخ

تاج الدین فی الطواف
فنویت ان اسلم علیہ
اذا فرغ من طوافہ فلما
فرغ من الطواف جئت
فلم ارہ ثم رایتہ فی
عرفۃ کذالک، وفی
سائر المشاھد کذلک
فلما رجعت الی القاھرۃ
سالت عن الشیخ
فقیل لی طیب فقلت
ھل سافر قالوا لا
فجئت الی الشیخ وسلمت
علیہ فقال لی من
رائیت فقلت یاسیدی
رایتک، فقال یافلان
الرجل الکبیر یملأ
الکون لو دعی القطب
من حجر لاجاب فاذا
کان القطب یملأ
الکون فسید المرسلین
صلے اللہ علیہ وسلم

تاج الدین کو طواف کرتے
دیکھا تو میں نے یہ نیت
کی کہ جب شیخ طواف سے
فارغ ہو جائیں گے تو میں
ان کو سلام کروں گا جب
آپ طواف سے فارغ
ہوئے میں وہاں گیا تو
آپکو نہ دیکھا پھر میں نے
ان کو عرفہ میں بھی اسی طرح
دیکھا اور ہر مشہد میں میں
ان کو دیکھتا رہا پھر جب
میں قاہرہ گیا تو میں نے
لوگوں سے حضرت شیخ کے
متعلق دریافت کیا تو لوگوں
نے جواب دیا کہ حضرت
اچھے ہیں تو میں نے ان
سے کہا کہ حضرت سفر پر
گئے تھے انہوں نے کہا
نہیں تو میں حضرت کی بارگاہ
میں حاضر ہوا اور سلام عرض
کیا یا سیدی میں نے آپ

من باب اولی اھ
الحاوی للفتاوی
(ج ۲ ص ۲۵۵)

کو دیکھا تھا فرمایا اے
فلانے ایک قطب سارے
جہان دنیا کو بھر دیتا ہے

اگر اس قطب کو سوراخ سے پکارا جائے تو وہاں سے بھی
جواب دے گا جب ایک قطب ساری دنیا کو پر کر لیتا
ہے) تو حضور سید المرسلین تو بطریق اولی ہر جگہ موجود ہوتے
صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۴۵۱) امام قرطبی تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ

ان الموت الانبیاء انما
ھو راجع الی ان
غیبوا عنا بحیث لا
ندرکھم وان کانوا موجودین
احیاء ذلک کالحال
فی الملائکۃ فانھم
موجودون احیاء ولا یراھم
احد من نوعنا
الا من خصہ اللہ تعالی
بکرامتہ

انبیاء علیہم السلام کی موت
کا مطلب یہ ہے کہ ہم
عوام سے پوشیدہ ہو گئے
ہم ان کا ادراک نہیں کر
سکتے یہ ملائکہ کی طرح نہیں
کہ وہ زندہ موجود ہیں، ہم
میں سے انہیں کوئی نہیں
دیکھتا مگر اللہ تعالیٰ جسے
از روئے کرامت دکھاوے

(۴۵۲) حضرت علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ تعالی نے لکھا کہ
وبھذا علم جواز رؤیۃ جماعۃ لہ صلے
علیہ وسلم فی آن واحد من اقطار متباعدۃ

واوصاف مختلفة واحجاب عن هذا ايضا البدن
الذركشي بانه صلى الله عليه وسلم سراج
ونور والشمس فى هذا العالم مثال نوره فى
العوالم كلها فكما ان الشمس يراها كل من فى
المشرق والمغرب فى ساعة واحدة بصفات
مختلفة كذالك هو صلى الله عليه وسلم
(سعادة دارين مطبوعہ مصر ص ۱۴۸)

خلاصہ کلام جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے اولیاء حاضر وناظر ہیں۔
حضور تو بطریق اولیٰ حاضر وناظر ہیں۔
حضرت مولانا علی قاری حنفی فرماتے ہیں۔

قال القاضى وذلك ان النفوس الزكيه القدسية اذا تجردت عن العلائق البدنية عرجت واتصلت بالملا الاعلىٰ ولم يبق لها حجاب فترى الكل كالمشاهد

قاضی صاحب نے فرمایا کہ جب نفوس زکیہ قدسیہ علائق بدنیہ سے مجرد ہو جاتے ہیں تو عروج حاصل کر کے ملا اعلیٰ سے متصل ہو جاتے ہیں تو ان پاک نفسوں کے آگے کوئی حجاب و پردہ نہیں رہتا اسی لیے وہ ہر چیز کو مشاہد کرنے والے کی طرح دیکھتے ہیں

(مرقات باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصل ۲ ص ۲ ج ۲)

(۴۷) پیران چشتیہ کا اہل کے مرشد اعظم حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

مرید صادق آنرا گویند کہ آنچہ پیر فرماید آں کند وآنچہ نماید آں بیند وہمہ اوقات پیر را براحوال خود حاضر و ناظر بیند وداند

سچا مرید اسے کہتے ہیں کہ جو پیر فرمائے وہی کرے اور ہر وقت پیر کو اپنے تمام حالات پر حاضر وناظر دیکھے

(مفتاح العاشقین ص ۳)

(۴۸) **نہ صرف ہم** بعینہٖ اس طرح دیوبندیوں کے قطب مولوی گنگوہی نے لکھا۔

ہم مرید بایقین داند کہ روح مقید مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شیخ دور است اما روحانیت او دور نیست
(امداد السلوک ص ۱۰)

مرید اس بات کا یقین رکھے کہ شیخ کی روح ایک جگہ پر مقید نہیں بلکہ جس جگہ مرید ہوگا قریب یا بعید اگرچہ شیخ کی ذات بعید ہو لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں ہے
(امداد السلوک اردو ص ۲۹)

(۴۹) حضرت علامہ نور الدین حلبی قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔
ان شهادته صلى الله تعالى عليه وسلم

مستمرة بموجب حضوره فی جمیع العوالم
وامتلاء الکون والمکان والزمان به رسالة
تحویف اهل الاسلام والایمان بان سیدنا
محمد الا یخلوا عنه مکان ولا زمان)

(منقول از جواہر البحار ص۱۲۲)

یعنی رسولِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت اس
وجہ سے جاری ہے کہ رسولِ اکرم نورِ مجسم صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سب جہانوں میں حاضر ہیں اور حضور صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی ذات مبارکہ سے کون و مکان اور زمان پُر ہیں

(۵۰) نیز فرمایا:

ان الملکین یقولان للمقبور ما تقول فی هذا
الرجل واسم الاشارة لا یشار به الا الحاضر
هذا هو الاصل فی حقیقة معناه واما قول
بعض العلماء انه یمکن ان یکون حاضرا ذهنا
فلا سبیل الیه هنا لانا نقول له ما الذی
دعا الی التجوز والعدول عن الحقیقة الی ذالک
فوجب ان یکون حاضرا بجسده الشریف
بلا کلام

(جواہر البحار ص۱۱۶ سعادت الدارین صفحہ ۴۵۹)

یعنی قبر میں منکر نکیر تشریف لاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں
ما تقول فی هذا الرجل۔ (ہذا اسم اشارہ ہے) اور

اور اسم اشارہ سے اس ذات کی طرف اشارہ کیا جا سکتا
ہے جو حاضر ہو یہ اسم اشارہ کا حقیقی معنی ہے اور بعض
علماء کا یہ کہنا کہ ممکن ہے اسم اشارہ سے حاضر فی الذہن
کی طرف اشارہ ہو ہم کہتے ہیں یہاں حاضر فی الذہن کا
کوئی راستہ نہیں کیونکہ حاضر فی الذہن کی طرف لے جانا
اور مجاز اختیار کرنا اور حقیقت کو بلا وجہ چھوڑ دینا اسکا
کون داعی ہے لہذا واجب ہوا کہ سیدِ دو عالم صلے اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسم پاک کے ساتھ قبر میں تشریف
فرما ہوتے ہیں اور اس میں کوئی کلام نہیں ہے۔

(۵۱) حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

قال ثم رایت ابن العربی صرح بما
ذکرته من انه لا یمتنع رویة ذات
النبی صلے اللہ تعالیٰ علیه وسلم بروحه
وجسده لانه سائر الانبیاء احیاء ردت
الیهم ارواحهم بعد ما قبضوا واذن
لهم فی الخروج من قبورهم والتصرف
فی الملکوت العلوی والسفلی ولا مانع من
ان یراه کثیرون فی وقت واحد لانه کالشمس

یعنی فرمایا کہ پھر میں نے ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ
کی اس کے متعلق جو میں نے کہا ہے تصریح دیکھی کہ
سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح ا

جسم مبارک کے ساتھ زیارت کرنا ممتنع نہیں ہے اس
لئے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے نبی علیہم
السلام زندہ ہیں ان کی روحیں قبض کرنے کے بعد ان
کو واپس کر دی گئی ہیں اور ان کو مزارات مبارکہ سے
نکلنے کی اور ملک و ملکوت میں تصرّف کرنے کی اجازت
دیدی گئی ہے اور اس پر کوئی استحالہ نہیں کہ سیّد
دوعالم صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کی بیک وقت بہت
سارے لوگ زیارت کریں اس لیے کہ رسول اکرم صلے اللہ
تعالی علیہ وسلم سورج کی طرح ہیں۔

(سعادت الدارین ص۴۴۲)

(۵۲) عارف باللہ شیخ احمد قدس سرہٗ نے فرمایا۔

واذا داعی جماعۃ من الناس فی امکنۃ متباعدۃ
روئیتہ صلے اللہ علیہ وسلم یقظۃ فی
اٰن واحد وھم من اھل الخیر والصلاح فانھم
یصدقون فی ذلک لانہ صلے اللہ علیہ
وسلم کالشمس فی الوجود فکما ان الشمس
یراھا الذی بالمشرق والمغرب وغیرھما فی
الوجود فکما ان الشمس یراھا الذی بالمشرق
والمغرب وغیرھما فی آن واحد فکذالک ھو
صلے اللہ علیہ وسلم (سعادت الدارین ص۴۴۲)

یعنی جب کہ متقی اور پرہیز گار لوگوں کی ایک جماعت

دور دور جگہوں سے یہ دعوی کرتی ہے کہ ہم نے بیداری کی
حالت میں ایک ہی وقت میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا ہے تو ان کی یہ بات قابل تسلیم ہے کیونکہ رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم اس کون و مکان میں سورج کی طرح ہیں
تو جیسے کہ سورج کو ایک شخص مشرق میں دیکھتا ہے اور
بعینہٖ اسی گھڑی دوسرا شخص مغرب وغیرہ میں دیکھتا ہے
اسی طرح رسولِ خدا کو بیک وقت مشرق و مغرب میں
دیکھا جا سکتا ہے۔

(فائدہ) یاد رہے کہ سورج کو کرہ ارض سے بدرجہا بڑا ہے اسی
لیے ہر جگہ سے مشرق و مغرب سے شمال و جنوب سے ایک ہی
جیسا دیکھا جا سکتا ہے یوں ہی سیّد العالمین صلے اللہ تعالی
علیہ وسلم کا جسد حقیقی کون و مکان سے فرش و عرش سے لوح
و قلم سے بدرجہا بڑا ہے اسی لیے مشرق و مغرب سے شمال و
جنوب سے بیک وقت زیارت کی جا سکتی ہے لیکن فرق
ہے کہ سورج بعید ہے اور حبیب کبریا صلے اللہ علیہ وسلم قریب
ہیں النبی اولی بالمومنین من انفسھم نیز یہ فرق
کہ آفتابِ فلک سراپا جلال ہے اس میں حدّت ہے
گرمی ہے یہ قریب آجائے تو جلا دے لیکن آفتابِ رسالت
سراپا رحمت ہیں انکے قریب ہونے کی وجہ سے راحت مل رہی
ہے نیز یہ بھی فرق ہے کہ آفتاب فلک کے سامنے اگر پردہ
آجائے تو وہ محجوب و مستور ہو جاتا ہے نظر نہیں۔

آسکتا لیکن آفتاب نبوت و رسالت کے سامنے ہزاروں پردے آجائیں وہ محجوب نہیں ہو سکتا۔

قال الاجهوری وقد یقال ان مراد الصوفیة انه صلے اللہ تعالیٰ علیه وسلم کالشمس من حیث انه یراہ کل واحد وان کان لیس کالشمس من حیث انها اذا کانت بمکان محصور تحجب رویتها عن بمکان اخر بخلافه صلے اللہ تعالیٰ علیه وسلم فانه لا یحجب رویته المکان الذی هو فیه ولا غیرہ عن احد خرقا للعادة وکرامة له صلے اللہ تعالیٰ علیه وسلم کالشمس فی هذا۔

یعنی علامہ اجہوری نے فرمایا کہا جاتا ہے کہ صوفیہ کرام کی مراد یہ ہے کہ سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج کی طرح ہیں صرف اس حیثیت سے کہ آپ کی ہر شخص زیارت کر سکتا ہے (خواہ مشارق و مغارب میں ہو) لیکن اس حیثیت سے سورج کی طرح نہیں ہیں کہ سورج اگر پس پردہ ہو تو اسکو نہیں دیکھا جا سکتا لیکن رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو پردوں اور حجابات کے پیچھے سے بھی دیکھا جا سکتا ہے بطور معجزہ اور آپکی کرامت و بزرگی کی وجہ سے لہذا حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس معاملہ میں سورج کی طرح نہیں ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (سعادۃ الدارین صفحہ ۴۴۲)

ہاں دیکھنے والے کی آنکھ میں استعداد ہونی چاہیے پھر کوئی چیز پردہ اور حجاب نہیں ہو سکتی جیسا کہ سیدنا ابو العباس مرسی نے فرمایا کہ میں ایک لمحہ کے لیے حضور کو نہ دیکھوں تو اپنے آپ کو مسلمان نہ سمجھوں۔

(سوال) بعض کا خیال ہے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہو یا بیداری میں ہو حضور کی صورت مثالی نظر آتی ہے حضور خود بجسدہ نظر نہیں آتے یہ خیال غلط ہے۔

جواب عارف باللہ علامہ نور الدین حلبی نے فرمایا فمتی کان فی عالم الخیال والمثال ومتی کان یقظة کان بصفتی الجمال والاجلال وعلی غایت الکمال کما قال القائل۔

لیس علی اللہ بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد

یعنی جب حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت میں ہوتی ہے تو وہ عالم خیال اور عالم مثال میں ہوتی ہے اور جب بیداری میں ہوتی ہے تو سرور دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی صفت جلال واجلال اور پورے کمال کے ساتھ نظر آتے ہیں کسی قائل نے کیا خوب کہا ہے کہ خدا تعالیٰ پر محال نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ ایک ذات میں سارا جہان جمع کر دے والحمد للہ رب العالمین۔

(سعادۃ الدارین ص ۴۵۸)

(۵۶) حضرت علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
واذا کان القطب یملاء الکون کما قال التاج
ابن عطاء اللہ فما بالک بالنبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔
(سعادۃ الدارین صفحہ ۴۴۲)
یعنی جب قطب سے کون ومکان پر ہے جیسے کہ ابن
عطاء اللہ نے فرمایا تو اے مخاطب تیرا سرور کون
ومکان صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کیا خیال ہے۔
(سعادت الدارین صفحہ ۴۴۲)

(۵۷) تاج الدین ابن عطاء اللہ سکندری قدس سرہٗ نے فرمایا۔
یا فلان الرجل الکبیر یملاء الکون ولودعی
القطب من حجر لاجاب اھ فاذا کان ھذا
حال الرجل الکبیر فسید المرسلین اولیٰ
یعنی اے مخاطب رجل کبیر (قطب) سے جہان بھرا ہوا
ہے اگر قطب کو کسی سوراخ سے بلایا جائے تو وہ جواب دے
گا لہذا جب یہ حال قطب کا ہے تو سیّد المرسلین صلے اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے بطریق اولیٰ جہان پُر ہے۔

اپیل: اے میرے مسلمان بھائی اس فصل دوم اور پہلی
فصل میں مندرجہ آیات واحادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے
اقوال کو ایمان کی نظروں سے پڑھ اور سیّد دو عالم صلے اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت وعظمت کے پیش نظر خود

فیصلہ کرے کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا وصلے
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سید الانبیاء والمرسلین
وعلی آلہ واصحابہ اجمعین)

(۵۸) امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ مہر الٰہی کی طرح سید
محمود آلوسی رحمہ اللہ نے لکھا کر۔
سئل بعضھم کیف یراہ الراؤن المتعددون فی
اقطار متعددۃ وفی زمان واحد فانشدھم۔
کالشمس فی کبد السماء وضوءھا
یغشی البلاد مشارقا ومغاربا
بعض علماء کرام سے سوال ہوا کہ متعدد لوگوں کو ایک وقت میں
دور دراز مسافت کے لیے زیارت ہو جاتی ہے تو انہوں نے
انہیں شعر سنایا اسکا ترجمہ یہ ہے یعنی نبی پاک صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے متعلق سورج کو سمجھو کہ آسمان کے وسط میں
ہے اور اسکی روشنی مشارق ومغارب میں ہے۔
(الحاوی للفتاوی ص۲۵۵ ج ۲ اور روح المعانی ص۲۲ آیت صلوٰۃ وسلام)

(۵۹) خاتمہ المحدثین علامہ سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا فاذا اراد
اللہ رفع الحجاب عمن اراد اکرامہ برویتہ راہ
علی ھیئتہ التی ھو علیھا لا مانع من ذالک ولا
داعی الی التخصیص برویۃ مثالہ۔
(الحاوی للفتاوی ص۲۵۳ ج۲)
یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر زیارت مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا انعام کرنا چاہے تو پردہ اٹھا دیتا ہے اور بندہ
وہیں پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا ہے اس امر
پر نہ کوئی استحالہ ہے اور نہ ہی اس تخصیص کی ضرورت ہے کہ
رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ نظر آتی ہے

(۶۰) صاحب روح البیان نے فرمایا کہ
قال الامام الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ والرسول علیہ
الصلوٰۃ والسلام لہ الخیار فی طراف العوالم مع ارواح
الصحابۃ لقد رآہ کثیر من الاولیاء الخ تفسیر روح البیان
اختتام سورۃ ملک ج ۱۰ ص ۳۹۳)

(۶۱) امام سیوطی کے فتاویٰ میں ہے ولا یمتنع رویۃ ذاتہ الشریفۃ
بجسدہ وروحہ وذلک لانہ صلے اللہ علیہ وسلم
وسائر الانبیاء احیاء رُدّت الیہم ارواحہم بعد ما
قبضوا واذن لہم بالخروج من قبورہم والتصرف فی الملکوت
العلوی والسفلی،، الحاوی للفتاوی الیقظۃ لکھتے ہیں فیض الباری ج [illegible]

(۶۲) حضرت امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا۔
ولا مانع من ان یتعدد الجسد امثالی الی ما یحصی من
الاجساد مع تعلق روحہ القدسیۃ علیہ من
اللہ تعالیٰ الف الف صلوٰۃ وتحیۃ بکل جد منہا
ویکون هذا التعلق من قبیل تعلق الروح الواحدۃ
باجزا بدن واحد ولا تحتاج فی ادراکاتہا واحساساتہا
فی ذلک التعلق الی ما تحتاج الیہ من الالات فی

تعلقہا بالبدن فی المشاہد (الحاوی للفتاوی ص ۲۶۵)
تعداد جسم مثالی سے کوئی شے مانع نہیں اور روح اقدس
سے بھی تعلق رہتا ہے اور دوسرے اجساد سے بھی ایسے
جیسے روح کا جسم اجزاء سے تعلق ہوتا ہے جسم کے ان کے
ادراکات واحساسات میں بھی کوئی فرق نہیں ہوتا اور نہ
ہی انہیں آلات کی ضرورت اور محتاجی ہوتی ہے۔

(۶۳) حضرت سیدنا ابوالعباس مرسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرماتے ہیں۔
لو حجب عنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
طرفۃ عین ما عددت نفسی من المسلمین)
(الحاوی للفتاوی جلد دوم ص ۲۶۳)
یعنی میں ہر وقت رسول اکرم شفیع اعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو دیکھتا رہتا ہوں حتیٰ کہ اگر حضور (فداہ ابی وامی) مجھ
سے پلک جھپکنے کی مقدار غائب ہو جائیں تو میں اپنے
آپ کو مسلمان نہ جانوں۔

(۶۴) امام حفاظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ فرماتے ہیں
فحصل من مجموع هذا النقول والاحادیث ان
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیّ
بجسدہ وروحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء
فی اقطار الارض وفی الملکوت وهو بهیئتہ التی کان
علیہا قبل وفاتہ لم یتبدل منہ شئ
(الحاوی للفتاوی ص ۲۶۳)

یعنی ان تمام دلائل اور احادیث مبارکہ کا ماحصل یہ ہے کہ سیّد الکونین مغیث الملوین غیاث الدارین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسد انور اور روح پاک کے ساتھ زندہ ہیں اور آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملک وملکوت زمین وآسمان میں جہاں چاہیں سیر فرمائیں اور جہاں چاہیں تصرف فرمائیں اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حیات مبارکہ اسی ظاہری زندگی مبارکہ جیسی ہے جیسے کہ قبل وصال تھی کچھ بھی فرق نہیں آیا۔

(سوال) اگر حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر وموجود ہیں تو حضور نظر کیوں نہیں آتے اس سوال کے جواب میں حضرت علامہ سیوطی نے فرمایا۔

(الحاوی ص ۲۶۳/۲)

یعنی رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنکھوں سے یوں غائب ہیں جیسے کہ فرشتے آنکھوں سے غائب ہیں حالانکہ فرشتے اپنے اجساد مبارکہ کے ساتھ زندہ ہیں پھر فرمایا۔

واذا اراد اللہ رفع الحجاب عمن اراد کرامتہ برویتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راہ ھیئتہ التی ھو علیھا لا مانع من ذالک ولا داعی الی التخصیص برویۃ مثالہ

(الحاوی للفتاوی ص ۲۶۴/۲)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنے حبیب پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرمانا

چاہے تو حجاب اٹھا دیتا ہے اور زیارت کنندہ حضور کو اسی حالت میں دیکھ لیتا ہے جس حالت پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین حیات ظاہری میں جلوہ افروز تھے اس پر نہ تو کوئی استحالہ ہے اور نہ ہی کوئی وجہ اس تخصیص کی ہے کہ حضور کی صورت مثالی نظر آتی ہے (بلکہ خود رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی بنفس نفیس نظر آتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

(فائدہ) یہی خاتمۃ المحدثین امام سیوطی قدس سرہ ہیں جنہوں نے ۷۵ بار جاگتے ہوئے سر کی آنکھوں سے سیّد دو عالم نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ للامام الشعرانی ص ۴۴/۱)

(۶۵) عارف باللہ علامہ نور الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لا یخلو منہ زمان ولا مکان ولا محل ولا مکان ولا عرش ولا لوح ولا کرسی ولا قلم ولا بر ولا بحر ولا سھل ولا وعر ولا برزخ ولا قبر کما اشرنا الیہ ایضا وانہ امتلاء الکون الاعلی کامتلاء الکون الاسفل بہ وکامتلاء قبرہ بہ (جواہر البحار ص ۱۵/۳)

علامہ حلبی حضرت علامہ سیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ کے کلام کی تصدیق فرماتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ اس بارہ میں یہ ہے کہ رسول اکرم

نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم انور سے نہ تو کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی مکان نہ کوئی محل خالی ہے نہ امکان نہ عرش خالی ہے نہ لوح وکرسی نہ قلم نہ کوئی خشک جگہ خالی ہے نہ سمندر نہ ہموار زمین اور نہ برزخ خالی ہے نہ کوئی قبر خالی ہے جیسے سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے روضہ انور مملو (بھرا ہوا) ہے یوں ہی ملک اور یوں ہی ملکوت مملو ہے۔

(۶۶) حجۃ الاسلام سیدنا امام غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

واحضر فی قلبك النبی صلے اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ (احیاء العلوم ص۱۷۵)

یعنی اے نمازی جب تو نماز کے قعدہ میں بیٹھے تو سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دل سے حاضر جان اور عرض السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۶۷) مفسر قرآن علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ نے فرمایا۔

ھذا بالنظر للعالم الجسمانی لاقامۃ الحجۃ علے الخصم واما بالنظر للعالم الروحانی فھو حاضر رسالۃ کل رسول وما وقع لہ من لدن آدم الی ان ظھر بجسمہ الشریف ولکن لا یخاطب بہ اھل العناد۔

(تفسیر صاوی ص۲۰۶)

سورہ قصص زیر آیت وما کنت بجانب الطور اذ نادینا "

یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اے محبوب حبیب ہم نے موسیٰ کو پکارا اس وقت آپ کوہِ طور کے پاس نہیں تھے یہ ارشاد عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے تاکہ مخالف پر حجت قائم ہو سکے لیکن عالم روحانی کے اعتبار سے تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہر رسول کی رسالت پر حاضر ہیں بلکہ حضرت آدم سے لے کر حضور کی بعثت مبارکہ تک (اس نبی رسول) کے ساتھ جو کچھ ہوا حضور سب پر حاضر ہیں لیکن مخالفین کے ساتھ اس روحانی اعتبار سے گفتگو کرنا فضول ہے

(۶۸) حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمایا۔

فیہ تنبیہ تنبیہ انہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر ناظر فی ذالك العرض الاکبر

(مرقاۃ ص۱۶۴)

یعنی اس میں زبردست تنبیہ ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میدان محشر میں حاضر و ناظر ہیں۔

(۶۹) فرمایا لا یبعد انہ صلے اللہ علیہ وسلم یشھدُ لنوح ایضاً لانہ محل منصرۃ (حاشیہ مشکوۃ)

(۷۰) اشعۃ اللمعات ص۳۴ میں ہے۔

وے صلی اللہ علیہ وسلم بر احوال وافعال امت خود مطلع است وبر مقربان وخاصان خود ممد ومفیض وحاضر وناظر است

یعنی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے احوال اور افعال پر مطلع ہیں اور اپنے مقربان اور خواص کے مدد فرمانے والے اور فیض پہنچانے والے ہیں اور حاضر و ناظر ہیں۔

(۶۸) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی پارہ دوئم ہیں ویکون الرسول علیکم شہیداً کے ماتحت لکھتے ہیں

و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ بر متدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان چیست و حجاب کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اومی شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا لہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول واجب العمل است۔

تمہارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تم پر گواہ ہوں اس واسطے کہ آنحضرت بالواسطہ نور نبوت ہر دیندار کے رتبہ دین پر مطلع ہیں کہ وہ آپ کے دین ہیں کس درجہ پر ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب نے اُسے ترقی سے روکا ہوا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہارے گناہوں، درجات ایمان، اچھے اور بُرے اعمال، اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں لہذا آپ کی گواہی دینا دُنیا ہیں شرح کے حکم سے امت کے حق ہیں مقبول

اور واجب العمل ہے۔

(۶۹) غوث الاولیاء سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

واقوی الارواح فی ذالك روحہ صلے اللہ علیہ وسلم خالہا لم یحجب عنہا شیء من العالم

تمام ارواح سے قوی تر روح نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے پس پوشیدہ اس سے کوئی چیز نہیں

(۷۰) حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ نے فرمایا۔

واعظم الارواح علمًا واقواہا نظرا روحہ صلے اللہ علیہ وسلم لانہا یعسوب الارواح فہی مطلعہ علی جمیع ما فی العوالم۔

(کتاب الابریز صـ۲۷۹)

علم اور نظر کے اعتبار سے عظیم تر اور قوی روح ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کیونکہ وہ بادشاہ ہے تمام ارواح کی پس اُسے اطلاع ہے تمام جہانوں کی چیزوں پر۔

(یعنی نظر بصیرت سے سب کچھ دیکھتے ہیں)

(۷۱) جلال الملت والدین امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شہید کی تفسیر ہیں فرماتے ہیں

عالم بہ مشاہدہ رکھنے والا، العارف الصاوی اس کے حاشیہ ہیں فرماتے ہیں اشار بذالك الی ان الشہید معناہ الذی لا یغیب عنہ شی، یعنی امام سیوطی نے اس طرف اشارہ

کیا ہے کہ شہید اسے کہتے ہیں جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو۔

(صاوی شریف جلد ۲ صہ ۸۱)

(۷۱) نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من النظر فی اعمال امته والاستغفار لهم من السیئات والدعا بکشف البلاء عنهم والتردد فی اقطار الارض بحلول البرکة فیها وحضور جنازة من مات من صالحی امته فان هذه الامور من جملة اشغاله فی البرزخ

عالم برزخ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ اشغال میں سے یہ امور بھی ہیں امت کے اعمال میں نظر اُن کے گناہوں کی بخشش کی دعا اور ان سے مصیبت دور کرنے کے لیے دعا کرنا اور روئے زمین میں برکت دینے کے لیے آنا جانا اور اپنی امت کے اولیاء کے جنازوں میں شرکت۔

(انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء)

(۷۲) العارف الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بہجۃ النفوس والاسماع میں بعض اکابرین اولیاء کے بعض مخصوص کمالات کا ذکر کیا ہے اور یوں فرماتے ہیں۔

ومنها شدة قربهم من رسول الله صلى الله علیه وسلم کل

کمالات مخصوصہ میں ایک شدید ترین قرب الٰہی بھی ہے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ

وقت فلا یکاد یحجب عنهم فی لیل او نهار حتی ان بعضهم صحح عدة احادیث عنه صلی الله علیه وسلم قال بعض الحفاظ بضعفها من طریق النقل الظاهر فتقوت بذالك عنده وقد ادرکت جماعة ممن لهم هذا المقام منهم سیدی علی الخواص وسیدی علی المرصفی واخی افضل الدین والشیخ جلال الدین السیوطی والشیخ نور الدین الشونی والشیخ محمد الصوفی صہ ۴۳

والسلام کے ساتھ ہیں نہیں پوشیدہ ہوتے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن سے بعض نے کچھ حدیثیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح کی ہیں جن کو بعض حفاظ نے ظاہر طریقہ نقل کے اعتبار سے ضعیف کہا تھا اور اس مقام کے حضرات میں سے ایک جماعت کو میں نے پایا ہے ان میں سے سیدی علی خواص سیدی علی مرصفی میرے بھائی افضل الدین شیخ جلال الدین سیوطی شیخ نور الدین شونی شیخ محمد صوفی ہیں

(۷۳) العارف الصاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

هذا بالنظر للعالم الجسمانی لاقامة الحجة علی الخصم واما بالنظر للعالم الروحانی فهو حاضر رسالته کل

یہ عدم موجودگی جسمانی عالم کے اعتبار سے ہے تاکہ مخالف پر حجت قائم کی جائے مگر باعتبار عالم روحانی

رسول وما وقع له من لدن آدم الیٰ ان ظهور بجسمه الشریف ولکن لا یخاطب به اهل العناد (تفسیر صاوی شریف جلد ۳ ص۱۶۲)

پس آپ پر رسول کی رسالت اور جو کچھ اس کے ساتھ وقوع میں آیا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جسم شریف کے ظاہر ہونے تک آپ سب پر حاضر ہیں لیکن اہل عناد سے اس طریق پر خطاب نہیں کیا جاتا۔

(فائدہ) یہ صاوی وہی ہے جو شرح جلالین کے نام سے مشہور ہے

(۷۵) احمد شہاب الدین بن حجر مکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

لا مانع من ان یراهٗ کثیرون فی وقت واحد لانه کالشمس واذا کان القلب یملأ الکون قالہٗ التاج بن عطاء الله فما بالك بالنبی صلی الله علیه وسلم (فتاویٰ حدیثیہ ص۲۵۶)

کوئی مانع نہیں کہ ایک وقت لوگوں کی کثیر تعداد نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوں کیونکہ آپ مانند سورج کے ہیں اور جب کہ ایک قطب سے کائنات کی کوئی جگہ خالی نہیں جیساکہ تاج بن عطاء اللہ نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں تیرا خیال ہے۔

(۷۶) علامہ جلال الدین دوانی اخلاق جلالی ص۲۵۶ میں لکھتے ہیں

باطباق اصحاب نظر و برہان واتفاق ارباب شہود وعیان نخستین گوہر یکہ مرکن فیکون بوسیلہ قدرت وارادت بیچون از دریائے غیب مکنون بساحل شہادت آمد جوہرے بسیط نورانی بود کہ بعرف حکما آں را عقل اول خوانند ودر بعضی اخبار تعبیر ازاں بعلم اعلیٰ رفتہ واکابر ائمہ کشف و تحقیق آں را حقیقت محمدیہ خوانند وآں جوہر نورانی خود را ومبدع خود را وہر چہ از مبدع بتوسط او صادر تواند شد از افراد موجودات چنانکہ بود وہست وخواہد بود بدانست وتمام حقائق اعیان بر سبیل انطوای علمی در حقیقت او مندرج ومندمج بود چنانکہ دانہ مشتمل است بنوعی از اشتمال بر اغصان واوراق واثمار موجودات در مواد عینی بر تلو ہماں ترتیب کہ دراں جوہر مستکن است از مکمن قوت بمظہر فعل واز کتم غیب بفضاء شہود می آیند۔

یعنی حکماء وفلاسفہ ارباب مشاہدہ اور اصحاب کشف کے اتفاق سے پہلا جوہر جو کن فیکون کے امر سے اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور قدرت کے ذریعہ عالم غیب سے ظاہر ہوا ایک بسیط نورانی جوہر تھا جس کو حکماء کی اصطلاح میں عقل اول کہتے ہیں اور بعض اہل علم نے اس کو علم اعلیٰ سے تعبیر کیا ہے اور کشف وتحقیق کے اکابر آئمہ اس کو حقیقۃً محمدیہ کہتے ہیں اور اس جوہر نورانی نے اپنے آپ کو اپنے پیدا

کرنے والے کو اور افرادِ موجودات سے جو کچھ پیدا کرنے
والے سے اس کے واسطہ سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ جیسا
کہ تھا اور ہے اور رہے گا جان لیا اور تمام موجودات و ممکنات
کی حقیقتیں بر سبیلِ صورِ علمیہ اس کی حقیقت میں درج اور
موجود تھیں جیسا کہ دانہ ایک طرح پر ٹہنیوں پتوں اور پھلوں
پر شامل ہوتا ہے موجوداتِ ظاہری وجود میں اسی ترتیب
کے مطابق کہ جو اس جوہر میں پوشیدہ ہے قوت کے
باطن سے فعل کے مظہر میں اور غیب کے پردہ سے
ظہور کی فضا میں آتے رہتے ہیں۔

(فائدہ) ماہرینِ علم حدیث اور حاملینِ ارشاداتِ نبوی
کے نزدیک کتاب وسنت کی روشنی میں سرکار دو عالم
صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ صرف یہ کہ تمام موجودات و ممکنات
کی اصل ہیں بلکہ ان کی تحقیقاتِ انیقہ سے آپ موجودات
کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں حاضر
وناظر اور موجود ہیں آپ عالم ماکان و مایکون بھی ہیں اور
ذراتِ عالم میں موجود بھی بلکہ جو جس حیثیت سے آپ سے
کٹ گیا اسی حیثیت سے نیست و نابود ہو گیا یہ ہے وہ
تحقیقی عقیدہ جس سے توحید اور اجاگر ہوتی ہے۔

(۷۷) روح المعانی پ ۲۲ ص ۳۵ میں ہے:

نقل الشیخ صفی الدین ابن ابی منصور والشیخ
عبدالغفار عن الشیخ ابی العباس الطنجی من

انہ رای السماء والارض والعرش والکرسی
مملوءۃ من رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ تعالی علیہ
وسلم وینحل بہ السوال عن کیفیۃ رؤیتہ
المتعددین لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی
زمان واحد فی اقطار متباعدۃ ولا یحتاج
معہ الی ما اشار الیہ بعضھم قد سئل عن
ذلک فانشد

کالشمس فی کبد السماء وضوءھا
یغشی البلاد مشارقا ومغاربا

شیخ صفی الدین بن ابی منصور اور شیخ عبدالغفار نے شیخ
ابو العباس طنجی سے یہ نقل کیا ہے کہ بے شک انہوں
نے آسمانوں اور زمینوں اور عرش وکرسی کو رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھرپور دیکھا اور اس
سے ایک ہی وقت اطرافِ بعیدہ میں متعدد اشخاص
کا حضرت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھنے
کی کیفیت کا سوال حل ہو جاتا ہے اور اس مشکل کے حل
کے لیے تاویل ذیل کی ضرورت نہیں رہتی جو بعض علماء
نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کی ہے کہ آپ
سورج کی طرح ہیں کہ آسمان کے وسط میں ہے اور اس
کی روشنی مشارق و مغارب پر چھائی رہتی ہے ص۲۔

الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۶ میں امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ومنها شهود الجسم الواحد فی مکانین فی
آن واحد کما رای محمد صلی اللّٰہ علیہ
وسلم نفسہ فی اشخاص بنی آدم السعداء
حین اجتمع بہ فی السماء الاولی کما مر و
کذلک آدم وموسیٰ وغیرهما فانهم فی
قبورهم فی الارض حال کونهم ساکنین فی
السماء فانہ قال رایت آدم رایت موسیٰ
رایت ابراهیم واطلق وما قال رایت روح
آدم ولا روح موسیٰ فراجع صلی اللّٰہ علیہ
وسلم موسیٰ فی السماء وهو بعینہ فی قبرہ
فی الارض قائمًا یصلی اوردتیا من یقول ان
الواحد لا یکون فی مکانین کیف یکون ایمانک
بهذا الحدیث فان کنت مومنا فقلد وان کنت
علمًا فلا تعرض فان العلم یمنعک ولیس لک
الاختیار فانہ لا یختیر الا اللّٰہ ولیس لک ان
تتاول ان الذی فی الارض غیر الذی فی السماء
لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رایت موسیٰ
ان لم یکن عینہ فالاخبار عنہ کذب انہ
موسیٰ هذا۔

یعنی ان میں سے ایک جسم کا ایک ہی لحظہ میں دو
مکانوں میں ہونا جیسا کہ شب معراج رسول اللہؐ صلے

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو اولاد آدمؑ کے سعید
اشخاص میں دیکھا جب کہ آپ حضرت آدم علیہ السلام
سے پہلے آسمان پر ملے جیسا کہ گذرا اور اسی طرح حضرت
آدم علیہ السلام اور موسیٰ وغیرہما علیہم السلام سے ملاقات
فرمائی پس یہ زمین میں اپنی اپنی قبروں میں ہیں حالانکہ وہ
آسمانوں میں ساکن ہیں پس بے شک آپ نے فرمایا
میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا میں نے ابراہیم علیہ
السلام کو دیکھا اور بلا قید فرمایا اور نہیں فرمایا کہ میں
نے حضرت آدم کی روح کو دیکھا اور نہ یہ ارشاد ہوا کہ میں
نے موسیٰ علیہ السلام کی روح کو دیکھا پھر رسول اللہؐ صلے
اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بارِ دگر دیکھا
حالانکہ وہ بعینہ زمین میں اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز
پڑھ رہے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے
پس اے وہ کہ ایک جسم کے دو مکانوں میں ہونے کو نہیں
مانتا تیرا اس حدیث پر کس طرح ایمان ہوگا پس اگر
تو مومن ہے تو مان لے اور اگر تو عالم ہے تو اعتراض
نہ کر کیونکہ علم تجھے اعتراض سے روکے گا اور حقیقت
کا علم تیرے لیے نہیں حقیقی علم تو صرف اللہ ہی کو ہے
اور تجھے جائز نہیں کہ تو تاویل کرے کہ وہ جو زمین میں تھا
اس کا غیر تھا جو آسمان میں تھا اس لیے کہ حضور نے فرمایا
کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور بلا قید فرمایا اور

اسی طرح ان سب انبیاء کے متعلق فرمایا جن کو آپ نے آسمانوں میں دیکھا پس اگر آسمان میں وہی حضرت موسیٰ نہ تھے تو ان سے خبر دینا معاذ اللہ جھوٹ ہے کہ یہ وہی حضرت موسیٰ تھے خوب سمجھ لے۔

شب معراج انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھانے کے حوالے

تفسیر ابن جریر ص ۳ ج ۱۵ مواہب لدنیہ ص ۱۶ ج ۱ بخاری ص ۹۶ ج ۱ صحیح مسلم ص ۹۳ ج ۱ نیز بخاری باب الاسراء تقریباً باب المعراج میں اکثر کتب احادیث وسیر و تواریخ میں یہ حوالہ پایا جاتا ہے۔

(۷۹) مولوی حسین احمد صاحب دیوبندی اپنے مکتوب ۸۲ جلد اوّل صد ۲۲۵ میں رقمطراز ہیں۔

بیٹے کی قرابت والدین سے صرف مادی اور جسمانی ہے جس پر جملہ النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امہاتھم: دلیل کامل ہے جبکہ ارواح مومنین سے ان کے نفوس سے بھی زیادہ قریب ہوئے جو کہ لفظ اولی کا مدلول مطابقی ہے تو وہ قرب مفہوم ہوا جو کہ ابا کے قرب سے بھی زیادہ قوی اور کامل ہے کیونکہ کلیت وجزیت کا قرب نفس شے کے قرب سے کمزور ہوتا ہے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق

لفظ اولی اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا قرب نفوس مومنین کے اپنے قرب سے بھی زیادہ ہے۔

(۸۰) حضرت شیخ ابو العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے ابو العباس تو نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانا ہے میں نے عرض کیا نہیں تو آپ نے حکم دیا کہ بیت المقدس جاؤ تاکہ تو رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچان لے جب میں وہاں سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اذا السماء والارض والعرش والکرسی مملوۃ من النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(الحاوی للفتاوی ص ۲۴۵ ج ۲)

یعنی دیکھا کہ زمین و آسمان عرش و کرسی سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پر ہیں جب یہ دیکھ کر میں واپس خواجہ عبد الرحیم قدس سرہ کی خدمت میں آیا تو آپ نے پوچھا اے ابو العباس کیا تو نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیا میں نے عرض کیا ہاں دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا اب تیری طریقت پوری ہو گئی پھر فرمایا۔

لم تکن الاقطاب اقطابا والاوتاد اوتادا
والاولیاء اولیاء الا بمعرفتہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام۔

(الحاوی للفتاوی ص۲۶۴ ج۲)

یعنی ولی ولی نہیں بن سکتے اوتاد اوتاد نہیں بن سکتے اور
قطب قطب نہیں بن سکتے جب تک وہ سیّد دوعالم
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ پہچان لیں ۔

(۸۱) حضرت علامہ حلبی قدس سرہ نے فرمایا۔

ومن البراھین علی ذالک ایضا انہ یجوز ویمکن
ویتحقق ان یجعل اللہ تعالیٰ العوالم العلویۃ
والسفلیۃ بین یدی النبی صلے اللہ علیہ
وسلم کجعلۃ تعالیٰ الدنیا بین یدی سیدنا
عزرائیل فان الملک الجلیل عزرائیل سئل کیف
تقبض روح رجلین حضرا جلھما معًا احدھما
فی اقصی المشرق والآخر فی اقصی المغرب
فقال ان اللہ تعالیٰ قد زوی لی الدنیا بجمیع
اکوانہا فجعلہا بین یدی کالقصعۃ بین یدی
الاکل اتناول منہا ما شئت

(جواھر البحار ص

یعنی سید دوعالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر وناظر
ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے

حضرت ملک الموت کے سامنے روئے زمین کو ایک تھالی
کی طرح کر دیا ہے ایسے ہی خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کون ومکان زمین وآسمان
عرش وکرسی کو کر دیا یہ امر جائز بھی ممکن بھی ہے اور عقل
بھی اسے تسلیم کرتی ہے اس عظیم الشان فرشتے حضرت
عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ ان دو مردوں
کی روحیں کیسے قبض کر لیتے ہیں جن کے مرنے کا وقت
ایک ہی ہو لیکن ان میں سے ایک انتہاء مشرق میں ہو اور
دوسرا انتہاء مغرب میں، تو حضرت ملک الموت نے
جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے ساری روئے زمین میرے
سامنے یوں کر دی ہوئی ہے جیسا کہ کھانے والے کے
سامنے پیالہ ہوتا ہے وہ جہاں سے چاہے لقمہ اٹھا لیتا
ہے یوں ہی میں بھی جہاں سے چاہوں روح نکال لیتا ہوں۔

(۸۲) حضرت غوث وقت سیدی عبد العزیز دباغ علیہ الرحمۃ نے
فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ روح انور جس وقت جسم مقدس
میں سکون پذیر ہو گیا تو جسم اطہر میں بھی وہ تمام کمالات
حاصل ہو گئے جو روح میں تھے اور روح کی طرح ہی جسم بھی
مبصرات، مسموعات، مشمومات، مذوقات، ملموسات اور دیگر
معلومات پر مطلع ہونے لگا بدیں وجہ نبی کریم علیہ السلام
سے آگے پیچھے برابر دیکھنا ثابت ہے

(۸۳) محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یری من جمیع

جهاته یعنی حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم ہر طرف سے دیکھتے ہیں

(۸۴) شیخ عبد الرؤف مناوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں لانہ کان یریٰ من کل جهته من حیث کان نوراً یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر طرف سے دیکھتے تھے کہ آپ نور تھے۔

(۸۵) الامام العلامۃ الشیخ علی نور الدین الحلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ فرماتے ہیں۔

فمن الدلیل النقلی ماء دنیا فی عوالینا الصحیحۃ فی مسانیدها النابتۃ الرجیحہ کماهو ثابت عند جمیع الحفاظ وعند جمیع اهل المعانی والالفاظ من انه صلے اللہ علیہ وسلم لیلۃ الاسرای اخاه موسٰی علیہ السلام قائماً یصلی فی قبرہ وجا نبینا الی بیت المقدس فرآه ایضا بین یدیه وصلی موسٰی خلفه مقتدیا به صلے اللہ علیہ وسلم ثم فارقه وصعد النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی السماء الرابعۃ فوجدہ فیها او فی غیرها فان کان هذا موسٰی وهو دون نبینا محمد صلے اللہ علیہ وسلم فی الرتبۃ فنبینا بکونه موجوداً فی کل مکان وکونه مقیماً فی قبرہ اجدر واحق واحدی واولی

(جواہر البحار ص۱۱ ج ۲)

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہونے کی دلیل نقلی یہ ہے جو کہ صحیح احادیث میں موجود ہے اور تمام

حفاظ حدیث کے نزدیک ثابت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات حضرت موسٰی علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پھر بیت المقدس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں پہلے ہی موجود پایا اور حضرت موسٰی علیہ السلام نے آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسٰی علیہ السلام کو وہیں چھوڑ کر چوتھے آسمان پر پہنچے تو حضرت موسٰی علیہ السلام کو وہاں پایا پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جن سے ہمارے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام درجہ میں بہت بلند ہیں کا حال یہ ہے تو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر جگہ موجود ہونا اور اپنی قبر انور میں تشریف فرما ہونا حق اور بدرجہ اولیٰ ہے۔

ازالہ وہم

جن دلوں سے عظمت مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ گئی ہے وہ اسے ناممکن سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا نا صرف ممکن نہیں بلکہ حقیقت ہے کیونکہ سورج کے بارے میں ہے کہ۔

سورج حاضر وناظر

تدنی الشمس یوم القیامۃ من الخلق حتی تکون منهم کمقدار میل، قیامت کے روز سورج کو تمام مخلوق سے ایک میل کی مقدار قریب کر دیا جائے گا) کیوں جناب اب بھی مسئلہ حاضر وناظر

ہیں کوئی خفا باقی ہے یہ وہ میدان ہے جہاں تمام مخلوق جن وانس، چرند پرند اکٹھے ہوں گے اور سورج سب سے ایک ہی میل پر قریب ہو گا۔

قرآنی استدلال

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک وصف سراج منیر بیان فرمایا ہے یعنی آفتاب جگمگا دینے والا اگر محشر کا آفتاب ہر ایک سے برابر قریب ہو سکتا ہے تو مدینہ منورہ کے آفتاب درخشندہ و درخشانندہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے پاس ہر جگہ حاضر و ناظر کیوں نہیں ہو سکتے واللہ علیٰ کلّ شیءٍ قدیر۔

کالشمس فی کبد السماء وضوءھا
یغشی البلاد مشارقاً و مغاربا

جیسے سورج ہے تو آسمان میں لیکن اسکی روشنی شہروں کو مشرق و مغرب تک ڈھانپ لیتی ہے۔

(۸۶) علامہ نور الدین حلبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حبیب اللہ تعالیٰ نے چاند اور سورج کے لیے ایسا مکان بنا دیا ہے کہ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ میں موجود رہتے ہوئے ہر جگہ ہر گھر جلوہ گر ہوتے ہیں فلا بدع ان یکون قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بطیبۃ کذالک تو اس میں کون سی اچنبے اور تعجب کی بات ہے کہ مدینہ منورہ

میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سبز گنبد قبر انور کو بھی یہ مرتبہ حاصل ہو کہ حضور وہاں ہوں اور ہر جگہ بھی موجود ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۸۷) حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم ساری مخلوقات کے لیے روح ہیں حتیٰ کہ ارواح کے بھی روح ہیں حضرت شیخ اکبر ابن عربی فرماتے ہیں اعلم ایدک اللہ ان اصل الارواح روح محمد صلے اللہ علیہ وسلم فھو اول الآباء روحا وآدم اول الآباء جسما بے شک ہمارے تمام روحوں کا اصل محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا روح ہے تو آپ روحوں کے لحاظ سے اول باپ ہیں اب دیکھئے کہ روحوں کے لحاظ سے اول باپ ہیں اور آدم علیہ السلام (جسموں کے لحاظ سے اول باپ ہیں) اب دیکھے کہ روح کا اصل مکان دل ہے مگر جسم کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں جہاں روح نہ ہو اور جب حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم جان جہان ہیں تو ضرورۃً ثابت ہوا کہ تمام جہان میں ہر جگہ موجود ہیں اگرچہ بظاہر مدینہ منورہ میں موجود ہیں چنانچہ سیدی عبد العزیز دباغ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس تمام ارواح کی بادشاہ اور سب سے اعظم ہے کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو پر کیے ہوئے ہے

(۸۸) غوث کبیر شیخ عبد العزیز دباغ علیہ الرحمۃ فرماتے

ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریمہ کے انوار سے
تمام جہان پر ہے اور عالم کی کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں حضور
پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا نور نہ ہو اور وہ نور آئینہ کی طرح
ہے تو جن مقدس حضرات کو حق تعالیٰ چشم بصیرت عطا فرماتا
ہے وہ ہر جگہ حضور کی صورت مقدسہ کی زیارت کر لیتے ہیں
جس طرح آئینہ میں انسان اپنا چہرہ دیکھتا ہے اسی لیے
مشرق و مغرب کے مختلف حصوں میں ایک آن میں بے شمار
لوگ زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور یہ امر حضور کے
اختیار میں ہے جس کو چاہیں اپنی صورت مرتسمہ کی زیارت کرائیں
جس کو چاہیں اپنی ذات کریمہ کی زیارت کرائیں اور اس کے
علاوہ تمام انبیاء و رسل اور تمام اولیاء امت کی صورتوں میں بھی
زیارت کرواتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے مریدوں کو
اپنے پیروں کی ذات میں حضور کی زیارت نصیب ہوتی
ہے صلے اللہ علیہ وسلم تو اس طرح حاضر و ناظر کا مسئلہ سمجھا
جا سکتا ہے۔

دلیل نمبر (۱۷) ایک صحابی کو خواب میں نبی کریم صلے اللہ علیہ
وسلم کی زیارت ہوئی خیال آیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا ہے جس نے مجھے خواب میں دیکھا بیداری میں بھی دیکھے
گا اس فکر میں حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت
میں حاضر ہو کر عرض کیا تو انہوں نے نبی کریم علیہ السلام کا
آئینہ دکھایا وہ صحابی کہتے ہیں میں نے جب وہ آئینہ دیکھا

تو نبی کریم علیہ السلام کا دیدار نصیب ہو گیا۔

(۸۹) حضرت امام غزالی قدس سرہ المنقذ من الضلال میں لکھتے ہیں
کہ ارباب قلوب مشاہدہ فی کنند و در بیداری انبیاء ملائکہ را و
ہمکلام می شوند بایشان صاحب دل حضرات بیداری میں
انبیاء و ملائکہ کو دیکھتے ہیں اور ان سے گفتگو بھی فرماتے ہیں

(۹۰) حضرت علامہ نور الدین حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

الملکین یقولون للمقبور
ما تقول فی ھذا الرجل
واسم الاشارۃ لا یشا
دبہ الا لحاضر ھذا
ھو الاصل فی حقیقۃ
معناہ واما قول العلماء
انہ یکون حاضرا ذھنا
فلا سبیل الیہ ھنا لانا
نقول لہ ما الذی دعا
الی التجوز والعدول عن
الحقیقۃ الی ذالک واجب
ان یکون حاضرا بجسدہ
الشریف بلا کلام
(جواھر البحار جلد ۲ ص۱۱۶)

دونوں فرشتے صاحب قبر
سے سوال کرتے ہیں کہ تو
اس شخص کے حق میں کیا
کہتا ہے اور ہذا اسم
اشارہ کیا جاتا ہے اور
یہی اصل اور حقیقی معنی
ہیں اور بعض علماء نے کہا
ہے کہ آپ مسئول کے ذہن
میں حاضر ہوتے ہیں تو
ہم کہیں گے کہ حقیقی معنی
سے تجوز اور عدول کی کون
سی دلیل ہے پس واجب
ہے کہ آپ اپنے جسم پاک
سے ہی حاضر ہوتے ہیں اس
میں کلام کی گنجائش نہیں۔

(۹۱) یہی علامہ علی نور الدین حلبی فرماتے ہیں۔

حکی الجلال السیوطی وغیرہ فی الکتاب المذکور (یعنی تنویر الحلک بامکان رویۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم والملک) وغیرہ ان العارف ابا العباس الطنجی قال ذہبت الی الاستاذ احمد الرفاعی یسلکنی فقال لی ھل عرفت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذھب الی شیخک عبد الرحیم القناوی لیعرفک بہ لیصح اللہ السلوک قال فذھبت الیہ فقال لی اذھب الی بیت المقدس یکشف لک عن ذالک فلما جئت بیت المقدس کشف اللہ تعالیٰ عن بصری فرایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم ملاء السمٰوات والارض والعرش والکرسی وملاء سائر الاقطار والاکوان

(جواہر البحار جلد ۲ صـ۱۱)

امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تنویر الحلک، میں اور دیگر علماء نے اپنی دیگر کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ عارف ابا العباس الطنجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں استاد احمد رفاعی کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ مجھے طریقہ سلوک تعلیم فرما دیں آپ نے فرمایا کیا.

تو نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانا ہے جا اپنے شیخ عبد الرحیم قناوی کے پاس کہ وہ تجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت کرا دیں تاکہ تیرا طریقہ سلوک صحت کو پہنچے آپ فرماتے کہ پھر میں استاد مکرم کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ بیت المقدس کی طرف جا وہاں تیرے نور منکشف ہوگا جب میں بیت المقدس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری نظر سے حجاب اٹھا دیا تو میں نے دیکھا کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم تمام آسمانوں اور زمینوں اور عرش وکرسی اور تمام اطراف وکائنات پر ہیں

(۹۱) حضرت شیخ عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ نے لکھا کہ

سمعت من بعض الثقات ممن کان یریٰ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی الیقظۃ یقول ذھبنا الی الحج فلما زرت قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم اخذتنی حالتہ وقلت یا رسول اللہ ماظننت انی اصل الی مدینتکم ثم ارجع الی فاس فسمعت یآءمنکم فلیبق ھٰھنا وان کنت مع امتی حیثما کانت فارجعوا الی بلادکم قال فرجعت الی بلادی

(کتاب الابریز صـ۲۲۴)

سیدنا احمد بن المبارک السلجماسی فرماتے ہیں کہ سنا ہے میں نے ایک ایسے معتبر شخص سے جو کہ حالت

بیداری میں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کرتے تھے کہ انہوں نے کہا کہ ہم حج کے لیے گئے اور جب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور پر پہنچے تو مجھ پر حالت رقت طاری ہو گئی اس نے عرض کیا یا رسول میرا خیال نہ تھا کہ میں آپ کے شہر مبارک میں پہنچ کر پھر واپس اپنے شہر فاس کو لوٹ آوں تو قبر انور سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر تو میں اس قبر میں بند ہوں تو تم جو یہاں آئے ہو یہاں پر ہی رہو اگر میں اپنے امتی کے ساتھ ہوں جہاں بھی وہ ہو تو تم اپنے شہروں کو واپس چلے جاؤ وہ فرماتے ہیں کہ پھر میں اپنے شہر فاس کو واپس آگیا۔

(۱۳) امام جلال الملۃ والدین حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بہت سی احادیث اور اقوال علماء جو کہ حالت نیند اور بیداری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت کے امکان پر دلالت کرتے ہیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

قد تحصل من مجموع هذه النقول والاحادیث ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم حیّ بجسدہ وروحہ وانہ یتصرف حیث شاء فی اقطار

تحقیق اس مجموعہ نقول اور احادیث سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی روح اور جسم کے ساتھ حیات ہیں اور یہ کہ آپ تصرف

الارض وفی الملکوت وھو بھیئتہ التی کان علیہا قبل وفاتہ لم یتبدل منہ شیء وانہ یغیب عن الابصار کما غیبت الملائکۃ مع کونھم احیاء باجسادھم فاذا اراد اللہ تعالیٰ رفع الحجاب عن من اراد کرامتہ برؤیتہ رآہ علی ھیئتہ التی ھو علیہا الا مانع من ذالک ولا داعی الی التخصیص برؤیۃ المثال (تنویر المثال)

فرماتے ہیں جیسا چاہیں روئے زمین اور ملکوت میں اور آپ اسی حالت پر ہیں جس پر وفات سے پہلے تھے کچھ بھی آپ میں تبدیل نہیں ہوا اور یہ کہ آپ غائب ہیں نظروں سے جیسا کہ فرشتے غائب ہیں باوجود کہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے حجاب کو دور فرما دیتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے وہ دیکھتا آپ کو اسی حالت پر جو کہ آپ کی تھی پس اس سے کوئی دلیل مانع نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی دلیل ہے کہ رویت کو مثالی کے ساتھ خاص کیا جائے۔

(۹۴) علامہ علی نورالدین حلبی امام سیوطی کی یہ عبارت نقل فرمانے کے بعد خود فرماتے ہیں۔

ان الامر کما قالہ الجلال السیوطی واخص من ذالک وان الذی اداہ ان جسدہ الشریف لا یخلو منہ زمان ولا مکان ولا محل ولا امکان ولا عرش ولا لوح ولا کرسی ولا قلم ولا بر ولا بحر ولا سھل ولا وعر ولا برزخ ولا قبر کما اشرنا الیہ ایضا وانہ امتلا الکون الاعلی بہ کامتلاء الکون الاسفل بہ کامتلاء قبرہ بہ
(جواھر البحار جلد۲ ص۱۵)

بے شک معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ فرمایا ہے جلال سیوطی نے اور اس سے بھی بڑھ کر اور بے شک جس نے دیکھا ہے آپ کی ذات کو کہ نہیں خالی ہے آپ کے جسم پاک سے کوئی زمانہ نہ کوئی مکان نہ کوئی محل نہ کوئی امکان نہ عرش نہ لوح نہ کوئی کرسی نہ قلم نہ خشکی نہ تری نہ میدان نہ پہاڑ نہ برزخ نہ قبر جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے اور یہ کہ پُر کیا ہے آپ کی ذات سے عالم اعلیٰ کو جیسا کہ پُر کیا آپ سے عالم اسفل کو جیسا کہ پُر کیا آپ کی ذات سے آپ کی قبر انور کو۔

(۹۵) علامہ علی نورالدین حلبی نے فیصلہ فرمایا ہے۔

وبالجملہ والتفصیل فھو صلے اللہ علیہ وسلم موجود بین اظہرنا حسًا ومعنًی وجسمًا وروحًا وسرًا وبرھانا۔
(جواھر البحار جلد۲ ص۱۲۴)

بالآخر یہ بات ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان حسی ومعنوی طور پر اور باعتبار جسم اور روح کے اور باطن اور ظاہر کے موجود ہیں اور اپنے مقام خاص ہی سے

(۹۶) دربار حضرت سلطان باہو کے سجادہ نشین کا بیان جدم حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ العزیز کی جس قدر تصانیف طبع ہو چکی ہیں ان میں بعض ترجمہ اصل کلام کا صحیح ترجمہ نہیں ہیں اور ان میں مترجم حضرات اصل مطلب سے بعض مقامات پر دور چلے گئے ہیں جن سے ہم متفق نہیں ہیں لہذا حضرت سلطان العارفین علیہ الرحمتہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے حضرات اصل کلام کی طرف خود غور اور رجوع کریں مثلا دیوان باہو رحمتہ اللہ علیہ کے پہلے شعر

یقین دانم دریں عالم لامعبود الا ھو
ولا موجود فی الکونین لامقصود الا ھو

ترجمہ ہیں نال یقین کامل کمل ایہ گل ثابت ہوئی دریں جہانیں حاضر و ناظر اللہ باجھ نہ کوئی لکھیہ دیا ہے جو کہ خود حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے مشرب کے خلاف ہے جیسا کہ رسالہ روحی میں حضور کے ارشاد

گرامی سے واضح ہے جو کہ مرشد کامل کی شان میں تحریر
ہے بدانکہ فقیر عارف کامل قادری بہر قدرتے قادر وبہر
مقام حاضر ہمارا بھی یہی مسلک ہے حررہ ۱۱ ذوالحج ۱۳۸۳ھ
دستخط (سجادہ نشین قبلہ) ومہر ماہنامہ السعید ملتان ص ۱۶
جولائی ۱۹۶۳ء

(۹۷) خود سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ،
بدانکہ فقیر عارف کامل قادری بہر قدرتے قادر وبہر مقام
رسالہ روحی عارف باللہ یعنے سلسلہ قادریہ کا کامل ولی ہر
قدرت پر قادر اور ہر مقام حاضر ہوتا ہے۔

(۹۸) امام جلال الدین سیوطی شرح صدور میں فرماتے ہیں اِن
اعتقد النَّاسُ اَنَّ رُوحَہٗ ومثالَہٗ فی وقتِ قراءۃِ
المولدِ وختمِ رمضانَ وقراءۃِ القصائدِ یحضرُ
جازَ اگر لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور علیہ السلام کی روح اور
آپ کی مثال مولود شریف پڑھتے اور ختم رمضان اور نعت
خوانی کرتے وقت آتی ہے تو جائز ہے مولوی عبدالحی صاحب
رسالہ ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان میں فرماتے
ہیں کہ ایک شخص نعت خواں تھا اور حقہ بھی پیتا تھا اس نے
خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم
مولود شریف پڑھتے ہو تو ہم رونق افروز مجلس ہوتے ہیں مگر
جب حقہ آجاتا ہے تو ہم فوراً مجلس سے واپس ہو جاتے ہیں
(فائدہ) ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی نگاہِ پاک

ہر وقت عالم کے ذرہ ذرہ پر ہے اور نماز تلاوتِ قرآن
محفلِ میلاد شریف اور نعت خوانی کی مجالس میں اسی طرح صالحین
کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما
ہوتے ہیں۔

(۹۹) تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورۃ فتح زیر آیت اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ
شَاہِدًا ہے فَاِنَّہٗ لَمَّا کَانَ اَوَّلَ مَخْلُوْقٍ خَلَقَہُ اللہُ
کَانَ شَاہِدًا بِوَحْدَانِیَّۃِ الْحَقِّ وَشَاہِدًا بِمَا
اُخْرِجَ مِنَ الْعَدَمِ اِلَی الْوُجُوْدِ مِنَ الْاَرْوَاحِ
وَالنُّفُوْسِ وَالْاَجْرَامِ وَالْاَرْکَانِ وَالْاَجْسَادِ
وَالْمَعَادِنِ وَالنَّبَاتِ وَالْحَیْوَانِ وَالْمَلَکِ وَالْجِنِّ
وَالشَّیْطٰنِ وَالْاِنْسَانِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ لِئَلَّا یَشُذَّ
عَنْہُ مَا یُمْکِنُ لِلْمَخْلُوْقِ وَاَسْرَارِ اَفْعَالِہٖ وَعَجَائِبِہٖ
چونکہ حضور علیہ السلام اللہ کی پہلی مخلوق ہیں اس لیے اس
کی وحدانیت کے گواہ ہیں اور ان چیزوں کو مشاہدہ کرنے
والے ہیں جو عدم سے وجود میں آئے ارواح، نفوس
اجسام معدنیات نباتات حیوانات فرشتے اور انسان
وغیرہ تاکہ آپ پر رب کے وہ اسرار اور عجائب مخفی نہ
رہیں جو کسی مخلوق کے لیے ممکن ہیں اسی جگہ کچھ آگے
چل کر فرماتے ہیں فَتَشَاہَدَ خَلْقَہٗ وَمَا جَرٰی
عَلَیْہِ مِنَ الْاِکْرَامِ وَالْاِخْرَاجِ مِنَ الْجَنَّۃِ
بِسَبَبِ الْمُخَالَفَۃِ وَمَا تَابَ اللہُ عَلَیْہِ

اِلٰی اٰخِرِ مَا جَرٰی) اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ شَاھِدًا خَلْقَ اِبْلِیْسَ وَ مَا جَرٰی عَلَیْہِ ۔ حضور علیہ السلام نے حضرت آدم کا پیدا ہونا ان کی تعظیم ہونا اور خطا پر جنت سے علیحدہ ہونا اور پھر توبہ قبول ہونا آخر تک ان کے سارے معاملات جو ان پر گزرے سب کو دیکھا اور ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گذرا اس کو بھی دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ عالم ظہور میں جلوہ گری سے پہلے ہر ایک کے ایک ایک کا مشاہدہ فرمایا یہ ہی صاحب روح البیان کچھ آگے چل کر اسی مقام پر فرماتے ہیں قَالَ بَعْضُ الْکِبَارِ اِنَّ مَعَ کُلِّ سَعِیْدٍ دَقِیْقَۃً مِنْ رُوْحِ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ ھِیَ الرَّقِیْبُ الْعَتِیْدُ عَلَیْہِ وَ لَمَّا قُبِضَ الرُّوْحُ الْمُحَمَّدِیُّ عَنْ اٰدَمَ الَّذِیْ کَانَ بِہٖ دَائِمًا وَلَا یَنْسٰی جَرٰی عَلَیْہِ مَا جَرٰی مِنَ النِّسْیَانِ وَ مَا یَتْبَعُہٗ بعض اکابر نے فرمایا کہ ہر سعید کے ساتھ حضور علیہ السلام کی روح رہتی ہے اور یہ ہی رقیب عتید سے مراد ہے اور جس وقت روح محمدی کی توجہ دائمی حضرت آدم سے ہٹ گئی تب ان سے نسیان اور اس کے نتائج ہوئے ایک حدیث میں ہے کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے روح البیان میں اسی جگہ ہے کہ ایمان سے مراد توجہ مصطفےٰ ہے یعنی جو مومن

کوئی اچھا کام کرتا ہے تو حضور کی توجہ کی برکت سے کرتا ہے اور جو گناہ کرتا ہے اس طرف کی بے توجہی کی وجہ سے ہوتا ہے ۔

(۱۰۰) حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ) کا ارشاد ہے کہ ہم تو حضور کو حاضر وناظر مانتے ہیں نیز فرمایا ہے کہ ایک تین سو ہوتے ہیں ایک چالیس ہوتے اور ایک تین اور ایک ایک ہوتا ہے اس ایک کی روحانیت سے ستر درجہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک لطیف ہے

(انقلاب حقیقت مرتبہ صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربل)

(۱۰۱) علامہ نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ جواہر البحار میں اپنا عقیدہ تحریر فرماتے ہیں وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لا یخلو منہ زمان ولا مکان ولا محل ولا امکان ولا عرش ولا لوح ولا کرسی ولا قلم ولا بر ولا بحر ولا سھل ولا دعر ولا برزخ ولا قبر کما اشرنا الیہ ایضًا وانہ امتلاء الکرن الاعلیٰ بہ کامتلاء الکوف الاسفل بہ وکامتلاء قبرہ بہ الخ یعنی ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم جسد مبارک سے نہ تو کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی مکان نہ کوئی محل نہ کوئی امکان نہ عرش نہ لوح نہ کرسی نہ قلم نہ خشکی نہ تری نہ ہموار زمین نہ دوسری نہ کوئی برزخ نہ قبر جیسا کہ ہم اشارہ کر چکے ہیں اور جیسے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم

قبرانور میں جلوہ افروز ہیں اسی طرح کون اعلیٰ (آسمانوں)
میں اسی طرح کون اسفل (زمین) میں جلوہ افروز ہیں

(۱۰۲) شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شاھداً یعنی
عالم و حاضر بحال امت و تصدیق و تکذیب و نجات و ہلاک
ایشاں (مدارج النبوت صفحہ ۲۶)

(۱۰۳) عارف باللہ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ العزیز نے
مثنوی شریف میں اسی آیت مبارکہ کے متعلق فرمایا۔

در نظر بودش مقامات العباد
لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
پس چوں دیدآں روح راچشم عزیز
پس برو پنہاں نماند ہیچ چیز

(۱۰۴) حضرت علامہ حقی علیہ الرحمۃ نے روح البیان میں اسی آیت
مبارکہ کی تفسیر (جلد نمبر ۹ صفحہ ۱۸) میں فرمایا،

ارسلہ اللہ تعالیٰ شاھداً فانہ لما کان
اول مخلوق خلقہ اللہ تعالیٰ کان شاھداً
بوحدانیۃ الحق وربوبیتہ وشاھداً لما
اخرج من العدم الی الوجود من الارواح
والنفوس والاجواھر والارکان والاجسام
والاجساد والمعادن والنباتات والحیوان والملک
والجن والشیطٰن والانسان وغیر ذالک لئلا
یشذ عنہ ما یمکن للمخلوق درکہ من اسرار افعالہ

وعجائب صنعہ وغرائب
قدرتہ بحیث لا یشارکہ
فیہ غیرہ ولذا قال علیہ الصلوٰۃ والسلام علمت
ما کان وما سیکون لانہ شاھد الکل وما غاب
لحظۃ وشاھد خلق آدم علیہ السلام ولذلک
قال کنت نبیا وآدم علیہ السلام بین الماء
والطین اے کنت مخلوقا وعالما بانی نبی و حکم
لی بالنبوۃ وآدم بین ان یخلق لہ جسد وروح
یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
شاہد بنا کر بھیجا ہے تو جب حبیب خدا صلے اللہ علیہ
وسلم ساری مخلوق سے پہلے پیدا ہوئے ہیں تو حضور
خدا تعالیٰ کی واحدانیت اور ربوبیت کے ساتھ شاہد ہیں
اور حضور شاہد (ملاحظہ فرمائیے) ہیں ارواح کے نفوس
کے اجرام کے وارکان کے اور شاہد ہیں اجسام واجساد کے
اور معادن ونباتات وحیوانات کے اور شاہد ہیں فرشتوں
کے جنوں کے شیاطین اور انسانوں کے اور ہر اس چیز کے
جو عدم سے وجود میں آئی تاکہ نہ پوشیدہ ہوں آپ سے افعال
کے اسرار اور صنعت کے عجائبات اور قدرت کی باریکیاں
جن کا ادراک مخلوق کے لیے ممکن ہو یہ عدم پوشیدگی یوں
کہ آپ کے ساتھ مخلوق میں سے کوئی بھی شریک نہ ہو
بدیں وجہ سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میں نے جان لیا ہر اس چیز کو جو ہوئی اور جو آئندہ ہونے
والی ہے اس لیے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سب
کے ملاحظہ فرمانے والے ہیں کہ ایک لحظہ بھی غائب نہ ہوا اور رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کو ملاحظہ
فرمایا اس لیے تو فرمایا ہے کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم
علیہ السلام آب وگل میں تھے یعنی میں اس وقت پیدا ہو چکا
تھا اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ میں نبی ہوں اور میری نبوت کا
حکم ہو چکا تھا اس وقت کہ آدم علیہ السلام ابھی روح وجسد
کے درمیان تھے الخ۔

عبارت مذکورہ وتفسیر مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہے
کہ شاہد کا معنیٰ حاضر وناظر ہے اور حضور ہمیشہ سے تمام مخلوق
کے شاہد وعالم ماکان ومایکون ہیں اور کبھی ایک لحظہ بھی غائب
نہیں ہوئے والحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۱۰۵) مواہب لدنیہ میں طبرانی سے حدیث پاک نقل فرمائی۔
اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال
رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱۰۶) امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں سید دوعالم صلے اللہ
علیہ وسلم کے اسماء شریفہ کی فصل میں فرمایا والنقیب ھو
شاھد القوم وناظرھم وضمینہم اور اس کی شرح میں امام
عبد الباقی زرقانی نے فرمایا لانہ صلے اللہ علیہ وسلم
شہید علی امتہ وناظر لما عملوا اور اسی میں ہے واما

الشاھد العالم او المطلع الحاضر ص۱۷۲ مواہب)

(۱۰۷) امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز متوفی ۱۰۳۴ھ مکتوبات
شریف جلد اول ص۲۳ پر فرماتے ہیں "بعد از تحریر بر آں چناں
معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ
با جمع کثیر از مشائخ امت خود حاضر اند وہمیں رسالہ او در دست
مبارک خود اند"
یعنی اس رسالہ کے لکھنے کے بعد یوں معلوم ہوا کہ سید عالم علیہ
الصلوٰۃ والسلام ایک مجمع مشائخ امت کے ساتھ حاضر ہیں اور
وہی رسالہ حضور سید انس وجان کے دست مبارک میں ہے۔
(فائدہ) اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حضور سید عالم صلے اللہ
علیہ وسلم کو حاضر وناظر ماننا ہرگز کفر وشرک نہیں ہے۔
بلکہ عین اسلام اور جملہ اسلاف صالحین کا یہی عقیدہ ہے۔
ان کے علاوہ بے شمار اقوال پیش کیے جا سکتے انہی پر اکتفا کرتا
ماننے والے کیلئے کافی ہے
نہ ماننے والے کو دفتر ناکافی۔

باب ۹

مسلمات اور حاضر و ناظر

انبیاء علیہم السلام شب معراج بیک وقت مزارات میں اور پھر بیت المقدس میں پھر آسمانوں پر بھی دیکھے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کو سمجھتے کہ وہ مزار میں تھے جب نبی پاک معراج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے انہیں مزار شریف میں نماز پڑھتے دیکھا۔ روح البیان زیر آیت اسراء میں ہے کہ :۔

مزار میں

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گزر ہوا وہ سرخ ٹیلے کے نزدیک اپنے مزار میں نماز پڑھ رہے تھے جونہی حضور علیہ السلام کا وہاں سے گزرتا ہوا دیکھا تو بلند آواز سے سنا گیا اکرمتہ و فضلتہ (میں نے انہیں افضل واکرم بنایا ہے)

آپ نے فرمایا یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں آپ نے پوچھا: اسے کون جھڑک رہا تھا. عرض کی کہ آپکے بارے میں اللہ تعالیٰ انہیں جھڑک رہا تھا.

(ف) یہاں عتاب اور جھڑک محبت اور پیار سے تھی۔

بیت المقدس میں

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس میں تشریف لے گئے آپکی تشریف آوری کے بعد اللہ تعالےٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ یاد رہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو عالم برزخ سے عالم دنیا میں صورت مثالی کے ساتھ لایا گیا سوائے حضرات عیسیٰ، ادریس، خضر اور الیاس علیہم السلام کے۔ وہ چونکہ ابھی زندہ ہیں اس لیے وہ اپنے اجسام کیساتھ حاضر ہوتے اور تحقیق یہی ہے کہ مذکورہ بالا چاروں حضرات تاحال زندہ ہیں۔ ان تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو سلام عرض کیا۔ آپکو بہت بڑے مراتب سے فائز المرام ہونے پر مبارکباد پیش کی اور کہا۔

الحمد لله الذی	جملہ تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے
جعلك خاتم	جس نے آپکو خاتم الانبیاء
الانبیاء فنعم النبی	بنایا آپ بہتر پیغمبر اور اچھے
انت ونعم الاخ انت	ساتھی اور آپکی امت خیر الامم
وامتك خیر الامم	ہے۔

اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ آگے بڑھ کر ان سب حضرات انبیاء علیہم السلام کو دوگانہ پڑھائیے آپ نے جب انہیں دوگانہ پڑھایا آپکے پیچھے بالکل قریب حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے ان کی دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آپکے بائیں جانب حضرت اسحٰق علیہ السلام کھڑے تھے۔ حضور علیہ السلام کے پیچھے انبیاء و رسل علیہ السلام نے سات صفیں بنائیں۔ پہلی تین صفیں رسل و انبیاء علیہ السلام اور تمام

انبیاء علیہم السلام کی صفیں تھیں۔

چھٹے آسمان میں

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے حسبِ دستورِ سابق جبریل علیہ السلام نے آسمان کے نگران فرشتے سے گفتگو کر کے دروازہ کھلوایا تو میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے مجھے خوش آمدید کہہ کر دعائے خیر فرمائی۔

(ف) مزارات پھر بیت المقدس پھر آسمان پہ بیک وقت موجود ہونا مسئلہ حاضر و ناظر کے اشکال کو واضح طور حل کرتا ہے لیکن جس نے قسم کھا رکھی ہو کہ ماننا ہی نہیں تو اسکا کیا علاج۔

معراج میں سارے انبیاء نے بیت المقدس میں حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کی۔ حضور براق پر تشریف لے گئے اور براق کی رفتار کا یہ عالم کہ تا حدِ نظر اسکا ایک قدم پڑتا تھا۔ مگر رفتارِ انبیاء کا یہ عالم کہ ابھی بیت المقدس میں مقتدی تھے اور ابھی مختلف آسمانوں پہ پہنچ گئے۔ حضور فرماتے ہیں کہ ہم نے فلاں آسمان پر فلاں پیغمبر سے ملاقات کی۔

غور فرمایئے کہ آن کی آن میں انبیاء علیہم السلام (اجسادِ مبارکہ کے ساتھ زندہ ہیں) کہاں سے کہاں تک پہنچے اور کتنا تیز رفتاری سے کہ براق انکے مراکز پہ پھر بعد کو پہنچتا ہے۔ باوجودیکہ بہت ہی تیز رفتار ہے۔

(سوال) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپکے براق کی رفتاری کمزور کیوں؟

(جواب) براق کی برق رفتاری خراماں تھی۔ کہ دولہا گھوڑے پر سوار ہو کر

خراماں ہی جایا کرتے ہیں اور انبیاء کی خدمت گزاری کا وقت تھا۔ ابھی بیت المقدس میں اور ابھی افلاک پر۔

(جواب۲) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم شبِ معراج اپنے مریدین کو زیارت کرانے تشریف لے گئے اسی لیے ہم کہتے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ آلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی زیارت کر کے معراج کا شرف پایا تو ماسوی اللہ (فرش تا عرش) کو آپکی زیارت سے معراج نصیب ہوئی۔ تو مریدین کے ایک گروہ سے دوسرے گروہ تک جانے میں تاخیر ہوتی چلی گئی۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام اپنے مراکز میں پہلے پہنچے تو کوئی بڑی بات نہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چوتھے آسمان پر موجود ہونا سوائے مرزائیوں کے ہم سب کو مسلّم ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیا موقوف ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مقربانِ بارگاہِ ایزدی کسی ایک مکان میں مقید نہیں ہوا کرتے۔ ایک مکان کیا بلکہ ایک جہان میں بھی وہ مقید نہیں ہوتے بلکہ بیک وقت تمام جہانوں میں تشریف فرما ہوں تو ممکن بلکہ واقع ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

بیت المقدس

حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے شبِ معراج بیت المقدس میں انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت فرمائی اور تمام انبیاء و رسل نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی، جیسا کہ تفسیر ابن جریر جزو ۱۵ صـ۳ پر ہے۔ ثم انطلقنا حتیٰ اتینا الی بیت المقدس فصلیت فیہ

بالنبیین والمرسلین اماماً ثم عرج بی الی السماء الدنیا

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، پھر ہم چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے، میں نے وہاں تمام نبیوں اور رسولوں کو امام بن کر نماز پڑھائی۔ پھر مجھے پہلے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔

حوالہ جات | ابو یعلی نے ام ہانی سے، مسلم نے ابو سلمہ اور سیدنا ابن مسعود سے، طبرانی نے اوسط میں ابی امامہ سے اور بیہقی نے ابو سعید سے اور امام احمد نے حضرت ابن عباس سے روایت فرمایا ہے۔ (مواہب اللدنیا جز ثانی ص ۱۶، ۱۷ ج ۱ مطبوعہ مصر، صحیح مسلم ص ۹۶ ج ۱)

آسمانوں میں | بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے گئے اور وہاں آدم علیہ السلام یحیی و عیسیٰ علیہما السلام، یوسف علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور ان سب سے ملاقات فرمائی۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۵۴۸، ۵۴۹ مطبع اصح المطابع باب المعراج مسلم شریف مطبع اصح المطابع جلد ا ص ۹۳ باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج کی رات بیت المقدس تشریف لے جاتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کی قبر شریف سے گزرے تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں جیسا کہ مسلم شریف میں حدیث موجود ہے۔ مررت بقبر موسیٰ فاذا ھو قائم یصلی فی قبرہ او کما قال۔

دلیل حاضر و ناظر | جو انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے ہیں وہ اپنی قبور مبارکہ کے اندر عالم برزخ میں بھی موجود ہیں جو ایک مستقل جہان ہے اور اس جہان دنیا میں بھی۔ مسجد بیت المقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں اور جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر رونق افروز ہوتے ہیں (جسے عالم آخرت کہنا چاہیئے) تو وہاں بھی اپنے اپنے مقام پر یہ حضرات موجود ہیں، معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بیک وقت عالم دنیا اور عالم برزخ اور عالم آخرت میں موجود ہیں۔ جب ہر عالم میں ان حضرات کا موجود ہونا ثابت ہے تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر مکان میں بیک وقت موجود ہونا کیونکر ناممکن ہو سکتا ہے۔

دیکھئے حدیث معراج سے بالکل یہی مضمون امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے، چنانچہ امام موصوف الیواقیت والجواہر جلد دوم ص ۳۶ مطبوعہ مصر میں، فوائد معراج کی تفصیل فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

انّها شهود الجسم الواحد فی مکانین فی آن واحد کما رای محمد صلی اللہ علیہ وسلم نفسہ فی اشخاص بنی ادم السعداء حین اجتمع بہ فی السماء الاولی کما مر و کذلک ادم و موسیٰ وغیرھما فانھم فی قبورھم فی الارض حال کونھم ساکنین فی السماء فانھم قال رایت ادم

رایت موسیٰ رایت ابراھیم واطلق و ما
قال رایت روح ادم ولا روح موسیٰ فراٰہ
صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ فی السماءِ
ھو بعینہ فی قبرہ فی الارض قائمًا یصلی
کما وردفیا من یقول ان الجسم الواحد
لا یکون فی مکانین کیف یکون
ایمانك بھذا الحدیث فان کنت مومنا
فقلد و ان کنت عالمًا فلا تعترض فان
العلم یمنعك و لیس لك الاختبار
فانہ لا یختبر الا اللہ ولیس لك ان
تتاول ان الذی فی الارض غیر الذی
فی السماء بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
روئیت موسیٰ و اطلق و کذالك سائر
من راہ من الانبیاء ھناكؑ فالمسمی موسیٰ
ان لم یکن عینہ فالاخبار عنہ
کذب انہ موسیٰ ھذا۔

ترجمہ: اور فوائد معراج میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ایک جسم آن واحد میں دو مکانوں میں حاضر ہو گیا۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نیک بخت اولاد آدم کے افراد میں خود اپنی ذاتِ کریمہ کو بھی ملاحظہ فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ پہلے آسمان پر جمع ہوئے تھے۔ جیسا کہ گذرا اور اسی طرح

آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور انکے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ پس بیشک وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام زمین میں اپنی قبروں کے اندر ہیں اور انحالیکہ وہ آسمانوں میں بھی سکونت رکھتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً اس طرح فرمایا۔ کہ میں نے آدم علیہ السلام کو دیکھا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، روح کی قید کے ساتھ مقید فرما کر اس طرح نہیں فرمایا کہ میں نے آدم علیہ السلام کی روح کو دیکھا، اور نہ یوں فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح کو دیکھا (جس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعینہ ان انبیاء علیہم السلام ہی کو دیکھا تھا نہ کہ انکی ارواح اور امثالی کو)

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گفتگو اور مراجعتِ کلام فرمائی۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام بعینہ زمین میں اپنی قبر شریف کے اندر کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ جیسا کہ (مسلم شریف) کی حدیث میں وارد ہوا۔ پس انتہائی افسوس اور تعجب ہے اس کہنے والے پر جو یہ کہتا ہے کہ ایک جسم بیک وقت دو مکانوں میں نہیں ہو سکتا۔ (اے قائل) ذرا یہ تو بتا دے کہ اس قول کے ہوتے ہوئے تیرا ایمان اس حدیث مذکور پر کیونکر ہو سکتا ہے اگر تو مومن ہے تو تجھے مان لینا چاہیئے، اور اگر تو عالم ہے تو اعتراض نہ کر۔ اس لیے کہ علم تجھے روکتا ہے اور تجھے حقیقتِ حال کا علم ہے نہیں۔ اس لیے کہ یہ علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اور تیرے لیے یہ بات بھی جائز نہیں کہ تو اس حدیث میں یہ تاویل کرے کہ جو انبیاء زمین میں ہیں وہ انکے غیر ہیں جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان میں دیکھا اس لیے کہ حضور علیہ السلام نے رایت موسیٰ مطلقاً فرمایا اور اسی طرح باقی انبیاء علیہم

السلام کے متعلق جنہیں حضور علیہ السلام نے آسمانوں میں دیکھا (یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آسمانوں میں انکے غیر کو دیکھا جو زمین میں ہیں) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنکو موسیٰ فرمایا اگر وہ بعینہٖ موسیٰ علیہ السلام نہ ہوں تو انکے متعلق یہ خبر دینا کہ وہ موسیٰ ہیں کذب ہوگا۔

جبریل امین علیہ السلام خادم دربار

حضرت جبریل کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب آدھے کنوئیں سے نیچے چلے اور حضرت جبریل سدرہ سے چلے یوسف علیہ السلام ابھی کنوئیں کی تہ کو نہ پہنچے تھے کہ جبریل سدرہ سے وہاں پہنچ گئے۔ تفسیر روح البیان زیر آیت اَنْ یَّجْعَلُوْا فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ) حضرت خلیل نے حلقِ اسماعیل پر چھری چلائی۔ ابھی چھری رواں نہ ہوئی تھی کہ جبریل سدرہ سے مع ذبیحہ خلیل اللہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ علاوہ ازیں جبریل علیہ السلام کی درجنوں پروازوں کا بیان فقیر کی کتاب "جبریل امین خادم دربار" پڑھیئے۔ یقین مانیئے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدائشی خادم ہیں بلکہ انکی تخلیق کی غرض وغایت بھی صرف اور صرف خدمت المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے (نسیم الریاض)

تفصیل فقیر نے اس رسالہ مذکورہ کے علاوہ شرح حدائق شریف میں بھی متعدد مقامات پہ حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ یہ اعزاز صرف اور صرف ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو نصیب ہوا۔ اور انبیاء و صحابہ واہلبیت علی نبیا وعلیہم السلام کی ذات مقدسہ تو بلند وبالا اقدار کی مالک ہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیاء بھی

ملائکہ خدام ہیں بلکہ امت کے بھی چند حوالے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ملاحظہ ہوں۔

ملائکہ خدّام

دس برس کی عمر میں غوث اعظم اپنے شہر کے مکتب میں پڑھنے جایا کرتے۔ جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپکو اپنے ولی ہونے کا علم کب ہوا تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں دس برس کی عمر میں اپنے شہر میں گھر سے نکلتا اور مدرسے جایا کرتا میں فرشتوں کو اپنے پیچھے چلتے دیکھتا جب مدرسے پہنچتا تو انہیں یہ کہتے سنتا کہ اللہ کے ولی کو جگہ دو کہ بیٹھ جائے۔

ازالۂ وہم

معتزلہ فرقہ سے متاثر ہو کر کوئی اسے مبالغہ سے تعبیر نہ کرے بلکہ حقیقت ہے کیونکہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اولیاء کرام عام ملائکہ عظام سے افضل ہیں اور معتزلہ تو ملائکہ پر نبوت کی فضیلت کے بھی منکر ہیں۔ اہلسنت کے دلائل میں ایک دلیل۔ علّمٰ آدم الاسماء ہے اسی قاعدہ پر اولیاء کرام کو عام ملائکہ عظّام سے افضل مانا گیا ہے تفصیل علم کلام میں ہے چند تصریحات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت شیخ عقیل رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آپکی شہرت آسمان وزمین سے بھی زیادہ ہے۔ ملا اعلیٰ میں آپکا لقب اشہب ہے آپ قطب وقت ہیں انکی کرامات اور مقامات کی تصدیق کرنے والا نفع حاصل کریگا۔

تصدیق الملائکہ

بہجۃ الاسرار ص۹ میں ہے کہ جب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قدمی ہذا رقبۃ کل ولی اللہ۔ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے تو ملائکہ کرام نے جواباً۔

فرمایا۔ صدقت یا عبداللہ! اے اللہ کے بندے آپ نے سچ فرمایا۔

ملک الموت اور دیگر ملائکہ کرام

اس موضوع پر فقیر کے تین رسالے ہیں ۱۔ فرشتے ہی فرشتے۔
۲۔ ملائکہ کی پرواز۔
۳۔ ملک الموت اور حاضر و ناظر۔ یہاں ملک الموت کی پرواز کا عرض کردوں۔ مسئلہ سمجھنے سے پہلے ایک قاعدہ یاد رکھئے۔

حاضر و ناظر ہونے کے تین معنیٰ ہیں ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو مثل کف دست کے دیکھنا۔ ایک آن میں عالم کی سیر کر لینا اور صدہا کوس پر کسی کی مدد کر دینا۔ اس جسم یا جسم مثالی کا متعدد جگہ موجود ہو جانا۔ یہ صفات بہت سی مخلوقات کو ملی ہیں۔ ان ہی سے حضرت ملک الموت علیہ السلام بھی ہیں مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ۔

جعلت الارضُ لِملَكِ المُوتِ مِثلَ الطَّشتِ یتناولُ مِنْ حَیثُ شآءَ۔

یعنی ملک الموت کے لیے ساری زمین طشت کی طرح کر دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں لے لیں۔ اس روح البیان میں اسی جگہ ہے لَیْسَ عَلٰی مَلَكِ الْمَوْتِ صَعُوْبَةٌ فِیْ قَبْضِ الْاَرْوَاحِ وَاِنْ كَثُرَتْ وَكَانَتْ فِیْ اَمْكِنَةٍ مُتَعَدِّدَةٍ ملک الموت پر روحیں قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں اگرچہ روحیں زیادہ ہوں۔ اور مختلف جگہ میں ہوں۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ مَا مِنْ اَهْلِ بَیْتِ شَعْرٍ وَلَا مَدَرٍ اِلَّا مَلَكُ الْمَوْتِ یُطِیْفُ بِهِمْ یَوْمًا مَرَّتَیْنِ۔ کوئی خیمہ اور مکان والے نہیں مگر ملک الموت ہر روز اُن

کے پاس دو بار جاتے ہیں۔

روح البیان اور خازن پارہ ۷ انعام زیر آیۃ حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا۔

ایسے ہی سیدنا جبریل علیہ السلام کا حال ہے یونہی منکر نکیر کو دیکھے کہ بیشمار قبور میں بیک موجود ہوتے یہاں تک کہ قبور نہ بھی ہیں تب بھی مردے کی جہاں جگہ ملے گی وہاں موجود ہونگے مثلاً مردہ آگ سے جل کر راکھ بن کر ہوا میں اسکے ذرات اڑ گئے۔ پانی میں ڈوب مرا اسے دریائی جانوروں نے کھا لیا وغیرہ وغیرہ۔

۴۔ ابلیس کے لیے تو مخالفین کو ذرہ برابر بھی شک نہیں بلکہ اسکی اس صفت جگہ جگہ موجود ہونے پر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں شیطان و ملک الموت کے لیے نصوص قطعیہ کی دھمکی دیتے ہیں اسے ہر قبر میں موجود مانتے ہیں اور واقعی اسے منجانب اللہ یہ قوت حاصل ہے جو مشکوٰۃ باب فصل الاذان میں ہے کہ جب اذان اور تکبیر ہوتی ہے تو شیطان ۳۶ میل بھاگ جاتا ہے پھر جہاں یہ ختم ہوئیں کہ پھر موجود جب ناری کی رفتار کا یہ عالم ہے بلکہ یوں کہو کہ شر میں اتنی بڑی طاقت ہے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سراسر خیر بلکہ ہر خیر آپکے در کی گدا تو انکے لیے ایسی صفت ماننا شرک و کفر کیوں۔ یونہی جنات کا حال ہے کہ آن کی آن میں کہیں سے کہیں اور بیک وقت متعدد صورتوں اور شکلوں میں متشکل ہو کر بڑے عجیب و غریب امور سرانجام دیتے ہیں۔ جنوں کا تسلیم کرنا انکا توحیدی مشغلہ ہے لیکن جو جنوں کے بھی آقا ہیں۔ انکے لیے ماننا شرک و کفر

ـه براہین قاطعہ ۱۳

عجیب کھوپڑی ہے جو ایسے گندے تصور کو اپنے اندر ڈالے ہوئے ہے
نوٹ: شیطان کے تصرفات کے بارے امام سیوطی نے شرح الصدور ص ۲۲ اور امام شعرانی نے مختصر تذکرۃ القرطبی ص ۲۳ میں لبسط سے بیان کیا ہے جو مخالفین اسکے ان کمالات کے قائل ہیں۔

آصف بن برخیا | چونکہ یہ قرآنی قصہ بھی مسلمات میں سے ہے اسی لیے عرض ہے سلیمان کے وزیر آصف ابن برخیا نے ایک پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت یمن سے لاکر شام میں حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر کردیا جسکا ثبوت قرآن میں ہے کہ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ. معلوم ہوا کہ آصف کو یہ بھی خبر تھی کہ تخت کہاں ہے. خیال کرنا چاہیئے کہ پلک جھپکنے سے پہلے یمن گئے بھی اور لوٹ بھی آئے اور اتنا وزنی تخت بھی لے آئے.

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ | خطبہ کے دوران یا ساریۃ الجبل پکارا سینکڑوں میل دور نہ صرف حال منکشف ہوا بلکہ بہت بڑی مشکل بھی رفع ہوئی یہ واقعہ بہت مشہور ہے (مناقب عمر رضی اللہ عنہ) کے باب کتب احادیث میں موجود ہے.

روح کی پرواز | عقلیات کے باب میں بھی عرض کیا گیا ہے مسلمات میں بھی اسکے بارے میں معمولی طور عرض کرتا ہوں. اسکی پوری تحقیق فقیر کی تصنیف "الفتوح فی حقیقۃ الروح" میں پڑھیئے.

۱- شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات آخر باب زیارۃ القبور میں فرماکر ہر پنجشنبہ کے دن مردوں کی روحیں اپنے خویش واقارب کے یہاں جاکر ان سے ایصال ثواب کی تمنا کرتی ہیں. اب اگر کسی میت کے خویش واقارب

دوسرے ممالک میں بھی رہتے ہوں تو وہاں بھی پہنچیں گی. اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کے رسالہ ارواح کی گھروں میں واپسی.

۲- بعد مردن اہل ایمان کی ارواح علیین یا بالائی ملک کے کسی مقام میں اور کافروں کی سجین میں. لیکن وہ جسم سے چلے جانے کے بعد گھر اور گھر والوں اور جنازہ میں آنے والوں اور کفن دفن تک پھر قبر میں لاش کو دفنانے کے بعد تاقیامت لاش سے متعلق رہ کر جملہ حالات سے باخبر ہوتا ہے اور کوئی اسکی قبر پر السلام علیکم کہتا ہے تو سلام کا جواب دیتا ہے. آنے والے کو خوب پہچانتا ہے اس کی باتیں سنتا اور اسکی گفتگو کو جانتا ہے تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ مردہ سنتا جانتا ہے.

امام شعرانی قدس سرہ نے لکھا کہ ثم ان المعترض منکر علی الاولیا مثل هذا فی تطوراتهم وقد کان قضیب البان یتطور فیما شاء من الصور فی اماکن متعددۃ وکل صورۃ خوطب فیها اجاب ان اللّٰه علی کل شیئ قدیر.

ترجمہ: فرماتے ہیں، پھر معترض اولیاء اللہ کے لیے ..... متعدد صورتوں میں ظاہر ہونے کا انکار کرتا ہے، حالانکہ حضرت قضیب البان رضی اللہ تعالٰی عنہ جن صورتوں میں چاہتے تھے مختلف مقامات میں متصور ہو کر ظاہر ہو جاتے تھے. بیشک اللہ تعالٰی ہر بات پر قادر ہے.

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۳۶)

بزرگان دین کا اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ متمثل ہو کر متعدد مقامات میں ظاہر ہونا درحقیقت ایک ایسا کمال ہے جو ان حضرات کو قوت

قدسیہ کی تکمیل کے بعد حاصل ہو جاتا ہے۔ دیکھئے صاحب روح المعانی اپنی تفسیر پارہ ۲۳ صـ۱۳ پر ارشاد فرماتے ہیں.

والا نفس الناطقہ الانسانیۃ اذا کانت قدسیۃ قد تنسلخ من الابدان و تذھب متمثلۃ ظاھرۃ بصور ابدانہا او بصور اخری کما یتمثل جبرئیل علیہ السلام ویظھر بصورت دحیۃ او بصورۃ بعض الاعراب کما جاء فی صحیح الاخبار حیث یشاء اللہ عزو جل مع بقاء نوع تعلق لہا بالابدان الاصیلۃ فیاتی معہ صدور الافعال منہا کما یحکی عن بعض الاولیاء قدست اسرارھم انھم یرون فی وقت واحد فی عدۃ مواضع و ما ذاك الا بقوۃ تجرد انفسھم وغایتہ تقدسہا فتمثل و تظھر فی موضع و بدنہا الاصلی فی موضع آخر.

لا تقل دارھا بشرقی نجد   کل نجد للعامریہ دار

اور انسانی روحیں جب مقدس ہو جاتی ہیں تو کبھی اپنے بدنوں سے الگ ہو کر ان ہی صورتوں یا دوسری شکلوں میں ظاہر ہو کر جبرئیل علیہ السلام کی طرح جیساکہ وہ دحیہ کلبی یا بعض اعراب کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے جس طرح صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ جہاں اللہ تعالےٰ چاہتا ہے تشریف لے جاتی ہیں، اور انکا اپنے اصل بدنوں کے ساتھ ایک قسم کا تعلق بھی باقی رہتا ہے اور وہ تعلق ایسا ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے بدنوں سے ان روحوں کے کام صادر ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ بعض اولیاء قدست اسرارہم

کے متعلق منقول ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر دیکھے جاتے ہیں اور یہ بات صرف اس وجہ سے ہے کہ انکی روحیں قوت تجرد اور انتہائے تقدس میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کر لیتی ہیں۔ اس وجہ سے وہ روحیں متمثل ہو کر کسی جگہ ظاہر ہوتی ہیں، حالانکہ انکا اصل بدن دوسرے مقام پر ہوتا ہے.

تم یہ نہ کہو کہ اس کا گھر نجد کی شرقی جانب میں ہے، بلکہ تمام نجد عامریہ کا گھر ہے، اسکے بعد متصلاً صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔ وھذا امر مقرر عند السادۃ الصوفیہ مشہور فیما بینھم وھو غیر طی المسافۃ و انکار من ینکر کلا منہما علیھم مکابرۃ لا تصدر الا من جاھل او معاند و قد عجب العلامۃ التفتازانی من بعض فقہا و اھل السنۃ ای کابن مقاتل حیث حکم بالکفر علی معتقد ما روی عن ابراھیم بن ادھم قدس سرہ انھم راوہ بالبصرۃ یوم الترویۃ وروی ذالك الیوم بمکۃ و مبناہ زعم ان ذالك من جنس المعجزات الکبار و ھو مما لا یثبت کرامۃ لولی و انت تعلم ان المعتمد عند نا جواز ثبوت الکرامۃ للولی مطلقاً الا فیما یثبت بالدلیل عدم امکانہ کالاتیان بسورۃ من احدی سور القرآن و قد اثبت غیر واحد تمثل النفس وتطورھا لنبینا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بعد الوفاۃ وداعی انہ علیہ الصلوۃ والسلام قد یری فی عدۃ مواضع فی وقت واحد مع کونہ فی قبرہ الشریف یصلی

وقد تقدم الكلام مستوفى ذالك وصح انه صلى الله عليه وسلم رای موسی علیه السلام يصلى فى قبره عند الكثيب وراه فى السماء وجرى بينهما ماجرى فى امر الصلوات المفروضة وكونه عليه السلام عرج الى السماء بجسده الذى كان فى القبر بعد ان راه النبی صلى الله تعالى عليه وسلم مالم يقله احد جزمًا واقول به احتمال لعيلا وقد راوی صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة اسرى به جماعة من الانبياء غير موسى عليه السلام فى السموات مع ان قبورهم فى الارض ولم يقل احد انهم نقلوا منها اليها على قياس سمعت لنا وليس ذالك مما ادعى استحالة من شغل لنفس الواحدة اكثر من بدن واحدٍ بل هُوَ امر وراء كما لا يخفى على من نور الله تعالى بصيرته انتهى۔

(روح المعانی پ ۲۳ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: اور یہ امر سادات صوفیہ کے نزدیک ثابت شدہ اور انکے درمیان مشہور ہے اور وہ طی مسافت کے علاوہ ہے اور جو شخص (طی مسافت اور بیک وقت مقامات متعددہ میں انکا موجود ہونا) ان دونوں کماؤں کا منکر ہے اسکا انکار سکابرہ ہے، جو سوائے جاہل یا معاند کے کسی سے صادر نہیں ہوسکتا۔ اور علامہ سعدالدین تفتازانی نے ابن مقاتل جیسے بعض

اہلسنّت پر سخت تعجب کا اظہار کیا ہے۔ اس حیثیت سے کہ انہوں نے ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا۔ جو ابراہیم بن ادہم قدس سرہٗ کے متعلق اس روایت کا معتقد ہے کہ لوگوں نے انہیں ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو بصرہ میں دیکھا اور اسی دن وہ مکہ میں بھی دیکھے گئے۔ اور انکا حکم کفر کا مدار اس امر پر ہے کہ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر موجود ہونا انبیا علیہم السلام کے بڑے معجزات میں سے ہے۔ اور یہ ان امور میں سے ہے۔ جو ولی کے لیے بطور کرامت ثابت نہیں ہوسکتے حالانکہ تو جانتا ہے کہ ہم اہلسنت کے نزدیک معتبر مسلک یہ ہے کہ نبی کا ہر معجزہ ولی کے لیے بطور کرامت ثابت ہوسکتا ہے۔ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا سوائے اس معجزہ کے جسکا صدور ولی کے حق میں بطور کرامت ناممکن ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہو جاتے۔ جس طرح قرآن پاک کی سورتوں میں سے کسی سورت کی مثل لے آنا اسکے سوا باقی تمام معجزات خواہ وہ کتنے ہی عظیم الشان ہوں اولیاء اللہ سے بطور کرامت انکا صدور و ظہور ہوسکتا ہے، اور بکثرت علماء و محققین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وفات شریف کے بعد آپکی روح اقدس کے متمثل ہوکر ظہور فرمانے کو ثابت کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بسا اوقات ایک ہی وقت میں بہت سی جگہوں میں دیکھے جاتے ہیں حالانکہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں نماز پڑھ رہے ہیں اور اس مسئلہ میں اس سے پہلے نہایت تفصیلی کلام گزر چکا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سرخ رنگ کے ٹیلے کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام کو انکی قبر شریف میں کھڑے ہوتے نماز پڑھتے دیکھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں آسمان میں

بھی دیکھا، اور سب جانتے ہیں کہ فرض نمازوں کے بارے میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کیا گفتگو ہوئی اور نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا اپنے جسم کے ساتھ آسمانوں پر لے جایا جانا ایسی بات ہے جو آج تک کسی نے یقیناً نہیں کہی اور ویسے بھی یہ قول احتمال بعید ہے (پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے) کہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ اور انبیاء علیہم السلام کو بھی آسمانوں پر دیکھا باوجود اسکے کہ ان کی قبور مقدسہ زمین میں ہیں اور یہ بات بھی آج تک کسی نے نہیں کہی کہ وہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل کر دیئے گئے تھے جیسا کہ تم ابھی سن چکے ہو (ساتھ ہی یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ) یہ بیک وقت متعدد مقامات میں ان مقدس حضرات کا موجود ہونا اس قبیلہ سے نہیں ہے جسکے محال ہونیکا فلسفیوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ایک روح کا شغل ایک بدن سے زائد بدنوں کے ساتھ ناممکن ہے ان حضرات کا یہ کمال فلاسفہ کی محال قرار دی ہوئی صورت کے علاوہ ہے اور اس سے بہت بلند ہے۔

حاضر و ناظر اور فقہ

شامی جلد سوم باب المرتدین مطلب کرامات الاولیاء میں ہے۔

وَطَیُّ الْمَسَافَۃِ مِنْہ لِقَولِہٖ علیہ السّلام زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ و یدل لہ ما قالوا فیمن کان فی المشرق و تزوج امرأۃً بالمغرب فاتت بولدٍ یلحقہٗ وَ فی التتارخانیہ ان ھذہ المسئلہ تؤیّدُ الجواز۔

اور راستہ طے کر لینا بھی اس کرامت میں سے ہے حضور کے فرمانے کی وجہ سے کہ میرے لیے زمین سمیٹ دی گئی۔ اس پر وہ مسئلہ دلالت کرتا ہے جو کہ فقہاء نے کہا ہے کہ کوئی شخص مشرق میں ہو اور مغرب میں رہنے والی عورت سے نکاح کرے پھر وہ عورت بچّہ جنے۔ تو بچہ اس مرد سے ملحق ہو گا۔

اور تتارخانیہ میں ہے کہ یہ مسئلہ اس کرامت کے جائز ہونے کی تائید کرتا ہے۔

(ف) معلوم ہوا کہ مسئلہ حاضر و ناظر پر بعض فقہی مسائل بھی موقوف ہیں. مثلاً زوج تو مشرق میں ہو اور زوجہ مغرب میں اور بچّہ پیدا ہوا تو شوہر کہتا ہے کہ بچہ میرا ہے تو بچّہ اسی کا ہے کہ شاید یہ ہو اور کرامت سے اپنی زوجہ کے پاس پہنچا ہو تو ہمارا سوال ہے کہ اگر عقیدہ حاضر و ناظر مشرکانہ اور بے بنیاد عقیدہ ہے تو ماننا پڑے گا. کہ اس مسئلہ کی نشست اوّل فقہائے کرام نے شرک پر رکھی ہے اور اس مسئلہ کی کوئی اصل شرع میں نہیں تو منکرین فقہ کے اس جزئیہ کے انکار کا عام اعلان کریں تاکہ ہم کہہ سکیں کہ دیوبندی نام کے حنفی ہیں. ورنہ درحقیقت یہ وہابی ہیں. تفصیل فقیر کے رسالہ "دیوبندی وہابی ہیں" میں ہے۔

موت و حاضر ناظر

موت حق ہے یہ عقائد سے ہے اور موت لانے والا فرشتہ ملک الموت جو عزرائیل کے نام سے مشہور ہے. انکے متعلق مخالفین بھی مانتے ہیں کہ

وہ ہر ذی روح کے پاس ہر وقت موجود ہوتے ہیں۔ اسکی تفصیل و تحقیق فقیر نے رسالہ۔ ملک الموت اور حاضر و ناظر میں لکھدی ہے یہاں صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہے۔

۱۔ تفسیر خازن میں زیر آیت حتی اذا جاء احدکم الموت

جعلت الارض	ملک الموت کے لیے
لملک الموت	ساری زمین طشت کے
مثل الطشت یتناول	مانند کر دی گئی ہے۔ جہاں
من حیث شاء۔	سے چاہیں لے لیں۔

(ف) اس سے ثابت ہوا کہ ساری زمینیں ملک الموت کے پیش ہیں۔ ور آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔

۲۔ خازن یہی آیت۔

ما من اهل بیت	کوئی خیمہ اور مکان والے
شعرٍ و مدرٍ الا	نہیں مگر ملک الموت
و ملک الموت	انکے پاس ہر روز دوبار
یطیف بهم کل یوم	جاتے ہیں۔
مرتین۔	

(ف) معلوم ہوا کہ ملک الموت ساری کائنات کے ہر حیوان کے پاس دن میں دو مرتبہ آتے ہیں۔

(انتباہ) دو دو بار آنا اسکے منافی نہیں جن روایات میں ہر وقت ساتھ ہونے کی تصریح ہے کیونکہ یہ آنا انتباہ در اطلاع کے لیے ہوتا ہے اور ہر وقت ساتھ ہونا عمومی ہے۔ رسالہ مذکور میں تفصیل ملاحظہ ہو۔

نیز موت بھی مینڈھے کی شکل میں ہے وہ جس مردہ پر گزرتی ہے وہ مرجاتا ہے

اس سے سمجھ لیں کہ ایک آن میں موت کہاں کہاں موجود ہوتی ہے۔ موت کا مخلوق اور صاحب جسم ہونے کی تحقیق فقیر کے رسالہ موت پر موت میں پڑھ لیجئے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا جل جلالہ سے جدا نہیں

یہ عقیدہ مخالفین میں مسلّم ہے کہ خدا ہر جگہ ہے تو ہمارا سوال ہے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لمحہ خدا سے جدا نہیں جیسا کہ امام شعرانی نے فرمایا کہ۔

فانہ لا یفارق حضرة اللہ ابدا فیحیا طبہ بالسلام مشافهة (کتاب المیزان للامام الشعرانی ص ۱۴۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی کسی وقت جدا نہیں ہیں۔ نمازی بالمشافہ یعنی حضور والسلام کو سلام کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔

تو جب اللہ تعالےٰ ہر جگہ اور ہر آن موجود حاضر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ سے کسی وقت بھی جدا نہیں۔ نتیجہ وہی نکلا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

لطیفہ کسی نے مجھ پر دوران تقریر سوال کیا کہ ہر آن تو حاضر و ناظر اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ج ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ٥

(المجادلہ)

ترجمہ: اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں. جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو۔ تو چوتھا وہ موجود ہے۔ اور پانچ کی۔ اور چھٹا وہ ۔ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی. مگر یہ کہ وہ انکے ساتھ ہے. جہاں کہیں ہوں. پھر انہیں قیامت کے دن بتا دیگا جو کچھ انہوں نے کیا. بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے.

میں نے کہا یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی. جب وہ اپنے راز و نیاز چھپ چھپا کر بیان کر کے سمجھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ انکی اس رازداری سے بے خبر ہیں اللہ نے انکے رد میں یہ آیت نازل فرمائی آیتہ کے شان نزول میں مفسرین نے فرمایا.

یہ آیت یہود اور منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو آپس میں سرگوشیاں کرتے اور مسلمانوں کی طرف دیکھتے جاتے اور آنکھوں سے انکی طرف اشارے کرتے جاتے تاکہ مسلمان سمجھیں کہ انکے خلاف کوئی پوشیدہ بات ہے اور اس سے انہیں رنج ہو ان کی اس حرکت سے مسلمانوں کو غم ہوتا تھا. اور وہ کہتے تھے کہ شاید ان لوگوں کو ہمارے ان بھائیوں کی نسبت قتل یا ہزیمت کی کوئی خبر پہنچی جو جہاد میں گئے ہیں اور یہ اسی کے متعلق باتیں بناتے اور اشارے کرتے ہیں جب یہ حرکات منافقین کے بہت زیادہ ہوئے اور مسلمانوں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اسکی شکایتیں کیں جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کرنیوالوں کو منع فرما دیا. لیکن وہ باز نہ آئے اور یہ حرکت کرتے ہی رہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی.

(خزائن العرفان)

(ف) ثابت ہوا کہ معترضین کو منافقین کی وراثت نصیب ہے اور ہمارے

عقیدہ کا طرفدار اللہ تعالیٰ ہے۔ (الحمد للہ علی ذلک)

حضور حضور (حاضر) ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

جب سے منکرین نے یہ انتظام فرمایا ہے کہ انکی ہر تقریر میں بکثرت کہلوائے اور ہر تقریر میں لکھوائے کہ "حضور" یہ کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ. ادھر تو حاضر و ناظر کا انکار ادھر حضور کہکر اور لکھ کر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حاضر ہیں اس لیے کہ حضور صفت کا صیغہ ہمچو رسول بروزن مفعول ہے یعنی بہت زیادہ حاضر ہونے والا.

(ف) خدا تعالیٰ کا یہ قانون منکرین کے لیے عام ہے کہ وہ انکار کے پردے میں اقرار ہی اقرار کریں مثلاً حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی چومنے کے منکر ہیں۔ اللہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتے وقت دو بار نام مبارک کو چومیں. تجربہ کرلیں۔ تفصیل گزری ہے۔

لطیفہ | منکرین نے یارسول اللہ کہنے سے انکار کیا کہ ہم نے یا رسول اللہ نہیں کہنا. کسی صاحب دل نے انہیں لقمہ دیا کہ ادھر تو زبان سے کہہ رہے ہو یارسول اللہ پھر کہتے ہو ہم نے یارسول اللہ نہیں کہنا.

عقلی دلائل

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر و ناظر ہونے کا مسئلہ از قبیل ممکنات ہے ورنہ منکر نکیر اور شیطان کے لیے بھی نہ مانا جائے اور ہر وہ کمال جو ممکن ہو اور دیگر مخلوق کو حاصل ہو وہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اولیٰ ہے بلکہ ہر کمال جو کسی کو نصیب ہوتا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے اور انکے طفیل نصیب ہوتا ہے۔

(۲) ایک عالم روح جسد عنصری کے پنجرہ میں چھپ کر بحالت خواب عالم دنیا میں جہاں تک اسکی رسائی ہوتی ہے وہاں کے حالات کا مشاہدہ کرتی ہے جسے سچی خواب کہا جاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ابو الارواح ہیں ان کے لیے اشکال کیسا۔

(۳) روح مرنے کے بعد علیین یا سجین میں ہوتے ہوئے بھی قبر والے کے حالات سے بے خبر نہیں باوجودیکہ یہاں سے وہ روح اپنے جسم سے بہت دور ہے۔

(۴) از روئے تحقیق جدید ہمارے گرد کے فضلائے محیط میں بہت سے ستارے زمین سے اتنا دور ہیں کہ انکی روشنی زمین تک کئی کروڑ میں پہونچتی ہے اور ایک ستارہ ایسا بھی دریافت ہوا ہے جس کا فاصلہ زمین سے آٹھ سو سنگ میل دور ہے جس سے متاثر ہو کر یورپ کے بعض فلاسفروں نے لکھا کہ کائنات کا حجم لا محدود ہے

انسان کے لیے اتنا زیادہ اہم ہے بلکہ جس سے انسان زیادہ کے ششدر و حیران رہ جاتا ہے وہ کائنات کی مکمل باضابطگی ہے کہ کوئی گڑبڑ نہیں کوئی چیز خلاف توقع نہیں ہے جب آسمان دنیا کے نیچے ہی نظام شمسی ہیں یعنی محیر العقول وسعت ہے جس سے دنیا والوں کی عقلوں کو حیران کر دیا تو پھر ساتویں آسمان تک کتنا فاصلہ ہوگا اور اس کے اوپر کا علاقہ جنت کا ہے جس کی چھت عرش ہے اس کا فاصلہ ہماری زمین کے کس قدر ہونا چاہیے ظاہر ہے نیز یاد رہے کہ روشنی کی رفتار باقاعدہ نہیں ایک لاکھ چھیالیس میل فی سیکنڈ ہے اس رفتار سے روشنی ایک سال سے جو فاصلہ طے کرتی ہے اسے نوری سال کہتے ہیں اور اسی سال کے حساب سے ستاروں و سیاروں کے فاصلے متعین کیے جاتے ہیں۔

اب اندازہ لگائیے کہ اتنا دور مسافت سے عام روح جسم کے معاملات اور اس کے حالات سے واقف ہے تو پھر سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا کیا کہنا لیکن یہ اسے سمجھ آئے گا جو حضور نبی علیہ السلام کے کمالات کا قائل ہے جو سرے سے قسم کھا چکا ہو جیسے دیوبندیوں وہابیوں نے قسم کھائی ہے) کہ اپنے نبی علیہ السلام کا کوئی کمال نہیں ماننا پھر اسکا کیا علاج۔

فائدہ

آج کل کے سائنسی دور میں یہ مسئلہ اتنا پیچیدہ نہیں رہا ہزاروں مشاہدات

سے اس مسئلہ کی تائید ہوچکی اور ہو رہی ہے ٹیلی ویژن کی ایجاد
کے بعد اس مسئلہ کو نہ سمجھنا حماقت کا منہ چڑانا ہے اور
اسے شرک کہے جاتے ہیں ڈالنا نبوت دشمنی کے سوا اور
کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اگر حاضر وناظر نبی علیہ السلام کے لیے ماننا شرک ہے
تو پھر غیر نبی میں یہ صفات ماننا کیوں شرک نہیں حالانکہ جملہ
اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ
وسلم کی ذات جامع کمالات ہے اس لیے کہ جس قدر کمالات
دیگر انبیائے کرام یا اولیائے عظام یا کسی مخلوق کو مل چکے یا ملیں
گے وہ سب ان سے بڑھ کر حضور علیہ السلام کو عطا فرما دیئے
بلکہ حضور علیہ السلام ہی کے وسیلہ سے ان کو ملے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (آپ ان سب کی راہ چلو) اس کی تفسیر روح
ہیں صاحب رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ فَجَمَعَ اللّٰهُ كُلَّ خَصْلَةٍ فِيْ
حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ (اللہ نے ہر نبی کی خصلت حضور
علیہ السلام کو عطا فرمائی)

جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسے ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حسن یوسف دم عیسٰی اور آپ ید بیضا رکھتے ہیں جو کچھ دوسرے
محبوبوں میں ہیں وہ آپ تنہا میں ہیں مولوی محمد قاسم صاحب
تحذیر الناس ۲۹ میں لکھتے ہیں کہ انبیاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وسلم سے لے کر امتوں کو پہنچاتے ہیں غرض اور انبیاء میں جو
کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے اس پر بہت سے دلائل
قرآن واحادیث واقوالِ علماء سے پیش کیے جا سکتے ہیں مگر چونکہ
مخالفین مذکورہ بالا قاعدہ مانتے ہیں اس لیے اس پر زیادہ دلائل
دینے کی ضرورت نہیں بہر حال یہ مسلم ہے کہ جو کمال کسی مخلوق
میں ہے وہ تمام علیٰ وجہ الکمال حضور علیہ السلام کو عطا ہوا ہر جگہ
حاضر وناظر ہونا تو بہت سی مخلوقات کو عطا کیا گیا ہے تو لازمًا
تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ صفت بھی حضور علیہ السلام کو بھی عطا ہوئی
اب ہم بتلاتے ہیں کہ حاضر وناظر ہونا کس کس مخلوق کو عطا
ہوا نیز ہم اس کتاب کے مقدمہ میں عرض کر دیا ہے کہ حاضر
وناظر ہونے کے معنیٰ ہیں ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو مثل کف
دست کے دیکھنا ایک آن میں عالم کی سیر کر لینا اور صدہا پر کسی
کی مدد کر دینا اس جسم یا جسم مثالی کا متعدد جگہ موجود ہو جانا یہ
صفات بہت سی مخلوقات کو ملی ہیں۔

ولی اللہ

جب کوئی بندہ خدا ولی کامل بن جاتا ہے
تو خدائی طاقت سے دیکھتا سنتا اور
چھوتا اور بولتا ہے یعنی عالم کی ہر چیز کو دیکھتا ہے تو دور ونزدیک
کی چیزوں کو پکڑتا ہے یہ ہی حاضر وناظر کے معنے ہیں اور جب
معمولی انسان فنا اللہ ہو کر اس درجہ میں پہنچ جاویں تو سید
الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر فنا فی اللہ کون ہو سکتا
ہے تو بدرجہ اولیٰ حضور علیہ السلام حاضر وناظر ہوئے

جنات کو مانتے ہیں

مخالفین جنات کی طاقت وقوت کو تسلیم کرتے ہیں کہ جن کی طاقت وقوت یہ ہے کہ وہ اقصیٰ مشرق میں ہو پھر دوسرا بعینہ اس وقت اسے اقصیٰ مغرب میں بلائے تو وہی جن بیک وقت اقصائے مشرق میں بھی حاضر ہوگا اور اقصائے مغرب میں بھی اور جنات کو حضرات انبیاء کرام اور اولیائے عظام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے کوئی مناسبت ہی نہیں لیکن افسوس ہے یہ لوگ جنوں کو مانتے ہیں لیکن کائنات کے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شرک کا فتویٰ۔

محشر کا نقشہ

نبوت وولایت کے حاملین ہیں عالم آخرت کی قوت وطاقت عطا ہوتی ہے عالم آخرت کے عام انسان کی قوت وطاقت معلوم کر لینے کے بعد مسئلہ حاضر وناظر سمجھنے میں کسی قسم کا اشکال نہیں رہ جاتا ہم ذیل میں میدان محشر کا نقشہ پیش کرتے ہیں ایک مربع میل رقبہ میں اگر ہم ایک جلسہ کا انتظام کریں اور ہر ایک آدمی کے بیٹھنے کے لیے ۸ مربع فٹ جگہ کے نشان بھی لگا دیں تاکہ اتنے میں دم نہ گھٹ جائے تو ایک مربع میل میں ۵۲۸۰×۵۲۸۰/۸ چونتیس لاکھ چوراسی ہزار آٹھ سو آدمی ہی بیٹھ سکیں گے جلسہ گاہ آدمیوں سے کھچا کھچ بھر گیا ہو تو آپ ایک اعلےٰ سے اعلےٰ دوربین لے کر اپنے کسی دوست عزیز کو تلاش

کرنے لگیں تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ آپ کامیاب نہیں ہوں گے اس مثال کے بعد ذرا میدانِ حشر کا تصور کریں یہی ہماری زمین پہاڑوں دریاؤں سمندروں سے مٹ مٹا کر ایک صاف چٹیل میدان بن جائے گا کہیں پانی کا نام ونشان نہ درخت نہ غاریں رہیں گی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک تمام مردے قبروں سے نکل آئیں گے اسی پر پھر یں گے جس جس کا قطر جغرافیہ والوں نے ساٹھ میل لکھا ہے جب اعمالنامے تقسیم ہوں گے تو ہر شخص خواہ اندھا تھا یا ان پڑھا ہوا اپنا اپنا اعمالنامہ پڑھ لے گا۔

یہ بھی خداوند کریم ایک ایسی طاقت علم اپنے بندوں کو عطا کریگا ورنہ بندے کی کیا طاقت کہ اعمالنامے پڑھے اور مطلب بھی سمجھ لے۔ اعمالنامہ پڑھ چکنے کے بعد ہر ایک شخص اپنے عزیزوں رشتہ داروں کی تلاش میں ہوگا کہ ایک کوئی ایک دو نیکیاں دیدے تاکہ اس کی بخشش ہو سکے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک مربع میل کے رقبہ میں تو اپنے دوست عزیز کا تلاش کرنا ناممکن یا مشکل ہوتا ہے جس وقت لوگ ۴۰۰۰×۴۰۰۰×۲۲/۷ مربع میلوں میں پھیلے ہوئے ہوں گے اس وقت ہم کس طرح اپنے اپنے رشتہ داروں کو تلاش کر سکیں گے مگر احادیث سے ثابت ہے کہ بندہ اپنے رشتہ داروں ماں باپ، بہن بھائی غرضیکہ جملہ عزیزوں دوستوں کے پاس حشر کے میدان میں جائے گا پس باری تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے انسان کی بخواہش

بھی پوری کر دے گا۔

کہ وہ اپنے رشتہ داروں عزیزوں کے پاس پہنچ جائے اور نیکی مانگ سکتا ہے تو مانگ لے اگرچہ اس نفسی نفسی کے میدان میں کوئی بھی ساتھ نہ دے گا۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ باری تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسی قوت بصارت یوم حشر عطا کرے گا کہ وہ کروڑہا انسانوں میں اپنے رشتہ داروں کو پہچان لے خواہ وہ ہزاروں میل پر کھڑے ہوں پھر ان کے پہنچنے کے لیے طاقت پرواز ایسی عطا کرے گا کہ آنکھ جھپکنے میں ان کے پاس پہنچ جائے ایسی طاقت پرواز اب تک کوئی سائنس داں ایجاد نہیں کر سکا نہ ہی قیامت تک کوئی ایجاد کر سکے گا نہ ہی کوئی دوربین ایسی ایجاد کر سکے گا کہ زمین کے پھیلاؤ میں ہزاروں میل تک کی اشیا مشاہدہ کر سکے پھر قوت سماعت بھی یوم حشر اپنے بندوں کو اللہ تعالیٰ ایسی عطا کرے گا کہ کروڑہا کے مجمع میں بندہ اپنے رشتہ داروں کے پاس جا کر اپنی باتیں سنا سکے اور ان کی سن سکے گویا خلاصہ یہ نکلا کہ یوم حشر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قوت بصارت قوت پرواز قوت سماعت مافوق الفطرت عطا کرے گا وہی اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب مولائے کل جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں فوق الفطرت عطا کر دے تو تعجب کیوں۔

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء والمرسلین ہیں اور

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قبر شریف کے اندر حیات ہیں اور ان کو اعلیٰ ترین قوت بصارت قبر شریف میں حاصل ہے سب امتیوں کو قبر شریف سے دیکھ رہے ہیں ہمارے اچھے اعمال دیکھ کر خوش ہوتے ہیں برے اعمال دیکھ کر رنجیدہ

اسی طرح چلنے پھرنے کی طاقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے آپ آنکھ جھپکنے میں ہزاروں میل پر اپنے امتیوں کے مجالس نیک میں شامل ہونا چاہیں تو حاضر ہو جاتے ہیں اپنے نیک بندوں کو خواب میں زیارت سے مشرف کرتے رہتے ہیں مافوق الفطرت قوت بصارت اور قوت رفتار سے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو چکا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ان طاقتوں کو اللہ تعالیٰ کی غیر طاقتوں سے کوئی نسبت نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ خالق ہے اور حضور مخلوق

اب باقی مافوق الفطرت قوت سماعت ہے جس کی وجہ سے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم قبر شریف کے اندر اپنے امتیوں کے درود و سلام سنتے ہیں یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ کہہ کر پکارے تو آپ سنتے ہیں یہ درود و سلام یا پکار حضور ہر شش جہت سے سنتے ہیں کوئی غار میں بیٹھ کر پڑھے یا ہوائی جہاز میں یا پہاڑ کی بلندی پر کوئی انتہائے شمال سے پڑھے یا انتہائے جنوب میں یہ خیال رہے آنحضور صلے اللہ

علیہ وسلم کی مافوق الفطرت قوت سماعت صرف امتیوں کے لیے
ہے مسلمانوں کے سوا باقی دیگر لوگوں کی پکار جانوروں کا شوروغل
چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ دیگر ہر قسم کی اونچی سے اونچی آواز یا
باریک سے باریک صدائیں سننا صرف باری تعالیٰ کی صفات
میں شامل ہے لیکن حبیب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو یہ سب
کچھ بھی سنوا سکتا ہے جیسے سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کو
کئی میل سے دیکھ لیا اور اس کی بات بھی سن لی کہ قرآن میں
موجود ہے خلاصہ یہ کہ مسلمان بغیر پس و پیش ایمان رکھے کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کے جملہ حالات دیکھتے رہتے
ہیں اور آنکھ جھپکنے میں امتیوں کے نیک مجالس میں اگر چاہیں تو
شریک بھی ہو جاتے ہیں حضور اپنے امتیوں کی فریاد و پکار
کو اور درود وسلام کو اپنی قبر شریف میں سنتے ہیں یہ تمام مافوق
الفطرت نعمتیں اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
عطا کر رکھی ہیں۔

محشر میں مسافتیں اور حاضر وناظر

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی قوت وطاقت سے قطع نظر عالم بہشتی کے بارے
میں صرف ایک حدیث شریف پر اکتفا کرتا ہوں۔
حضرت قرۃ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
کہ ایک صحابی کو اپنے بیٹے سے شدید محبت تھی قضاء الٰہی سے
ان کا بیٹا فوت ہو گیا۔ نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع

ملی تو آپ نے فرمایا۔
اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَّا تَاْتِیَ بَابًا مِنْ اَبْوَابِ
الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَهُ يَنْتَظِرُكَ۔
کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے
جس دروازے پر بھی جاؤ اپنے بیٹے کو وہاں انتظار
کرتے پاؤ۔
ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس کے لیے خاص
ہے یا ہم سب کے لیے فرمایا تم سب کے لیے ہے۔ (مشکوٰۃ)
حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں
اس حدیث میں اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت، مکتب
اجسام متعدد ہوتے ہیں کیونکہ صحابی کا بیٹا جنت کے ہر دروازے
پر موجود ہوگا (مرقات)

فائدہ

بہشت کے دروازے ایک دوسرے
سے صرف گز دو نہیں ہیں بلکہ وہاں تو
ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک ہزاروں سالوں
کی مسافت ہے لیکن ایک بہشتی بچہ بیک وقت ہر دروازہ
پر موجود (حاضر وناظر) ہوگا

کمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دیوبندی وہابی
وبہشتی بچہ کا کمال
مان جانا لیکن اسے اپنے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
بارے میں شکوک وشبہات نہ چھوڑیں گے آزما کر دیکھئے۔

اب سنئے اپنے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال حضرت
انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت
فرمانا آپ نے فرمایا میں شفاعت کروں گا میں
نے عرض کیا میں آپکو کہاں تلاش کروں تو آپ نے فرمایا جب تم
میری تلاش شروع کرو تو پہلے مجھے پل صراط پر دیکھنا میں نے
عرض کیا اگر وہاں میں آپ کو پاسکوں تو؟ آپ نے فرمایا مجھے
میزان کے پاس دیکھنا میں نے عرض کیا اگر میری ملاقات وہاں
بھی آپ سے نہ ہو تو آپ نے فرمایا مجھے حوض کوثر کے پاس
دیکھنا بیشک میں ان تین مقامات سے ہٹ کر اِدھر اُدھر کہیں
نہیں ہوں گا (مشکوٰۃ)

فائدہ یہی جواب حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو دیا تھا جب انہوں نے ہجر و جدائی
کی عدم برداشت کا اظہار کیا تو فرمایا ان تینوں مقامات پر
بیک وقت موجود پاؤ گے البدور السافرہ میں امام سیوطی رحمہ
اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک ساڑھ
ساٹھ ہزار سال کی مسافت ہے اس سے حاضر و ناظر کا اسے سمجھ
آئیگا جو کمالات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے
جو آپکو صرف اور صرف اپنے جیسا بشر سمجھتا ہے اسے سمجھ
نہیں آئیگا۔

سائنسی ایجادات

دورہ حاضرہ میں مسئلہ حاضر و ناظر کا سمجھنا مشکل نہیں رہا اس
لئے کہ ایجادات نے بہت بڑے لاتعداد مسائل ایسے حل
کیے کہ منکر کو پاگل و مجنون کہنا فخر محسوس کیا جاتا ہے ریڈیو ٹیلی ویژن
بلکہ آج کل وہ فون بھی ہمارے سامنے ہے کہ فون سے نہ صرف
بات سنائی دیتی ہے بلکہ خود بولنے والے کی تصویر فوٹو جسم
سامنے ہوتا ہے۔

دوربینی کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ اس میں دیکھنے
والا دور کی چیز قریب اور اصلی جسم سے بھی زیادہ موٹی دیکھتا
ہے ان کے علاوہ درجنوں مثالیں قائم کی جاتی ہے اور سائنس
ایجادہ بندہ ہے اور اسکا حال یہ ہے کہ اسکی طاقت کی انتہا
ہوتی ہے تو ولایت کی قوت کی ابتداء ہوتی ہے اور ولایت
کی قوت کی انتہاء ہوتی ہے تو نبوت کی قوت کی ابتدا ہوتی
ہے اور دیگر جملہ انبیاء کی قوت کی انتہاء ہوتی ہے تو امام الانبیاء
صلے اللہ علیہ وعلیہم وسلم کی قوت کی ابتدا ہوتی ہے۔

مثلاً سائنس اپنی قوت و طاقت کے بل بوتے پر چھلانگ
لگانے کی مدعی ہے لیکن اسے قبر کے اندر عذاب و ثواب
کا علم نہیں ایسے ہی خواب میں نیند والا جو مناظر دیکھ رہا ہے

اسے سائنس اپنی کسی بھی طاقت سے نہیں بتا سکتی لیکن اولیاء اللہ تعالیٰ پر قبور کے حالات بھی منکشف ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتے اور انبیاء علیہم السلام کی قوت اعجاز کسی سے مخفی نہیں انکی طاقت کا یہ سماں ہے کہ وہ ملک الموت جو جملہ عالمین کو اپنی خدا داد طاقت سے ملیا میٹ کر سکتا ہے لیکن وہ موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ کے سامنے بے بس ہو جاتا ہے ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام بارگاہ حق تعالیٰ کی تجلیات میں سے تجلی کی معمولی جھلک سے بے ہوش ہو جاتے ہیں لیکن ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم عین ذات کو بلا حجاب دیکھ کر بھی متبسم تھے ؎

موسیٰ نہ ہوش رفت از پر تو صفات
تو عین ذات می نگری و یتمی

روح کی رفتار

روح کسی کی ہو مومن، کافر، فاسق فاجر اسکا خاصہ ہے کہ سیکنڈ میں کہاں سے کہاں تک پہنچتی ہے اسکی پرواز اور قوت وطاقت کی تفصیل فقیر نے ،، الفتوح فی حقیقتہ الروح میں عرض کی ہے سمجھانے کے لیے صرف ایک مثال عرض ہے کہ ہم جب خواب میں ہوں تو ہماری ایک روح جسم سے نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے جسے روح سیرانی کہتے ہیں جس کا ثبوت قرآن پاک میں ہے وَ یُمۡسِکُ اُخۡرٰی اور جہاں کسی نے جسم کے پاس

کھڑے ہو کر اس کو اٹھایا وہ ہی روح جو ابھی مکہ معظمہ یا مدینہ پاک میں تھی آنا فانا جسم میں آکر داخل ہو گئی اور آدمی بیدار ہو گیا روح البیان زیر آیت وَھُوَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰکُمۡ ۰ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نیند کے وقت روح تو نکل جاتی ہے لیکن اس کی شعاع جسم میں باقی رہتی ہے اس وجہ سے نیند میں خواب دکھائی جاتی ہے پھر جب وہ جاگتا ہے تو روح آنکھ جھپکنے سے پہلے واپس لوٹ آتی ہے یعنی خواب میں دیکھنے والی روح انسانی ہوتی ہے عالم برزخ میں روح حیوانی اس سے کچھ حسن و قبیح ظاہر ہوتا ہے اسے روح وحیوانی حکماء کی اصطلاحیں ہیں اہل سلوک ہر دو کو مطلقا روح اس کے تنزلات سے تعبیر کرتے ہیں۔

نگاہِ انسان

ہماری نگاہ آن میں آسمانوں پر جا کر زمین پر آجاتی ہے یہ نگاہ آدمی کا ایک جز ہے تو بشر ہے اگر اسے نور سے تعبیر کیا جائے تو روا ہے لیکن انکی پرواز کا یہ حال ہے کہ بیک وقت جملہ اشیاء کو ہے اوپر بھی ہے نیچے دائیں بائیں آگے پیچھے کمال یہ ہے کہ مرکز میں بھی ہے اور کائنات میں جہاں تک اس کی رسائی ہے بیک وقت موجود ہے یہاں آسمان کتنا دور سہی لیکن نگاہ انسانی کے لیے کچھ دور نہیں اور یہ عام انسان کی نگاہ ہے جو بہت سے امور میں بے بس ہے آگے دیکھے تو پیچھے نہ دیکھ سکے اوپر دیکھے تو نیچے سے محروم ایسے ہی دائیں دیکھے تو

بائیں جانب سے فارغ روشنی صرف روشنی ہی دیکھ سکے وغیرہ وغیرہ وہ کائنات کا آقا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بیک وقت آگے پیچھے دائیں بائیں اندھیرے اجالے بلکہ درمیانی حجابات بھی حائل نہ ہوں جب کہ ہماری بینائی کو حجابات حائل ہو جاتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ عقل وشعور اور علم و دانش کے مدعی ہو کر اپنی بینائی کی قوت و طاقت پر نازاں ہے اور امام کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کے ماننے والوں فتوائے جو شرک وکفر برین عقل و دانش بباید گریست)

خیال و فکر انسانی

فکر اور خیال آن واحد میں تمام عالم کی سیر کر لیتا ہے بلکہ اسکی پرواز کا حال یہ ہے کہ ہم فرش پر اور یہ عرش پر اور کمال یہ ہے کہ یہ بیک وقت فرش پر بھی ہے اور عرش پر بھی جہاں جہاں اسکی رسائی ہے وہ وہاں بھی ہے اور مرکز میں بھی جب کہ یہ ایک ناقص شے ہے افسوس تو اس پارٹی کا ہے کہ ناقص کو مان کر توحید کا دم بھرتے ہیں اور جو ذات باکمال ہے اسے شرک کے فتویٰ سے اپنا انجام برباد کرتے ہیں۔

سائنسی ایجادات کے نمونے

ابتدا میں عرض کیا گیا ہے کہ سائنسی ایجادات ایجاد بندہ ہیں بجلی تار ٹیلی فون اور لاؤڈ سپیکر کی قوت جسکا حال یہ ہے کہ آدھے سیکنڈ میں زمین کے قطر کو طے کر لیتے ہیں اور وہ اپنے مرکز میں بھی

روشنی کی رفتار

روشنی دیئے کی ہو یا گیس کی سورج کی ہو یا کسی ستارے کی اسکا حال سب جانتے ہیں کہ ان کی آن میں کہاں سے کہاں تک ہوتی ہے اور کمال یہ ہے کہ ہر جگہ موجود ہونے کے باوجود مرکز میں بھی ہے۔

فقیر سائنس کے ماہرین کا شمسی نظام کا ایک خاکہ پیش کرتا ہے

شاید اتر جائے تیرے دل میں میری بات

نظام شمسی

قدیم یونانی لوگوں کا خیال تھا کہ نیلے گنبد کے اس پار اللہ تعالیٰ رہتا ہے اور سورج چاند ستارے اس کے دروازے ہیں مگر جدید سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سورج آسمان کا دروازہ نہیں بلکہ نعمتوں کا دروازہ ہے۔

روشنی ہماری زندگی کا سہارہ ہے یہ روشنی ہم سورج سے حاصل کرتے ہیں اگر سورج کی حرارت ہم تک نہ پہنچ سکے تو ہم جم جائیں روشنی میں پھل پھول اور نباتات نشو و نما پاتے ہیں جو کہ ہمارے خوراک بنتے ہیں۔

زمین دن کے وقت سورج کی حرارت جذب کرتی ہے اور رات کو یہی حرارت آہستہ آہستہ خارج کرتی ہے جس کی وجہ سے سمندر کے نزدیک کے علاقوں میں نسیم بری و بحری چلتی ہیں زمین سے ہر وقت خاکی ذرات سورج کی حرارت جذب کرتے

ہیں اگر قدرت کا یہ ائیر کنڈیشننگ کا نظام موجود نہ ہو تو ہم دن
کو سورج کی حرارت سے فضا میں موجود مہلک جراثیم مر جاتے
ہیں اور یوں سورج ہمیں ضرر رساں اشیاء سے محفوظ رکھتا ہے
سورج کی حرارت سے کائنات کی ہر شے مستفید ہوتی ہیں
زیر آب جانور بھی سورج کی روشنی حاصل کرتے ہیں جس کی وجہ
سے ان کی نشوونما جاری رہتی ہے
سورج اتنا بڑا ہے کہ اس میں ۱۳ لاکھ زمینیں سما سکتی ہے
اس کا قطر ۸ لاکھ ۶۴ ہزار میل ہے چھ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار
سے چلنے والا جہاز چھ ماہ میں سورج کے گرد چکر پورا کر سکتا
ہے سورج اپنے نو ذیلی سیاروں سمیت نظام شمسی کہلاتا ہے
نظام شمسی کا مرکز سورج ہے اس کے ذیلی سیارے (۱)
زہرہ (۲) عطارد (۳) زمین (۴) مریخ (۵) مشتری (۶) زحل (۷)
یورینس (۸) نیپچون اور (۹) پلوٹو ہیں۔

عطارد

سورج کی ذیلی سیاروں میں سب سے چھوٹا
سیارہ عطارد ہے اس کا قطر ۳۰۳۰ میل ہے
سورج کے گرد صرف ۸۸ دنوں میں پورا چکر لگا لیتا ہے دوسرے
لفظوں میں عطارد کا سال ہمارے ۸۸ دنوں کے برابر ہے اس
کا سورج سے فاصلہ ۳۶ کروڑ میل ہے ذیلی سیاروں میں عطارد
سورج کے سب سے زیادہ قریب ہے اسی وجہ سے اس کا

درجہ حرارت بھی زیادہ ہے زیادہ گرمی کی وجہ سے یہاں انسانی
زندگی ناممکن ہے اس کا عرصہ محوری گردش ۸۵ دن ہے اس کا
کوئی چاند نہیں۔

زہرہ

یہ ذیلی سیارہ عطارد سے بڑا مگر زمین سے
چھوٹا ہے سورج سے اس کا فاصلہ ۶ کروڑ
بہتر لاکھ ۷۰ ہزار میل ہے قطر ۷۸۴۸ میل ہے بہ نسبت
اس کا درجہ حرارت بھی کم ہے یہ سیارہ آج کل روس کی توجہ
کا مرکز ہے یہ سیارہ سورج کے گرد ۲۲۵ دن میں چکر پورا کرتا
ہے زمین سے اس کا فاصلہ ۲۶ لاکھ میل ہے ۱۹۶۳ء میں ترقی
یافتہ آلات سے محور کے گرد ایک چکر ۲۴۳ دن ۴۰ یا ۵۰ منٹ
زیادہ یا کم دریافت کیا گیا ہے۔

زمین

سورج کا یہ تیسرا سیارہ انسانوں کا مسکن ہے
زمین ۳/۴ حصہ پانی اور ۱/۴ حصہ خشکی پر مشتمل ہے
زمین چپٹی نہیں بلکہ نارنجی کی طرح ہے اور قطبین سے پچکی ہوئی
ہے سورج سے ۱۳ لاکھ گنا چھوٹی ہے اگر ایک چیز کا وزن زمین
پر ۱۳۵ پونڈ ہے تو سورج پر اسی چیز کا وزن ۲ ٹن ہوگا زمین کا ایک
چاند ہے یہ چاند زمین سے ۲۴۰ ہزار میل کے فاصلے پر اور اس کا قطر
۲ ہزار میل ہے زمین ۳۶۵ دنوں میں سورج کے گرد چکر پورا کرتی
ہے زمین کی محوری گردش کی[1] وجہ سے دن رات اور
سالانہ گردش سے یعنی سورج کے گرد گردش
کرنے سے موسم بنتے ہیں۔

---

[1] یہ موجودہ سائنس کا خیال ہے اگرچہ غلط ہے لیکن وہابی دیوبندی مانتا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ زمین ساکن ہے
اویسی غفرلہ

مریخ

اس کی توجہ کا مرکز سیارہ مریخ زمین سے ۴ کروڑ ۸۰ لاکھ میل کے فاصلے پر واقع ہے سورج سے اس کا فاصلہ ۱۴ کروڑ ۱۰ لاکھ میل ہے سورج سے زیادہ دور ہونے کی وجہ سے یہاں کا درجہ حرارت بہت کم ہے اور یہاں انسانی زندگی تقریباً ناممکن ہے اپنے محور کے گرد ½۲۴ گھنٹوں میں ایک چکر پورا کرتا ہے اس کے دو چاند ہیں سورج کے گرد یہ سیارہ ۶۸۷ دونوں میں چکر پورا کرتا ہے۔

مشتری

نظام شمسی کا سب سے بڑا سیارہ ہے اس کے نو چاند ہیں یہ سیارہ ہمارے ۱۲ سال کے عرصے میں سورج کے گرد ایک چکر پورا کرتا ہے اس کا قطر ۸۶ ہزار پانچ سو میل ہے یہ سیارہ سورج سے ۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ میل دور ہے زمین سے اس کا فاصلہ ۳۹ کروڑ میل ہے اس کا محوری گردش کا عرصہ ۱۰ گھنٹے ہے۔

زحل

نظام شمسی کا حسین ترین سیارہ زحل زمین سے ۷۴ کروڑ ۴۰ لاکھ میل ہے سورج سے اس کا فاصلہ ۸۸ کروڑ ۶۰ لاکھ میل ہے اس کے گرد نامعلوم گیسوں کا حلقہ پایا جاتا ہے محور کے گرد یہ سیارہ ۱۰ گھنٹوں میں چکر پورا کرتا ہے اس سیارے کی سالانہ گردش کا عرصہ ۲۹ سال ہے

یورینس

یورینس کے ۴ چاند ہیں اس کا سال ہمارے ۸۶ سالوں کے برابر ہے اس کا قطر ۳۲ ہزار میل ہے سورج سے اس کا فاصلہ ۱ ارب ۷۷ کروڑ ۹۰ لاکھ

۹۰ ہزار میل ہے زمین سے اس کا فاصلہ ۱ ارب ۶۸ کروڑ ۸۰ لاکھ میل ہے

نیپچون

یہ سیارہ سورج سے ۲ ارب ۹ کروڑ ۶ لاکھ میل اور زمین سے ۲ ارب ۶۹ کروڑ ۹۰ لاکھ میل دور ہے

پلوٹو

یہ سیارہ نظام شمسی کا سرد ترین سیارہ ہے سورج سے اس کا فاصلہ ۳۶ ارب ۲۰ کروڑ میل ہے اس کا سال ہمارے ۲۴۸ سالوں کے برابر ہے زمین سے اس کا فاصلہ ۳ کروڑ ۹۱ ۶۴ لاکھ میل ہے اس کا قطر ہزار میل ہے اپنے محور کے گرد یہ ۲۲۵ دنوں میں چکر پورا کرتا ہے۔

سورج اور ستاروں کی رفتار

اور اگر کبھی رات کو آسمان صاف ہو تو ہمیں کئی ستارے نظر آتے ہیں جو دور کے سورج ہیں کیونکہ وہ بہت دور ہیں اس لیے صبح سورج کی روشنی میں ان کی روشنی ماند پڑھ جاتی ہے اور وہ ہمیں نظر نہیں آتے میرا موضوع سورج اور ستاروں کے متعلق ہی ہے

سورج کے متعلق یہ باتیں ہمیں یاد ہونی چاہیں۔

(۱) زمین سے فاصلہ ۹ کروڑ ۲۹ لاکھ میل
(۲) سورج کا قطر ۸ لاکھ ۶۵ ہزار میل
(۳) سورج کا حجم زمین سے ۱۳ لاکھ گنا
(۴) سطح کا ٹمپریچر ۶ ہزار درجے سنٹی گریڈ۔
(۵) مرکز کا ٹمپریچر ایک کروڑ ۲۰ لاکھ ڈگری سنٹی گریڈ۔

ذیل میں سیاروں کا قطر سورج سے فاصلہ وغیرہ تحریر ہے۔

نام سیارہ	سورج سے فاصلہ	سیارے کا قطر	سال	محور پر گھومنے کی رفتار	چاند
عطارد MERCURY	تین کروڑ ساٹھ لاکھ میل	تین ہزار میل	۸۸ دن	۵۹ دن	صفر
زہرہ VENUS	چھ کروڑ بہتر لاکھ 〃	۷ ہزار 〃	۲۲۵ 〃	۲۴۹ 〃	〃
زمین EARTH	۹ کروڑ ۲۹ لاکھ 〃	۷ ہزار ۹ سو 〃	۳۶۵ 〃	۲۳ گھنٹے ۵۶ منٹ	۱
مریخ MARS	۱۴ کروڑ ۵۱۰ لاکھ 〃	۴ ہزار ۲ سو 〃	۶۸۷ 〃	۲۴ 〃 ۳۷ 〃	۲
مشتری JUPITER	۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ 〃	۹۷ ہزار 〃	۱۲ سال 〃	۹ 〃 ۵۰ 〃	۱۲
سرطان SATURN	۸۸ کروڑ ۶۰ لاکھ 〃	۷۵ ہزار 〃	۲½ 〃	۱۰ 〃 ۱۴ 〃	۱۰
یورینس URANUS	ایک ارب ۸۷ کروڑ 〃	۳۱ ہزار 〃	۸۴ 〃	〃 〃 ۴۹ 〃	۵
نیپچون NEPTUNE	دو ارب ۷۹ کروڑ 〃	۲۸ ہزار 〃	۱۶۵ 〃	۱۶ 〃	۲
پلوٹو PLUTO	۳ ارب ۶۷ کروڑ 〃	۳ ہزار ۶ سو 〃	۲۴۸ 〃	۶ دن	صفر

سورج میں تمام قدرتی عناصر موجود ہیں لیکن سب سے زیادہ مقدار ہائیڈروجن کی ہے اس کے بعد معمولی سی مقدار ہیلیم ہے اور پھر آکسیجن، نائٹروجن، نیون، کاربن اور کچھ دوسری دھاتیں بھی گیس کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور جو گیس ہیں ان کی بھی وہ خاصیتیں نہیں جو عام حالات میں ہوتی ہے

سورج کا درمیانی حصہ باہر کے مقابلے میں بے حد گرم اور روشن ہے مگر اس حصے کی روشنی اندر ہی رہتی ہے ہمیں سورج کی سب سے باہر والی ایک تہہ سے روشنی ملتی ہے جس کی موٹائی صرف چند

سو میل ہے اس تہہ کو سورج کی سطح کہتے ہیں اس سے جا بجا گرم گیس نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے حرکت کرتی رہتی ہیں شمسی دھبے بھی اسی تہہ پر نمودار ہوتے ہیں دھبوں کا ٹمپریچر تقریباً ۴ ہزار درجے سنٹی گریڈ ہوتا ہے۔

سورج کے مقابلے میں سیارے بہت چھوٹے ہوتے ہیں خیال کیا جاتا ہے کہ اربوں سال پہلے سورج اور سیارے ایک بہت بڑے آتشی بادل سے وجود میں آئے شروع سے ہی سیارے سورج کے گرد گھومنے لگے گیسی بادل کے جو چھوٹے چھوٹے ٹکڑے رہ گئے وہ آکر قریبی سیاروں کے چاند یا سیارے بن گئے

کہکشاں کا قطر قریباً ایک لاکھ نوری سال ہے اور درمیان میں اس کی موٹائی دس ہزار نوری سال ہے اس میں کل ایک کھرب کے قریب ستارے ہیں ہماری کہکشاں سے قریباً ۲۰ لاکھ نوری سال کے فاصلے پر ایک اور کہکشاں ہے وہ بھی ہماری کہکشاں کی مانند ہے اتنی دور ہے کہ روشنی کے دھبے کی مانند نظر آتی ہے اس کے الگ ستارے نہیں دیکھے جا سکتے دوربین میں اس کی شکل چکر کھاتے تھالی کی سی نظر آتی ہے کہکشاں ایک نہیں کروڑوں ہیں جہاں تک ہماری دوربین دیکھ سکتی ہے ان کہکشاؤں کا سلسلہ پھیلا ہے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی یہ کائنات کتنی بڑی ہے! یہ سوچ کر انسان کا دماغ چکرا اٹھتا۔

زہرہ سب سے زیادہ روشن ہے زہرہ اپنے گرد ہمارے ۲۴۹ دنوں میں چکر پورا کرتا ہے وہ ہمیشہ بادلوں کی موٹی سی تہہ سے

وَابْنُ عَسَاكِرٍ فِیْ تَارِیْخِ بَغْدَادَ وَدِمَشْقَ عَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ،،

امام شیخ الاسلام صابونی فرماتے ہیں ھُوَ فِی الْمُعْجِزَاتِ حَسَنٌ یہ حدیث معجزات میں حسن ہے جب دودھ پیتوں کی یہ حکومت قاہرہ ہے تو اب تو خلافۃ اللہ الکبریٰ کا ظہور علی شباب پر ہے آفتاب کی کیا جان کہ ان کے حکم سے سرتابی کرے آفتاب و ماہتاب درکنار واللہ العظیم ملنکہ ربرات الامر صہ۱۶۶) کے تمام نظم و نسق عالم جن کے ہاتھوں پر ہے محمد رسول اللہ خلیفہ اللہ الاعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائرہ حکم سے باہر نہیں نکل سکتے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً " میں تمام مخلوق الٰہی کی طرف رسول بھیجا گیا رَوَاہُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قرآن علیم فرماتا ہے تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ٥ برکت والا ہے وہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندے پر کہ تمام اہل عالم کو ڈر سنانے والا ہو

ٹیلویژن

سورج و چاند اور ستارے تو ایک دور کا واسطہ ہے لیکن ٹیلویژن تو ہر آن ہمارے سامنے ہے اس ٹیلویژن میں غور کرنے سے نئے ذہنوں کے لیے یہ مسئلہ بآسانی واضح ہو جاتا ہے ایک آدمی ٹیلویژن اسٹیشن پر سامنے آتا ہے اور ہزاروں میلوں میں مختلف ہزاروں

مکانوں میں جہاں جہاں ٹیلی ویژن رکھا ہوتا ہے ہر جگہ وہ آدمی بیک وقت نظر آتا ہے ہاتھ، منہ، پاؤں، ہلاتا آنکھیں بند کرتا، کھولتا، لبیں ہلاتا اور بولتا ہوا ان تمام جگہوں میں دیکھا جاتا ہے اور اس کی گفتگو بھی سارے لوگ باقاعدہ سنتے ہیں فرق یہ ہے کہ لوگ اسے دیکھتے ہیں وہ انہیں دیکھتا لوگ اس کی بات سنتے ہیں وہ نہیں سنتا یہ تو انسانی اور مادی ایجاد کا کرشمہ ہے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ روحانیت کے سامنے جملہ عالمین مشت خاک سے بھی کم اسی لیے ان کی ذات کی قوت کا انکار کیوں۔

صاحب روح البیان کی تقریر فقیر اویسی غفرلہٗ کی تفسیر

عقلی دلائل میں سے ایک دلیل وہ ہے جو صاحب روح البیان نے ایک کہ حضور علیہ السلام کی تین حالتیں ہیں (۱) بشری (۲) ملکی (۳) حقی۔

چنانچہ انکی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تین حالتیں ہیں (۱) بشری جیسے کہ فرمان خدا جل جلالہ ہے قل انما انا بشر مثلکم دوسری حالت ملکی ہے کہ سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں تم میں سے کسی جیسا نہیں ہوں میں اپنے رب تعالیٰ کے دربار ہوتا ہوں تیسری حالت حقی ہے جیسا کہ فرمایا میرے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ اس میں

کسی نبی رسول کی گنجائش نہیں ہے۔

عالم دنیا میں صورۃ بشری کا ظہور تھا اسے صحابہ کرام بلکہ تمام دیکھنے والے نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انسانی صورت میں دیکھنا لیکن سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حقیقی وجود مبارک اتنا عظیم ہے کہ سارا جہان کون ومکان عرش وکرسی لوح و قلم اس کے سامنے بہت ہی چھوٹا ہے بلکہ رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود حقیقی اس جہان میں یوں جاری وساری کہ زمین وآسمان عرش وکرسی سے کوئی چیز حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور اور حجاب میں نہیں روح دو عالم نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سارے جہان کو کون ومکان کو مثل کف دست دیکھ رہے ہیں۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ" کا اور یہی مفاد ہے صاحب روح البیان کے اس تفسیری قول کا کہ ابتداء آفرینش سے لے کر جو کچھ ہوا سب حضور کے سامنے ہوا آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضور کے سامنے

تفسیر اُویسی غفرلہٗ

رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صورت بشری صورت میں محجوب رہی ہاں اس ملکوتی صورت کو بعض خوش بخت کبھی بیداری میں اور کبھی خواب میں دیکھ لیتے چند امثلہ حاضر ہیں۔

حضرت شیخ ابو العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تیرا شیخ (پیر) میں نہیں ہوں بلکہ تیرے شیخ خواجہ عبد الرحیم ہیں اور رجب میں حضرت خواجہ عبد الرحیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچانا ہے میں نے عرض کیا نہیں تو آپ نے فرمایا اے ابو العباس تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچانا ہے میں نے عرض کیا نہیں تو آپ نے حکم دیا کہ بیت المقدس جاؤ تاکہ تو رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچان لے جب میں وہاں سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اذا لسماء والارض والعرش والکرسی مملوۃ من النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (الحاوی للفتاویٰ ص ۴۲۵ ج ۲)

یعنی دیکھا کہ زمین وآسمان عرش وکرسی سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پر ہیں جب یہ دیکھ کر میں واپس خواجہ عبد الرحیم قدس سرہٗ کی خدمت میں آیا تو آپ نے پوچھا اے ابو العباس کیا تو نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیا میں نے عرض کیا ہاں دیکھ لیا تو آپ نے فرمایا اب تیری طریقت پوری ہو گئی پھر فرمایا

لم تکن الاقطاب اقطابا والاوتاد اوتادًا والاولیاء اولیاء الا بمعرفتہ علیہ الصلوۃ والسلام (الحاوی للفتاویٰ ص ۴۲۵ ج ۲)

یعنی ولی ولی نہیں بن سکتے اوتاد اوتاد نہیں بن سکتے اور قطب قطب نہیں بن سکتے جب تک وہ سیّد دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ پہچان لیں۔

(۲) عارف باللہ حضرت علامہ حلبی پھر نبہانی قدس سرہٗ کا ارشاد مبارکہ جو مذکور ہوا وان الذی اراہ ان جسدہ الشریف لا یخلوا عنہ زمان ولا مکان الخ۔

یعنی ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ سیّد دوعالم نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسدِ شریف سے نہ کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی مکان نہ زمین نہ آسمان نہ عرش نہ کرسی نہ لوح و قلم بلکہ آپ کے جسد شریف سے ملک و ملکوت پر ہیں۔

(۳) خاتم المحدّثین علامہ سیوطی قدس سرہٗ کا فاذا اراد اللہ رفع الحجاب عمن اراد کرامۃ برویۃ راہ علے ہیئتہ التی ھو علیہا لا مانع من ذالک ولا داعی الی التخصیص برویۃ مثالہ

(الحاوی للفتاوی ص۵۳ ج۲)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر زیارت مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انعام کرنا چاہے تو پردہ اٹھا دیتا ہے اور بندہ وہیں پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا ہے اس امر پر نہ کوئی استحالہ ہے اور نہ ہی اس تخصیص کی ضرورت ہے کہ رسول

اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ نظر آتی ہے۔

(فائدہ) اسی کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ۔

و بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در ذوات مصلیاں، موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نبود تا با نوار قرب و اسرار معرفت متنور و فائض گردد (اشعۃ اللمعات ص۴۰۱)

یعنی بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ تشہد میں السلام علیک ایہا النبی بطور خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ہر ذرہ میں اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں جاری و ساری ہے لہذا سیّد دوعالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں نمازی کو چاہیے کہ اس امر سے آگاہ ہو اور اس شہود (رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر و موجود ہونے) سے غافل نہ ہو تا کہ حضور کے قرب سے اور معرفت کے اسرار سے منور و فائض ہو صلے اللہ علیہ وسلم۔

صورۃ ملکی صورۃ بشری میں محجوب کیسے | بشری لباس میں ملکی

صورت کے متعلق حضرت جبریل اور حضرت عزرائیل (ملک الموت) اور نکرین علیہم السلام کا معاملہ مسئلہ کی وضاحت کے لئے کافی ہے مثلاً حضرت جبریل علیہ السلام کا اصلی وجود (جسم مبارک) اتنا بڑا ہے کہ آپ کے چھ سو پر ہیں صرف دو پر پھیلائیں تو سارا جہان ان کے نیچے آجائے حضرت علامہ سیوطی قدس سرہٗ نقل فرماتے ہیں۔

ھٰذا جبریل راٰہ النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولہ ستمائۃ جناح منہا جناحان سد الافق

(الحاوی للفتاوی ص۳۴۲)

یعنی جبریل علیہ السلام کو سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصلی حالت میں دیکھا کہ اس کے چھ سو میں سے صرف دو پروں نے سارا افق بھرا ہوا ہے اور جبرئیل بشری لباس میں آپ کو حضرت مریم نے بشری لباس میں دیکھا تو ایک نوجوان انسان نظر آئے

فتمثل لھا بشرا سویا (پ۱۶ سورۃ مریم)

جبریل (علیہ السلام) مریم (علیہا السلام) کے سامنے انسان کی صورت میں آئے

زیارت جبریل علیہ السلام

سب کو معلوم ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کو جب بھی صحابہ کرام نے دیکھا تو ایک عام انسان کی صورت

میں دیکھا۔

(۱) امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا

رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر (مشکوۃ باب الایمان ص۱۱)

یعنی ایک مرد دیکھا نہایت سفید لباس والے نہایت سیاہ بال ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹنوں مبارک کے ساتھ گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا اسکے جانے کے بعد حبیب خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے عمر جانتے ہو کہ یہ کون تھا عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم اللہ تعالیٰ اور اسکے سچے رسول ہی بہتر جانتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حضور نے فرمایا اے عمر یہ جبریل تھے تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔

(۲) حضرت محمد بن مسلمہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایکدن دیکھا کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرد کے کان سے منہ مبارک لگا کر کچھ فرما رہے ہیں میں دیکھ کر آگے چلا گیا جب واپس آیا عرض کیا فمن کان یا رسول اللہ قال جبریل

(الحاوی للفتاوی ص۲۵۶)

(۳) ام المومنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ایک دن میں نے اپنے حجرہ میں ایک مرد کو دیکھا کہ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے ساتھ باتیں

کر رہے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ من ھذا حضور یہ
کون تھا حضور نے فرمایا بمن شبہتہ ہ اے صدیقہ تو
نے کس جیسا دیکھا عرض کیا بدحیۃ حضور یہ تو دحیہ صحابی
معلوم ہوتے تھے فرمایا لقد رائیت جابریل (الحاوی
للفتاوی ص۲۵۴) اے صدیقہ یہ دحیہ صحابی نہیں تھے بلکہ تو نے جبرئیل
کو دیکھا ہے (ملک الموت) علیہ السلام کا اپنا وجود مبارک اتنا
عظیم ہے کہ ساری دنیا ان کے سامنے ایک طشت (تھالی)
کی طرح ہے وہیں پر ہر مرنے والے کی روح پکڑ لیتے ہیں
لیکن اس مرنے والے کے سامنے ایک انسان کی طرح آتے
جاتے نظر آتے ہیں چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے۔

قال مجاھد قد جعلت الارض لملک الموت
کالطست یتناول من حیث یشاء
(تفسیر مظہری ص۲۷۷ تفسیر روح البیان ص۴۵)

یعنی امام مجاہد نے فرمایا کہ ملک الموت کے لیے ساری زمین
ایک طشت (تھالی) کی طرح ہے جہاں سے چاہتے ہیں روح
کو پکڑ لیتے ہیں۔

(۲) ھذا عزرائیل یقبض فی کل ساعۃ من
الخلائق فی جمیع العوالم مالا یعلم الا اللہ
وھو یظھر لھم بصور اعمالھم فی مواطن
شتی وکل واحد منھم یشھدہ ویبصرہ فی
صور مختلفۃ (الحاوی للفتاوی ص۲۱۴)

یعنی ملک الموت علیہ السلام جہان بھر سے ہر گھڑی میں اتنی
مخلوق کی جانیں قبض کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے اور
ملک الموت علیہ السلام مرنے والوں کے سامنے ان کے اعمال
کے مطابق مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور مرنے والا
ان کو مختلف صورتوں میں دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہے۔

آقا و غلام کا فرق

جب حضرت جبریل علیہ السلام کے
سامنے روئے زمین چھ سو پروں
میں سے صرف ایک پر کے نیچے ہیچ ہوا اور حضرت ملک الموت
کے سامنے روئے زمین صرف ایک تھالی کی مانند ہو تو رحمۃ العلمین
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے سامنے زمین و آسمان
کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے حضرت علامہ حلبی قدس سرہ نے فرمایا۔

ومن البراھین علی ذالک ایضا انہ یجوز
ویمکن ویتعقل ان یجعل اللہ تعالیٰ العوالم
العلویۃ والسفلیۃ بین یدی النبی صلے
اللہ علیہ وسلم کجعلۃ تعالیٰ الدنیا
بین یدی سیدنا عزرائیل فان الملک الجلیل
عزرائیل سئل کیف تقبض حضرا جلھا
معا احدھما فی اقصی المشرق والآخر فی
اقصی فقال ان اللہ تعالیٰ قد زوی
لی الدنیا بجمیع اکوانھا فجعلھا بین یدی الاکل
اتناول منھا ما شئت (جواھر البحار ص۱۱۸)

یعنی سید دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ملک الموت کے سامنے روئے زمین کو ایک تھالی کی طرح کر دیا ہے ایسے ہی خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کون و مکان زمین و آسمان عرش و کرسی کو کر دیا یہ امر جائز بھی ہے ممکن بھی ہے اور عقل بھی اسے تسلیم کرتی ہے اس عظیم الشان فرشتے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ ان دو مردوں کی روحیں کیسے قبض کر لیتے ہیں جن کے مرنے کا وقت ایک ہی ہو لیکن ان میں سے ایک انتہاء مشرق میں ہو اور دوسرا انتہاء مغرب میں ہو تو حضرت۔ ملک الموت نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے ساری روئے زمین میرے سامنے یوں کر دی ہے جیسے کہ کھانے والے کے سامنے پیالہ ہوتا ہے وہ جہاں سے چاہے لقمہ اٹھا لیتا ہے یوں ہی میں بھی جہاں سے چاہوں روح نکال لیتا ہوں۔

ان مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں اس مومن کے لیے کہ جس کے سینہ میں عشق مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قندیل روشن ہے پوری بصیرت موجود ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی مخلوق کی طرف بشری لباس میں مبعوث فرمایا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حضور کو اس بشری حالت میں دیکھتے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم مبارک ایک انسان کے جسم جتنا ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حقیقی وجود مبارک کون و مکان سے زمین و آسمان سے عرش و کرسی سے ملک و ملکوت سے بدرجہا بڑا ہے اور اس جہان کی حیثیت حبیب خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اتنی بھی نہیں جتنی انسان کے سامنے ہاتھ کی ہتھیلی بلکہ یہ نسبت تو صرف افہام و تفہیم کے لیے ہے ورنہ حضور کی امت کے افراد جب ریاضت و مجاہدہ کرتے بشریت کو ملکوتی لباس پہناتے ہیں تو یہ جہان ان کے سامنے ہیچ ہو جاتا ہے محبوب سبحانی قطب ربانی غوث اعظم قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا ‏ ‏ کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ التِّصَالِ

(قصیدہ غوثیہ مبارکہ)

اور حضرت علی عزیزاں قدس سرہٗ نے فرمایا زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست)

یعنی روئے زمین ولیوں کی نظر میں یوں جیسے کہ دستر خوان ہوتا ہے زاں بعد جب اسی سلسلہ کے بزرگ خواجہ خواجگان خواجہ بہاؤالدین شاہ نقشبند قدس سرہٗ نے یہ ارشاد سنا تو فرمایا ماے گوئم کہ چوں روئے ناخنیست (خالص الاعتقاد)

یعنی میں کہتا ہوں کہ روئے زمین ولیوں کی نظر میں یوں جیسے کہ انگلی کا ناخن ہوتا ہے اور حضرت سید عبد العزیز دباغ قدس سرہٗ نے فرمایا ما السمٰوٰت السبع والارضون السبع

فی نظر العبد المؤمن الاکحلقة ملقاة فی فلاة من الارض (ابویز مشریف)

یعنی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی نظر میں ایسے ہیں جیسے ایک میدان لق دق میں ایک چھلا پڑا ہوا

فائدہ مذکورہ بالا صرف ملکوتی صورت کی کیفیت ہے جو حاضر وناظر سمجھانے کے لئے بیان کی جاسکتی ہے۔

صورۃ حقی اس کے متعلق حدیث شریف میں فرمایا گیا لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی (مطالع المسرات)

مجھے حقیقۃً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے نہیں پہچانا حضرت ملا علی قاری اور علامہ ابن حجر ودیگر محدثین کرام رحہم اللہ نے فرمایا اکثر الناس یعرفون اللہ ولکن لم یعرفوا النبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لان حجاب البشریہ غطی ابصارھم، اسی کو حضرت مولانا محمد یار گڑھی اختیار رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا

حقیقت محمد دی پا کوئی نہیں سکدا
اتھان چپ دی جا ہے الا کوئی نہیں سکدا

یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو کوئی نہیں پا سکتا یہاں خاموشی کے بغیر چارہ نہیں مولوی قاسم نانوتوی نے قصیدہ قاسمیہ میں کہا

رہا رخ پہ تیرے حجاب بشریت نہ چلا تجھے جز ستار مزید تحقیق فقیر کی شرح الحدائق میں دیکھئے

باب ۶

مخالفین کے قلم سے

الکذوب قد یصدق، جھوٹا کبھی سچ بول جاتا ہے ایسے ہی مخالفین یعنی منکرین کمالات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال ہے کہ کبھی نادانستہ ایسی باتیں لکھ دیتے ہیں جو مسلک حق اہلسنت کی مؤید ہوتی ہیں ان میں عبارات ذیل بھی ہیں جو مسئلہ حاضر وناظر کی تائید میں انکی تصانیف میں ملی ہیں

(آئندہ صفحات میں تفصیل پڑھیے)

(۱) مولوی کاندھلوی نے مندرج ذیل حدیث امت اور نبی علیہ السّلام کے تعلق کے بارے میں نقل کی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ نَبِیٍّ دُفِنَ اِلَّا وَقَدْ رُفِعَ بَعْدَ ثَلَاثٍ غَیْرِیْ فَاِنِّیْ سَاَلْتُ اللّٰہَ عزوجل اَنْ اَکُوْنَ بَیْنَکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (السمھودی فی وفاء الوفاء)	میرے سوا جو نبی بھی مدفون ہوا وہ تین روز کے بعد آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا اور میں نے اللہ عزوجل سے یہ درخواست کی کہ قیامت تک مومنوں کے درمیان رہوں (تجلیات مدینہ صـ۱۳)

(از مولوی احتشام الحسن کاندھلوی دیوبندی)

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے پاس ہیں مومنوں کے قریب ہیں مومنوں کے درمیان ہیں یہی حاضر و ناظر ہے اور جو مومن نہیں حضور اس کے قریب نہیں کیونکہ آپ نے مومن کی قید لگائی ہے۔

دو دلچسپ حوالے مولوی اشرف علی نے لکھا حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مختلف مقامات پر تشریف نہیں لیجا سکتے چنانچہ فتاویٰ امدادیہ صـ۵۸ ج ۴ میں ہے کہ اگر ایک وقت میں کئی جگہ محفل مولود، منعقد ہو تو آیا سب جگہ تشریف لے جاویں

گے یا کہیں، یہ تو ترجیح بلا مرجح ہے کہ کہیں جاویں کہیں نہ جاویں اور اگر سب جگہ جاویں تو وجود آپ کا واحد ہے ہزار جگہ پر کس طرح جا سکتے ہیں۔

شیطان اور اشرف علی تھانوی مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب حفظ الایمان میں لکھتا ہے کہ ابو یزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت تو آپ نے فرمایا یہ کوئی چیز کمال کی نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔

فائدہ حفظ الایمان اشرف علی تھانوی کی وہی تصنیف ہے جس میں اس نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے علم مبارک کو نہایت ہی گندی اور قبیح چیزوں سے تشبیہ دی ہے جس کی وجہ سے اسے علمائے عرب و عجم نے مرتد اور کافر کہا ۱۲۔ حسام الحرمین کا مطالعہ کیجئے۔

مکہ معظمہ میں بھی اور گنگوہ میں بھی مولوی محمود حسن نگینوی فرماتے ہیں کہ میری خوشدامن صاحبہ جو اپنے والد کے ہمراہ مکہ معظمہ میں بارہ سال تک مقیم رہیں نہایت پارسا اور عابدہ زاہدہ تھیں سینکڑوں احادیث بھی ان کو حفظ تھیں انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا حضرت یعنی مولانا رشید احمد گنگوہی کے بہت شاگرد و مرید ہیں مگر کسی نے حضرت مولانا گنگوہی کو پہچانا

جن ایام میں میرا قیام مکہ معظمہ میں تھا روزانہ میں نے صبح کی نماز حضرت "گنگوہی" کو حرم شریف میں پڑھتے دیکھا ہے اور لوگوں سے سنا بھی ہے کہ یہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں گنگوہ سے تشریف لایا کرتے ہیں۔

(تذکرۃ الرشید جلد دوئم صـ۲۱۲)

محمد الحضری مجذوب کا تیس شہروں میں نماز جمعہ

بیک وقت پڑھنا اور کئی شہروں میں ایک ہی

رات میں رہنا

حکیم دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ محمد الحضری مجذوب آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے آپ کی وفات ۹۰۷ھ میں ہوئی

جمال الاولیاء صـ۸۸ (از مولوی اشرف علی تھانوی)

حضرات اللہ کا ولی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام ایک دفعہ کئی دفعہ شہروں میں دن کو بیک وقت حاضر و ناظر اور رات کو بیک وقت کئی شہروں میں شب باش ہو سکتا ہے مگر دیوبندیوں کے نزدیک تھانوی صاحب کے فتوی کے مطابق سب

جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں ہو سکتے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ دیوبندی بولتے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔

مولوی قاسم نانوتوی کا کمال | مولوی محمد قاسم نانوتوی مسجد کے اندر داخل ہوئے

مسجد اور گھر کا دروازہ قریب قریب تھا مسجد سے گھر آئے تو گھر کا پردہ اٹھا کر اندر داخل ہوئے کندھے سے قمیص پھٹی ہوئی کندھے کے اوپر کل کی ضرب اور خون کا نشان تھا بیوی نے پوچھا جب مسجد گئے تھے تو تم سلامت تھے مسجد سے قدم اٹھا کر اندر داخل ہوئے ہو دو قدموں کے درمیان تمہاری کسی سے لڑائی اور نہ جھگڑا ہوا یہ کندھے سے قمیص کیوں پھٹی ہے اور کندھا زخمی کیوں ہے یہ واقعہ تمہارے ساتھ کیسے پیش آیا۔

مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی بیوی سے کہا جب میں نے مسجد سے قدم اٹھایا اپنے مکان کی دہلیز پر رکھا ایک میرے مرید نے مجھے آواز دی اور پکارا تو میں نے جہاز کو کندھا دیا تو اس کے کیل کے ساتھ میری قمیص اڑ کے پھٹ گئی اور کندھا زخمی ہو گیا۔

کنز الفرائض اردو صـ مطبوعہ دیوبند)

(اولیٰ بمعنی اقرب)

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند تحذیر الناس صـ۱۰ میں لکھتا ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم کے دیکھیے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ

علیہ السلام کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب ہے کہ ان کی جانوں
کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنے اقرب ہے۔
(فائدہ) اس کے علاوہ آبحیات (تصنیف قاسم نانوتوی) کا
حوالہ اور اولیٰ بمعنی زیادہ قریب کی تحقیق باب اول قرآنی آیات
النبی اولیٰ بالمؤمنین ،، میں تفصیل سے عرض کر دیا ہے

پیر کا عقیدہ

دیوبندیوں کے مرشد حاجی امداد اللہ
مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کئی جگہ تشریف فرما سکتے ہیں آپ نے
دیوبندیوں کو سمجھانے کے لیے فرمایا
رہا یہ عقیدہ کہ مجلس مولود میں حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم رونق
افروز ہوتے ہیں تو اس عقیدہ کو شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے
یہ بات عقلاً و نقلاً ممکن ہے بلکہ بعض مقامات پر واقع بھی
ہو جاتی ہے اگر کوئی شبہ کرے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو
علم کیسے ہوا آپ کئی جگہ کیسے تشریف فرما ہوئے تو یہ
شبہ بہت کمزور ہے حضور کے علم و روحانیت کی وسعت
کے آگے جو صحیح روایات سے اہل کشف کے مشاہدے سے
ثابت ہے یہ ادنیٰ سی بات ہے
(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۱۴)

محفل میلاد شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نفس نفیس تشریف لانا

حضرت حاجی امداد حسین عرف حاجی امداد اللہ علیہ الرحمۃ فرماتے
ہیں کہ محفل میلاد شریف میں اس نیت سے کھڑے ہو کر
صلوٰۃ و سلام پڑھنا کہ اس ذکر و فکر اور محفل کے خلوص و عقیدت
کے پیش نظر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بہ نفس نفیس تشریف
لانا بعید نہیں بلا شبہ جائز ہے ملاحظہ ہو۔
اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے، مضائقہ نہیں کیونکہ
عالم خلق مقید بزماں و مکاں ہے لیکن عالم امر (جس میں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں زمان و مکان دونوں (کی قید) سے
پاک ہے پس (روضہ انور میں جلوہ گر ہوتے ہوئے قدم رنجہ فرمانا
ذات بابرکات کا بعید نہیں
(شمائم امدادیہ ص ۵۰)

تھانوی صاحب کے پیر دادا

تھانوی صاحب
خود لکھتے ہیں۔

(پردادا صاحب کی) شہادت کے بعد ایک
عجیب واقعہ ہوا شب کے وقت اپنے گھر مثل
زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی
لا کر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو
اسی طرح روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر لوگوں کو
یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے
دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا کریں اس لئے ظاہر کر
دیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے یہ واقعہ خاندان

ہیں مشہور ہے۔

(اشرف السوانح ص۵ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

بیدار بخت مرنے کے بعد ادھر بھی اُدھر بھی

مولانا اسماعیل صاحب کے قافلہ میں ایک شخص شہید ہو گئے
تھے جن کا نام بیدار بخت تھا وہ دیوبند کے رہنے والے تھے
ان کے شہادت کی خبر آچکی تھی ان بیدار بخت کے والد حسب
معمول دیوبند میں اپنے گھر میں ایک رات کو تہجد کی نماز کے لیے
اٹھے تو گھر کے باہر گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز آئی اور پھر ایک
شخص نے دروازہ کھولا دیکھا تو ان کے متعلق معلوم ہو چکا تھا کہ
شہید ہو چکے ہیں یہ کیسے آگئے۔ بیدار بخت نے کہا کہ جلدی کوئی
فرش وغیرہ بچھائیے مولانا اسمعیل صاحب اور سید صاحب
یہاں تشریف لا رہے ہیں ان کے والد نے فوراً ایک بڑی
چٹائی جو نئی خریدی تھی بچھا دی ایک مجمع اس فرش پر آبیٹھا بیدار
بخت سے ان کے والد نے کہا تمہارے کہاں تلوار لگی انہوں
نے اپنا ڈھاٹا کھولا اور اپنا نصف چہرہ اپنے دونوں
ہاتھوں میں لے کر اپنے باپ کو دکھلایا کہ یہاں تلوار لگی
تھی ان کے باپ نے کہا باندھ لو مجھ سے نہیں دیکھا جاتا
تھوڑی دیر بعد یہ سب حضرات واپس تشریف لے گئے صبح
کو بیدار بخت کے والد کو شبہ ہوا کہ یہ کہیں خواب تو نہ تھا
مگر چٹائی پر دیکھا تو خون کے قطرے موجود تھے یہ وہ قطرے

تھے جو بیدار بخت کے چہرے سے گرتے ہوئے ان کے
والد نے دیکھے تھے ان قطروں کے دیکھنے سے وہ سمجھے کہ یہ
بیداری کا واقعہ ہے اس قصہ کی خبر جب مولانا یعقوب نانوتوی
کے والد ماجد مولانا مملوک علی صاحب نے سنی تو وہ اس قصہ
کی تحقیق کے لیے نانوتہ سے دیوبند تشریف لائے اور بیدار
بخت کے والد صاحب سے کہا اور مولانا یعقوب صاحب
نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا اور بیدار بخت کے والد بھی
بزرگ اور تہجد گذار تھے اس حکایت کے سب راوی عالم اور
بزرگ ہیں بجز میرے

(افاضات یومیہ ص۲۰۹ ۱۰۰۲ ج ۱۰)

دوسرا واقعہ

محمد الشربینی، شیخ بزرگ ولی، صاحب
کشف بڑے امام اور اولیاء کبار میں
سے تھے ان کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ
کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی اور کچھ بلاد ہند میں
اور کچھ بلاد تکرور میں تھی آپ ایک ہی وقت میں ان تمام
شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہو آتے اور ان کی
ضرورتیں پوری فرما دیتے تھے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے
کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے ہیں اور انہیں متفرق صورتوں
اور مختلف شکلوں میں آتے جاتے رہنے کی وجہ سے کسی عالم
نے ان پر ترک جمعہ کا اعتراض کیا تھا تو پھر ان کو مکہ مکرمہ میں
جمعہ پڑھتے دیکھا (جمال الاولیاء ص۲۱۲)

حضرت شیخ محمد الشربینی رحمۃ اللہ علیہ مصر کے تھے امام شعرانی
فرماتے ہیں کہ آپ کو جس چیز کی گھر وغیرہ کے لیے حاجت
ہوتی ہوا میں ہاتھ کرکے لیتے اور گھر والوں کو دے دیتے
تھے فرماتے ہیں کہ سید محمد بن ابی الحمائل کہتے ہیں کہ ایک
طالب علم میرے یہاں سے شیخ شربینی کے بھاگ گیا جب
جب وہ آیا تو پوچھا کہاں سے آیا ہے اس نے کہا شربینی
کے پاس سے میں نے کہا میں اس وقت تک مارتا رہوں گا
جب تک تیرے چلانے پر شربینی صاحب نہ آجائیں میں
اس کو مارنے کے واسطے گئے بڑھا تو شربینی صاحب اس
کے سر پر کھڑے تھے اور فرمایا کہ میں سفارش کرتا ہوں میں
نے چھوڑ دیا تو شیخ غائب ہو گئے
(جمال الاولیاء صد۲۰۳ از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی)

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے دہلی میں ایک ابدال کو دیکھا تھا ایک آن واحد میں
مختلف مقامات پر دیکھا جاتا تھا۔
(امداد المشتاق صد۹۴ مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی احمد صاحبان)

اولیاء اللہ بیک وقت متعدد مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے لکھا ہے کہ شیبان نامی
ایک درویش کے بیک وقت دیکھتے دیکھتے ایک سے ستر جسم

ہو گئے تھے (آگے لکھا ہے) کہ اصحاب نفوس قدسیہ جس قالب میں
چاہیں اور جہاں چاہیں بیک وقت حاضر ہو سکتے ہیں۔
(مواعظ اشرفیہ سلسلہ التبلیغ)

بھون کے حجرہ میں بھی اور سمندر میں بھی

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ہم جہاز میں
سوار ہو کر حج کو چلے جہاز ہمارا گردش طوفان میں آگیا اور چار یا پانچ
روز تک گردش میں رہا محافظان جہاز نے بہت تدبیریں کیں مگر
کوئی کارگر نہیں ہوئی آخر جہاز ڈوبنے لگا ناخدا (ملاح) نے پکار
کر کہا کہ لوگو! اب اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگو یہ دعا کا
وقت ہے میں اس وقت مراقبہ میں ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا
حالت طاری ہوئی اور معلوم ہوا کہ جہاز کے ایک گوشے کو حافظ
ضامن صاحب اور دوسرے کو حاجی صاحب اپنے کندھوں پر
رکھ کر اوپر اٹھائے ہوئے ہیں اور اٹھا کر پانی کے اوپر سیدھا
کر دیا اور جہاز بخوبی چلنے لگا تمام لوگ بہت خوش ہوئے اور
جہاز کی سلامتی کا چرچا ہوا وہ وقت اور دن اور تاریخ اور مہینہ
کتاب پر لکھ دیا اور بعد حج وزیارت اور طے منازل سفر کے
تھانہ بھون آکر اس لکھے ہوئے کو دیکھا اور دریافت کیا اس
وقت ایک طالب علم قدرت علی (نام) ساکن ابندری ملک
پنجاب مرید وخادم حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر
تھا اس نے بیان کیا کہ بے شک فلاں وقت میں تھا حاجی

صاحب حجرے سے باہر تشریف لائے اور اپنی لنگی بھیگی ہوئی مجھ کو دی اور فرمایا کہ اس کو کنوئیں کے پانی سے دھو کر صاف کر لو اس لنگی کو جو سونگھا تو اس میں دریائے شور (سمندر) کی بو اور چکناہٹ معلوم ہوئی اس کے بعد حضرت حافظ ضامن صاحب اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور اپنی بھیگی لنگی دی اس میں بھی دریا کا اثر معلوم ہوا۔

(کرامات امدادیہ ص۷ مدنی کتب خانہ دیوبند یوپی)

حضرات: منکرین حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو متعدد مقامات پر موجود ہونے کا انکار کرتے ہیں مگر ماننے پر آئیں تو اپنے مولویوں اور پیروں کو آن واحد میں متعدد جگہ پر مانتے ہیں حاجی صاحب اور حافظ ضامن صاحب ایک ہی وقت میں اپنے حجرہ میں مقیم بھی ہیں اور عین اسی وقت حجرہ سے برآمد ہوتے ہیں تو لنگی سمندر والے پانی سے بھیگی ہوئی معلوم ہوتی ہے دیکھو حجرہ سے غائب بھی نہیں اور ہزاروں میلوں پر سمندر کی گرداب (بھنور) میں کھڑے ہو کر کتنے بھاری وزنی جہاز کو اٹھا رہے ہیں اور مافوق الاسباب یعنی ظاہری دنیاوی ذرائع و وسائل سے بے نیاز ہو کر جہاز والوں کی مشکل کشائی کر رہے ہیں پھر اسی وقت حجرہ سے ہی باہر آرہے ہیں ان کے پیر و مولوی حاضر و ناظر بھی گئے اور مشکل کشا بھی

حضور حاضر و ناظر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولوی شبیر احمد عثمانی فتح الملہم شرح مسلم شریف ص۳۰۵ ج۱ میں علامہ سید محمود آلوسی کی تفسیر روح المعانی کی تمام عبارت نقل کر کے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم باوجود اپنی قبر انور میں تشریف فرما ہونے کے بیک وقت متعدد مقامات پر دیکھے جاتے ہیں۔

(ف) فقیر چونکہ فتح الملہم کی عبارات، رفع الحجاب اور رسالہ فتاوٰی تھا اور الانجلاء فی تطور الاولیاء میں نقل کر چکا ہے اسی لیے اسے تطویل سمجھ کر صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہے وہ یہ ہے

ولیس کما ادعی الحکمون استحالتہ من شغل النفس الواحدۃ اکثر من بدن واحد بل ھو امر وراء کما لا یخفی علی من نور اللہ بصیرۃ"، یہ وہ ہے جسے فلاسفہ نے استحالہ کا دعوی کیا ہے کہ ایک نفس و روح متعدد ابدان میں تصرف کرے بلکہ یہ اور واقعہ ہے اور اس پر واضح ہے جس کی بصیرت کو اللہ تعالی نے منور فرمایا ہے۔

مولوی انور کاشمیری فیض الباری شرح بخاری ص۲۰۴ میں لکھا کہ۔

ویمکن عندی رویتہ صلے اللہ علیہ وسلم یقظۃ لمن رزقہ اللہ سبحانہ کما نقل عن السیوطی رحمۃ اللہ تعالی اثنین وعشرین

میرے نزدیک حضور علیہ السلام کی بیداری میں زیارت ممکن ہے جسے اللہ تعالی عطا فرمائے جیسے امام سیوطی کے بارے میں منقول ہے کہ انہیں ۲۲

موتہ وسائر عن احادیث بار زیارت ہوئی اور آپ
ثم صححھا بعد تصحیحہ سے احادیث کی تصحیح
صلے اللہ علیہ وسلم۔ بھی کی۔

اس کے بعد شاہ صاحب نے امام شعرانی رحمۃ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضور علیہ السلام کے سامنے اپنے آٹھ رفقاء کی معیت میں بخاری شریف پڑھی۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اور حسین احمد مدنی

دونوں کی بیک گواہی دیوبندیوں کے لئے بھاری ثابت ہے

وہم مرید بیقیں داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جاکہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شخص شیخ دور است اما روحانیت او دور نیست چوں ایں امر محکم داند وہر وقت شیخ را بیاد دارد وربط قلب پیدا آید وہر دم مستفید بود وچوں مرید در حل واقعہ محتاج شیخ بود شیخ را بقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ اورا القا خواہد کرد

(الشہاب الثاقب صا۲)

اس عبارت کا ترجمہ امداد السلوک مترجم ہی سے نقل کیا جاتا ہے:

مرید اس بات کا یقین رکھے کہ شیخ کی روح ایک جگہ

پر مقید نہیں ہے بلکہ جس جگہ مرید ہوگا قریب یا بعید اگرچہ شیخ کی ذات بعید ہو لیکن اس کی روحانیت دور نہیں جب اس بات کو راسخ کرے اور شیخ کو ہر وقت یاد رکھے تو روحانی تعلق پیدا ہو جائے گا اور ہر آن میں عجیب فائدہ حاصل ہوگا تب مرید ہر وقت عقدہ کشائی میں شیخ کا محتاج ہوگا اور شیخ کو دل سے حاضر کرکے جب زبان سے پوچھے گا تو یقیناً شیخ کی روح اللہ کے حکم سے اسکو بتلائے گی لیکن اس میں ربط تام شرط ہے۔

(فائدہ) وہی بات جو مولوی رشید احمد گنگوہی نے امداد السلوک میں لکھی تھی حسین احمد مدنی کانگرسی نے تصدیق کے طور نقل کر دی مولوی رشید اور مولوی حسین احمد کانگرسی کی عبارت سے مندرجہ ذیل عقائد و مسائل ثابت ہوئے۔

(۱) پیر کا مرید کے پاس ہر وقت حاضر و ناظر ہونا۔
(۲) مرید کا تصور شیخ (مرشد) میں زندگی بسر کرنا۔
(۳) پیر کا حاجت روا ہونا۔
(۴) مرید خدا کو چھوڑ اپنے پیر سے حاجات مانگنا۔
(۵) پیر کا مرید کو باتیں دل میں القاء کرنا۔
(۶) پیر کا مرید کے دل کو جاری کرنا۔

غور فرمائیے کہ جب دیوبندیوں کے قطب گنگوہی کے عقیدہ پر ایک عام مرشد میں یہ طاقتیں ہیں جو جملہ کائنات کے

مرشد اور نبی و رسول (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں ان ہیں یہ طاقتیں ماننا کیوں شرک ہے۔

دیوبندی فیصلہ کریں کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر وناظر ماننا تو شرک اور پیر و مرشد کو ماننا توحید اسکی وجہ کیا ہے

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا قول

فرمایا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے لہ الخلق والامر عالم امر مقید بجہت وطرف وقرب وبعد وغیرہ نہیں ہے پس اسکے جواز میں شک نہیں ہے

(شمائم امدادیہ صـ۹۷)

(فائدہ) حاجی صاحب نے خوب فرمایا کہ روح عالم امر سے ہے اور عالم امر طرف وجہت قرب وبعد میں مقید نہیں ہے اور یہ بھی مسلم کہ ولیوں ابدالوں اوتادوں قطبوں اور غوث (قطب الاقطاب) کی روح سے سید دوعالم نور مجسم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم پاک ستر درجہ لطیف تر ہے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کا کیا کہنا لہذا نتیجہ یہ ظاہر ہے کہ محبوب کبریا سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر سے کوئی چیز دور نہیں ہے جیسے رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے فرش ویسے ہی عرش جیسے زمین ویسے ہی آسمان جیسے ایسے ہی ملکوت جیسے حضور کے سامنے روضہ انور ویسے ہی سارا جہان

کون ومکان مزید تفصیل کی ضرورت نہیں صرف حوالہ ہی کافی ہے

نبوت مسئلہ حاضر وناظر اور احمد علی لاہوری کا منبر

سب کو معلوم ہے کہ مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی خوابوں اور جعلی کشفوں کا کتنا بڑا بادشاہ تھا اور پھر ان نمی پرند مریدان می پرانند پر اس کا خوب چرچا تھا ایک منٹ میں وہ خود کہاں تک پرواز کر جاتا اور اس کے مریدان سے صفا کیا سے کیا کہہ دیتے ایک دفعہ اس کے درس کے بارے میں یہ مشہور کر دیا گیا کہ (معاذ اللہ) حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خود صحابہ سمیت اسکا درس سننے تشریف لاتے ہیں اور بعد فراغت بار بار فرماتے ہیں صَدَقْتَ، صَدَقْتَ اگرچہ یہ بھی دیوبندیوں کے بلی کے خواب کی طرح ہے لیکن اہلسنت کے مسلک کی تائید ہو گئی

(۱) حضور علیہ السلام حاضر وناظر ہیں

(۲) علم غیب کلی منجانب اللہ آپکو عطا ہے کہ کوئی بھی کہیں بھی کچھ کرتا ہو آپ ذرہ ذرہ کو جانتے ہیں

(۳) عالم دنیا میں تصرف کرتے ہیں جیسے چاہیں احمد علی لاہوری کا یہ کمال مودودی پارٹی کو تیر کی طرح چبھ گیا انہوں نے اس واقعہ کو شرعًا غلط قرار دیا احمد علی لاہوری کے چیلوں نے اصول وہابیت دیوبندیت کو بالائے طاق رکھ کر بریلوی بن گئے اور چن چن کر وہی دلائل وحقائق جمع کیے جو اہلسنت

بریلوی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر وناظر کے
بارے میں پیش کرتے ہیں فقیر نے اپنی کتاب دلوں کے چین
میں ایک باب قائم کرکے اس میں شامل کیا ہے یہ مضمون
خدام الدین ۲۸ جون ۱۹۶۳ء میں صفحہ ۹ تا صفحہ ۱۷ تک پھیلا ہوا ہے۔

لطیفہ دیوبندیوں ایسے ہی دوسرے بعض بد مذاہب
کو جب کوئی مخالف ستاتا ہے تو یہ لوگ
اہلسنت کے اصول کا سہارا لیتے ہیں سنئے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے
ثبوت میں اصول اہلسنت کو اپنایا مودودی کو پرویز نے ستایا
تو اس نے بھی

اب پڑھیے خدام الدین کا مضمون۔

اعتراضات کے جوابات دینا یا کسی بحث میں الجھنا
"خدام الدین" کی پالیسی کے خلاف ہے ہم نے ہمیشہ ہی
مباحث کی خار زار وادیوں سے اپنے دامن کو بچایا ہے
لیکن روزنامہ حالات میں مدیر خدام الدین کا ایک مضمون
شائع ہو جانے کی وجہ سے ایک ہی مکتبۂ فکر کے دو تین
جرائد نے ایک طوفان اٹھا کر خدام الدین کے خلاف اپنے
دل کی بھڑاس نکالی ہم نے پھر بھی اس کا کوئی نوٹس
نہ لیا کیونکہ ہم ان قلیل الاشاعت جرائد کو درخورِ اعتنا نہ
سمجھتے تھے .... اب اکثر قارئین خدام الدین کے بے پناہ
اصرار اور شدید تقاضے کے باعث یہ مضمون ہدیۂ ناظرین
خدام الدین کیا جا رہا ہے اس مضمون کی اشاعت سے

مقصود کسی کی دل آزاری یا بحث و نظر کے دروازے
کھولنا نہیں ہے بلکہ محض اپنے نقطۂ نظر کی۔

(ادارہ)

اربابِ احوال کی کرامات

پر

ماہنامہ فاران کی تنقید

رأس المحققین اسوۃ الصالحین حضرت
مولانا سید ابن الحق مدظلہ شیخوپورہ —

مئی ۱۹۶۳ء کے فاران میں جناب ماہر القادری نے مذہبی
کمین گاہوں کے زیرِ عنوان ایک سائل کا خط شائع کیا ہے جس
کے ذریعہ روزنامہ حالات لاہور میں شائع شدہ جناب ڈاکٹر مناظر
حسین صاحب نظر ایڈیٹر خدام الدین کے ایک مضمون حضرت شیخ
التفسیر بارگاہ نبوی میں پر مشقِ تنقید کی ہے — خط نویسندہ
صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے مضمون میں سے ذیل کی چند سطور
درج کی ہیں۔

ایک شخص نے آکر مولانا سے عرض کیا آپ جب درسِ قرآن
میں مشغول ہوتے ہیں تو میں دیکھتا ہوں کہ رحمت، دو عالم صحابہ

کرام رضؓ کی جمعیت کے ساتھ ایک بلند مقام اور مسند پر جلوہ افروز ہیں اور جب آپ جملہ ختم کر کے سکوت فرماتے ہیں تو رحمت عالمؐ تین مرتبہ صَدَقتَ صَدَقتَ فرماتے ہیں حضرت مولانا سے کسی صاحب نے اس کی تفصیل کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ نوجوان مقام ابدیت پر فائق ہونے والا ہے اور ابدالوں کو یہ کیفیت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے مشاہدات سے دوچار ہوتے ہیں۔

اب سائل اس خط سے بزعم خویش یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضور اکرمؐ علماء کے ذکر و اذکار میں تشریف لاتے ہیں دوسرے منبر پر خط نویسندہ صاحب نے صوفی جمیل احمد صاحب خلیفہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اور عبدالقادر صاحب نے دو خواب جو شیخ التفسیر نمبر میں شائع ہوئے ہیں اور تقریباً اسی قسم کا مفہوم رکھتے ہیں ان کا ذکر کر کے دریافت کرتے ہیں کہ کیا غلو اور شخصیت پرستی کی تعریف سے یہ باتیں باہر ہیں اور کیا اسلام کی تعلیم اس بارے میں یہی ہے قرآن و سنّت کی روشنی میں یہی ہے قرآن و سنّت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں تیسرے نمبر پر سائل نے مودودی صاحب کے خلاف حضرت مولانا کی صحیح تنقیدات کا رونا رویا ہے اور اس کے جواب میں ماہر القادری صاحب نے مودودی صاحب کی مدح و ثنا لکھے ہیں ماہر القادری صاحب نے ہر ایک سوال کا نمبر لکھا ہے چنانچہ لف و نشر غیر مرتب کے طور پر

کچھ لکھنا چاہتا ہوں نمبر تین کے جواب کے متعلق میں اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھوں گا کہ مودودی صاحب کے مناقب کا دفتر اہل علم کی تحریروں سے بھرا پڑا ہے مگر ماہر القادری صاحب نے اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا آج کل مؤقر جریدہ "امروز" میں چوہدری حبیب اللہ کے قلم سے جماعت اسلامی کا رخ کردار کے عنوان سے

مودودی صاحب کے شاندار مناقب بالاقساط ذکر کئے جا رہے ہیں ان میں سے کم از کم قسط نمبر ۲ کے مناقب کا ماہر القادری صاحب کو ضرور ذکر کرنا چاہیے تھا تاکہ مودودی صاحب کے پر اسرار مناقب منظر عام پر آتے اور آپ کی اسلام نما خدمات کی قلعی کھل جاتی اور ماہر القادری صاحب کی طرح اور عقیدت کیشوں کا دل ٹھنڈا ہو جاتا اس طرح مودودی صاحب کے مناقب میں بھی اضافہ ہو جاتا اور جماعت مصلحین کے بھولے بھالے عقیدت مند اپنے لیڈر کے پاکیزہ مناقب پر سر دھنتے رہتے۔

ناظرین کو یاد ہو گا اور اخبارات شاہد ہیں کہ خواجہ نظیر احمد صاحب نے عدالت میں بیان دیا تھا کہ مودودی صاحب کو امریکہ امداد دیتا ہے چنانچہ جب خواجہ صاحب کا یہ بیان شائع ہوا تو اس بنا پر مودودی صاحب نے حضرت مولانا احمد علی کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ کیا اور دو تین پیشیوں کے بعد مقدمہ چھوڑ کر دوڑ گئے میکش صاحب مرحوم نے

عدالت میں کہہ دیا تھا کہ ہم عدالت میں ضرور حاضر ہوں گے مگر مودودی صاحب کی ضمانت لی جائے وہ دوڑا کرتے ہیں دوڑ جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا حمید نظامی مرحوم نے انہی دنوں مودودی صاحب کو یہ چیلنج کیا کہ خواجہ صاحب کے بیان شائع کرنے پر اگر آپ نے حضرت مولانا کے خلاف دعویٰ کیا ہے تو بھی خواجہ صاحب کے بیان کو دہراتا ہوں آپ میرے خلاف دعویٰ کریں میں عدالت میں ثابت کروں گا کہ امریکہ آپ کو یقیناً امداد دیتا ہے مگر مودودی صاحب کو سانپ سونگھ گیا اور وہ آج تک خاموش ہیں امریکہ جیسے اسلام دوست علم پرور نیک بخت کی امداد اور مودودی صاحب کی فضیلت، اخلاص اور للہیت کے شاندار قصیدے کو ماہر القادری صاحب مذکورہ مناقب میں لکھنا بھول گئے اب جب کہ ماہر القادری صاحب جیسے عقیدت کیشوں نے مودودی صاحب کے ایسے جلی اور قابل تحسین مناقب کے ذکر کرنے سے بھی چرایا ہے تو ہمیں اس تکلف میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے سوال نمبر ۲ کا جواب چونکہ مختصر ہے اس لیے اس کو مقدم رکھتا ہوں۔

سوال نمبر ۲ کا جواب

سوال نمبر ۲ کے جواب میں ماہر القادری صاحب لکھتے ہیں سوال نمبر ۲ میں جو واقعات ذکر کئے گئے ہیں وہ بھی اسی انداز

کے ہیں ان لوگوں کے غلو عقیدت کو کیا کہئے جو اپنے پیروں کی بزرگی، کرامت ولایت اور تقدس ثابت کرنے کے لیے رسول اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے وقار تک کی پروا نہیں کرتے.

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین اکثر اہل علم ہیں اور حضرت مولانا نے اپنے مریدین کی تربیت ایسی فرمائی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کے وقار کی حفاظت اور اقامت کے لیے ہر وقت قربان ہونے کے لیے تیار رہتے ہیں ماہر القادری صاحب نے مذکورہ خوابوں کی تعبیر سمجھنے میں بڑی عجلت کی ہے اور ان کی صحیح تعبیر اور محافل سے دیدہ دانستہ گریز کیا ہے حضراتِ ناظرین پہلے ان خوابوں کو پڑھ لیجیے جن پر ماہر القادری صاحب اس قدر سیخ پا ہوتے ہیں کہ ارباب رویا کو حضورؐ اور صحابہؓ کے وقار کی پرواہ کرتے کا طعنہ دیتے ہیں اور اپنی اس حماقت کی آخری ذمہ داری درپردہ حضرت مولانا قدس سرہٗ کی صحبت تربیت اور تعلق پر ڈالنا چاہتے ہیں صوفی جمیل احمد صاحب میواتی خلیفہ مجاز قطب زمان حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کا خواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند مکان عالیشان عمارت کے احاطہ میں آپ نے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کا درس دیتے ہوئے خواب میں دیکھا ہے اور عبدالقادر صاحب کا خواب یہ ہے کہ حضرت شیخ حضورؐ کے سامنے دو زانو بیٹھے ہیں اور آپ کے زانو حضورؐ کے زانوئے مبارک سے ملے ہوئے ہیں ماہر القادری صاحب

سنجیدہ ادیب اور سخن فہم انسان ہیں معلوم نہیں انہوں نے کس دارالامراض میں ذہن اور فکر کو علیل کر دیا ہے خواب میں تو مذکورہ واقعات سے عجیب تر واقعات دکھائی دیتے ہیں مگر اہل علم ان کو صحیح محامل پہ اتارتے ہیں کیا ماہر القادری صاحب نے کہیں نہیں پڑھا کہ بیت نبوۃ میں جو اپنی طہارت اور پاکیزگی میں انوار و فیوضات میں آیات اللہ کی تلاوت اور برکات میں حکمت کے خزانہ ہوتے اور ہدایت کا سرچشمہ ہوتے ہیں اس قدر عالی شان اور بلند ہے جس کے برابر اونچا اور عالیشان محل خواب میں بھی دوسرا نہیں ہو سکتا حضور کی دنیا کی حیات اور زندگی میں حضورؐ کے پاس حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ آ کر بیٹھے اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت عثمان سعد بن مالکؓ ایسے وقت بھی بیت نبوۃ کے اندر آ کر بیٹھے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ حضور کے پیچھے بیٹھی تھیں جیسا کہ حافظ علی ابن ابی بکر ہیثمی نے لکھا ہے اگر حضور کی حیات میں اور بیداری میں بیتِ نبوۃ میں صحابہؓ کا اندر داخل ہونا اور بیٹھنا اور صحبت نبوت میں علم و عرفان کا درس لینا رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقار کے خلاف اور منافی نہیں تھا تو صوفی جمیل احمد کا خواب میں یہ دیکھنا کہ ایک عالی شان محل میں جس کو کہا گیا ہے کہ یہ حضور کے وقار کے خلاف اور منافی کیوں ہے کیا ماہر القادری صاحب یہ نہیں جانتے کہ حضور کے مصلیٰ پر کھڑے ہو کر حضرت

ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی ہے اور جس منبر پر بیٹھ کر حضرت ابوبکر حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خطبات ارشاد فرمائے ہیں اگر زندگی میں اور بیداری میں حضورؐ کے مقام پر بیٹھ کر کتاب و سنت سنانا اور سمجھانا حضور کے وقار کی گستاخی اور بے ادبی نہیں ہے تو خواب میں حضور کے نام نامی سے منسوب مقام کے احاطہ میں بیٹھ کر حضرت مولانا کا درس قرآن دنیا اہل علم ہرگز حضورؐ کے وقار کے خلاف اور منافی نہیں سمجھتے کہ ماہر القادری صاحب نے کبھی یہ نہیں پڑھا کہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ کے سامنے حضور کی خدمت میں ایک ایسے صاحب حاضر آئے جن کا لباس سفید ستھرا تھا بال سیاہ تھے سفر کے آثار اس پر ظاہر نہیں ہوتے تھے اور کوئی بھی صحابہ میں سے ان کو نہیں جانتا تھا وہ صاحب حضورؐ کے سامنے اور حضورؐ کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے اور اپنے زانو پر یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زانو پر دونوں ہاتھوں کو رکھ کر ان صاحب نے کچھ سوالات کئے تھے اور وہ جب حضورؐ سے جواب سنتے تھے تو صَدَقْتَ فرماتے تھے صحابہ کو تعجب ہوا کہ وہ سوال بھی کرتے ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کتاب الایمان میں مذکور ہے یہ سائل کوئی بھی تھا مگر صحابہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے اور کس نوع کا ہے اور اس نے بیداری میں صحابہؓ کے سامنے حضورؐ کے زانو سے اپنے زانو ملائے مگر کسی صحابی نے اس کے ایسا کرنے کو حضورؐ

کے ادب اور وقار کے خلاف نہیں جانا ورنہ ضرور اس کو ٹوکتے
پھر کسی صحابی کو اس کے اس فعل کے متعلق حضورؐ کے ادب
اور وقار کے خلاف ہونے کا شبہ بھی نہ ہوا ورنہ صحابہؓ ضرور
اس کا ذکر کرتے اور حضورؐ ان کی اصلاح فرماتے چنانچہ جس
امر پر صحابہ کو تعجب ہوا اس کا اظہار انہوں نے برملا فرما دیا
اگر صحابہؓ نے اس صاحب کو پہچانا ہے تو اس کے چلے جانے
کے کچھ دیر کے بعد حضورؐ کے بتلانے پر ہی پہچانا ہے اگر
بیداری میں کسی صاحب کا حضورؐ کے پاکیزہ زانوؤں سے زانو ملا
کر بیٹھنا ادب اور وقار کے خلاف نہیں ہے تو عبدالقادر صاحب
بچارے کا خواب میں یہ دیکھنا کہ حضرت مولنا حضورؐ کے مبارک
زانوؤں سے اپنے زانو قریب کرکے بیٹھے ہیں ماہر القادری صاحب
کو حضورؐ کے ادب اور وقار کے خلاف کیوں معلوم ہوتا ہے اور
پھر بات یہ ہے کہ اگر بعض خوابوں کی ظاہری سطح ادب اور
وقار کے خلاف بھی ظاہر ہو تب بھی اہل علم خوابوں کو ان کی
ظاہری سطح کے مطابق نہیں مانتے اس لیے کہ ان خوابوں میں
بھی صحیح اور مراد محمل اور مقصد ہوتا ہے میں زیادہ وضاحت کیلئے
چند مثالیں عرض کیے دیتا ہوں۔

پہلی مثال

مکی الرملی فرماتے ہیں میں نے بغداد میں خواب دیکھا کہ ہم
خطیب کے پاس خطیب کے دائیں جانب ایک اور صاحب بیٹھے
ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں کہا گیا یہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم ہیں خطیب کی کتاب سے سننے کے لئے آئے ہیں
خطیب کی کتاب سننے کے لیے آئے ہیں میں نے دل میں کہا
یہ خطیب کی جلالتِ قدر ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ)

خطیب کا ترجمہ اس کی ظاہری سطح جیسی ہے وہ آپ کے
سامنے ہے لیکن خواب دیکھنے والے نے خود بتایا ہے کہ اس
خواب کی تعبیر خطیب کی جلالتِ قدر ہے کیا مکی الرملی جو خود
حافظ حدیث ہے حضور کے وقار کی پروا نہیں کرتا اس لیے اس
نے یہ خواب دیکھا ہے حافظ شمس الدین ذہبی خود بھی حافظ
حدیث ہیں اگر وہ اس خواب کی یہی مراد سمجھتے تو وہ ہرگز اس
کو روایت نہ کرتے یا اس خواب دیکھنے والے کو حضور کے
وقار کے خلاف خواب دیکھنے کا ضرور طعن کرتے۔

دوسری مثال

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فریریؒ نے فرمایا کہ میں نے
خواب میں دیکھا کہ حضورؐ مجھے فرماتے ہیں آپ کہاں جا
رہے ہیں میں نے کہا محمد بن اسمٰعیل کے پاس جانا چاہتا ہوں
حضورؐ نے فرمایا میرا انہیں سلام پہنچا دینا۔

(مقدمہ فتح الباری صفحہ ۲۰۲)

تیسری مثال

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ابا زید مروزی فرماتے ہیں میں نے
رکن اور مقام کے درمیان خواب دیکھا حضورؐ نے فرمایا تم کب

تک شافعی کی کتاب کیوں نہیں پڑھتے ہیں نے عرض کیا حضور! آپ
کی کتاب کون سی ہے آپؐ نے فرمایا محمد اسمٰعیل کی جامع میری
کتاب ہے (مقدمہ فتح الباری ج۲ ص۲۰۳)

کیا ابا مروزی اس خواب میں حضورؐ کے وقار کو صدمہ پہنچانا چاہتے
ہیں نہیں ہرگز نہیں مراد صرف اس قدر ہے کہ صحت اور تقدس
میں بخاری کی بڑی شان ہے اور کیا حضورؐ کی طرف سے بخاری کو
سلام پہنچانے کا خواب دیکھنا حضورؐ کے ادب اور وقار کے خلاف
اور کیا یہ کہنا درست ہے کہ فربری نے اس خواب کے دیکھنے میں
حضور کے وقار کی پرواہ نہیں کی ہے۔

چوتھی مثال

عبدالواحد ابن آدم فرماتے ہیں میں نے حضورؐ اور آپ کے
ہمراہ صحابہ کی ایک جماعت کو خواب میں دیکھا کہ آپ انتظار میں
کھڑے ہیں میں نے اس کا سبب پوچھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا
میں محمد بن اسماعیل کو ساتھ لے جانے کے انتظار میں کھڑا
ہوں چند دنوں کے بعد مجھے بخاری کی وفات کی خبر مل گئی وفات کا وہی وقت تھا
جس میں حضورؐ اور آپ کے ہمراہ صحابہ کی جماعت کو میں نے
انتظار میں کھڑے دیکھا تھا۔

(مقدمہ فتح الباری صفحہ ۲۰۴)

ان خوابوں کے دیکھنے والے اور بیان کرنے والے تمام حضرات
حفاظ حدیث ہیں اور خوابوں میں یہ مذکورہ واقعات اہل علم میں معروف
اور متداول ہیں میں کسی ایک ایسے حافظ حدیث اور امام فقہ کو نہیں جانتا

جس نے یہ کہا ہو کہ ان خوابوں کے دیکھنے والے اور بیان کرنے
والے خطیب اور بخاری کا تقدس ثابت کرنے کے لئے حضور اور
صحابہ کرام کے وقار کی پرواہ نہیں کرتے ٹھیک اسی طرح فاران میں
مذکورہ خوابوں کی مراد
صرف اس قدر ہے کہ ان خواب دیکھنے والوں پر حق تعالیٰ شانہٗ نے
بارگاہ نبوی میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب قدس
سرہٗ العزیز کا قرب اور ان کی دینی خدمات کی مقبولیت کو ظاہر کرنا چاہا ہے

سوال نمبر۱ کا جواب

ماہر القادری صاحب پہلے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔
صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی کرتے تھے اور مسلمانوں کو دین
کی تعلیم بھی دیتے تھے لیکن کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے
بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کسی صحابی کی محفل وعظ و تبلیغ میں حضور اکرمؐ
وفات کے بعد تشریف لائے ہیں۔

میں نہیں جانتا کہ ماہر القادری جیسے سخن فہم صاحب کو یہ میراث
کہاں سے ملی کہ ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر کی عبارت میں اپنی
طرف سے ایسے معنی کا اختراع کرتے ہیں جس کو ڈاکٹر صاحب
بیان کرنا نہیں چاہتے تھے ڈاکٹر صاحب کی عبارت میں صرف اس
قدر مذکور ہے کہ ایک صاحب نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ
کے درس کے وقت حضور اکرمؐ اور آپ کے ہمراہ صحابہ کو بلند مقام
پر دیکھا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق دریافت

کرنے پر اس قدر فرمایا کہ اس قسم کے مشاہدات سے مقام ابدالیت پر فائق ہونے والے دوچار ہوتے رہتے ہیں ڈاکٹر صاحب کی حکایت اور حضرت مولانا کے جواب میں روایت اور مشاہدہ کے الفاظ مذکور ہیں مگر ماہر القادری صاحب اس کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ کہ جس طرح مودودی صاحب لاہور سے کراچی، کراچی سے حجاز اور حجاز نجد (جہاں کے حکمرانوں کو مودودی صاحب پہلے اپنے خطبات میں حرم کعبہ کے منتظم، مہنت اور دلال لکھتے ہیں) تشریف لے جاتے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ذکر و اذکار کی مجلسوں اور وعظ و تبلیغ کی محفلوں میں تشریف لاتے اور حاضر ہوتے ہیں ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر کی عبارت اور حضرت مولانا کے جواب میں روئیت اور مشاہدہ سے مراد صرف اس قدر ہے کہ عالم غیب کے کسی امر یا امور کسی شئے یا اشیا کا کسی حال کسی شکل اور کسی وقت میں صاحب حال کو علم اور مشاہدہ ہوتا ہے اور اہل علم میں رؤیت اور مشاہدہ کا یہ معنی اس قدر متداول اور معروف ہے کہ جس کسی اہل علم نے اس پر بحث کی ہے اس نے رویت اور مشاہدہ کا یہ معنی اس قدر متداول اور معروف ہے کہ جس کسی اہل علم نے اس پر بحث کی ہے اس نے رویت اور مشاہدہ کی یہی مراد لکھی ہے چنانچہ حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کسی صاحب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رؤیت اور مشاہدے سے عزت مند کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے اور رسالت مآب کے درمیان سے حجاب

اٹھا دیتا ہے اور وہ رسالت مآبؐ کو اپنی سابق حیات دنیا کے حال اور ہیئت پر دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہے۔

اور اس شبہ کے جواب میں کہ دور دور کے اقطار میں بہت سے دیکھنے والے ایک وقت میں حضور کو کیوں کر دیکھتے اور مشاہدہ کر لیتے ہیں حافظ سیوطی فرماتے ہیں کالشمس فی کبد السماء وضوءها يغشى البلاد مشارقا ومغاربا

اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے آسمان میں سورج اور اس کا نور تیز اور چمکدار پھیلاؤ میں مشرق اور مغرب کے شہروں تک پھیلتا ہے) (الحاوی ج۔۲۔ ص ۴۵۳)

مراد یہ ہے کہ آفتاب آسمان کی طرح آفتاب رسالت اپنے مقام قیام پر تشریف فرما ہیں اور اسی مقام سے دور اور قریب کے ارباب احوال اللہ کی اس نعمت فاخرہ اور شرف نادرہ سے یکساں طور پر عزت مند ہوتے ہیں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام فرمایا ہے کہ مصر میں ہوتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس طرح گفتگو کرتا ہوں جیسے کوئی اپنے ہم مجلس سے بات کرتا ہے، میں مصر میں ہوتا ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ پر میرے ہاتھ ہوتے ہیں اور فرمایا جس کو یہ حال اور ذوق حاصل نہیں ہے وہ اس قسم کی گفتگو اور مشاہدہ کا انکار کرتا ہے۔

(لطائف المنن صفحہ ۱۴۲)

حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی مراد بھی اسی قدر ہے کہ حضرت رسالت مآب اپنے مقام پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور ارباب احوال کو اپنی رویئت اور مشاہدہ کے اکرام و اعزاز سے مشکور فرماتے ہیں ذیل کی مثالوں سے اس قسم کی رویئت اور مشاہدے کی اصل حقیقت کو خوب سمجھ لیجیئے۔

پہلی مثال

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے باغیچوں میں سے مومن کی قبر ایک باغیچہ ہے اور جہنم کے گڑھوں میں سے غیر مخلص مومن کی قبر ایک گڑھا ہے مراد یہ ہے کہ مومن اور کافر کی قبر بہشت کی نعمتوں اور جہنم کے عذاب سے جنت کا ٹکڑا یا جہنم کا گڑھا بنتی ہے مگر اسکا یہ معنیٰ نہیں کہ جنت اور جہنم قبروں میں پہنچائے جاتے ہیں۔

دوسری مثال

انس بن نضر نے فرمایا اے سعید! میں احد کے پیچھے جنت کی خوشبو پاتا ہوں اس کا معنیٰ یہ ہے کہ حضرت انسؓ کو احد کے پیچھے بہشت کی خوشبو عالم غیب کے ایک امر کا مشاہدہ اور وجدان ہو رہا ہے مگر اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ احد پہاڑ کے پیچھے جنت اپنے مقام پر لائی گئی ہے۔

تیسری مثال

حضرت حنظلہؓ فرماتے ہیں جب ہم رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہم کو دوزخ یا بہشت کی یاد دلاتے ہیں تو ہم اس وقت ایسے ہوتے ہیں گویا ہم کھلی آنکھوں بہشت اور دوزخ کو دیکھ رہے ہیں حضرت حنظلہؓ کی مراد یہ ہے کہ حضورؐ کی صحبت میں بہشت اور دوزخ کا استحضار ہمارے قلوب پر اس قدر قوی اور غالب ہو جاتا ہے کہ اس کا اثر حاسۂ بصر تک پہنچا اور سرایت کرتا ہے اور ہم آنکھوں سے حضورؐ کی صحبت میں بہشت اور دوزخ کو دیکھتے ہیں مگر اس کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ حضور کی صحبت میں بہشت اور دوزخ صحابہؓ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح حضرت شیخ کی صحبت میں کسی صاحب حال کو کتاب وسنت کے درس میں رسالت مآب اور صحابہ کرامؓ کے ذکر کے وقت رسالت مآب اور صحابہ کی رؤیت اور مشاہدہ ہو سکتا ہے۔

فاسد زعم

جناب ماہر القادری صاحب اس بحث کو طول دیتے ہوئے لکھتے ہیں وفات پانے کے بعد انبیاء کرام کا محفلوں اور مجلسوں میں شریک ہونا نہ تو کتاب وسنّت سے ثابت ہے نہ آثار صحابہ اس کی تائید کرتے ہیں اور نہ ائمہ حدیث وفقہ کے ہاں اس کی کوئی دلیل ملتی ہے

محترم ناظرین ڈاکٹر مناظر حسین نظرؔ کی عبارت اور حضرت مولانا کے بیان میں ماہر القادری صاحب کا مذکورہ معنیٰ ہرگز مذکور اور مراد

نہیں ہے یہ صرف ماہر القادری صاحب کا اختراع اور دانستہ افتراء ہے یہ بالکل صحیح ہے کہ جماعتی جلسوں اور محفلوں میں یا دوسرے مذہبی اور سیاسی اجتماعات میں انبیاء کرام نے ہرگز شرکت نہیں فرمائی اور نہ شرکت فرماتے ہیں مگر بیت المقدس کی محفل اور اجتماع میں معراج کی رات کتاب کی جامعیت اور سنت کی تصریحات سے انبیاء کرام کا شریک ہونا رسالت مآب کی مجلس میں ثابت ہے صحابہ کے آثار اس کی پُر زور تائید کرتے ہیں اور ائمہ حدیث و فقہ نے کسی شک و شبہ کے بغیر اس کو تسلیم کیا ہے۔

معراج جسمانی ہے

جناب ماہر القادری صاحب اس بحث کو مزید طول دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

احادیث میں یہ ضرور ملتا ہے کہ شب معراج میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے انبیاء کرام کی ملاقات ہوئی اور آپ نے حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا مگر ان واقعات کا تعلق عالم ارواح اور عالم برزخ سے ہے اور وہاں کے معاملات، واردات اور مشاہدات کی حیثیت متشابہات کی سی ہے اس کی کنہ اور علم معلوم کرنے کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے۔

۱؎ موجودہ دور میں سائنس نے اس مسئلہ کو اور صاف کر دیا ہے ایک شخص امریکہ میں تقریر کر رہا ہو اور پاکستان میں ٹیلی ویژن پر اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور آواز سنی جا سکتی ہے تو روحانی ذریعے سے کیوں حضور علیہ السلام کی رؤیت حاصل نہیں ہو سکتی ہے

حضرات قارئین! میں نہیں جانتا کہ ماہر القادری صاحب کو کیا خلل پیش آیا ہے کہ اس بحث میں بہکی بہکی اور بے ربط باتیں لکھتے ہیں کیا بیت المقدس عالم ارواح اور عالم برزخ ہے جس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام نے رسالتِ مآب کی سیادتِ کبریٰ کی عظمت کو دیکھا اور سمجھا اور رسالت مآبؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کیا رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم برزخ میں انبیاء کرام کو نماز پڑھانے اور امامتِ کبریٰ تشریف لے گئے تھے کیا مشرکین مکہ کو حضورؐ کے جسمانی معراج سے شدید استبعاد و انکار اس لئے تھا کہ عالم ارواح اور عالم برزخ میں ایسے عجوبہ واقعات کو وہ ناممکن سمجھتے تھے رسالت مآب کے روحانی۔ برزخی اور انکشافات کے رنگ میں ... عادی ہے ابتداء بعثت سے رہے ہیں کفار مکہ کے لئے حضورؐ کے اسراء کا دعویٰ کرنا اُن سے بڑھ کر تعجب خیز اور حیرت انگیز نہیں تھا اور یقین جانئے عالم برزخ اور عالم ارواح میں معراج میں مذکورہ واقعات سے بڑھ کر زیادہ عجائبات کا تخیل کفار مکہ کو بھی ہوتا ہوگا لیکن رسالت مآب کا معراج عالم شہادت کا واقعہ ہے اور یہ تمام جسمانی واقعات ہیں ان پر عالم ارواح اور عالم برزخ کے واردات معاملات متشابہات کا پردہ ڈالنا ماہر القادری صاحب کی بڑی زیادتی ہے۔

حضرات ناظرین! ہم اس بحث سے بھی قطع نظر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ معراج کی شب میں بیت المقدس اور آسمانوں میں انبیاء کرام کی ملاقات عالم ارواح اور عالم برزخ کی ملاقات ہو یا عالم شہادت کی ملاقات ہو رسالت مآبؐ کی ملاقات بیداری میں اور

عالم شہادت میں انبیاء کرام سے ہوئی ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ انبیاءؑ کرام کسی عالم میں ہوں رسالت مآبؐ کو بیداری اور عالمِ جسمانی میں بیت المقدس اور آسمانوں میں ان کا مشاہدہ ہوا چنانچہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت اور آپ کے اسوۂ حسنہ کی تابعداری کے پیشِ نظر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عالم برزخ اور عالمِ ارواح کے واقعات امور کا مشاہدہ کرامت اور خرقِ عادت کے طور پر ارباب احوال کو کسی خاص حال اور مقام میں ہونا ممکن اور جائز ہے اور یہ ممکنات میں سے ہے کہ بیداری میں کوئی صاحبِ حال اپنے مقام سے عالم برزخ اور عالم ارواح میں رسالت مآبؐ اور صحابہ کرام کا مشاہدہ کرے (ہم تفصیل کے ساتھ اس حقیقت کو آگے بیان کریں گے۔

ایڈیٹر فاران کی عجیب باتیں

محترم ماہر القادری صاحب لکھتے ہیں اس شخص نے کوئی ایسی بات کہی تھی تو مولانا احمد علی لاہوری کو اسے تنبیہہ کرنی تھی کہ تو وہ بات کہہ رہا ہے جس کا ثبوت کتاب وسنت سے نہیں ملتا صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور آئمہ فقہ وحدیث کی کسی محفل میں وفات پانے کے بعد حضور کا آنا ثابت نہیں۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کون سے ایسے امور اور جذبات ہیں جنہوں نے ماہر القادری صاحب کے ذہن کو اس قدر الجھن میں ڈال دیا اور بے راہ کر دیا ہے کہ جو معنی ڈاکٹر صاحب کی عبارت اور حضرت مولانا کے جواب میں مذکور اور مراد نہیں ہیں کتاب وسنّت صحابہ وتابعین کے آثار اور آئمہ حدیث وفقہ کے اقوال سے اس کی نفی کرتے

ہیں اور ڈاکٹر صاحب موصوف کو الزام دیتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ درحقیقت وہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی تائید میں کلام کو طول دے رہے ہیں محافل اور مجلسوں میں رسالت مآبؐ کے تشریف لاتے کا ڈاکٹر صاحب موصوف دعویٰ اور اثبات ہی نہیں کرتے اور ماہر القادری صاحب بھی اس کی نفی کرتے ہیں اور جس معنیٰ کو ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے اور بیان کرتے ہیں اور نہ انکار۔

حضرات قارئین خود اس کا فیصلہ کریں کہ ماہر القادری صاحب ڈاکٹر صاحب کی تائید کرتے ہیں یا آپ کی مخالفت میں محض لاف زنی کرتے ہیں ڈاکٹر صاحب موصوف اور حضرت مولانا کی عبارت کا جو منطوق ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ کسی صاحبِ حال کو حضور کی رویت ہو سکتی ہے اور مشاہدہ ہو جاتا ہے اور اس قدر معنیٰ سنت میں صحابہ کے آثار میں مذکور اور ثابت ہیں تابعین اور تبع تابعین اس کا انکار نہیں کرتے اور آئمہ حدیث وفقہ کے ہاں اس کے ثبوت کی تصریحات کثرت سے ملتی ہیں۔

سنت میں حضور کی رؤیت اور مشاہدہ

صحیح مسلم میں ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھ لے گا میں آئندہ اوراق میں اس حدیث کو تفصیل سے لکھوں گا اس وقت مختصراً اس قدر بتانا مقصود ہے کہ رسالت مآبؐ یہ وعدہ فرماتے ہیں کہ بیداری میں حضورؐ کا مشاہدہ اور دیکھنا ہو سکتا ہے۔

صحابہ کے آثار میں حضور کا دیکھنا اور مشاہدہ

عبداللہ بن سلام حضرت عثمان کی خدمت میں ایسے وقت حاضر آئے کہ آپ اپنے گھر میں محصور تھے اور آپ نے عبداللہ بن سلام کو فرمایا میرے بھائی میں نے اس خوف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور انہوں نے مجھے فرمایا عثمان لوگوں نے تیرا محاصرہ کیا ہے میں نے کہا ہاں حضور، پھر فرمایا "تجھے پیاسا کر دیا ہے" میں نے کہا "جی" حضور نے میری طرف پانی کا ڈول بڑھایا اور میں نے سیر ہو کر پانی پیا آپ نے فرمایا اگر چاہوں تو لوگوں کے مقابلہ پر میں آپ کی مدد کروں اور یا یہ کہ تم ہمارے پاس آکر سیراب ہونا پسند کیا چنانچہ اسی دن حضرت عثمان شہید کیے گئے (الحاوی ص۲۴۴) طبرانی ثقہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے کثیر بن الصلت کو فرمایا میں نے حضورؐ اور آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو دیکھا اور حضور نے مجھے فرمایا عثمان کل آپ ہمارے پاس ہوں گے آپ کل شہید کیے جاویں گے

(مجمع الزوائد صہ ۹۳/۹)

حدیث اور فقہ کے ائمہ کو حضور کا مشاہدہ

وفاء الوفا اور الحاوی میں بہت سے حضرت ائمہ حدیث وفقہ کے اسماء گرامی مذکور ہیں جنہوں نے بیداری میں حضور کو دیکھا ہے میں بھی آگے چل کر ایسے حضرات ائمہ ملت کے اسماء گرامی ذکر کروں گا ماہر القادری صاحب نے سنت پر صحابہ

کے آثار پر ائمہ حدیث وفقہ کے واقعات پر توجہ نہیں فرمائی محض جماعتی رقابت اور ضد میں آنکھیں بند کر کے انہوں نے دعویٰ کر دیا ہے کہ سنت، صحابہ کے آثار ائمہ حدیث وفقہ کے واقعات میں حضور کی روئیت اور مشاہدہ کو ثابت نہیں کیا جا سکتا اس کے بعد ماہر القادری صاحب لکھتے ہیں اس قسم کا عقیدہ رکھنا ہی غلط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام اسی طرح زندہ ہیں کہ وہ محفلوں اور جلسوں میں شرکت کرتے اور گفتگو فرماتے ہیں خدا جانے ماہر القادری صاحب کے کان میں کسی نے چپکے سے یہ کہہ دیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت مولانا اور آپ کے نیاز مندوں کا یہ عقیدہ ہے جو ماہر القادری صاحب نے بیان کیا ہے ڈاکٹر موصوف کی عبارت اور حضرت مولانا کے جواب میں یہ عقیدہ مذکور نہیں ہے اور حضرت مولانا اور آپ کے نیاز مندوں کا یہ عقیدہ قطعاً نہیں ہے یہ طوفان ماہر القادری صاحب کا اٹھایا ہوا ہے ماہر القادری صاحب یہ عقیدہ کس گودام سے اٹھا کر لاتے ہیں جو بے چارے ڈاکٹر مناظر حسین نظرؔ کے سر تھوپ رہے ہیں البتہ حضرت مولانا ڈاکٹر صاحب موصوف اور حضرت مولانا کے تمام نیاز منداس کو باور کرتے ہیں کہ ارباب احوال اور اولیاء امت کے لئے خرق عادت اور کرامت کے طور پر حضورؐ اور صحابہ کا مشاہدہ اور گفتگو کرنا یقیناً ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی قدس سرہٗ نے حضور اور حضرت علی کو بیداری میں دیکھا آپ سے گفتگو فرمائی اور ایک فقیہہ عہد نے ان کی مجلس میں حضور کو دیکھا اور ایک حدیث کے بارے میں حضور

سے گفتگو کی اور حضورؐ نے جواب ارشاد فرمایا (حوالہ آگے آئے گا)
پھر شیخ شعرانی نے حضور کو دیکھا اور ایک ہمجلیس کی طرح آپ سے
گفتگو کی (حوالہ گزر چکا ہے)

ماہر القادری صاحب اپنے سائل کے جوابات کے منفی پہلو
کو زیادہ سے زیادہ تاریک اور گہرے اندھیرے میں لے گئے ہیں
اور اس قدر نیچے چلے گئے ہیں کہ منفی گہرائیوں سے باہر نہیں آئے انہوں
نے مسئلہ کے مثبت اور روشن پہلو پر کچھ نہیں لکھا اس لئے میں اصل
مسئلہ کے مثبت اور ایجابی پہلو پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں واللہ الموفق والمعین

ارباب احوال کے مشاہدات کا انکار

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات
کی طرح اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات ہیں عالم غیب کے امور
یا اشیاء کا مشاہدہ ہو جاتا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ انبیاء علیہم
السلام کے معجزات کے انکار کی طرح اولیائے کرام کی کرامات
کا انکار کرنا اسلام میں جرم ہے اور مسلمانوں کے لئے مذموم ہے
اولیائے کرام کے احوال میں خرق عادت امور کا انکار کرنا مسلمانوں کی
اصلاح اور اسلام کی خدمت نہیں ہے جس نے اولیاء کی کرامات کو
انبیاء کے معجزات سے الگ کرنا چاہا ہے اس نے دراصل انبیاء
علیہم السلام کے معجزات کے انکار کا ارادہ کیا ہے کیونکہ اولیاء اللہ
کی کرامات کے انکار ہی سے معجزات کے انکار کی ابتداء ہوتی ہے امت
مسلمہ کے صدہا نہیں ہزارہا بلکہ لکھوکھا ارباب احوال ایسے حضرات اولیاء
گزرے ہیں جن کے خرق عادت امور واحوال سیر اور مناقب کے

صحائف میں مذکور و محفوظ ہیں اور ان کو اہل علم نبوت محمدیہ کے دلائل
سمجھتے اور ایمانیات میں اذعان وایقان میں اضافے کا سبب جانتے
ہیں اولیائے کرام کی کرامات اور خرق عادت احوال میں شکوک وشبہات
نبوت محمدیہ کے دلائل وبراہین میں شک وشبہ کے برابر برے سمجھے
گئے ہیں چنانچہ حافظ ابن قیمؒ سکینہ کے معانی اور مراد کی تفصیل کرتے
ہوئے لکھتے ہیں (سکینہ انبیاء کا معجزہ ہے اور نصرت الٰہی کی علامت
ہے جب کہ ان کی للکار بوقت قتال دشمنوں کے قلوب کو مرعوب
کرتی اور مقابلے کی تاب سے باہر لاتی ہے پھر حافظ لکھتے ہیں
کہ اولیاء کی کرامات انبیاء کرام کے معجزات سے ہیں اس لئے کہ انبیاء
پر ایمان اور انبیاء کی صحبت واتباع کے سبب اولیاء کرام کو کرامات
سے نوازا جاتا ہے یہ کرامات اولیاء کے حق میں کرامات ہیں اور انبیاء
کے لئے نبوت کے دلائل ہیں اس وجہ سے اولیاء کی کرامات انبیائے
کرام کے معجزات کے معارض نہیں ہوتی ہیں بلکہ اولیاء کرام رحمتہ اللہ
علیہم کی کرامات انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے دلائل اور ان کے صدق
کے شواہد ہیں (مدارج السالکین ص ۵۰ جلد دوم)

غرض یہ کہ اولیاء کی کرامات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی طرح
ان کی نبوت کے دلائل وشواہد ہیں اس لئے اولیاء کی کرامات میں عوام
ان کے شریک نہیں ہوتے ہیں شیخ عفیف الدین یافعی فرماتے ہیں
اولیاء رحمۃ اللہ علیہم پر ایسے احوال وارد ہوتے ہیں جن میں وہ حضرات
زمین وآسمان کے عجائبات کو دیکھتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کو عالم برزخ میں ان کے مقامات عالیہ پر زندہ دیکھتے ہیں۔

جیساکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا اور یہ ثابت کر ہو چکا ہے کہ جو انبیاء کے معجزات کی شان ہے وہی حیثیت اولیاء کی کرامات کی ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں تحدی ہے اور کراماتِ اولیاء میں تحدی نہیں الشیخ فرماتے ہیں کہ اس فکرِ صحیح اور حقیقتِ واقعیہ کا انکار صرف جاہل کرتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سادات صوفیہ کا طریقہ سب سے زیادہ صواب ہے اور ان کے اخلاق سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں بلکہ اگر عقلاء کی عقل اور حکماء کی تمام حکمت اور اسرارِ شرع کے واقف کا اہل علم کا علم ساداتِ صوفیہ کے سیر و اخلاق کو ایسے سیر و اخلاق میں تبدیل کرنا چاہیں جو ساداتِ صوفیہ کے سیر و اخلاق سے بہتر ہیں تو عقلاء کی عقل اور حکماء کی حکمت اور اسرار شرح کے واقف کار اہل علم کیلئے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ ساداتِ صوفیہ کی تمام حرکات وسکنات اور ان کے ظواہر و باطن مشکوٰۃِ نبوت کے نور سے روشن ہوتے ہیں یہاں تک کہ ساداتِ صوفیہ بیداری میں ملائکہ اور ارواح انبیاء کو دیکھتے ہیں ان کی باتیں سنتے اور ان سے استفادہ کرتے ہیں اور سادات صوفیہ ایسے بلند اور نازک درجات پر پہنچتے ہیں جن کی حکایت و ترجمانی کرنے سے زبان قاصر ہے قاضی ابو بکر ابن عربی امام مالکیہ قانونِ تاویل میں لکھتے ہیں کہ جب کسی انسان کو طہارتِ نفس اور تزکیۂ قلب حاصل ہو جاتا ہے دنیا کے اسبابِ جاہ و مال وغیرہ علائق سے وہ الگ ہو جاتا ہے اور دوام و استمرار کے ساتھ علم و عمل

میں اللہ تعالیٰ کی طرف پوری پوری توجہ اور دھیان کا وافر حصّہ اس کو نصیب ہو جاتا ہے تو ایسے حضرات کے قلوب کھل جاتے ہیں وہ وہ فرشتوں کو دیکھتے ان کی باتوں کو سنتے اور ارواحِ انبیاء پر مطلع ہوتے ہیں اور ان کے ارشادات کو سنتے ہیں

(الحاوی صـ۲۴۱ جلد دوم)

یہ حضراتِ علماء شرعی علوم فقہ و حدیث میں امام کی حیثیت سے معروف مسلّم ہیں ان حضرات نے یہ کہا کہ اولیاء کی یہ کرامت ہے کہ وہ بیداری میں عالمِ غیب اور برزخ میں انبیاء کو زندہ دیکھتے ہیں اور زمین و آسمان کے عجائبات بھی. بیداری میں ان کو نظر آتے ہیں ان حضرات. میں حافظ ابن قیم رحمہ نے یہ کہا ہے کہ اولیاء کی کرامات انبیاء کی نبوت کے دلائل اور ان کے صدق کے شواہد ہیں اور امام یافعی نے یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء کے معجزات کی شان کی طرح اولیاء کی کرامات کی شان ہے اور امام غزالی کے نزدیک اولیاء کی کرامات مشکوٰۃ نبوت کی روشنی ہیں ابن عربی کے ہاں کرامات اولیاء طہارتِ نفس تزکیہ قلب اور اقبال علی اللہ کے انوار و برکات ہیں اس لئے میں کہتا ہوں کہ جو شخص حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہٗ کے درس کے وقت ایک صاحب قدس سرہٗ کے درس کے وقت ایک صاحب حال کی کرامت اور حضور کی رؤیت اور مشاہدے میں کیڑے نکالتا ہے تو وہ صرف اولیاء کی کرامات میں کیڑے نہیں نکالتا بلکہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل اور صدق کے شواہد میں معجزات نبوت کی شان اور مشکوٰۃ نبوت کی روشنی

ہیں اور طہارتِ نفس، تزکیۂ قلب اور اقبال علی اللہ کے انوار و برکات میں کیڑے نکالتا ہے ان حضراتِ علماء کی طرح دوسرے آئمہ شریعت نے بھی یہ کہا ہے کہ بیداری میں اربابِ احوال کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنا اور ان کی زیارت کرنا ان کی کرامت ہے اور ان حضرات نے اس فکر اور حقیقت کو صاف صاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے

چنانچہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الاعلام بحکم علیلی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں لکھتے ہیں . . . کہ آئمہ شریعت کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ اولیاء کی ایک کرامت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھتے ہیں اور حضور سے ملتے ہیں اور وہ اپنی تقریر و استعداد کے مطابق رسالت مآب علیہ السلام سے معارف و مواہب لیتے ہیں اور سیکھتے ہیں آئمہ شافعیہ میں امام غزالی امام بارزی، امام ابن سبکی، امام یافعی آئمہ مالکیہ میں امام قطبی امام ابی جمرۃ امام ابن الحاج اس فکر و نظر کی تصریح کرتے ہیں۔

(الحاوی صـ ۲۹۱ جلد دوم)

سُنّتِ صحیحہ میں حضور کا مشاہدہ

میں یہ سمجھتا ہوں کہ استعداد ائمہ شریعت کے اقوال کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کو مذکورہ فکر کے صحیح و ثابت ہونے میں شبہ نہ ہونا چاہیئے لیکن بعض حضرات کو علماء کے فکر و قول کے ماخذ تلاش کرنے کا شوق ہوتا ہے اس لیے ایسے حضرات کے اطمینان کے لئے میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشاد گرامی کو علماء کے مذکورہ نظریہ کے ماخذ کی حیثیت سے

پیش کرتا ہوں۔

صحیح مسلم کتاب الرؤیا میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مذکور ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھ لے گا اور جامع صغیر میں بھی اسی طرح کی حدیث مذکور ہے جامع صغیر میں اس حدیث پر صحت کی نشانی لگا دی گئی ہے۔

حضور کے اس ارشاد کے معنیٰ یہی ہیں کہ جس نے آپ کی ذات عالیہ کو خواب میں دیکھا وہ بیداری میں بھی حضور کو دیکھنے کی توقع رکھ سکتا ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک کے سبب تالیف میں لکھتے ہیں بار بار یہ سوال کیا گیا کہ اربابِ احوال نے بیداری میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا ہے ہمارے زمانہ میں جن حضرات کا علم میں کوئی مقام نہیں انہوں نے اس کے انکار میں شدت سے کام لیا اور بڑا مبالغہ کیا اور اس امر سے بڑا تعجب کیا اور ان کا دعویٰ ہے کہ حضورؐ کا بیداری میں دیکھنا محال ہے اس لئے اس مسئلہ میں میں نے یہ رسالہ تحریر کیا اور میں اس مسئلہ کی صحت و ثبوت کے لئے اس صحیح حدیث سے تمسک کرتا ہوں جس کو مسلم بخاری اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے بالترتیب کتاب الرؤیا کتاب العلم اور باب فی الرؤیا میں روایت کیا ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے یہ فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا ہے وہ بیداری میں عنقریب

مجھے دیکھ لے گا۔

سید آلوسی آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں اور حافظ سیوطی مذکورہ تالیف میں اس حدیث کی شرح میں امام ابن ابی جمیرہ کی بحث کو نقل کرتے ہیں امام ابن ابی جمیرہ فرماتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ عام ہیں اس میں قیامت کے دن کی تخصیص اور حضور کی حیات کی تخصیص وغیرہ کسی دلیل اور مخصص کے بغیر ضد اور ظلم ہے اور فرمایا جو لوگ اس حدیث کے عموم کا انکار کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات تک اس ارشاد گرامی کو مختص کرتے ہیں ایسے لوگ ایسی ذات بابرکات کے ارشاد کی تصدیق سے جی چراتے ہیں جس نے وحی کے بغیر اپنی خواہش سے کوئی ارشاد نہیں فرمایا ایسے لوگ اللہ قدیر کی قدرت سے ناآشنا ہیں اور ایسے لوگ بہرے اور اندھے ہیں انہوں نے سورہ بقرہ میں گائے کا قصہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں پرندوں کا قصہ اور حضرت عزیرؑ کے بارے میں دوبارہ زندگی کا قصہ شاید سنا اور پڑھا نہیں۔

جس ذات کو اس پر قدرت حاصل ہے کہ گائے کے ایک حصہ کے ضرب کو میت کی زندگی کا سبب بنایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلادے کو پرندوں کی زندگی کا سبب بنایا اور اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کے تعجب کو ان کی اور گدھے کی موت کا سبب بنا کر پھر انہیں سو سال بعد زندہ کیا کیا اسے قدرت نہیں کہ حضور کی خواب میں زیارت، کو بیداری میں زیارت

کا سبب بنا دے۔

بہت سے علماء نے اس حدیث کے مطابق جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر عالم بیداری میں دیکھا اور حضور سے اپنی مشکلات کے حل کرنے کے لئے التجاء کی حضور نے ان مشکلات سے نجات پانے کی تدابیر کے ذریعہ مشکلات سے نکلے ہیں۔

بیداری میں حضور کی زیارت کا انکار کرتے ہیں اگر وہ لوگ کرامات اولیاء کے منکر ہیں تو ان سے ہماری بحث نہیں اس لئے کہ وہ ایسی بات کو جھٹلاتے ہیں جو سنت سے بدلائل واضح اور ثابت ہے اور اگر ایسے لوگ کرامات کے قائل ہیں تو اولیاء کے لئے خرق عادت کی حیثیت سے عالم علوی اور عالم سفلی کی اشیاء سے حجاب اٹھایا جاتا ہے اور وہ اشیاء ان کے سامنے منکشف ہو جاتی ہیں چنانچہ ایسے لوگوں کو کرامات اولیاء کی تصدیق کے بعد حضور کے مشاہدے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔

(الحاوی صفحہ ۴۳۸ جلد دوم)

غرض یہ کہ بیداری میں حضور کی زیارت کا انکار کتاب و سنت کے لحاظ سے ایک قبیح امر ہے بہت سے علماء کو اللہ جل شانہٗ نے بیداری میں اس مقام سے مشرف فرمایا ہے یہ امر تواتر کو پہنچا ہوا ہے اور اہل تحقیق کے ہاں اس کے انکار کی گنجائش نہیں۔

بیداری میں رویت و مشاہدہ کے معنی کیا ہیں

اہل علم کو اتفاق ہے کہ بیداری میں بھی حضورؐ کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے اگر اختلاف ہے

تو کیفیت میں اختلاف ہے مگر کسی نے نہیں کہا کہ حضورؐ کسی محفل میں اور کسی اجلاس میں اس طرح تشریف لاتے ہیں جس طرح ہم ایک دوسرے کے پاس چل کر پہنچتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے ہیں بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں جو حافظ سیوطیؒ نے بیان فرمائے ہیں یہ رویت بصری ایسی رویت بصری نہیں ہے جیسا کہ ہماری متعارف رویت ہے بلکہ وہ جمعیت حالیہ ہے برزخی حالت ہے وجدانی امر ہے جس کی حقیقت کا صحیح اندازہ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کو یہ برزخی کیفیت اور اس نوع کا وجدان حاصل ہے اور اس کی طرف شیخ دلاسی نے یہ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے اخذتنی اخذۃ فرایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو پکڑا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔

(الحاوی صفحہ ۴۵۰ جلد ۲)

غرض یہ کہ جس کو یہ حالت برزخی وارد ہوتی ہے اس کے قلب کے انوار سے اس کا حاسہ بصر روشن ہوتا ہے تو ایسا صاحب حال رویت بصری کے شرف سے مشرف ہوتا ہے۔

ارباب احوال کے مختصر واقعات

قاضی شرف الدین بارزی فرماتے ہیں میں نے اپنے زمانہ کے اولیاء اور گزشتہ دور کے اولیاء کے متعلق بھی سنا ہے کہ انہوں نے بیداری میں حضورؐ کی

وفات کے بعد زیارت کی ہے

(الحاوی صفحہ ۴۴۲)

سید آلوسی نے آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں اور حافظ سیوطی نے تنویر الملک میں لکھا ہے حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ظہر سے قبل حضورؐ کو دیکھا اور ظہر کے بعد حضرت علی کو دیکھا انہوں نے فرمایا تم کیوں نہیں بولتے ہو؟ بولو میں نے کہا بغداد کے فصحاء کے سامنے کیسے بولوں میں عجمی آدمی ہوں

(الحاوی صفحہ ۴۴۳ جلد ۲)

شیخ ابی العباس مرسی فرماتے ہیں میں نے اس ہاتھ سے حضورؐ کے سوا کسی اور سے مصافحہ نہیں کیا ہے اور فرمایا اگر میں ایک لمحہ کے لئے بھی حضورؐ کی زیارت کے شرف سے محروم ہو جاؤں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں کے زمرہ میں شمار نہ کروں

(الحاوی صفحہ ۴۴۴)

شیخ الوسی فرماتے ہیں میں ۶۳۴ھ میں حرم کے اندر موجود تھا مجھ پر ایک حال وارد ہوا جس میں حضورؐ اور آپ کے ہمراہ دس صحابہؓ کو میں نے دیکھا اور آپ نماز پڑھا رہے تھے میں نے بھی ان حضرات کے ساتھ نماز پڑھی

(الحاوی صفحہ ۴۴۵)

ابو العباس فرماتے ہیں میں حضورؐ کی خدمت میں ایسے وقت پہنچا کہ آپؐ اولیاء کے لیے ولایت کے تعامیر لکھتے تھے

(الحاوی صفحہ ۴۴۵)

ایک فقیہ کی مجلس میں ایک ولی حاضر ہوا اس فقیہ نے حدیث سنا دی اس ولی نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے فقیہ نے کہا تم کہاں سے بولتے ہو کہ یہ حدیث باطل ہے اس ولی نے کہا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیرے سر پر کھڑے ہیں آپ پوچھ لیں اس فقیہ کی آنکھوں سے بھی حجاب اٹھا اور اس نے بھی حضور کو دیکھا اور اس کے سوال کے جواب میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں نے یہ بات نہیں کہی ہے (الحاوی صفحہ ۴۴۶ جلد ۲)

ارباب احوال کے واقعات پر اہل علم کا تبصرہ

اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں لیکن ہمیں بالاستیعاب ان کا ذکر کرنا مقصود نہیں ہے غرض صرف اس قدر ہے کہ ارباب احوال کے اس قسم کے واقعات ثابت ہیں اس میں شک نہیں کہ بعض حضرات کو ایسے واقعات پر تعجب اور استبعاد ضرور ہوتا ہوگا اور ہونا بھی چاہیئے مگر اس قسم کے واقعات پر انکار و مذمت کا لہجہ اختیار کرنا اور بے اطمینانی کا اظہار کرنا فضول اور لغو حرکت ہے امت میں ایسے اشراف ضرور ہوتے ہیں جن کے ظاہر اور باطن میں طہارت اور تزکیہ کی ایسی روشنی ہوتی ہے جس نے بڑے بڑے سیاہ کاروں کے قلوب کے زنگ کو دھویا اور اطمینان کی روشنی ڈالی ہے ایسے حضرات ایسے احوال سے سرفراز ہوتے ہیں۔

ابن الحاج مدخل میں کہتے ہیں بیداری کی حالت میں حضورؐ کی

زیارت کا مسئلہ باریک مسئلہ ہے بہت کم اور نادر الوجود حضرات کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے لیکن جو اکابر اس رتبہ کے جن کے ظواہر اور بواطن کی اللہ نے حفاظت فرمائی ہے ہم ان کے ایسے احوال سے منکر نہیں ہیں اور بعض علماء ظاہر نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کی وجہ لکھی ہے مگر ابن ابی جمرہ نے ان کے اشکال کو حل کیا ہے

(الحاوی صفحہ ۲۴۴ جلد ۲)

سید آلوسیؒ آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں اس بحث میں لکھتے ہیں حضورؐ کی رویت اور مشاہدہ کے واقعات بیداری میں سادات صوفیہ سے بکثرت منقول ہیں سادات صوفیہ کی شان بڑی ہے ان کے واقعات میں شک نہیں کرنا چاہیے سادات صوفیہ کی جلالت شان اور کثرت ناقلین کے پیش نظر مجھ سے اس کہنے کی توقع مت کیجو کہ سادات صوفیہ کے یہ واقعات اور حکایات بے اصل ہیں اور نیز ان کے واقعات میں مقامی رویت کا میں اقرار نہیں کرتا اور نہ میں ان کی رویت کو مقامی رویت تسلیم کرتا ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ بیداری میں حضورؐ کی رویت خارق امر ہے جب کہ اولیاء کی کرامات اور انبیاء کے معجزات خرق عادات ہوتے ہیں۔

اور اس کے بعد سید آلوسی نے صدر اول میں اس قسم کے واقعات کے نہ ہونے یا کم ہونے کے علل اور مصالح بھی ذکر کیے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں تو وہاں پڑھ لیجئے۔

غرض یہ کہ اس قسم کے احوال اور الطاف خداوندی اور

کرامات ہیں اور اس قسم کے احوال کے انکار کی جرأت نہیں کرنی
چاہیے سادات صوفیہ کے ظواہر اور بواطن کی اللہ نے حفاظت کی
ہے اور ان کے قلوب اور بواطن میں اللہ نے طہارت اور درستی
کو ودلیعت کیا ہے سادات صوفیہ واقعی احوال کہنے اور بتلانے کی
مذموم جرأت نہیں کرتے اور نقل کرنے والوں کی تعداد استعداد
زیادہ ہے کہ ان حضرات کو جھٹلانا بڑی حماقت ہے۔

مجھے آخر میں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت مولانا
کے درس میں مذکورہ واقعہ آج سے چونتیس پینتیس قبل کا واقعہ ہے
اگر ڈاکٹر صاحب کے قلم سے روزنامہ حالات لاہور میں اتفاق سے
لکھا گیا ہے اس پر فاران اور اس قبیل کے دو ایک جریدے رسائل
کو اس قدرے دیگر کی کیا مجبوری تھی پھر انہوں نے جو کچھ لکھا علم
وفہم سے دور لکھا جسکی توقع کم ازکم فہمیدہ اصحاب سے نہیں ہو سکتی
تھی پاکستان میں اسلامی خدمات اور مسلمانوں کی اصلاح کے بڑے
شعبے خالی پڑے ہیں اہل علم و اہل قلم حضرات کو ان شعبوں پر لکھنے
اور توجہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے

(۲۸ جون ۱۹۶۳ء)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور مسلک دیوبند کا ترجمان)

تبصرہ اویسی غفرلہ

فقیر اویسی غفرلہ اس پر کیا تبصرہ کرے جب کہ جملہ حوالے وہی
ہیں جو فقیر نے اپنی تصنیف "دلوں کے چین" کے باب اقوال اسلاف
میں عرض کیے جنہیں فضلائے دیوبند نے اہلسنت پر شرک کا فتویٰ
جڑ دیا اہل اسلام سے گذارش ہے کہ اس کا کھوج نکالیں کہ وہ
امور جو حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیائے کرام کے لئے

شرک ہیں بعینہٖ وہی امور ان کے اکابر کے لئے عین توحید اس کی
کوئی وجہ تو ہونی چاہیئے

(نوٹ) یہ رسالہ فقیر کی کتاب دلوں کے چین کا ایک باب بھی
ہے اور علیحدہ رسالہ بھی۔

سوالات کے جوابات سے پہلے

ہر بدمذہب اور دشمن اسلام کی عادت ہے
کہ خود کو پاکیزہ اور خلق خدا کا خیرخواہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
اور خلق خدا کا اعلیٰ درجے کا خیرخواہ سمجھتا ہے اگرچہ اس کی تحریر وتقریر
کا ہر جملہ ہزاروں شبہوں اور فسادوں پر مشتمل ہو۔ تب بھی خود کو بڑے
درجے کا مصلح بتائے گا جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
سب سے بڑے دشمنوں اور منافقوں کا حال اللہ تعالےٰ نے
قرآن مجید کے پارہ اوّل میں بیان فرمایا ہے دیکھیے اب ہر بدمذہب
کی تحریروں کو پڑھ لیجئے۔ صدی گذشتہ میں ستیارتھ پرکاش اسلام
پر سخت زہر اگلا گیا۔ اس کے مصنف کا دعویٰ پڑھ لیجیے۔ وہ لکھتا ہے۔
یہ تحریر صرف بنی نوع انسان کی ترقی اور سچ جھوٹ کے فیصلہ کے
لیے لکھی گئی ہے تاکہ لوگوں کو سب مذاہب کے متعلق قدرے واقفیت
ہو جائے اور انہیں آپس میں غور وفکر کا موقع ملے۔ وہ ایک دوسرے
کے نقصوں کی تردید کر کے خوبیوں کو واضح کریں۔ نہ اس غرض سے
کہ ایک مذہب پر یا مذہب اسلام پر جھوٹے بہتان لگائے جائیں
اور نقطہ چینی کی جاوے بلکہ یہ بات مدنظر رکھی گئی ہے کہ جو خوبی ہے
وہ خوبی اور جو نقص ہیں وہ نقص سب پر عیاں ہو جائیں تاکہ کوئی فرد کسی
پر لغو الزام نہ لگا سکے اور نہ ہی راستی کے راستے میں مزاحم ہو سچ
جھوٹ کا فیصلہ ہو جانے پر بھی جس کی مرضی ہو وہ سچ قبول کرے

جس کی مرضی ہو نہ کرے۔ کسی کو جبراً کسی امر کا یقین نہیں دلایا جا سکتا کہ یہاں جبر کا کام نہیں اور یہی بھلے لوگوں کا دستور ہے کہ

اپنے یا بیگانے کے نقصوں کو نقص اور خوبیوں کو خوبیاں تسلیم کرکے خوبیاں کو اختیار اور نقصوں کو ترک کرے۔ متعصب آدمیوں کا تعصب اور ہٹ دھرمی کم کریں۔ تعصب نے دنیا میں جو غضب کیا ہے وہ توسب پر عیاں ہے حق یہ ہے کہ اس فانی ناپائیدار زندگی میں دوسروں کو نقصان پہونچا کر خود فائدہ نہ اٹھانا اور دوسروں کو فائدے سے محروم رکھنا انسانیت سے بعید ہے۔

اس باب میں اگر کوئی بات راستی کے خلاف لکھی گئی ہو تو چاہیے کہ اسے بھلے لوگ جتلا دیویں۔ درست ہونے پر تسلیم کی جائیں گی کیونکہ یہ تحریر تعصب ہٹ دھرمی، حسد کینہ بغض لڑائی جھگڑا اور مخالفت کے کم کرنے کے لیئے ہے تاکہ انہیں بڑھانے کے لیے اور ایک دوسرے کو نقصان پہونچانے سے الگ رہ کر آپس میں ایک دوسرے کو فائدہ پہونچانا ہمارا اعلیٰ فرض ہے۔ اعلیٰ دانش مندوں میں طوالت کلام کی ضرورت نہیں۔

نوٹ:۔ دیکھا کیسی میٹھی میٹھی اور خیر خواہانہ گفتگو کر رہا ہے اب بطور نمونہ اس کی ایک تحریر ملاحظہ ہو۔

مندرجہ ذیل عنوان جما کر قرآن مجید کی بسم اللہ سے لے کر والناس تک چن چن کر آیات لکھیں جن میں اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی اور کمی وعیب کا پہلو نکل سکتا ہے

دین اسلام | سورۃ فاتحہ

نمبر۱۔ بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم۔ یعنی شروع ساتھ نام اللہ کے جو رحیم یعنی معاف کرنے اور بخشنے والا ہے۔

محققؔ مسلمان کہتے ہیں قرآن کلام اللہ ہے لیکن اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف کوئی اور ہے کیونکہ اگر قرآن کلام اللہ ہوتا تو بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے شروع واسطے ہدایت آدمیوں کے لکھا ہوتا۔ اگر کہا جائے کہ خدا آدمیوں کو ایسا کہنے کی تعلیم دیتا ہے تو بھی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اس سے گناہ کا آغاز بھی خدا کے نام سے ہونا صادق آئے گا۔ اس طرح تو اس کا نام بھی خراب ہو جائے گا۔ اگر وہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے تو اس نے دنیا میں آدمیوں کے آرام کے لیے جانوروں کو مار اور بہت دکھ دلا کر انہیں گوشت کھانے کی اجازت انسان کو کیوں دی۔ کیا وہ بے گناہ جانور خدا کی مخلوق نہیں ہیں؟ اگر خدا کے نام پر بری باتوں کا آغاز نہیں تو یہ کہہ دینا چاہیے تھا کہ خدا کے نام پر اچھی باتوں کا آغاز ہے۔ بری باتوں کا نہیں۔ موجودہ الفاظ مبہم ہیں۔ کیا چوری، زناکاری، جھوٹ اور گناہوں کا بھی آغاز خدا کے نام پر کیا جائے۔ ایسے مبہم حکم ہونے

ع کتاب کا مصنف خود کو محقق کا عنوان دیتا ہے اویسی غفرلہ

کی وجہ سے تو قصاب وغیرہ مسلمان گائے وغیرہ کو ذبح کرنے میں بسم اللہ پڑھتے ہیں۔

مسلمانوں کا خدا رحیم بھی نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس کی رحمت جانوروں پر نہیں ہے اور اگر مسلمان اس کا مطلب نہیں جانتے تو اس کلام کا نازل ہونا بے فائدہ ہے اگر مسلمان اس کا مطلب کچھ اور نکالتے ہیں تو بتائیں اس کا مطلب کیا ہے۔

نوٹ:۔ اس طرح یہ صاحب قرآن کے تیس پاروں میں چند آیات پر یقین رکھتے ہیں۔

علم غیب و اختیار الٰہی

اللہ تعالٰے کے علم کلی کی نفی میں اس طرح استدلال کرتا ہے جیسے دیوبندی، وہابی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم و اختیار کی نفی میں کرتے ہیں ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

اور آدم کو سارے نام سکھائے پھر فرشتوں کے سامنے کر کے کہا اگر تم سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ۔ کہا اے آدم ان کو ان کے نام بتا دے۔ تب اس نے بتا دیئے تو خدا نے فرشتوں سے

کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں یقیناً زمین اور آسمان کی پوشیدہ چیزوں کو اور ظاہر اور پوشیدہ فعلوں کو جانتا ہوں۔

محقق

فرشتوں کو اس طرح دھوکہ دے کر کیا خدا کی خدائی کے شایان ہے اور کیا یہ ریاکاری نہیں۔ اس کو عقل مند نہیں مان سکتا۔ پھر خدا کی لاف زنی بھی کچھ قابل توجہ نہیں۔ کیا ایسی باتوں سے ہی خدا اپنا "سکہ" جمانا چاہتا ہے ہاں وحشیوں میں کوئی کتنی ہی مکاری کیوں نہ پھیلائے پھیل سکتی ہے۔ شائستہ آدمیوں میں نہیں۔

نمبر ۲. وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۔ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۔

جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ باوا آدم کو سجدہ کرو، دیکھا سب نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے نہ مانا اور غرور کیا کیونکہ وہ بھی ایک کافر تھا۔

محقق:۔ ۳۱، سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا ہمہ داں نہیں اگر ہوتا تو شیطان کو پیدا ہی کیوں کرتا اور خدا میں کچھ قدرت بھی نہیں ہے کیونکہ شیطان نے خدا کا حکم ہی نہ مانا اور خدا اس کا کچھ بھی نہ کر سکا۔ اور دیکھیئے ایک کافر شیطان نے خدا کے چھکے چھڑا دیئے مسلمانوں کے خیال میں جہاں کروڑوں کافر ہیں وہاں ان کی اور ان کے خدا کی کیا پیش کی جائے گی۔ کبھی کبھی خدا بھی کسی کی بیماری بڑھا دیتا ہے۔ اور کسی کو گمراہ کر دیتا ہے خدا نے یہ باتیں شیطان سے سیکھی ہوں گی۔ اور شیطان نے خدا سے۔ کیونکہ سوائے خدا کے شیطان کا استاد اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ نقل کفر کفر نباشد! ناظرین غور فرمائیں کہ اللہ

آداب نے پیر لا علم، و عدم اختیار کس طرح سینہ زوری سے ثابت کیا ہے فقیر یہ نمونہ اس لیے پیش کیا ہے تاکہ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ اس طرح کے استدلال دشمنانِ اسلام کیا کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ استدلال کرنے والا ہندو ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان گھٹانے کی غرض سے ستیارتھ پرکاش (کتاب باب نمبر ۱۴) لکھی۔ یونہی کڑی سے کڑی ملائیے کہ آنے والے سوالات کا طریقہ استدلال دیوبندی، وہابی، حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال کرتے ہیں پھر کہنے دیجئے کہ نام دو ہیں حقیقت دونوں کی ایک ہے وہ خدا تعالیٰ کی شان گھٹانے کے درپے ہے۔ یہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عیوب و نقائص کی تلاش میں ہے۔

اب سوالات پڑھیئے پھر فقیر کے جوابات۔

قواعد الجوابات

وہابی نجدی، دیوبندی فرقہ کے سوالات سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں حضور علیہ السلام کے ساتھ بغض و عداوت ہے تجربہ کر لیں کہ اصول سے ہٹ کر سطحی طور ایسے سوالات کریں گے جیسے ایک مخالف اپنے حریف کو نیچا دکھانے کے لیے ہاتھ مارتا ہے۔

۲۔ حاضر و ناظر کے عقیدہ مسلمہ (حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم) کو نورانیت و روحانیت کے اعتبار سے حاضر و ناظر مانا جاتا ہے۔ نہ یہ کہ ہر جگہ جسمانیت سے حاضر و ناظر ہیں۔ توڑ مروڑ کریں گے کہ جسمانیت کے احکام پر نفی کی آیات و احادیث پیش کریں گے علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ مناظر اگر موضوع سے ہٹ جائے

تو وہ مناظر کی ہار کی دلیل ہے یعنی مناظرہ میں موضوع و محمول وغیرہ ضروری ہے۔

۳۔ یہ عقیدہ ظنیہ ہے جسے عقیدت کہا جاتا ہے اس کے لیے دلائل ظنیہ یہاں تک کہ حدیث ضعیف بھی قابل قبول ہے لیکن یہ حضرات دھوکہ دے کر ہماری ہر دلیل کو نصوص کا مطالبہ کریں گے

۴۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ کے زمانہ تک یعنی گیارہویں اس مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہ تھا بارھویں صدی میں نجدی تحریک سے یہ مسئلہ بھی شرک کے فتوی کی زد میں آگیا۔

۵۔ دعویٰ میں دلیل ایسی ہو جس میں صاف بتایا جائے چونکہ، چنانچہ اگر، مگر پر گزارہ نہ ہو۔ آنے والے سوالات میں پڑھ لینا کہ مخالف کہے گا حضور علیہ الصلوۃ والسلام حاضر و ناظر ہیں تو یہ کیوں، وہ کیوں، کسی بھی آیت و حدیث میں نہ ہوگا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حاضر ہیں نہ ناظر۔

۶۔ جو امر ذلیشان کسی شے میں ہوگا وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام میں بطریق اولیٰ ضرور اور لازماً ہوگا بلکہ جسے کوئی فضیلت و شان نصیب ہوا ہے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کے طفیل ہے

۷۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلم بن کر مبعوث ہوئے اور رہتی دنیا تک آپ کی شریعت کا اجراء ہوگا اسی لئے آپ نے اکثر امور عملی طور بیان فرمائے۔ مثلاً اختیار کے باوجود پیٹ پر پتھر باندھنا وغیرہ۔ اسی لیے اس طریقہ کار سے علم و حاضر و ناظر ہونے اور اختیار کی نفی جاہلوں کا کام ہے جیسے

ہندوؤں نے اللہ تعالےٰ کے عالم اسباب کے امور کو عمل
لانے پر اس کی لاعلمی و عدم اختیار پر اعتراضات جڑ دیئے۔

سوال: ہر جگہ ہونا یعنی حاضر و ناظر اللہ تعالےٰ کی صفت ہے اور
عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ شَہِیْد" وہ ہر شے پر حاضر ہے۔ اللہ تعالےٰ
کی صفت نبی علیہ السلام کے لیے ماننا شرک ہے
جواب نمبرا:۔ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاضر ناظر کہنے کو فقہاء کفر کہتے
ہیں اس لیئے کہ ہر جگہ میں ہونا جسم والے کا کام ہے اللہ تعالیٰ جسمانیت
سے پاک ہے شرع عقائد میں ہے کہ لا یجری علیہ زمان
ولا یشتمل علیہ مکان۔ اللہ تعالےٰ پر نہ زمانہ گزرے اور
نہ اس پر مکان کا اشتمال ہو۔
قاعدہ یہ ہے کہ زمانہ سفلی اجسام پر گزرتا ہے اسے علوی
اشیاء سے کوئی تعلق نہیں ہاں خدا حاضر ہے لیکن جگہ کی قید
سے پاک ہے۔ اسی لیے جگہ کی قید سے مقید سمجھ کر خدا کو ہر
جگہ میں ماننا بے دینی ہے ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان
ہے اور اگر مان بھی لیا جاوے تو بھی حضور علیہ السلام کی یہ صفت
عطائی۔ حادث مخلوق قبضہ الٰہی میں ہے اور خدا کی یہ صفت
ذاتی قدیم غیر مخلوق ہے کسی کے قبضے میں اتنے فرق ہوتے ہوئے
شرک کیسا؟ جیسے کہ حیٰوۃ سمع بصر وغیرہ۔ مثلاً ہم حیوۃ کی صفت سے
موصوف ہیں یا سمع یا بصر یا علم وغیرہ سے تو ہماری صفتیں اللہ تعالیٰ
کی عطا کردہ ہیں حالانکہ یہ صفات اللہ تعالےٰ کی ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ

ہے کہ اللہ تعالےٰ وحدہ لا شریک لہ ہے۔ ذات میں صفات
میں افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالےٰ کی ہر صفت
ذاتی ہے مخلوق کی ہر صفت عطائی ہے۔ خدا تعالےٰ جل جلالہ
کی کوئی صفت عطائی نہیں ہو سکتی اور مخلوق کی کوئی صفت ذاتی نہیں
ہو سکتی اور یہ وہ تفریق ہے جو کہ توحید اور شرک کے درمیان حد فاصل
ہے اور یہ وہ بنیاد ہے جس پر توحید کا مضبوط ترین محل قائم ہے۔
بہجۃ المحافل میں ہے وَھٰذا کلہ مذھب اھل الحق اھل
السنۃ والجماعۃ جلد دوم ص ۱۸۲
لہٰذا ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علےٰ
نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے
پاس جو کچھ ہے سب اللہ جل شانہ کی عطا ہے یہ حضرات صفات الٰہیہ
کے مظاہر ہیں بندہ جب فنا کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو وہ مظہر
صفات الٰہی بن جاتا ہے
حضرت خواجہ شیخ ابو القاسم گرگانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے
فرمایا۔ ان الاسما التسعۃ والتسعین تصیر اوصافا للعبد
السالک وھو بعد فی السلوک غیر واصل۔ (روح البیان ج ۲ ص ۴۲۵)
اللہ تعالیٰ کے ۹۹ صفاتی اسماء بندے سالک کے اوصاف بنتے
ہیں۔ حاضر و ناظر جس معنی پر مخالف شرک سمجھتا ہے تو اسے یاد
رہے کہ یہ بھی اللہ تعالےٰ کی ایک صفت اور یہ اس کی ذاتی ہو
اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عطائی صفت اسی
کو ان کے اکابر بھی مانتے ہیں چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل کتاب

البدعات ۹۱ میں ہے فخر دو عالم علیہ السلام کو مولود میں حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے۔" یہ ہی مضمون براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ میں ہے مولوی رشید احمد صاحب نے رجسٹری فرما دی کہ غیر خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر جاننا بہ عطاء الٰہی شرک نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ خالقیت وجوب قدم وغیرہ دیگر صفات الٰہیہ بھی پیغمبروں کو عطائی مان لو اور حضور کو خالق واجب قدیم کہا کرو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چار صفات قابل عطا نہیں کہ ان پر الوہیت کا مدار ہے، وجوب، قدیم، خلق، نہ مرنا، دیگر صفات کی تجلی مخلوقات میں بھی ہو سکتی ہے جیسے سمع بصر حیات وغیرہ مگر ان میں بھی بڑا فرق ہو گا رب کی یہ صفات ذاتی، واجب، نہ مٹنے والی اور مخلوق کی عطائی، ممکن، فانی ہے۔

لطیفہ | دیوبندی، وہابی کہتے ہیں کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے کیونکہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَاھِدٌ۔ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۔ وہی ہے غیر میں یہ صفت ماننا شرک فی الصفت ہے ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ عقیدہ تمہارے مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارت کے خلاف ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا بدعت سیئہ ہے جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں ایضاح الحق الصریح میں اس کی اصل عبارت مع ترجمہ لکھا ہے اس معنی پر تمہارا سوال ہی غلط ہے

جواب نمبر ۴:۔ شرک کا فتویٰ غلط ہے اس لئے کہ حضور سرور

عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ میری امت مشرک نہ ہو گی (بخاری) تفصیل گزر چکی ہے۔ بلکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم چودہ سو سال پہلے ایک گمراہ فرقے کی خبر دی تھی کہ وہ فرقہ امت مصطفویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو بات بات پر مشرک کہے گا (ابن کثیر ج ۵) تمہارے اس فتوے سے ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ تم وہی ہو۔ کیونکہ حاضر و ناظر کا عقیدہ چودہ سو سال سے مانا جا رہا ہے جب سے تم پیدا ہوتے ہو۔ اس عقیدہ کو شرک کے کھاتے میں ڈال رہے ہو۔

جواب نمبر ۳۔ اگر مشرک فی الصفت سے یہ مراد ہے کہ چونکہ فی زمانہ لفظ حاضر و ناظر سمیع و بصیر اور علیم و خبیر یا بالفاظ دیگر عالم و من یری (جاننے والا اور دیکھنے والا) کے معنی میں اللہ تعالیٰ انہی معنی کا وہم پیدا کرے گا لہٰذا حضور کو حاضر و ناظر کہنا شرک ہے تو یہ بھی غلط ہے صرف اس جواب کے لیے فقیر نے رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام ہے فنا و بقا ہے اس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاص ناموں مثلاً رؤف، رحیم، شہید وغیرہ سے موسوم کیا ہے ایسے ہی سمیع بصیر، علیم، خبیر، عالم اور من یری سب کا اطلاق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر قرآن مجید میں موجود ہے آیہ کریمہ انہ ھو السمیع البصیر پ ۱۵ رکوع میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمیع و بصیر کہا گیا ہے اور اللہ تعالےٰ کے قول فاسئل بہ خبیرا پ ۱۹ ع سے حضور کا خبیر ہونا ثابت ہے اور

ھُوَ بِکُلِّ شَیٍٔ عَلِیۡمٌ پ ع نیز فوق کل ذی علم علیم پ ۱۳ ع میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علیم فرمایا گیا ہے۔

اور آیہ کریمہ فسیری اللہ عملکم ورسولہ میں یری کا فاعل اللہ تعالےٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہیں یعنی اللہ تعالےٰ بھی لوگوں کے عمل دیکھتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دیکھتے ہیں۔

دلائل قرآنی سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر صفات باری تعالےٰ کا اطلاق شرک نہیں بلکہ عین اسلام ہے۔ کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات حق کے مظہر ہیں۔ آپ پر ان صفات کا اطلاق بحیثیت مظہریت کے ہوگا جیسے دوسری بعض صفات باری تعالیٰ کا اطلاق عام مخلوق پر ہوتا ہے اور فقہا محدثین نے بعض آیات جو شان الوہیت کے لائق نہیں۔ انہیں شان رسول میں بھی بیان فرمائی ہیں ان بزرگوں کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ علامہ اسمٰعیل حقی آفندی حنفی صاحب تفسیر روح البیان۔
۲۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی صاحب تفسیر روح المعانی۔
۳۔ علامہ ابوالبقاء۔
۴۔ علامہ حلبی
۵۔ علامہ طیبی
۶۔ علامہ سبکی۔
۷۔ شیخ اجل شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔

۸۔ امام زرقانی۔
۹۔ علامہ صادی مالکی رحمہم اللہ۔

بطور نمونہ چند آیات کی تفسیر کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیہ کریمہ انہ ھو السمیع البصیر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ سمیع و بصیر ہیں جس کے متعلق حدیث قدسی میں وارد ہے کہ میں اس کی سمع ہوجاتا ہوں تو وہ مجھ سے سنتا ہے اور میں اس کی بصر ہوجاتا ہوں۔ تو وہ مجھ سے دیکھتا ہے لہٰذا آیہ کریمہ کی تحقیق یہ ہوئی کہ ہم نے اپنے عبد مقدس کو اس لیے معراج کرائی کہ ہم اسے اپنی وہ نشانیاں دکھائیں جو ہمارے جلال وجمال کے ساتھ خاص ہیں بے شک وہی عبد مقدس (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری سمع کے ساتھ سمیع اور ہماری بصر کے ساتھ بصیر ہیں بے شک وہ ہمارا کلام ہماری سمع سے سنتے اور ہمارا جمال ہماری بصر سے دیکھتے ہیں (روح البیان پ ۱۵ ع ۱)

۲۔ انہ ھو السمیع البصیر کی ضمیر حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹائی جائے جیسا کہ ابوالبقاء نے بعض علماء سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہ ھو السمیع البصیر کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا کلام سننے والے اور ہماری ذات کو دیکھنے والے ہیں علامہ طیبی نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس ضمیر کا راجع کرنا بعید نہیں۔ اس کے بعد صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ کے غیر پر سمیع و بصیر

کا اطلاق ممنوع نہیں جیسا کہ بعض لوگ وہم کرتے ہیں نہ اس آیت میں ممنوع ہے نہ مطلقاً۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ آیہ کریمہ انہ ھو السمیع البصیر میں ایسی ضمیر کالانا جو دونوں امر کا احتمال رکھتی ہے یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب العزت کی ذات پاک کو دیکھا اور اس کے کلام مبارک کو اسی کے سمع مبارک سے سنا جیسا کہ ابھی ابھی حدیث قدسی کنت لہ سمعا میں اشارہ گزر چکا ہے لہٰذا اس امر کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے (روح المعانی پ ۱۵ ص ۱۳)

۳. بصیرٌ علیم کے معنی ہیں ہے امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے انہ ھو السمیع البصیر کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے کہ یہ ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے اور ان دونوں صفتوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موصوف کرنے کے یہ معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمع و بصر کی ان دونوں صفتوں میں کامل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں کا ادراک کیا جا سکتا ہے جو اللہ تعالےٰ اپنے

---

۳. زرقانی شریف جلد ۳ ص ۱۲۴ والبصیر ای العلیم حکی السبکی نے تفسیر انہ ھو السمیع البصیر ان الضمیر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ومعنی وصفہ بھما انہ الکامل نے السمع والبصر الذین یدرک بھما الآیات التی یریہ ایا ہا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں فالاظھر ان المعنی السمیع لکلام اللہ بلا واسطۃ البصیر ای الناظر الی نور جمالہ بعین بصرہ وھذا مما اختص بہ انتہی ۱۲۔

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانا چاہتا ہے لہٰذا آیہ کریمہ کے روشن معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے کلام کو بلا واسطہ سننے والے اور اس کے نور جمال کو اپنی عین بصر سے دیکھنے والے ہیں اور یہ وہ کمال ہے جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختص ہیں (زرقانی شریف علی المواہب ص ۱۲۴ ج ۳)

۴. وھو بکل شیء علیم یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کو جاننے والے ہیں خواہ ذات الٰہی کی شانیں ہوں یا احکام خداوندی ہوں یا اللہ تعالےٰ کے صفات اور افعال و آثار ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام علوم ظاہر و باطن اوّل و آخر کا احاطہ فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہو گئے ہیں اللہ تعالےٰ کی افضل ترین رحمتیں اور کامل ترین تحفے ان پر نازل ہوں (مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور ص ۳ ج ۱ (خطبہ کتاب)

۵. قول خداوندی فاسئل بہ خبیرا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے متعلق کسی ایسی ہستی سے سوال کرو جو اس کی صفات کا عالم ہو۔ وہ تمہیں مخفی علوم سے خبردار کرے گا۔ اختلاف سائل کے اعتبار سے خبیر مختلف ہو جاتا ہے اگر سائل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں تو خبیر اللہ تعالےٰ ہے اور اگر سائل حضور کے اصحاب کرام ہوں تو خبیر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اگر سائل تابعین ہوں تو خبیر صحابہ کرام ہوں گے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کر کے خبر دیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ سے علم لے کر خبیر ہوں گے (صاوی علی الجلالین ص ۱۳۶ ج ۳)

الجواب وہابی، دیوبندی چاروں اسماء مبارکہ سمیع و بصیر، علیم و خبیر کو ایہام شرک کی بنیاد قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ چاروں حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں شامل ہیں ان کی تصریحات و تشریحات مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۲۱۵ مواہب اللدنیہ ص ۱۸۲ ج ا زرقانی شریف ص ۶۲۴ ج ۳ تا ص ۱۳۸ میں ہے۔

فائدہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے قرآن کریم کو ملاحظہ فرمائیے اس میں حضرت اسحاق علیہ السلام کو علیم فرمایا ہے، سورۃ ذاریات میں ہے وبشروہ بغلام علیم (فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غلام علیم (اسحاق علیہ السلام) کی بشارت دی)

(سوال) قرآن کریم میں انسان کے متعلق فرمایا۔ فجعلناہ سمیعا بصیرًا۔ یہ جعل کی قید سے مقید ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے بنانے سے انسان سمیع و بصیر بنا۔

جواب :۔ یہ ہمیں مضر نہیں کیونکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جعلِ خداوندی کے بغیر سمیع و بصیر نہیں مانتے لیکن قید جعل کا الفاظ میں ہونا ضروری نہیں جیسا کہ آیت کریمہ انہ ھو السمیع البصیر میں حسب تصریحات علمائے مفسرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمیع و بصیر ہیں مگر جعل یعنی بنانے کی قید الفاظ میں مذکور نہیں۔

عقیدہ اہلسنت یہ تو ہمارے عقائد میں شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت کسی غیر کے لیے ثابت کرنا شرک ہے لیکن اس کے ساتھ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ صفات

خداوندی مستقل اور بالذات ہوتی ہیں خدا کی کوئی صفت عطائی اور غیر مستقل نہیں۔ بندوں کے لیے کسی مستقل بالذات صفت کا حصول قطعاً ناممکن اور محال ہے۔

سوال :۔ اگر عطائی و ذاتی کا فرق ہے تو وجوب وجود اور غنائے ذاتی اور قدم وغیرہ دیگر صفات الہیہ بھی پیغمبروں کو عطائی مان لو اور حضور کو خالق واجب قدیم کہا کرو۔

جواب :۔ صفات سے ہمارے نزدیک وہی صفات مراد ہیں جن کا ظہور بندوں میں دین متین اور عقل سلیم کی روشنی میں ممکن ہے ورنہ وجوب وجود اور غنائے ذاتی کا ظہور بندوں کے حق میں قطعاً محال ہے۔ اسی لئے ہمارا ایمان ہے کہ صفت الوہیت (جو غنائے ذاتی کو مستلزم ہے) کا ظہور غیر اللہ کے لیے محال عقلی اور ممتنع بالذات ہے اور جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالےٰ نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرما دیا ہے وہ مشرک اور ملحد ہے مشرکین اور مومنین کے مابین بنیادی فرق یہی ہے کہ وہ غیر اللہ کے لیے عطائے الوہیت کے قائل تھے جس کی عطا عقلاً نقلاً و شرعاً محال ہے اور مومنین کسی مقرب سے مقرب ترین حتی کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں۔ خلاصہ یہ کہ چار صفات قابل عطا نہیں کیونکہ ان پر الوہیت کا مدار ہے۔ وجوب، قدیم، خلق۔ نہ مرنا، دیگر صفات کی تجلی مخلوقات میں بھی ہو سکتی ہے جیسے سمع بصر حیات وغیرہ مگر ان میں بھی بڑا فرق ہوگا رب کی یہ صفات ذاتی، واجب، نہ مٹنے والی اور مخلوق کی عطائی، ممکن، فانی،

عقیدہ اہلسنت

یہ مسلّمات سے ہے کہ ہم اہلسنت اللہ کے بندوں کو صفات خداوندی کی تجلیات کا مظہر مشیت ایزدی اور اُس کی عطاء پر منحصر مانتے ہیں۔ اس عقیدہ کو سمجھنے کے بعد وہابیوں دیوبندیوں کے اس اعتراض کی جڑ کٹ جاتی ہے کہ مشرکین بھی تو اپنے معبودوں میں صفات الٰہیہ مانتے تھے اسی لیے وہ مشرک ہوئے اور تم بھی انبیاء و اولیاء میں صفات الٰہیہ مانتے ہو تو پھر تم مشرک کیوں نہ ہوتے تو جواب خود بخود ہوا کہ مشرکین معبودوں میں صفات الٰہیہ تو مانتے تھے لیکن ان میں اللہ تعالٰی کی مشیت کے منکر تھے۔ مزید ابحاث تفسیر اویسی میں دیکھیے۔

سوال:۔ تمہارا انبیاء اولیاء کو مظہر صفات کہنا عجیب سا ہے اس سے تو شرک کی بو آتی ہے۔ حلول و اتحاد کو علماء کرام نے الحاد و زندقہ کہا اور تم اس کا دروازہ کھول رہے ہو۔

جواب:۔ مخلوق کا مظہر انوار الٰہی ہونا شرک نہیں بلکہ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جس کی حقیقت کو تسلیم کرنا فی الجملہ ضروریات دین سے ہے امکان شرک کا عقیدہ یقیناً کفر خالص ہے لیکن مخلوقات کا مظہر انوار الٰہی اور جلوہ گاہ کمالات ایزدی ہونے کا انکار بھی کفر و الحاد سے کم نہیں۔

بلکہ یہ امر بدیہیات سے ہے کہ عالم کے ہر ذرے میں جو خوبی اور کمال موجود ہے درحقیقت وہ حسن و جمال الوہیت ہی کا ظہور ہے قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا:

فلما اتاها نودی من شاطی الواد الایمن فی البقعۃ

المبارکۃ من الشجرۃ ان یٰموسیٰ انی انا اللہ رب العٰلمین۔

ترجمہ:۔ پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) اس آگ کے پاس تشریف لائے تو ان کو ایک درخت برکت والی جگہ میں میدان کے داہنے کنارے کی طرف سے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) بے شک میں اللہ رب العالمین ہوں۔

سب کو معلوم ہے کہ نہ وادی ایمن کا کوئی کنارہ خدا ہے نہ بقعہ مبارکہ خدا ہو سکتا ہے نہ درخت کو خدا کی ذات قرار دیا جا سکتا ہے۔ نہ وہ آگ خدا کی ذات ہے جو اس درخت پر تیزی سے چمک رہی تھی۔ یہ سب چیزیں انوار الٰہی کے مظاہر ہیں نہ کہ عین ذات خداوندی!

دوسری جگہ سورہ نمل میں یہ واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے۔

فلما جاءها نودی ان بورک من فی النار ومن حولها وسبحٰن اللہ رب العٰلمین۔

ترجمہ:۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس تشریف لائے تو ان کو آواز دی گئی" برکت والا ہے وہ جو آگ میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے اور اللہ رب العالمین کی ذات پاک ہے اس آیت سے اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ اللہ تعالٰی آگ میں جلوہ گر گیا ہے تو شرک ہے اگر یہ عقیدہ رکھے کہ نار و من حولها حق کا مظہر اور تجلیات ربانی کی جلوہ گاہ ہیں تو عین ایمان ہے اس سے واضح ہوا کہ آگ اور اس کا اردگرد اگر مظہر حق اور تجلیات ربانی کا مرکز ہیں تو انبیاء و اولیاء کے لیے ماننے سے شرک کیوں۔ اس کی مزید تفصیل و تحقیق فقیر کے رسالہ

فناء وبقا میں ہے۔

سوال: قرآن کریم نے فرمایا۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ وہ لوگ اپنے قلم پانی میں ڈال رہے تھے حضرت مریم کے حاصل کرنے کے لیے وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ۔ آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنے معاملے پر اتفاق کیا وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ۔ آپ مغربی کنارہ میں نہ تھے جب کہ ہم نے موسیٰ کی طرف بھیجا۔ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا۔ آپ طور کی طرف نہ تھے۔ جب کہ ہم نے حضرت موسیٰ کو آواز دی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ گذشتہ زمانہ میں جو یہ مذکورہ واقعات ہوئے اُس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے صاف ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔

جواب الزامی:۔ شکر ہے مخالف نے تو مان لیا کہ شاہد بمعنی حاضر ہے اگر شاہد بمعنی نہ مانتا تو دلیل میں نہ پیش کرتا۔

جواب نمبر ۲:۔ یہ اعتراض اس طرح کا ہے کہ ہمارے عقیدہ کو سمجھا نہیں، سمجھا ہے تو پھر دھوکہ کے طور پر سوال کیا ہے ہم بار بار عرض کر چکے ہیں کہ حاضر و ناظر کی تین صورتیں ہیں ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔ آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ آپ اس جسم پاک وہاں موجود نہ تھے۔ ان میں یہ کہاں ہے کہ آپ ان واقعات کو ملاحظہ بھی نہیں فرما

رہے تھے۔ اس جسد عنصری سے وہاں نہ ہونا اور ہے اور ان کے واقعات کو مشاہدہ فرمانا اور، بلکہ آیات مذکورہ بالا کا مطلب بھی یہی ہے کہ اے محبوب علیہ السلام آپ وہاں جسم سے موجود تھے۔ روحانی طور موجود ہونا اور ہے اور مشاہدہ کی نفی بھی نہیں۔ ہمارا عقیدہ روحانی اور مشاہدہ کا ہے جیسے بار بار کہا گیا ہے۔ علامہ صاوی تفسیر صاوی سورۂ قصص میں انہی آیات کے تحت لکھتے ہیں کہ

وهذا بالنظر للعالم الجسماني لاقامة الحجة للخصم واما بالنظر للعالم الروحاني فهو حاضر رسالة كل رسول وما وقع له من لدن آدم الى ان ظهر بجسمه الشريف ولكن لا يخاطب به اهل العناد۔

خلاصہ یہ ہے کہ ارسال رسل اور ان کے زمانہ رسالت کے واقعات پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر موجود نہ ہونا عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے یعنی ان واقعات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی حضور نہ تھا اور اگر عالم روحانی کے اعتبار سے نظر کی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر اپنے زمانہ تک ہر رسول کی رسالت اور تمام واقعات پر حاضر ہیں یہاں تک کہ حضور نے اپنی جسمانیت مطہرہ کے ساتھ ظہور فرمایا لیکن یہ ایسی باتیں ہیں جن کے ساتھ اہل عناد کو خطاب نہیں کیا جا سکتا۔

علمی و تحقیقی جواب

آیات میں جسمانی نفی بقاعدہ نحویہ یقینی ہے اس لیے کہ نحو کا قاعدہ ہے کہ جاد مجرور اور ظرف کو متعلق ضروری ہے پھر متعلق دو قسم ہے۔ لغو و مستقر یعنی ظاہر و مستتر۔ دوسرا قاعدہ ہے کہ جن آیات میں متعلق مقدر ہو اور اس طرح کی ایک یا زائد آیات میں ظاہر ہے تو ان تمام مقدر میں وہی ظاہر ماننا لازمی ہے ان تمام آیات میں (جاد و مجرور و ظرف کا) متعلق مقدر ہے صرف "وما کنت ثاویا" میں ظاہر ہے اس قاعدہ پر تمام دوسری آیات میں بھی ثاویا مقدر ماننا پڑے گا اور ثاویا بمعنی جسم سے مقیم اس لیے کہ یہ ثوی سے ہے بمعنی کسی جگہ جسم سے ٹھہرنا جیسے قرآن مجید میں ہے مثوی للمتکبرین ومثوی للکافرین اور مشہور دعا ہے "واجعل الجنة مثواہ" اب مطلب صاف ہے کہ آیات مذکورہ کا معنی ہے کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان میں جسم کے ساتھ مقیم نہ تھے باقی رہا روح سے مقیم ہونا۔ اس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے جب کہ بیشمار احادیث میں آپ کا ادوار سابقہ میں موجود ہونا ثابت ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالٰی نے لا ترفعوا اصواتکم فوق النبی اور تم ہر وقت چیخنے چلاتے رہتے ہو۔

جواب:۔ مخالفین نجی ہیں یا عمداً دھوکہ دیتے ہیں اس لیے کہ یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے ظاہری احکام اور ہیں باطنی اور، معنوی اور۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہمیشہ یہی اصول رہا کہ آپ کے ساتھ ظاہری طور قریب ہوتے تو وہی

آداب بجا لاتے جو آپ کے لائق ہیں لیکن آپ سے بظاہر دور ہوتے تو معنوی احکام کو مدنظر رکھتے۔ مثلاً اسی بلند آوازی کو دیکھیے کہ نزول آیۃ کے بعد جیطرح ان حضرات نے عمل کیا کسی کو نصیب نہ ہوا۔ لیکن آپ سے غائبانہ اپنے امور اس طرح سر انجام دیتے جیسے ان کا معمول تھا۔ مثلاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھیے کہ حضور حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کبھی انکا بلند آواز بولنا ثابت نہیں لیکن معمولات زندگی کا حال سب کو معلوم ہے کہ آپ جہیر الصوت تھے اونچا بولتے ہی رہتے۔ ان کے جہیر الصوت ہونے کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

روح المعانی ص ۱۳۴ ج ۲۶ پ ۲۶ و فتح الملہم ص ۲۷۰ ج ۱ میں ہے

ثم ان من الجهر ما لم يتناوله النهي بالاتفاق وهو ما كان منهم في حرب او مجادلة معاند وارهاب عدو او ما اشبه ذلك مما منه تاذ او استهانة ففي الحديث انه عليه الصلوة والسلام قال للعباس بن عبد المطلب لما ولى المسلمون يوم

پھر جہر (بلند آوازی) کی بعض وہ صورتیں ہیں جن کو نہی قرآنی بالاتفاق شامل نہیں اور وہ وہ صورتیں ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تکلیف پانے یا حضور کی بے ادبی ہونے کا خیال تک پیدا نہ ہو سکے مثلاً لڑائی یا مجادلہ یا دشمن کے ڈراتے وغیرہ کے مواقع پر (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں) آواز بلند کی جائے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب غزوہ حنین کے دن

خنلین ناد اصحاب السمرۃ
فنادی باعلیٰ صوتہ این
اصحاب السمرۃ لکان
رجلا مبتایردی ان غارۃ
آتتہم یومًا فصاح العباس
یا صباحاہ فاسقطت الحوامل
شدۃ صوتہ۔

مسلمان میدان جہاد میں چلے گئے
تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
حضرت عباس بن عبد المطلب سے
فرمایا کہ اصحاب سمرہ یعنی بیعت
الرضوان کو آواز دو تو حضرت عباس
نے اونچی آواز سے یا صباحاہ کہہ
کر پکارا تو ان کی شدت آواز کی وجہ
سے حاملہ عورتوں کے حمل گر گئے۔

انتباہ یہ قاعدہ تاحال جاری ہے کہ گنبد خضراء کی حاضری کے وقت جالی مبارک کے سامنے ہُو کا عالم ہے کہ نجدیوں تک سب خاموش بلکہ نجدی اس پر عمل کرانے پر مجبور کرتے ہیں۔

جواب :۔ وہ رفع الصوت، بے ادبی و گستاخی ہے جس میں تاذی یعنی تکلیف محسوس کرنا) ہو خواہ وہ ظاہری زندگی میں ہو یا بعد الوصال، لیکن وہ بھی صوری و معنوی احکام کے پیش نظر ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں آپ کے سامنے ایسا رفع صوت حدیث میں وارد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاذی (تکلیف پانے) اور بے ادبی کے شائبہ سے پاک ہو۔ جب حیات ظاہری میں اس قسم کا رفع صوت ناجائز نہیں تو بعد الوصال کس طرح ناجائز ہوگا۔ یاد رکھیے جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاذی (تکلیف پانے) یا استہانت (بے ادبی ہونے) کا تخیل نہ ہو اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رفع صوت

ہرگز جائز نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر کوئی چیز اس تاذی یا استہانت کے تخیل کا موجب ہو سکے تو ایسی صورت میں رفع صورت ناجائز ہوگا۔ مثلاً روضہ اطہر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہونا۔ اس کے بعد دوسرے درجے میں حدیث شریف کی قرأت کا موقعہ یا پھر اس سے بھی نیچے مرتبے میں عالم دین کی موجودگی کا ہونا رفع صوت کے ناجائز ہونے کا سبب قرار پائے گا۔ کیونکہ یہ تمام مواقع ایسے ہیں کہ جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تکلیف پانے یا حضور کی بے ادبی ہونے کا تخیل ہوسکتا ہے اس کے علاوہ جہاں اس تخیل کا امکان نہ ہو وہاں بھی رفع صوت کو ناجائز کہنا دلائل شرعیہ کے خلاف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ جب آیہ کریمہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی آواز بہت بلند تھی گھر میں بیٹھ رہے جب ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ بارگاہ رسالت میں کیوں حاضر نہیں ہوتے تو انہوں نے کہا۔ لقد علمتم انی ارفعکم صوتا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اھل النار کہ تم جانتے ہو کہ میں تم سب میں زیادہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی آواز پر بلند آواز کرنے والا ہوں اس لیے (آیہ کریمہ کی رو سے) میں اہل نار سے ہوں، حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں ان کے حق میں ارشاد فرمایا۔ بل ھو من اھل الجنۃ وہ اہل نار سے نہیں بلکہ اہل جنت سے ہیں۔ دیکھیے حضور کی حیات ظاہری میں حضرت ثابت بن قیس کا رفع صوت ناجائز قرار نہ پایا محض اس لیے کہ وہ تخیل تاذی و استہانت سے پاک تھا۔

اضحوکہ مخالفین قرآن و حدیث سمجھے بغیر سوال کر دیتے ہیں۔ آیت میں فوق صوت النبیؐ کی نفی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو ہو رہی ہے تو تم ان کی آواز کے اوپر اپنی آواز بلند نہ کرو نہ کہ ان کی ذات پر۔ ہاں وہ مجاز ہے کہ آپ کے سامنے آواز بلند نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

سوال :۔ ہر شخص جانتا ہے کہ شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے بیت المقدس کی طرف چلے تو مکہ میں نہ رہے پھر جب مسجد اقصیٰ سے پہلے آسمان پر پہنچے تو مسجد اقصیٰ آپ سے خالی ہو گئی اور دوسرے آسمان پر پہنچے تو پہلے پر آپ نہ رہے۔ اسی طرح ساتوں آسمانوں کی طرف چلے جائیے۔ پھر جب آپ وہاں سے واپس آئے تو سماوات آپ کے وجود سے خالی ہو گئے اگر حاضر و ناظر کا مسئلہ حق ہو تو معراج باطل ہوتی ہے کیونکہ جانے اور آنے کے معنی یہ ہیں کہ جانے سے پہلے جانے والا اس مقام پر موجود نہیں جہاں جانا چاہتا ہے اور آنے کے بعد اس جگہ نہیں رہا جہاں سے آیا ہے اس لیے حاضر و ناظر کے عقیدے کے ساتھ معراج کا عقیدہ جمع نہیں ہو سکتا۔ اگر تم معراج کے قائل ہو تو حاضر و ناظر کا انکار کرو۔ اگر حاضر و ناظر کو صحیح مانتے ہو تو عقیدہ معراج جسمانی کا انکار کر دو۔

جواب نمبر ۱ :۔ یہ سوال عموماً ان کے جاہل واعظین وعظ و تقریر کو رنگین بنانے کے لیے جاہلوں کو خوش کرتے ہیں لیکن حقیقت وہی ہے کہ یہ سوال بھی مبنی بر جہالت ہے اس لئے کہ معراج

جسمانی میں جن جگہوں کو خالی بتایا جا رہا ہے وہ جسم سے خالی ہو رہی ہیں یعنی جب معراج جسمانی ہوئی تو آنا جانا بھی جسم اقدس ہی سے متعلق ہوا۔ جہاں سے حضور چلے وہاں سے حضور کی جسمانیت منتقل ہوئی اور جہاں پہنچے وہاں جسمانیت پہنچی۔ جہاں سے آئے۔ جسمانیت وہاں سے روانہ ہوئی۔ اس ضمن میں جو جگہ حضور سے خالی ہوئی وہ حضور کی نورانیت اور روحانیت سے نہیں بلکہ حضور کی بشریت اور جسمانیت سے خالی ہوئی جب ہم جسمانیت اور بشریت کے ساتھ حضور کے حاضر و ناظر ہونے کے قائل نہیں تو حدیث معراج ہمارے دعوٰی کے کس طرح معارض ہو سکتی ہے اسے یوں سمجھیے کہ سورج صبح کو مشرق سے طلوع ہو کر مغرب تک ایک علاقہ سے چلا تو دوسرے علاقہ میں اس کا جسم نہیں لیکن اس کے نور کی کرنیں لمحہ بھر بھی کسی علاقہ سے خالی نہیں تو جسم کی نفی سے اس کی نورانیت کی نفی کیسے ہوئی یہی حال معراج اقدس کا ہے لیکن دھوکہ باز کو کون سمجھائے کہ جب تم نے ہمارے موقف کو سمجھا ہی نہیں تو اعتراض کیوں۔

جواب نمبر ۲ :۔ معراج کی کیفیت کو مخالف چھپا جاتا ہے اور اس کے سامعین بھی اس کی طرح نجی ہیں، معراج اقدس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنا جانا تھا کیسے بیت اللہ سے لامکان اور درمیان میں بےشمار امور پر عملدرآمد ہوا۔ اس کے باوجود ہم سب کا عقیدہ ہے کہ یہ تمام سفر جسمانیت سے "قبیل رد العین" آنکھ جھپکنے سے بھی بہت پہلے آنا جانا ہوا۔ اب بتلائیے جن کی اتنی

تیز رفتاری ہو اس سے مکانات خالی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خود آنکھ کی پتلی کی پرواز کا یہ حال ہے کہ بیک وقت آسمان اور گرد و نواح میں بھی ہے اور مرکز میں بھی وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ واقعی حضور علیہ السلام کا معراج جسمانی ماننا فرض ہے اس کا منکر کافر ہے لیکن معراج جسمانی ماننے سے حاضر ناظر کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضور علیہ السلام الحمد للہ جب مکہ میں تھے تو بیت المقدس میں بھی تھے بیت المقدس میں تھے تو کعبہ آپ کے وجود سے خالی نہیں ہو گیا تھا آپ اس وقت آسمانوں پر بھی تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

سوال :۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاضر ناظر نہیں ہے آیت پاک یہ ہے الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم و لا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذالک ولا اکثر الا ھو معھم این ما کانوا ثم ینبئھم بما عملوا یوم القیمۃ ط ان اللہ بکل شیء علیم۔

ترجمہ :۔ اے سننے والے کیا تو نے دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ جہاں کہیں تین اشخاص کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی۔ مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے۔ جہاں کہیں ہوں پھر انہیں قیامت کے دن بتا دے گا جو کچھ انہوں نے کیا۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے

جواب :۔ اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ کا حاضر و ناظر ہونا

اور عالم الغیب ہونا بالاستقلال بے شک ثابت ہے لیکن یہ کہاں اور کن الفاظ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی ولی کو یہ قدرت نہیں دی اور باذن اللہ بھی خدا کے سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا اور حاضر و ناظر بھی باعلام اللہ کوئی نہیں۔ یہ کہاں ہے تفسیر بالرائے کرنا حرام ہے اس آیت پاک کی تفسیر میں کس مفسر قرآن نے لکھا ہے یہ کس حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی و بزرگ کی روح کو حاضر و ناظر ہونے کی قدرت نہیں دی۔ بقول شما اگر اس آیت پاک کا یہی مفہوم ہے جو کہ آپ نے فرمایا ہے۔ تو فرمائیے کراماً کاتبین جو کہ ہر شخص کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں اس کے متعلق کیا حکم ہوگا اور ان کے متعلق جو کہ ان کو حاضر و ناظر سمجھے کیا فتویٰ ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیے غیر مقلدین کے مشہور معروف حافظ محمد صاحب لکھوکے نے اپنی تفسیر محمدی منزل ہفتم ص ۳۶۸ میں لکھا ہے۔

وَاِنَّ علیکم لَحٰفِظِیْنَ ۙ کراماً کاتبین ۙ یَعْلَمُوْنَ ما تَفْعَلُوْنَ

پ ۳۰ الفطارعہ دوسرا

ترجمہ :۔ تحقیق اوپر تہاڈے البتہ نگہبان ہیں بزرگوار لکھنے والے جاندے ہیں فرشتے جو کچھ کردے ہو تسیں۔ جانن اوہ فرشتے کاتب جو تسیں کردے نیکیاں بدلہ جنت بدیاں بدلہ دوزخ پاؤ۔ فرمائیے کراماً کاتبین کو حاضر ناظر نہیں مانتے تو حافظ محمد صاحب لکھوکے والوں پر کیا فتویٰ ہے۔

سوال :۔ اگر لفظ شاہد و شہید سے حاضر و ناظر ثابت ہوتا ہے تو پھر تمام امت نبی مصطفےٰ بھی حاضر و ناظر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے امت کے لیے فرمایا ہے :

وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء
علی الناس پ۲ البقرۃ

یہاں لفظ شھداء شہید کی جمع ہے بمعنی گواہ یا حاضر اور تمام امت کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح حاضر وناظر مانو۔

جوابات

۱۔ آیت میں تمام امت (کافر۔ مومن۔ فاسق وفاجر۔ نیک صالح) کو گواہ تسلیم کیا جائے تو قرآن کے اصول اور اسلام کے ضابطہ کے خلاف ہے کیونکہ قرآن واسلام کا مسلم ضابطہ ہے گواہ صرف اور صرف مومن صالح ہو سکتا ہے فاسق وفاجر نہیں چنانچہ فرمایا،

واشھدوا ذوی عدل منکم۔

ثابت ہوا کہ آیت میں گواہی عام نہیں بلکہ ان کاملین اولیاء کی گواہی مراد ہے جنہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال اتباع میں یہی مرتبہ حاصل ہے کہ ان کے لیے جملہ عالم کف دست کی طرح ہے یا وہ جملہ عالم پر محیط ہیں اور وہ انہیں اپنے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل نصیب ہوئے۔ اس کی تفصیل تو فقیر نے اپنی کتاب "الانجلاء فی تطور اولیاء" میں عرض کر دی ہے، چند حوالے یہاں حاضر ہیں۔

۱۔ حضرت علامہ اسماعیل حقی حنفی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

قال الغزالی رحمۃ اللہ تعالی والرسول له الخیار فی طواف العالم مع ارواح الصحابة رضی اللہ عنھم لقد راہ کثیر من الاولیاء (روح البیان ص ۹۹ ج۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کو اطراف عالم میں سے مع ارواح صحابہ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں۔

۲۔ اخبار الاخیار شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ص ۱۵ پر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا قول منقول ہے۔

بعزت پروردگار کہ نیک بختاں وبد بختاں ہمہ عرض کردہ می شوند بر من ونظر من در لوح محفوظ است منم غواص دریائے علم ومشاہدہ الہی من حجت خداوندم برتمامہ شما ونائب رسول اللہ ووارث اویم۔

ترجمہ:- بخدا کہ نیک بخت وبد بخت دونوں میری نظر میں ہیں کیونکہ لوح محفوظ میری نگاہ میں ہے میں علم ومشاہدہ الہی کا غواص ہوں اور میں اللہ تعالے کی حجت ہوں سب پر اور میں رسول اللہ کا نائب اور وارث ہوں۔

۳۔ حضرت امام ابو المواہب الشیخ عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ نے فرمایا کہ

واما شیخنا سیدی علی الخواص فسمعتہ یقول

ہمارے شیخ سیدی علی خواص سے میں نے سنا کہ ہمارے نزدیک

لا یکمل الرجل عندنا حتیٰ یعلم حرکات مریدہ فی انتقالہ فی الاصلاب وھو نطفۃ من یوم الست بربکم الیٰ استقرارہ فی الجنۃ اوالنار واللہ تعالےٰ اعلم (کبریت احمر ص ۱۶۵)

ولی کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے مرید کے الست سے لے کر دوزخ وبہشت کے داخلہ تک کے حالات سے باخبر نہ ہو۔

یک نہ شُد دو شُد | یہ باتیں وہابی دیوبندی حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شرک کا فتویٰ دیتے ہیں لیکن ان اولیاء کرام کے لیے کیا کہیں گے جو محبوبانِ خدا کے لیے ثابت کرتے ہیں۔

تائیدِ قرآن | سورہ الحدید پارہ نمبر ۲۷ میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ والذین آمنو باللّٰہِ و رسلہ اولئِک ھم الصدیقون والشُہداء عند ربھم۔

قیامت میں صرف محبوبانِ خدا کی گواہی قابل قبول ہے نہ کہ فجّار وفساق کی گواہی، معترض کی عقل پہ پالے پڑ گئے کہ وہ یہ نہ سوچ سکا کہ فساق وفجّار بیچارے تو اپنے جرائم ومعاصی میں خود مجرم ہیں، وہ گواہ کیسے بنیں گے، ہاں گواہ وہی ہوں گے جو گناہوں اور معاصی وجرائم سے پاک ہوں گے یعنی اولیاء کرام (صحابہ عظام واہلبیت کرام) اور ان کے لیے بھی ہمارا یہی نظریہ ہے کہ ان کے لیے جملہ عالم کف دست بلکہ اس

سے بھی کم تر ہے حضرت پیرانِ پیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

نظرتُ الی بلاد اللہ جمعًا
کخردلۃ علی حکم اتصال

خلاصہ جواب | آیت میں شہداء سے گواہ مخصوص حضرات مراد ہیں چنانچہ عمدۃ المفسرین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ نے تفسیر عزیزی پ ۲ میں تحریر فرمایا کہ

درانیجا تفسیرے است بغایت دلچسپ کہ از بعضے قدمائے مفسرین منقول شدہ واز اکثر اشکالات مذکور نجات میدہد حاصلش آنکہ در وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا مخاطب کسانے اند کہ نماز بسوئے قبلتین گذاردہ اند یعنی مہاجرین اولین وانصار سابقین کہ علو درجہ آنہا در ایمان معروف ومشہور است۔ ا

اور اس سے کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں

لیکن اگر در اینجا تمام امت را از اوّل تا آخر اعتبار کنیم فائدہ تکلیف برہم میگردد۔ زیراکہ بعد از انقضائے تمام اُمت ہیچکس باقی نخواہد ماند کہ قول ایشاں بروئے حجت تواند شد پس معلوم شد کہ مراد اہل ہر زمانہ اند چوں اہل ہر زمانہ مخلوط میباشند عالم وجاہل وصالح وفاسق ہمہ در آنہا موجود میشوند بقرائن عقلیہ معلوم شد کہ اعتبار بہ گفتہ علمائے مجتہدان متدین است نہ غیر ایشاں۔ بہرحال اجماع ایشاں وامم دیگر فرقے

نماند و ایں شرفے است عظیم کہ ایں اُمت را بہ ہیت اجتماعیہ حکم پیغمبر معصوم از خطا واجب القبول است، ہمچناں حکم ایں امت باجتماع معصوم از خطا واجب القبول۔

اس عبارت سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ تمام امت اوّل سے آخر تک مراد نہیں بلکہ اولیائے امت مراد ہیں اور اولیاء کرام کو کرامتہً یہ عہدہ نصیب ہوا۔ اور یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے معتزلی انکار کرتے اور کہتے تھے کہ سوائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ولی کو کوئی کمال حاصل نہیں نہ علمی اور نہ کوئی اور۔

افسوس ہے کہ ہمارے دور کے معتزلہ سابقہ معتزلہ سے زیادہ بدقسمت نکلے کہ وہ صرف اولیاء کرام کے کمالات کے منکر تھے اور یہ اولیاء کرام کے کمالات کے بھی منکر ہیں اور خود نبی پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے بھی بلکہ ایسے علمی کمالات کے قائل کو مشرک اور بے دین سمجھتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

جواب نمبر ۲:۔ ہمارا سوال ہے کہ باب شہد (شاہد، شہید) کا قاعدہ ہے اس کا صلہ علیٰ ہو تو اس سے ضرر کا معنی مراد ہوتا ہے جیسے شہدت علیہ (میں نے اس پر گواہی دی تاکہ اس پہ دوسرے کا حق ثابت ہو) میں ضرر ثابت ہے اور اگر اس کا صلہ لام ہو تو اس سے فائدہ مقصود ہوتا ہے مثلاً شہدت لَہٗ (میں نے اس کے لیے گواہی دی تاکہ اس کا حق ثابت ہو) میں فائدہ مطلوب ہو۔

یہ قاعدہ سمجھنے کے بعد ہر دونوں آیتوں (۱)

۱. یکون الرسول علیکم شہیداً۔

۲. لتکونوا شہدا اعلی الناس، میں لفظ علی واقع ہے تو بقاعدہ مذکورہ نبی علیہ السلام اور اُمت کی ضرر کی شہادت ثابت ہوتی ہے حالانکہ یہ غلط اور سراسر غلط ہے کیونکہ امت کی گواہی تو کفار کے حق میں ضرر کی شہادت ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت تو نفع کی ہوگی کیونکہ آپ اپنی امت کی صلاحیت شہادت کا تزکیہ فرمائیں گے اور جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں تحریر فرمایا ہے۔

ولہٰذا چوں امم دیگر در مقام رد شہادت ایشاں خواہند گفت کہ شما از چہ رو شہادت میدہید حال آنکہ در وقت ما نبودید و حاضر واقعہ نشدید ایشاں جواب خواہند گفت کہ ما را خبر خدا بوساطت پیغمبر خود رسید و نزد ما در افادہ یقین۔

۳. بہتر از دیدن و حاضر شدن گردید و در شہادت علم یقینی بہ مشہود علیہ می باید بہر طریق کہ حاصل شود

تفسیر مظہری و دیگر تفاسیر معتبرہ میں اس مضمون کی تصریح موجود ہے کہ شہدا علی الناس" کے معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے عادل لوگ قیامت کے دن پچھلی امتوں پر اس امر کی گواہی دیں گے کہ انبیاء علیہم السلام نے ان تمام احکامات الٰہیہ کی تبلیغ فرما دی وہ امتیں اعتراض کریں گی کہ یہ ہمارے زمانے میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے حاضر و ناظر نہ تھے تو ان کو ہمارے خلاف گواہی دینے کا کیا حق ہے؟ اس اعتراض کے جواب میں امت محمدیہ یہ نہ کہے گی کہ شہید

کے معنی حاضر و ناظر نہیں بلکہ ان کے اس اعتراض کا یہ جواب دے گی کہ تبلیغ انبیاء علیہم السلام کا یقینی علم ہی ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوا ہے جو ہمارے مشاہدہ سے زیادہ یقینی ہے اس لیے ہم گواہی کے اہل ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور کی امت پر شاہد بنائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کا تزکیہ فرماتے ہوئے ان کے تمام افعال و اعمال، ایمان و اعتقادیات ظواہر و بواطن کی گواہی دیں گے۔ ہمارے اس سوال کا جو جواب مخالفین دیں وہی ہمارا جواب ہوگا۔

توضیح اویسی غفرلہ

ممکن ہے یہاں ہمارا مخالف غلط سلط جواب بنا کر حسب عادت فساد پیدا کر دے اسی لیے فقیر اویسی غفرلہ خود اسکی توضیح عرض کرتا ہے وہ یہ کہ جہاں فعل کا صلہ اپنے محل پر واقع نہ ہو وہاں فعل میں تضمن بہ فعل دیگر لازم ہو جاتا ہے مثلاً یہاں شہید کے بعد علیٰ واقع ہے لیکن شہید کا اصلی معنی قرآن و حدیث کو ٹکراتا ہے تو پھر لازماً "شہید کو الرقیب والمطلع" کے معنی میں لانا ہوگا چنانچہ محققین اہل تفاسیر نے وہی فرمایا۔ جو فقیر اویسی غفرلہ نے عرض کیا ہے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے تفسیر عزیزی میں لکھا۔

بلکہ می تواں گفت کہ شہادت درینجا بمعنی گواہی نیست بلکہ بمعنے اطلاع ونگہبانی است تا از جادہ حق بیرون نرویدچنانچہ واللہ علی کل شئی شہید ودر مقولہ حضرت عیسیٰ کہ کنت علیہم ما دمت حیا فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شئی شہید۔ وچوں ایں نگہبانی و

اطلاع طریق تحمل شہادت است وتحمل شہادت برائے ادائے شہادت باشد و در احادیث ایں شہادت را بگواہی روز قیامت تفسیر فرمودہ اند بیاناً لحصر المعنی لا لتفسیر اللفظ۔

۲۔ بلکہ یہاں یہ کہا سکتا ہے کہ شہادت کا یہاں بمعنی گواہی بلکہ اطلاع ونگہبانی کے معنی میں ہے تاکہ قاعدہ سے خارج نہ ہونا پڑے جیسے واللّٰہ علیٰ کل شئیٍ شہید اور مقولہ عیسیٰ علیہ السلام کنت علیہم الخ وانت علی کل شئیٍ شہید میں شہید بمعنی مطلع ونگہبان ہے جب یہ نگہبانی واطلاع تحمل شہادت کا طریقہ ہے وتحمل شہادت برائے ادائے شہادت ہے اور احادیث میں جو گواہی کا لفظ ہے اس کی یہی تفسیر ہے وہ بھی معنی حصر کرنے کے لیے ہے نہ یہ کہ وہی لفظ شہادت کی وہی تفسیر ہے۔

۲۔ بیضاوی شریف میں اسی آیت، ویکون الرسول علیکم شہیداً۔ میں امت کی گواہی والی حدیث لکھنے کے بعد وہابیوں دیوبندیوں والے اعتراض کا جواب لکھتے ہیں کہ

وھذہ الشہادۃ وان کانت لھم لکن لما کان الرسول علیہ السلام کالرقیب

المھتمن عدی بعلی وقدمت الصلۃ للدلالۃ علی اختصاصھم بکون الرسول شہیدا علیھم۔

صاحب روح البیان نے ان آیت کے تحت خوب لکھا فقیر تخصیص کرکے صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہے پہلے شہادۃ کے صلہ علیٰ ولام کا قاعدہ سوالیہ طور لکھ کر اس کا جواب دیتے ہیں کہ الشہید بمعنے الرقیب والمطلع

ہے اس کے بعد حدیث شہادۃ امت لکھ کر ایسی بہترین توجیہ تحریر فرمائی جو نہایت ہی اعلیٰ ہے یہ انہی کا حصہ تھا میں نے دوسری تفاسیر میں اس طرح کی تحقیق نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں بے شمار مراتب علیا سے نوازے۔ اصل عربی یا فقیر کا ترجمہ فیوض الرحمن پارہ دوم تحت آیت ہذا ایک بار ضرور دیکھ لیں۔ ایمان تازہ ہو گا۔ اسی لئے مخالفین اس تفسیر کے حوالہ جات سے کتراتے ہیں حالانکہ یہ وہ بے نظیر تفسیر ہے جس کی گری سے تفسیر روح المعانی معرض وجود میں آئی ہے تعجب ہے کہ مخالفین گداگر (روح المعانی) کو تو مانتے ہیں لیکن داتا (روح البیان) کو نہیں مانتے (دلیے ان قسمت کے ماروں کو داتا سے ازلی دشمنی ہے) روح المعانی پر روح البیان کے فیضان تحقیق فقیر کی کتاب، "الفیضان علی روح البیان"، ہی دیکھئے۔

جب مفسرین نے حضور کے شہید ہونے اور امت کے شہید ہونے کے ایک معنی مراد نہیں لئے بلکہ دونوں معنیٰ کی جداگانہ تفسیر فرما دی تو کسی اور کو کیا حق حاصل ہے کہ تصریحات مفسرین کے خلاف دونوں کی شہادت کو یکساں قرار دے۔

دوسرا فرق

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضور مع المشاہدہ بلا تاویل ہے اور حضور کی امت کے خواص اولیاء کا حضور مع المشاہدہ بتاویل علم یقینی ہے اسی لیے اس فرق پر دونوں شہادتوں کا علیحدہ علیحدہ صلہ ماننا ضروری ہے اور خواص اولیاء کے متعلق حضرت امام ابن عابدین المعروف امام شامی رحمہ اللہ تعالیٰ "سل الحسام" میں لکھتے ہیں کہ

اَلْخَوَاصُ یَجُوْزُ اَنْ یَعْلَمَ الْغَیْبَ فِیْ قَضِیَّۃٍ اَوْ قَضَاءٍ کَمَا وَقَعَ لِکَثِیْرٍ مِنْھُمْ وَاشْتَھَرَ جائز ہے کہ خاص خاص حضرات کسی معاملہ یا فیصلے میں غیب جان لیں جیسا کہ بہت سے اولیاء اللہ سے واقع ہوا اور یہ مشہور بھی ہو گیا۔

بلکہ حدیث شریف میں ہے۔ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ ترمذی شریف (کتاب التفسیر) مومن کی فراست سے ڈرو اس لیے کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے۔ اور امام زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ جلد ۷ ص ۲۲۸ میں فرمایا ہے کہ

قَالَ فِیْ لَطَائِفِ الْمِنَنِ اِطِّلَاعُ الْعَبْدِ عَلٰی غَیْبٍ مِنْ غُیُوْبِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِنُوْرٍ مِنْہُ بِدَلِیْلِ خَبَرِ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ لَا یُسْتَغْرَبُ وَھُوَ مَعْنٰی کُنْتُ بَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ فَمَنْ کَانَ الْحَقُّ بَصَرَہٗ فَاطِّلَاعُہٗ عَلٰی غَیْبِ اللّٰہِ لَا یُسْتَغْرَبُ۔

واقعی امر یہ ہے کہ حسب مضمون حدیث شریف پروردگار جس کی بینائی ہو اس کا غیب پر مطلع ہونا کیا بعید ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ زبدۃ الاسرار میں حضرت محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی کا ارشاد نقل فرماتے ہیں

قَالَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَا اَبْطَالُ یَا اَطْفَالُ ھَلُمُّوْا وَخُذُوْا عَنِ الْبَحْرِ الَّذِیْ لَا سَاحِلَ لَہٗ وَعِزَّۃِ رَبِّیْ اِنَّ السُّعَدَاءَ وَالْاَشْقِیَاءَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی وَاِنَّ بُؤْبُؤَۃَ

عَيْنِيْ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَاَنَا غَائِصٌ فِيْ بِحَارِ عِلْمِ اللّٰهِ۔

اب بمعنیٰ تعالیٰ وکرمہ اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ سعداء اور اشقیاء اولیاء پر پیش کیے جاتے ہیں اور ان کی آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں رہتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے دریا میں غوطہ زن رہتے ہیں مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والرضوان گفتہ اند کہ زمین در نظر این طائفہ چوں سفرہ ایست و ما میگوئیم چوں روئے ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست یعنی عزیزان رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ زمین اولیاء کے گروہ کے سامنے ایک دسترخوان کی مثل ہے اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند فرماتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ روئے ناخن کی مثل ہے اور کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

اولیاء کے علوم وحضور کے متعلق مزید تصریحات اسی کتاب کے آخر میں عرض کروں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

جواب نمبر ۳ :- علم تفسیر کا قاعدہ ہے کہ کبھی ایک لفظ کے معنی ایک شخص کی نسبت سے کچھ ہوتے ہیں اور دوسرے کی نسبت سے کچھ اور۔ اس قاعدہ کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ صلوۃ اور ہدایت وغیرہا الفاظ مختلف موقعوں پہ مختلف معانی میں مستعمل ہوتے ہیں۔

۲۔ آیہ کریمہ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ میں ایک ہی لفظ مکر ہے جو ایک جگہ کفار کے لیے اور دوسری جگہ حق تعالیٰ

کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور ایک جگہ معنی کچھ ہیں اور دوسری جگہ کچھ اور[1]۔ حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت کلام اللہ میں لفظ ظلم وارد ہے فرمایا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا،

ان دونوں مقاموں میں ظلم بمعنی ترک اولیٰ ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

مذاق جمہور اہل تفسیر آنست کہ ظلمی کہ این ہر دو بزرگ بخود نسبت فرمودہ اند ظلم حقیقی نبود بلکہ ترک اولیٰ۔ دوسری آیت لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ۔ میں ظلم کے معنی حقیقی جو فسق ہیں مراد ہیں۔ چنانچہ یہی شاہ صاحب رحمہ اللہ اسی تفسیر میں آیۃ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ کی نسبت فرماتے ہیں در آیت مراد ظلم حقیقی است کہ فسق است۔ غرضکہ ایک جگہ ایک لفظ سے کچھ مراد ہوتی ہے اور دوسری جگہ کچھ اور۔ اسی لفظ شہادت کو دیکھ لیجیے کہ یہاں امت کے لیے بمعنی گواہی مستعمل ہوا اور وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ہے اگر یہ فرق نہیں کیا گیا تو پھر اللہ تعالیٰ کے لیے بھی دہریے اور بندو وہی کہیں گے جو انبیاء و اولیاء کے

---

[1] لیکن وہابیوں دیوبندیوں کے امام مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں ایک ہی ترجمہ کر دیا ہے وہ یہ کہ کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے مکر کیا (معاذ اللہ)

لئے وہابی دیوبندی کہتے ہیں۔ ان امثلہ کے علاوہ اور بھی بیشمار آیات و احادیث و اہل عرب کے محاورے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ انصاف پسند انسان کے لیے اتنا کافی ہے۔

وہابی دیوبندی مرزائیوں کے نقش قدم پر

فقیر کا تجربہ ہے کہ ہر بد مذہب کا کوئی اعتراض اسلام، قرآن یا نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوگا تو اس طرح کا اعتراض وہابی، دیوبندی ہم اہلسنت پر جاری کریں گے گویا یہ ہر بد مذہبی کی مشین کے پرزے ہیں جہاں فٹ کر دو اسی پر فٹ آئیں گے چنانچہ ان کا یہ اعتراض بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ مرزائی حضرت عیسے علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید کی وہ تمام آیتیں پڑھ دیتے ہیں جن میں لفظ "توفی" بمعنی موت وارد ہے اور اس امر کو قطعاً نظر انداز کر دیتے ہیں کہ آیہ کریمہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں "توفی" بمعنی موت مراد لینے کے خلاف کتاب و سنت کے بے شمار دلائل قائم ہیں۔

معترض اس امر پر غور کرے کہ جس طرح قرآن مجید کی متعدد آیات میں "توفے" بمعنی موت مستعمل ہے لیکن ہم ان استعمالات کو فلما توفیتنی میں "توفی" بمعنی موت ہرگز بطور نظیر پیش نہیں کر سکتے، بالکل اسی طرح "شہدا علی الناس" کے مرادی معنی کو شاہدا کے مقابلہ میں بطور نظیر نہیں لا سکتے۔

جواب نمبر ۴ :۔ اصول اسلام کا مسلّم ضابطہ ہے کہ جس مقام پر بھی کسی لفظ کے معنی متعین کیئے جائیں تو پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ اس مقام میں ان معنیٰ کی تعیین کسی دلیل کے خلاف تو نہیں اگر کوئی دلیل اس کے خلاف پر قائم نہ ہو تو وہ معنی یقیناً حق ہوں گے اور اگر اس معنیٰ کے خلاف پر کوئی دلیل قائم ہو تو ان کے باطل ہونے میں کوئی دلیل قائم ہو تو ان کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں مثلاً نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاہد ہونے پر بیشمار شواہد موجود ہیں کہ آپ کائنات کے ذرہ ذرہ کو جانتے اور ہر ذرہ کائنات آپ کے سامنے ہے لیکن عام امتی کے لیے ایسی بات بداہۃً باطل ہے جو مخالف کو بھی مسلم ہے ہاں آپ کے متبعین کاملین کے لئے ہو تو وہ ممکن ہے بلکہ حقیقت ہے جس کی مختصر تقریر پہلے گذر چکی ہے اگر مخالف کی یہی مراد ہو تو بسر و چشم ہم اسے دل و جان سے ان کی اس مراد کا خیر مقدم کرتے ہیں لیکن پھانسی لٹک سکتے ہیں مگر یہ معنی مراد نہیں لیں گے۔

(جواب) شہادت کے جمیع لوازمات حضور سرور عالم نور مجسم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ثابت ہیں اگر وہابی، دیوبندی عام امتی کے لیے ثابت کر دیں تو ہم مان جائیں گے کہ واقعی شہید الرسول وشہداء علی الناس للامۃ العامہ میں کوئی فرق نہیں لیکن یہ سودا انہیں مہنگا پڑے گا اس لیے کہ وہ مذکورہ بالا کمالات نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گوارہ

ہنیں کر سکتے اولیاء کو ماننے کے لیے شرک سمجھتے ہیں تو پھر عام
امتی کے لیے کہاں سے ثابت کریں گے اگر ان سے یہ نہیں
ہو سکتا تو اویسی عفرلہ کو کہنے دیجئے کہ حضور مع المشاہدہ کا جو
کمال حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیئے کتاب وسنت کی
روشنی میں ثابت ہو چکا ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع
میں کاملین میں علی سبیل التبعیۃ اس کمال کا پایا جانا کمال محمدی کی دلیل
ہو گی جو ہمارے دعوے کی مزید مؤید قرار پائے گی (وہو المراد)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی گواہی

وآنچہ از فضائل ومناقب حاضراں زماں خود مثل صحابہ وازواج
واہل بیت یا غائباں از زماں خود مثل اویس وصلہ مہدی ومقتول
دجال یا از مصائب ومثالب وحاضراں وغائباں می فرمائید اعتقاد بر آں
واجب است کہ وازیں ست کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال
امتیاں خود مطلع میارند کہ فلانے امروز چنیں میکند وفلانے
چنانچہ تا روز قیامت ادای شہادت تواند کردہ (التفسیر عزیزی ص۵۱۸)
ترجمہ:۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ اپنے زمانے میں
موجودہ لوگوں کے فضائل ومناقب مثلاً صحابہ وازواج اور اہل
بیت کے متعلق یا اُن کے متعلق جو آپ کے زمانہ میں نہیں مثلاً
اویس، مہدی یا مقتول دجال وغیرہ بیان فرماتے ہیں یا اپنے زمانہ
میں موجودہ یا غائب لوگوں کی بُرائیاں بیان فرمائیں تو اس پر اعتقاد
رکھنا واجب ہے اس لئے کہ روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اُس
کی امت کے احوال کا علم ہے کہ فلاں نے آج یہ کام کیا ہے
اور فلاں نے ایسا کہا۔ تاکہ قیامت کے دن وہ اپنی امت پر گواہی

دے سکیں چونکہ ہمارے نبی علیہ السلام کی امت کا گھیرا وسیع ہے
اسی لیے آپ اب بھی ہمارے حالات سے باخبر ہیں چنانچہ امام
زرقانی شرح مواہب اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں کہ
لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ وَمُشَاهَدَتِهِ
لِأُمَّتِهِ وَمَعْرِفَتِهِ بِأَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَ
عَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذَالِكَ عِنْدَهُ جَلِيٌّ
لَا خَفَاءَ بِهِ (زرقانی شرح مواہب ص۱۲۶ ج۱)
ترجمہ:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندگی اور وفات کی حالت میں
اپنی امت کے احوال نیات، ارادے اور قلبی وسواس کے دیکھنے
اور پہچاننے میں برابر ہیں اور یہ بات اُن کے نزدیک ظاہر ہے،
پوشیدہ نہیں۔
ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے ہر فرد کے
اخلاص ونفاق تک وارادوں ونیتوں کو بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اس لیے
آپ کی شہادت مقبول وواجب العمل ہے اس طرح کی مزید گواہیاں
آنے والے اوراق میں سینکڑوں پیش ہونگی جن سے ثابت ہوگا
کہ سابق دور میں جملہ اہل السلام اور علماء کرام ومشائخ عظام کے
دلوں میں یہ عقیدہ راسخ تھا کہ ہمارے حضور سرور کونین صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ اور ہر آن حاضر وناظر ہیں ہاں خوارج ومعتزلہ
سابق دور میں ایسے کمالات کے منکر تھے۔ تو اب ان کی سیٹ
دیو بندی وہابی فرقہ اور اس کے ہمنواؤں نے سنبھال لی ہے
تو ایسی سیٹ مبارک، ہم تو خوارج ومعتزلہ کے جملہ گندے
عقائد پر لعنت بھیجتے ہیں۔

سوال :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے یا آپ کو علم ہوتا تو آپ بتا دیتے بلکہ اس معاملہ میں ایک عرصہ تک مغموم رہے یہاں تک کہ وحی نازل ہوئی۔

جواب :۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعہ افک میں قبل از نزول آیات قرآنیہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا بخلاف مخالفین کے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو قبل از نزول آیات کچھ خبر نہ تھی ان کی عبارات ملاحظہ ہوں۔

جواہر القرآن صـ ۸۳ باب چہارم اشعار ؎

قصہ عائشہ کا نہیں تجھ کو یاد — کہ جب افک والوں نے کیا تھا فساد
نبی نے صحابہ سے مشورہ لیا — بجز وحی حق کے نہ عقدہ کھلا
صدیق فاروق و عثمان علی — کمیٹی کے ممبروں سے کیوں رائے لی
اگر غیب داں ہوتے وہ پاکباز — نہ کرتے کمیٹی میں وہ ترک و تاز

اور صـ ۸۱ پر لکھا کہ

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ۔۔۔۔ اور نہ ہی غیب جاننے کی طاقت ۔۔۔۔۔ اور قذف عائشہ کے واقعہ میں ایک مہینہ تک نبی علیہ السلام کو پریشان رہنے کی ضرورت نہ تھی۔

مودودی کی بھڑاس

جس طرح دیوبندیوں نے حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو لاعلم ثابت کرنے میں حدیث افک کو دلیل بنایا ہے ایسے ہی مودودی نے بغض نبوت میں اپنی بھڑاس نکالی ہے چنانچہ حدیث افک پر طویل تبصرہ

کے بعد لکھا کہ

"مزید برآں اس میں خیر کا پہلو یہ بھی تھا کہ تمام مسلمانوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غیب داں نہیں ہیں جو کچھ اللہ بتاتا ہے وہی کچھ جانتے ہیں اس کے سوا آپ کا علم اتنا ہی کچھ ہے جتنا ایک بشر کا ہو سکتا ہے ایک مہینے تک آپ حضرت عائشہ کے معاملے میں سخت پریشان رہے کبھی خادمہ سے پوچھتے تھے کبھی ازواج مطہرات سے کبھی حضرت علی سے اور کبھی حضرت اسامہ سے۔ آخر کار حضرت عائشہ سے فرمایا۔

کہ اگر تم نے یہ گناہ کیا ہے تو توبہ کرو اور نہیں کیا تو امید ہے کہ اللہ تمہارے بے گناہی ثابت کر دے گا۔ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو یہ پریشانی کیوں اور یہ پوچھ گچھ اور یہ تلقین کیوں ہوتی۔ البتہ جب وحی خداوندی نے حقیقت بتا دی تو آپ کو وہ علم حاصل ہو گیا جو مہینہ بھر تک حاصل نہ تھا۔ اس طرح اللہ تعالے نے براہ راست تجربے اور مشاہدے کے ذریعے سے مسلمانوں کو اس غلو اور مبالغے سے بچانے کا انتظام فرما دیا۔ جس میں عقیدت کا اندھا جوش بالعموم اپنے پیشواؤں کے معاملہ میں لوگوں کو مبتلا کر دیتا ہے بعید نہیں کہ مہینہ بھر وحی نہ بھیجنے میں اللہ تعالے کے پیش نظر یہ بھی ایک مصلحت رہی ہو اول روز ہی وحی آجاتی تو یہ فائدہ حاصل نہ ہو سکتا (تفہیم القرآن صـ ۳۶۷ ج ۳ تحت آیت افک پارہ۔

(نوٹ) جوابات سے پہلے اصل حدیث ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان یخرج اقرع بین ازواجہ فایتھن خرج سھمھا خرج بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معہ قالت عائشۃ فاقرع بیننا فی غزوۃ غزاھا فخرج سھمی فخرجت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما۔

دیوبندیوں وہابیوں کے دلائل کا خلاصہ

حدیث شریف سالم پڑھ لیجیے آپ کو ان مدعیوں کے دعویٰ کے لیے سوائے گمان، اٹکل پچو کے کچھ نہ ملے گا مثلاً کہیں گے علم ہوتا تو پریشان کیوں رہے، علم ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استفسار کیوں کیا، علم ہوتا تو چھان بین کیسی، علم ہوتا تو عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو تلقین توبہ کیوں وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین غور فرمائیں کہ ان لوگوں کو حضور علیہ السلام کے ساتھ بغض و عداوت نہیں تو اور کیا ہے جب کہ ایسے ہی اپنے گمان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لاعلم بنا دیا حالانکہ گمان و قیاس آرائیوں سے عقائد ثابت نہیں ہوتے اگر ان لوگوں کی یہی بے ڈھنگی چال صحیح اور درست مانی جائے تو پھر دہریے اور دیگر دشمنانِ اسلام کے دلائل ان کے دلائل سے کچھ وزنی ہیں فقیر چند نمونے ستیارتھ

پرکاش سے پیش کرتا ہوں تاکہ ناظرین سوچیں کہ خدا کا دشمن خدا تعالیٰ کے علم پر حملہ کرتا ہے نبی علیہ السلام کا دشمن نبی علیہ السلام پر۔

ہندو کا دعویٰ کہ خدا تعالےٰ کو نہ علم غیب ہے اور نہ وہ مختار کل وغیرہ وغیرہ

سورۃ بقرہ کی آیات لکھ کر کہتا ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ خدا ہمہ دان نہیں یعنی ماضی حال، استقبال کو پورے طور پر نہیں جانتا۔ اگر جانتا تو شیطان کو پیدا ہی کیوں کیا اور خدا میں کچھ اختیار بھی نہیں ہے کیونکہ شیطان نے خدا کا حکم ہی نہ مانا اور خدا اس کا کچھ بھی نہ کر سکا اور دیکھیے ایک کافر شیطان نے خدا کے بھی چھکے چھڑا دیئے استیارتھ پرکاش صفحہ ۶۷۶)

اس کے بعد لکھا کہ

دیکھیے خدا کی کم علمی، ابھی تو بہشت میں رہنے کی دعا دی اور ابھی کہا نکلو اگر آئندہ کی باتوں کو جانتا ہوتا تو دعا ہی کیوں دیتا اور معلوم ہوتا ہے کہ بہکانے والے شیطان کو خدا سزا دینے سے قاصر بھی ہے الخ صفحہ ۶۷۶

ناظرین! سوچئے کہ ہندو نے اللہ تعالےٰ پر اسی طرح وار کئے ہیں جیسے وہابی دیوبندی مودودی نے نبی علیہ السلام پر وار کرتے ہیں۔ دعویٰ پہ نہ دلیل ہندو کے پاس ہے نہ وہابیہ کے پاس صرف اگر مگر کا چکر ہے اسی لیے فقیر اویسی نے احباب

اہل سنت کو تسلی دی کہ گھبرایئے نہیں اگر نبی علیہ السلام کے علم گھٹانے کی وہابیہ نے ٹھانی ہے تو اللہ تعالیٰ کی تنقیص پر ہندو نے کمر باندھ رکھی ہے وہ خدا کو کیتا ہے یہ نبی علیہ السلام کو۔ نام دو ہیں کام ایک ہی پھر قیامت میں الجنس، الی الجنس یمیل کا راز کھل جائے گا۔ انشاء اللہ۔

دلائل اثبات

ہم اس واقعہ پر اپنے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق علم کے ثبوت میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں۔

۱۔ بخاری شریف میں جہاں یہ روایت مروی ہے وہاں حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل از نزول آیات بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمائی۔

فواللہ ما علمت	بخدا میں اپنے اہل پر سوائے خیر
علی اھلی الا خیرا	کے کچھ نہیں جانتا۔

یہ الفاظ واقعہ افک میں نزول وحی سے پہلے کے ہیں چنانچہ بخاری شریف کے علاوہ جہاں بھی حدیث افک مذکور ہوئی وہاں یہی الفاظ موجود ہیں اور ہر ایماندار کے لیے امام الانبیاء والمرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف صفائی کے الفاظ بھی کافی تھے لیکن یہاں تو آقائے کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلفیہ بیان بھی ہے لیکن افسوس کہ جیسے حضور سرورعالم نور مجسم شفیع معظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم زمان منافقین نے آپ کی قسم کا اعتبار

نہ کیا تو آج ہمارے دور میں ایک قوم ایمان و اسلام کے مدعی ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کا اعتبار نہیں کرتے تو پھر جیسے اللہ تعالےٰ نے انہیں منافق کہہ کر ان کے ایمان کا اعتبار نہیں فرمایا۔ کما قال" وما ھم بمومنین اور فرمایا، "ان المنافقین لکاذبون" ایسے ہی ہم اپنے دور کے ایسے لوگوں کے ایمان و اسلام کو مخدوش سمجھتے ہیں۔

مزید توضیح حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذکورہ جملہ نزول آیات سے پہلے ہے اس میں اشارہ ہے کہ آنے والے زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میرے علم کا انکار کریں گے اسی لیے آپ نے نزول آیات سے پہلے قسم کھا کر واضح کر دیا کہ مجھے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جملہ معاملہ کلی طور پر معلوم ہے کیونکہ ما علمت کا مادہ العلم ہے بمعنے ادراک الکلی یعنے شے کو کلی طور پر جاننا (کذا فی القسطلانی ص ۱۰۲ ج ۱)

قسم نبوی اور علم کی حصر فی الخیر کو کوئی نہیں مانتا تو وہ معذور ہے کیونکہ چمگادڑ کو سورج نظر نہیں آتا تو کون ہے جو اسے بزور بازو منوائے ایسے ہی ہم نے قواعد شرعیہ سے حضور علیہ السلام کا علم ثابت کیا ہے اب کوئی نہیں مانتا تو وہ معذور ہے تو ہم اسے بزور بازو نہیں منوا سکتے۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ

ما زنت امراۃ نبی قط	کسی نبی کی بیوی نے کبھی بے حیائی کا کام نہیں کیا۔

(کذا فی تفسیر کبیر فخر الدین رازی و روح البیان)

اصولِ حدیث کا قاعدہ ہے

حضرت ابن عباس ایسی بات (جو عقل سے وراء الورا ہے) اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے یقیناً حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سن کر فرما رہے ہیں لہٰذا حدیث حکماً مرفوع ہوئی۔

تشریحِ حدیث مذکور

اسی حدیث میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک ایسے امر کا بیان فرمایا جو لوازمات نبوت سے ہے اور وہ یہ کہ کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کی بیوی بدکار ہو وہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہوتا ہے اور اس کی بات بالکل حقیر ہوتی ہے۔ لوگوں کے ذہنوں میں ایسے شخص کی بات کا کوئی وزن قائم نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کہ اگر اس میں ذرا بھی حیاء کا مادہ ہے تو وہ لوگوں کے سامنے منہ نہیں دکھا سکتا حضرات انبیاء علیہم السلام ہدایت خلق اور پیغامات ربانی پہنچانے کے لیے دنیا میں مبعوث ہوتے ہیں ------

اللہ تعالےٰ اپنے نبیوں کو ذلت کے اسباب سے محفوظ رکھتا ہے نہ ان کی بات حقیر ہو سکتی ہے اگر (نعوذ باللہ) انبیاء علیہم السلام کی بیویوں سے ایسی ناشائستہ حرکات سرزد ہوں تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں ایسی صورت میں احکام الٰہی کی تبلیغ کس طرح ہو سکتی ہے لہٰذا انبیاء علیہم السلام کی بیویوں سے بے حیائی متصور نہیں۔ کفر تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے مگر اس میں فحش اور بے حیائی نہیں ہے۔

ناظرین:- جب آپ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ازواج انبیاء کی پاک دامنی اور عفت کا لازمہ نبوت ہونا بیان فرمایا ہے تو اب اس امر پر غور فرمائیے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت صدیقہ کی پاکی میں کس طرح شک فرما سکتے ہیں اگر صدیقہ کی پاکی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یقینی نہ ہو تو پھر اپنی نبوت بھی نعوذ باللہ سرکار کے نزدیک یقینی نہ رہے گی جب حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اپنی نبوت پر یقین ہے اور حضور علیہ السلام یہ بھی جانتے ہیں کہ نبی کی بیوی پاک ہوتی ہے تو ان دونوں کے ملانے سے نتیجہ واضح ہو جاتا ہے کہ آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کو صدیقہ کی پاکی میں ذرہ برابر بھی شک نہ تھا کیونکہ صدیقہ کی پاکی میں شک خود حضور کی اپنی رسالت میں شک کو مستلزم ہے اور حضور علیہ السلام اپنی رسالت میں شک کرنے سے بالکل پاک ہیں لہٰذا صدیقہ کی پاکی میں شک کرنے سے بھی حضور قطعاً پاک اور مبرا ہیں۔

ہماری مذکورہ بالا تقریر اسلاف صالحین اور معتبر مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات میں دیکھیے۔

قاعدہ نمبر ۳:- امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ اپنی تفسیر کبیر ص ۱۷۲/۱۷۳ میں تحت آیۃ افک لکھتے ہیں۔

لان الانبیاء علیہم السلام مبعوثون الی الکفار لیدعوھم ویستعطفوھم	اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کافروں کی طرف مبعوث ہوتے تاکہ وہ انہیں دعوت اسلام دیں

فوجب ان لا یکون معھم ماینفرھم عنھم وکون الانسان بحیث تکون زوجته مسافحة من اعظم المنفرات۔

اس بناء پر واجب تھا کہ ان سے ایسے امور سرزد نہ ہوں جو لوگوں کو نفرت دلانے والے ہوں اور کسی کی عورت زانیہ ہو اس سے بڑھ کر کوئی اور امر انسان سے نفرت دلانے والا نہیں

اور یہ قاعدہ ذیل کی تفاسیر تبعیر یسیر موجود ہے۔

(۲) تفسیر مظہری ص۳۶۷ پ۱۸ ۔ (۳) روح البیان ص و روح المعانی ص وغیرہ وغیرہ۔

اس سے اور واضح ثبوت کیا چاہیئے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ ہر نبی علیہ السلام کی زوجہ کافر تو ہو سکتی ہے لیکن زانیہ وغیرہ نہیں تو پھر اس سے لاعلمی ثابت کرنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا نہیں تو اور کیا ہے۔

قاعدہ نمبر۴ واقعہ سے پہلے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی چال چلن اور نیک عادات، تقویٰ وطہارت اور پاک دامنی کی داستانیں مشہور تھیں جن سے واضح ہوتا کہ آپ سے ایسا برا فعل ہرگز صادر نہ ہو یہ قرینہ بھی ایک عامی انسان کو یقین دلاتا ہے کہ بی بی صاحبہ سے ایسی برائی کا صدور ناممکن ہوگا اور نبی علیہ السلام کے لیے اس حسن ظن سے کون سا امر مانع ہے چنانچہ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ نبی علیہ السلام کے لیے قبل از نزول علم پر استدلال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

المعروف من حال عائشة قبل تلك الواقعة انما هو الصون والبعد عن مقدمات الفجور (کبیر ص۱۷۳ تحت آیت افک)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعات سے پہلے کے حالات سے ظاہر تھا کہ عائشہ مقدمات زنا سے بہت دور اور پاک ہیں۔

انسان کو اپنی عورت کا بالخصوص اس قسم کا تجربہ ہوتا ہے اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ جب عام لوگوں کو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا تجربہ سے علم تھا تو حضور علیہ السلام تو اس کے لیے اولیٰ تھے جب کہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آپ کو بارہا تجربہ تھا تو پھر اس میں آپ کو شک و شبہ کیسا۔

امام فخرالدین رازی قدس سرہ تفسیر کبیر ص۱۷۲/۱۷۳ ج ۶ کے تحت آیت افک مخالفین کے جواب میں لکھتے ہیں۔

والجواب عن الثانی ولو عرف ذلک لما ضاق قلبه انه علیه السلام کثیرا ما کان یضیق قلبه من اقوال الکفار مع علمه بفساد تلک

دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافروں کے اقوال سے مغموم اور تنگ دل ہو جایا کرتے تھے باوجودیکہ حضور علیہ السلام کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفار کے اقوال کے بالکل فاسد ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولقد نعلم انک الخ یعنی ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی بے ہودہ باتوں سے تنگ دل ہوتے ہیں تو یہ واقعہ بھی ایسا ہے یعنی حضور علیہ السلام کا غمگین،

اور پریشان ہونا لاعلمی سے نہ تھا بلکہ کفار کی جھوٹی تہمت اور پھر اس میں اپنوں کا شامل ہوجانا اور جا بجا اس کا چرچا اور بار بار کی طعن وتشنیع اور ظاہر ہے کہ کفار کے اقوال فاسدہ کو حضور علیہ السلام جاننے کے باوجود آپ کا مغموم اور پریشان ہونا لاعلمی کی دلیل نہیں تو یہاں پر تو غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ اپنی عزت وعظمت کا سوال تھا اور پھر زنا جیسی گندی تہمت اور وہ بھی محبوبہ مرغوبہ بیوی پر اور اپنی عزت کے خیال کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیماری میں ذہنی تکلیف اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ودیگر عزیز واقارب بلکہ جملہ صحابہ بلکہ جملہ اسلام کے شیدائیوں کی پریشانی کا غم حیاء وشرم والے ایسے غم جانتے ہیں بیحیاؤں کو کیا خبر بہرحال امام فخر الدین رحمہ اللہ وہابیوں ودیوبندیوں اور مودودیوں کے تحریر کردہ سوالات کا جوابات سینکڑوں سال پہلے لکھ گئے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۵

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ جلد ششم تحت آیۃ افک میں لکھتے ہیں کہ

وثالثھا ان القاذفین کانوا من المنافقین واتباعھم وقد عرف ان کلام العدو والمفتری ضرب من الھذیان فلمجموع ھذہ القرآن کان ذالک القول معلوم الفساد قبل نزول الوحی۔

بہتان تراشی منافقین اور ان کے متبعین تھے اور سب کو معلوم ہے کہ دشمن مفتری کی بات بتنگڑ ہوتی ہے ان جملہ قرائن سے واضح ہوتا ہے کہ نزول وحی سے پہلے ہی یہ بات معلوم الفساد تھی۔

۶۔ زواجر حق تعالےٰ

واقعہ سے قبل نبوت کی لاعلمی اور پھر اسے اہل بیت نبوت پر نبوت کی بدگمانی کا اثبات از وہابیہ حیران کن اور تعجب خیز امر ہے عجب کہ اللہ تعالےٰ نے اہل اسلام کو زجر وتوبیخ وتادیب فرمائی ہے باوجودیکہ انہوں نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی ظاہر بھی نہ کی بلکہ ان کے بہتوں نے صفائی کا اظہار فرمایا جیسا کہ ہم نے چند ایک بیانات تحریر کیئے اور زواجر وآداب کی فہرست ہم آگے چل کر عرض کرتے ہیں پہلے ایک مقدمہ ممہد کرتا ہوں۔

صاحب مواہب الرحمٰن لکھتے ہیں کہ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک میں تین فریق ہیں۔

۱۔ بہتان تراش منافقین جنہوں نے افک بنا کر خبر اڑائی ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے عذاب عظیم کی وعید فرمائی۔

۲۔ حضرت صدیقہ وآنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم والوبکر وصفوان رضی اللہ عنہما انہیں خیر وثواب عظیم کا وعدہ فرمایا۔

۳۔ عوام اہل اسلام جنہوں نے یہ واقعہ سنا۔ پھر یہی عوام اہل اسلام تین گروہ ہوئے۔

(ا) سنتے ہی واقعہ کی تکذیب کی چنانچہ چند ایک کے بیانات فقیر اویسی غفرلہ آگے چل کر لکھے گا۔

(ب) بعض ان میں سے سنکر خاموش رہے لیکن دل سے اس واقعہ کے خلاف تھے۔

(ج) واقعہ افک کو نقل کیا جیسے حضرت مسطح اور بی بی حمنہ بنت جحش اور باختلاف روایات حضرت حسان رضی اللہ عنہم یہ حضرات منافقین کے

بہتان کو نقل کرنے میں شریک ہوئے لیکن دل سے تصدیق کرنے والے نہ تھے چونکہ یہ منافقین کے مدّعا کے معاون بن بیٹھے۔ اسی لئے ان کو سزا بھی ہوئی اور قرآن میں ہر طرح سے انہیں زجر و توبیخ کی گئی۔ مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی تصنیف، شرح حدیث افک میں پڑھیے۔

فائدہ:۔ حاضر و ناظر کا مسئلہ علم غیب کلی سے متعلق ہے عموماً دیوبندی وہابی اس کے اعتراضات علم غیب کلی کی نفی کے دلائل پیش کرتے ہیں جو جواب ہم علم غیب میں دیتے ہیں یہاں بھی وہی چونکہ گکھڑوی نے خصوصیات سے یہ اعتراضات حاضر و ناظر کی نفی میں پیش کئے ہیں فقیر اس کی کتاب آنکھوں کی ٹھنڈک سے سوالات نقل کر کے جوابات لکھتا ہے۔

سوال:۔ بخاری شریف، مسلم شریف، مسند ابوعوانہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں معراج سے واپس ہوا اور میں نے مشرکین کے سامنے اپنا سارا قصہ بیان کیا کہ میں مکہ مکرمہ سے مسجد اقصٰی تک پھر وہاں سے سدرۃ المنتہٰی تک پھر جہاں تک خدا کو منظور تھا عالم بیداری میں ایک ہی رات کے اندر جسد عنصری کے ساتھ اللہ تعالٰی کے حکم اور اس کی خاص نوازش اور قدرت سے ہو کر آیا ہوں تو مشرکین نے کہا اچھا اگر آپ واقعی گئے ہیں تو ہمیں بتلائیے کہ بیت المقدس کی فلاں فلاں چیز کہاں اور کس موقع پر واقع ہے آپ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا اس پر مشرکین نے پھبتی اڑائی آپ کے الفاظ میں سنئے

فکربت کربۃ ماکربت مثلہ قط (مسلم)

میں اتنا پریشان ہوا کہ ایسا پریشان کبھی نہ ہوا تھا۔ اللہ تعالٰی نے

بیت المقدس کو تھوڑے وقت کے لیے میرے سامنے حاضر کر دیا مشرکین جو پوچھتے جاتے تھے میں دیکھ کر جواب دیتا جاتا تھا۔ (آنکھوں کی ٹھنڈک، تبرید النواظر ص۵۰)

پھر اس پر اعتراض لکھا کہ دیکھئے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے اور عالم الغیب تو اتنی پریشانی کی کیا ضرورت تھی)

جواب نمبر ۱:۔ گکھڑوی کا یہ اعتراض حاضر و ناظر کی حقیقت نہ سمجھنے پر مبنی ہے۔ حاضر و ناظر ہونے کی ایک صورت تو یہ ہے انسان بذات خود وہاں موجود ہو اور چشم ظاہر سے ہر چیز کا مشاہدہ کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ تمام چیزیں انسان کے سامنے روشن ہوں اور چشم بصیرت سے ان کا مشاہدہ کرے یہ دوسری صورت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہر وقت ثابت ہے کہ تمام کائنات آپ کے آگے روشن ہے اور چشم بصیرت سے مشاہدہ فرماتے ہیں لیکن اس صورت میں کسی خاص چیز کا علم حاصل کرنے کے لیے توجہ تام کی ضرورت ہے۔

احادیث پاک کے الفاظ اس بات پر واضح طور سے دلیل کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے بیت المقدس کی طرف توجہ تام کرنے کا آپ کو موقع ہی نہیں دیا کیونکہ جواب میں تاخیر لازم آئی تھی جس سے قریش کو پھبتی اڑانے کا موقعہ مل سکتا تھا جس حدیث کی نقل میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ متفرد ہیں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

میں مقام حجر میں تھا اور قریش مکہ معراج کے بارے میں سوال کرتے تھے پس انہوں نے بیت المقدس	لقد رایتنی فی الحجر و قریش تسالنی مسرای فسالتنی عن اشیاء من بیت

المقدس لم اثبتها فکربت کربۃ ما کربت مثلہ قط فرفعہ اللہ لی انظر الیہ

کی بعض اشیاء کے بارے میں سوال کیا جن کی طرف میں نے توجہ بھی نہ کی تھی پس مجھے اس پر پریشانی لاحق ہوئی کہ ایسی کبھی نہ ہوئی تھی پس اٹھایا بیت المقدس کو میرے لیے اللہ تعالیٰ نے میں دیکھتا تھا اُسی کو۔

اور جس روایت میں امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما متفق ہیں وہ یہ ہے۔

کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن ایاتہ و انا انظر الیہ

جب قریش نے مجھے جھٹلایا میں کھڑا ہوا مقام حجر میں پس اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لیے ظاہر فرمایا میں نے اس کی نشانیوں کی خبر دینی شروع کی۔ میں اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اور عبد اللہ ابن عباس کی حدیث میں یوں ہے

فجی بالمسجد حتیٰ وضع عند دار عقیل و انا انظر الیہ

پس لائی گئی مسجد یہاں تک کہ رکھا اس کو حضرت عقیل کے مکان کے پاس اور میں اس کو دیکھ رہا تھا۔

فائدہ:۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو پریشانی لاحق ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے مسجد کو آپ کے سامنے ظاہر فرما دیا

نکتہ:۔ کہ مسجد اٹھا کر کیوں لائی گئی حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ آپ کی نظر ظاہر سے حجاب دور فرما دیتا چونکہ

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور فضائل کے جامع ہیں اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے علی الاطلاق افضل بھی ہیں جب ضرورت کے وقت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے آن واحد میں بلقیس کا تخت لایا گیا تو سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بیت المقدس لا کر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ فضل بھی ثابت کر دیا جو کہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا بلکہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خادم کو اپنے مقام سے بلقیس کے تخت کا ملاحظہ فرمائیں اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے یہ بات ثابت نہ ہو۔

جواب نمبر ۱:۔ گگھڑوی تحریف کا بادشاہ ہے اسی لیے غیر مقلدین نے اسے انیس المحرفین کی خواب غمایت کا خطاب قرمایا ہے اور ہے بھی بات حق۔ یہاں تک کہ بخاری شریف جیسی معتبر اور مستند کتاب اور آپ کے ساتھ متعدد کتب کے حوالے دیکر تحریف سے نہیں چوکتا چنانچہ فقیر نے متعدد موضوع پر صرف اس کی اسی کتاب آنکھوں کی ٹھنڈک سے اس کے پول کھولے ہیں منجملہ ان تحریفات کے ایک حوالہ مذکورہ بھی جس میں اس نے مسطورہ بالا عبارت میں حضور علیہ السلام کے متعلق لکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا یہ الفاظ بخاری شریف تو بڑی مشہور کتاب ہے کسی غیر معروف اور موضوع احادیث کے مجموعہ میں بھی نہیں ملتے بلکہ بخاری شریف میں یوں ہے۔ لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن آیاتہ و انا انظر الیہ۔ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ

نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا۔ الخ۔ اسی طرح چلتے چلتے پوری
تحریف حدیث میں یہ کر دی کہ بیت المقدس کو تھوڑے سے وقت کے
لیے میرے سامنے حاضر کر دیا الخ (تھوڑے سے وقت کے لیے)
الفاظ گکھڑوی کی اپنی پیچ ہے ورنہ احادیث مقدسہ کے مجموعہ کتب میں
اس کا نشان کہیں ملتا بلکہ سوائے گکھڑوی اور وہابی دیوبندی پارٹی کے
اس طرح کا مفہوم عالم دنیا کے علماء محدثین اور مفسرین ومتکلمین اور
فقہا میں کسی نے نہیں لکھا نیز غمگین ہونے سے علم یا حاظر و ناظر کی
کے متعلق نفی نہیں ہوتی کیونکہ کسی کا غمگین ہونا اس کے علم اور حضور (حاضر
ہونے کے منافی نہیں۔ بسا اوقات کسی کے شے سامنے بھی ہوتی ہے
اس کا اسے علم بھی ہوتا ہے لیکن پھر بھی غمگین ہوتا ہے۔ تفصیل فقیر
کی کتاب شرح حدیث میں دیکھیے۔

نکتہ :۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غمگین ہونا لاعلمی سے
نہ تھا بلکہ ابوجہل وکفار مکہ کے لایعنی سوال سے تھا جب کہ آپ اتنا
بلندی تک پہونچے جہاں کوئی نبی و رسول اور فرشتہ نہ پہنچ سکا۔ آپ
کو خوشی تھی کہ یہ لوگ میرے اس عروج سے خوش ہوں گے ورنہ کم از
کم نبوت کے کمال کو تو تسلیم کریں گے لیکن اس کے بجائے وہ
پوچھنے لگے بیت المقدس کے حالات۔ آپ مغموم ہوئے کہ جاہلوں
سے واسطہ پڑا ہے اب تو جبرئیل علیہ السلام جیسا فرشتہ ہوتا۔ میرے
سے پوچھتا کہ عرش کے کنگرے کتنے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

سوال :۔ بخاری جلد دوم ص۷۰۶ اور مسلم جلد اوّل ص۴۶۱ وغیرہ میں
یہ روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت

جحش سے نکاح کیا تو چند صحابہ اکرام رض کو دعوت ولیمہ پر مدعو کیا۔ وہ
کھانا کھا چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے کے لیے بیٹھ
گئے آپ کو اتنی طویل مجلس اور باتوں سے اذیت پہنچی آپ نے
زبان مبارک سے تو نہ فرمایا کہ تم چلے جاؤ البتہ ایک لطیف حیلہ یہ تجویز
فرمایا کہ خود اٹھ کر باہر چلے گئے۔ تاکہ میرے ساتھ یہ بھی چلے جائیں
آپ باہر چکر لگا کر لوٹ آئے۔ ثم ظن انھم خرجوا فرجع ....
فاذا ھم جلوس اس خیال سے کہ صحابہ اٹھ کر چلے گئے ہوں گے
لیکن آپ نے دیکھا کہ وہ باقاعدہ بیٹھے ہوئے ہیں آپ پھر چلے گئے
اور حضرت انس رض کو پھر بھیجا کہ جا کر دیکھو ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں یا چلے
گئے ہیں۔ کافی دیر کے بعد جب حضرت انس رض نے آپ کو اطلاع دی کہ
وہ چلے گئے ہیں تو آپ اپنے حجرہ میں حضرت زینب کے پاس تشریف
لے گئے (آنکھوں کی ٹھنڈک تبرید النواظر ص۵۱)

مخالفین اس پر بایں طور اعتراض گھڑتے ہیں) اگر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ صحابہ
ابھی گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے یہ خیال کیوں کیا کہ شاید چلے گئے ہوں
پھر حضرت انس رض کو تحقیق حال کے لیے آپ نے کیوں بھیجا۔
(آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی تبرید النواظر ص۵۲)

تمہید جوابات

جوابات سے پہلے فقیر کا قاعدہ نہ بھولیے کہ
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی
مبارکہ اسوہ حسنہ کی تعلیم کی بنا پر قانون ساز زندگی تھی یہاں بھی وہی مقصد
تھا۔ گکھڑوی کے دعوکہ کو عیاں کرنے کے لیے فقیر اس موضوع کی اہی

روایات کو اصل الفاظ کے ساتھ نقل کرتا ہے وہ روایات یہ ہیں۔

حدیث نمبر ۱:۔

عن انس ابن مالک قال لما تزوج رسول اللہ علیہ وسلم زینب ابنۃ جحش دعا القوم فطعموا ثم جلسوا یتحدثون واذا ھو کانہ یتھیا للقیام فلم یقوموا فلما رای ذالک قام فلما قام قام من قام وقعد ثلثۃ نفر فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیدخل فاذا القوم جلوس ثم انھم قاموا فانطلقت فجئت فاخبرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھم قد انطلقوا۔
(بخاری شریف جلد ۲ صـ ۷۰۶)

نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام سے چند صحابہ کو ولیمہ کی دعوت دی وہ کھا کر بات چیت کے لیے بیٹھ گئے نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے اٹھنے کا قصد فرمایا لیکن صحابہ نہ اُٹھے یہ دیکھ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اُٹھ کھڑے ہوئے تو آپ کے اٹھنے پر کچھ صحابہ اٹھ کھڑے ہوئے اور تین شخص بیٹھے رہے پھر حضور اندر آنے کے لیئے لوٹے لیکن لوگ بیٹھے تھے۔ (واپس ہو گئے) اس کے بعد وہ اُٹھ گئے۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جا کر اُن کے چلے جانے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع دے دی۔

حدیث نمبر ۲:۔

صنع طعاما ودعا القوم فقعدوا یتحدثون فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج ثم یرجع وھم قعود یتحدثون (بخاری شریف جلد ۲ صـ ۷۰۶)

دعوت ولیمہ پر لوگوں کو بلایا۔ (کھانے کے بعد) وہ بات چیت کرنے بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھے ہوئے ہی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے باہر جانا اور واپس آنا شروع کر دیا۔

حدیث نمبر ۳۔

بقی ثلاثۃ رھط یتحدثون فی البیت فخرج صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ ثم رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا ثلاثۃ رھط فی البیت یتحدثون وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم شدید الحیاء فخرج منطلقا نحو حجرۃ عائشۃ فما ادری اخبرتہ اوخبر ان القوم خرجوا فرجع۔
(بخاری شریف جلد نمبر ۲ صـ ۷۰۶)

لوگ گھر میں بات چیت کرنے لگے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام۔۔ پھر واپس آئے تو لوگ ابھی بیٹھے ہی تھے۔ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام چونکہ شدید الحیاء تھے (اس لئے صراحتاً چلے جانے کا حکم نہ فرمایا پس آپ خود پھر سیدہ عائشہ کے حجرے کی جانب تشریف لے گئے (انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے) میں نہیں جانتا کہ ان لوگوں کے چلے جانے کی خبر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو میں نے دی یا کسی اور نے۔

حدیث نمبر ۴:۔

فاشبع الناس خبزا و

حضور نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے

لحما ثم خرج الی حجر امہات المومنین۔۔۔ فلما رجع الی بیتہ رأی رجلین جری بہما الحدیث فلما راہما رجع عن بیتہ وثبا مسرعین فما ادری انا اخبرتہ بخروجہما ام اخبر فرجع (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۔۔)

لوگوں کو خوب روٹی اور گوشت کھلایا پھر آپ امہات المومنین کے حجروں کی طرف نکل گئے جب واپس آئے تو دو شخصوں کو گفتگو کرتے دیکھ کر واپس ہو گئے جب اُن دونوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوٹتے دیکھا تو خود بھی جلدی سے اٹھ گئے۔ میں نہیں جانتا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے جانے کی خبر کس نے دی (میں یا کسی اور نے) پس آپ واپس آگئے۔

حدیث نمبر ۵:۔ قصہ قوم حتی قام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فمشی فمشیت معہ حتی بلغ باب حجرۃ عائشہ ثم ظن انہم قد خرجوا فرجع ورجعت معہ فاذا ہم جلوس مکانہم فرجع فرجعت الثانیۃ حتی بلغ حجرۃ عائشۃ

کھانے کے بعد لوگ نہ اٹھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اٹھ کھڑے ہوئے پس آپ چلے ان کے ساتھ میں یہاں تک کہ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر پہنچے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گمان کیا کہ لوگ چلے گئے ہوں گے آپ واپس لوٹ آئے میں ساتھ لوٹ آیا۔ لوگ ابھی بیٹھے ہی

فرجع فرجعت فاذا ہم قد قاموا فضرب بینی وبینہ الستر وانزل ایت الحجاب (مسلم شریف ج ا ص ۴۶۱)

تھے حضور پھر واپس ہو گئے میں دوسری دفعہ واپس ہو گیا یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ عائشہ رض کے حجرے تک گئے پھر واپس آگئے میں بھی واپس آ گیا تو لوگ جا چکے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اندر داخل ہو کر پردہ ڈال لیا۔

فائدہ:۔ گکھڑوی نے خیانتیں کی ہیں مثلاً

۱۔ گکھڑوی نے مسلم شریف کی حدیث کے الفاظ ثم ظن انہم قد خرجوا سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر جو استدلال کیا ہے یہ سراسر نادانی ہے کیونکہ یہ الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ گکھڑوی کی خیانت پر جتنی ملامتیں کی جائیں کم ہیں کیونکہ جن الفاظ سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم پر استدلال کیا ہے ان ہی الفاظ سے گکھڑوی کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ عنہ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے کیونکہ ظن ایک باطنی امر ہے اگر مخالف کہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا علم غیب ثابت نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے اندازہ سے یہ بات کہی ہے تو ہم کہیں گے کہ پھر آپ کا ان الفاظ کو جو اندازاً سے کہے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدم علم پر استدلال جہالت ہے۔

انتباہ اس پارٹی دیوبندی و دیگر بدمذاہب کے استدلال کا یہی حال ہے کہ اپنے غلط خیال اور بدگمانی کو امام بنا کر امام

الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بہتان تراشیاں کریں گے۔

۲۔ خیانت بلکہ بہتان گھکھڑوی کا ایک اور بہتان ملاحظہ ہو سوال میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو تحقیق کے لیئے بھیجا۔ یہ سراسر کذب ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ہی نہیں کہ صحابہ کے چلے جانے کی اطلاع میں نے دی یا کسی اور ذریعہ سے اطلاع دی گئی

انتباہ ناظرین نے دیکھا گھکھڑوی کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے انس رضی اللہ عنہ تحقیق حال کے لیے بھیجا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں بھیجا

تحقیقی جواب یہ سوال حل نہ ہوگا جب تک اصل واقعہ شانِ نزول پر آیت کاملہ سامنے نہ ہو یہ آیت

سورہ احزاب پارہ نمبر ۲۲

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا	اے ایمان والو نبی کے گھروں میں
بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ	نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ۔
لَكُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ	مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ
اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ	نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ
فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ	تکو۔ ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر
فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ	ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ
لِحَدِیْثٍؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ	نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔

یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ	بیشک اس میں نبی کو ایذا ہوتی ہے۔
وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ	تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور
(کنز الایمان)	اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔

شانِ نزول جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی جماعتیں کی جماعتیں آتی تھیں اور کھانے سے فارغ ہو کر چلی جاتی تھیں آخر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے مکان تنگ تھا اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور حرج ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کاج کچھ نہ کر سکے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے اور ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور دورہ فرما کر تشریف لائے اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے تھے حضور پھر واپس ہو گئے یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہو گئے تب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرائے میں داخل ہوئے اور دروازہ پر پردہ ڈال دیا اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

تبصرہ اویسی غفرلہ آیت اور شانِ نزول میں نہ حضور علیہ السلام کے علم کی نفی کی بحث ہے اور نہ حاضر و ناظر سے اسے تعلق۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تو صحابہ کرام کو پھر جملہ امت کو ادب سکھایا ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر نہ جایا کرو جب تک آپ اجازت نہ دیں وغیرہ اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مذکورہ بالا طریقہ اختیار کر کے مندرجہ ذیل معاشی

کے طریقے سمجھائے۔

۱۔ بلا اجازت کسی کے گھر نہ جانا۔

۲۔ طعام کا خواہاں نہ ہونا جب تک دعوت نہ ہو۔

۳۔ دعوت سے فراغت کے بعد نہ بیٹھنا۔

۴۔ اہل خانہ کو تنگ نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

۵۔ میزبان کو تعلیم دی کہ مہمان کا دل نہ دکھانا۔

۶۔ اس کی زیادتیوں کو برداشت کرنا۔

۷۔ مہمان کے سامنے حیاء و شرم وغیرہ وغیرہ۔

سوال :۔ بخاری جلد دوم صفحہ ۵۶۸ اور طیالسی صفحہ ۳۳۹ وغیرہ میں یہ روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ۴ھ میں حضرت عاصم بن ثابت کی سرکردگی میں ۹ صحابی (جنہیں حضرت خبیب انصاری بھی تھے) بطور جاسوسی مشرکین کے حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیے جب یہ حضرات مقام ہدہ (جو مکہ اور عسفان کے درمیان تھا) پہنچے تو قبیلہ بنو لحیان نے ان کو گرفتار کر کے آٹھ صحابہ کو تو اس جگہ شہید کر دیا جن میں حضرت عاصم بن ثابت سالار قافلہ تھے اور دو کو گرفتار کر کے مکہ مکرمہ لے گئے کچھ دنوں کے بعد ان کو بھی تختہ دار پر لٹکا دیا۔ عاصم نے شہادت کے وقت یہ پُر درد الفاظ کہے اللھم اخبر عنا نبیک۔ اے اللہ میرے حالات سے اپنے نبی کریم (علیہ الصلوۃ والسلام) کو مطلع کر دے اللہ تعالےٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا۔ اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا۔

اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب

ہوتے تو صحابہ کرام کو جاسوسی کے لیے کیوں بھیجتے خود ہی مدینہ منورہ میں دشمن کے حالات بیان فرما دیتے اور پھر یہ دس صحابی کس بے دردی اور بے جگری سے تہِ تیغ کیے گئے۔ آپ نے دیدہ دانستہ ان کو قتل کرا دیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عاصم وغیرہ کا یہی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالےٰ کے مطلع کرنے سے ہی آپ کو اطلاع ہو سکتی اسی لیے تو انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ ہماری سرگذشت سے اپنے پیارے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو مطلع اور خبردار کر دے،

(آنکھوں کی ٹھنڈک صفحہ ۱۴۲)

جوابات :۔ پہلے فقیر کی بات نہ بھولنا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی مبارک امت کے لیے اسوہ حسنہ تھی آپ اپنے ہر قول و فعل سے سربراہان مملکت سے لیکر عام غریب مزدور تک زندگی بسر کرنے کے طریقے سکھائے۔

نیز مخالفین کی بے ڈھنگی عادت کو بھی نہ بھولنا کہ وہ اپنے گمان و قیاس سے اعتراضات جوڑ لیں گے حالانکہ دلائل کے لیے تصریحات ضروری ہیں لیکن ان کے ہاں تصریحات کہاں ان کے پاس اٹکل پچو کے سوا ہے کیا۔ اب جوابات پڑھیئے۔

تحقیقی جوابات

جواب نمبر ۱ : صحابہ کو جاسوسی کے لیے بھیجنا تعلیم امت کے لیے تھا اگر آپ تمام نظام سلطنت کو اپنی معلومات کے اعتبار سے ہی انجام دیتے تو بعد میں آنے والے کور باطن کیا کرتے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ،

(پ ۲۸ الممتحنۃ ع ۱ آیت ۶)

تمہارے واسطے رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات طیبہ میں ہر قسم کے نظام کا بہتر نمونہ ہے اگر آپ ایسا نہ کرتے تو نظام جنگ کا یہ دستور کیسے ثابت ہوتا۔

جواب نمبر ۲ :۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خلیفۃ اللہ فی الارض ہوتے ہیں ۔ اللہ تعالٰے کی مخلوق میں اسی ہی کے احکام جاری فرماتے ہیں اگر اپنی طرف سے بھی کوئی حکم صادر فرمائیں وہ من جانب اللہ ہی ہوتا ہے کیونکہ اس حکم کو تائید الٰہی حاصل ہوتی ہے ورنہ تو اسی وقت اللہ تعالٰے اپنے نبی کو حکم صادر فرمانے سے روک دیتا ہے۔

جواب الزامی نمبر ۱ :۔ اگر جاسوس بھیجنا نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے حاضر و ناظر اور مطلع علی الغیب کے منافی ہے تو اللہ تعالٰے کے بھیجے ہوئے بعض انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جو شہید کئے گئے اس کا کیا جواب ہوگا کیا اللہ تعالٰے حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہیں ہے اگر ہے تو پھر اللہ تعالٰے نے دانستہ اپنے انبیاء کیوں شہید کرائے (اس کی تفصیل فقیر کی کتاب غایۃ المامول میں دیکھئے۔

الزامی جواب نمبر ۲ :۔ اگر آپ کا جاسوس بھیجنا عدم علم کی بنا پر تھا تو اللہ تعالٰے نے کیوں نہ روک دیا اور کیوں نہ فرمایا کہ وہاں کے حالات کی اطلاع میں آپ کو دے دیتا ہوں جاسوس نہ بھیجئے۔ اللہ تعالٰے نے دانستہ اپنی مخلوق کو تہ تیغ کیوں ہونے دیا۔ حالانکہ حضرت عاصم رض

بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی لاش مبارک کی اللہ تعالٰے نے حفاظت فرمائی اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو ایام اسیری میں کھانے کے لیے اللہ تعالٰے انگور بھیجتا رہا۔ لیکن انکو کفار کے پنجے سے نجات دلانے پر قادر نہ تھا؟ ثابت ہوا کہ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فعل عین قضاء وقدر تھا جس پر آپ کو اطلاع تھی۔

تحقیقی جواب از دعائے صحابی

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا دعا کرنا اور نبی علیہ السلام کی اطلاع میں عشق و محبت کا اظہار ہے کہ موت کے منہ میں ہیں تب بھی آپ کی یاد میں ہیں ۔ اسی لیے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا دعا کرنا کہ اے اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے حال سے باخبر کر دے سو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے منافی نہیں کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا اللھم علم عنا نبیک کہ ہمارے اللہ اپنے نبی علیہ السلام کو ہمارے حال کا علم عطا فرما۔ تو دعا کے الفاظ میں احتمال ہے کہ اے اللہ! اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو ہمارے حال کی طرف متوجہ فرما دے ۔کسی کو متوجہ کرنا اس کی لاعلمی و حاضر و ناظر کی نفی نہیں کرتا ہم اللہ تعالٰے سے روزانہ دعائیں کرتے ہیں تو کیا خدا تعالٰے بھی لاعلم ہے کیا حاضر و موجود نہیں (معاذ اللہ)

جواب نمبر ۲ :۔ ایک چیز کے ثابت ہوتے ہوئے اس کے لیے دعا کرنا منع نہیں ہے اللہ تعالٰے نے اپنے محبوب عالی قدر اور عظیم الجاہ علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ پ ۲۲ یٰسین ع ۱

اے اللہ ہمیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرما۔ حالانکہ آپ کو یقین تھا کہ میں صراط مستقیم پر ہوں اور ہمیشہ صراط مستقیم پر قائم بھی رہوں گا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی دعا آپ کے حاضر و ناظر ہونے اور مطلع الغیب ہونے کے منافی نہیں۔

جواب :۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اللہ تعالےٰ کی باتوں میں ہزاروں اسرار ہوتے ہیں یہاں بھی کچھ یہی بات تھی کہ اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) چاہتے تھے کہ عاصم کی کرامت ظاہر ہو چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ حدیث میں ہے۔

فاستجاب اللّٰہ لعاصم بن ثابت یوم اصیب
فاخبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اصحابہ
خبرھم (بخاری شریف جلد اول ص ۴۲۶)

یعنی عاصمؓ بن ثابت نے مصیبت کے روز دعا کی اُس کو اللہ تعالےٰ نے قبول فرمایا پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو اُن کے حال کی خبر دی۔

فائدہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سارا واقعہ راوی حضرت ابو ہریرہؓ کو کیسے معلوم ہو گیا نہ تو ابو ہریرہؓ ان صحابہؓ میں شریک تھے نہ ہی اُن مصیبت زدہ صحابہؓ میں سے کسی نے آکر سنایا۔ لامحالہ آپ نے یہ سارا واقعہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہی سنا ہے۔

فائدہ غور فرمائیں کہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی دعا سے ماقبل کے واقعات اور دعا سے مابعد کے واقعات سب کچھ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی بیان فرماتے ہیں۔ اگر عاصم رضی

اللہ عنہ کی دعا کے بعد ہی آپ کو خبر دی جاتی تو فاستجاب اللّٰہ لعاصم بن ثابت کے فتوے کے بعد ضرور اللہ تعالےٰ کے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دینے کا ذکر ہوتا۔ بلکہ ابو ہریرہؓ تو فرماتے ہیں۔ فاخبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اصحابہ خبرھم کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو اُن کی خبر دے دی اور یہ خبر دے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ثابت کر دیا کہ میں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اُن کے حال سے بے خبر نہیں ہوں بلکہ باخبر ہوں۔

سوال :۔ بخاری جلد دوم ص ۵۸۶ وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ ۴ھ میں مشرکین کا ایک وفد (ایک سازش کے تحت) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ ہمیں کچھ آدمی امداد کے لیے مرحمت فرمائیں۔ آپ نے اصحاب صفہ میں سے ستر صحابہ کو منتخب کر کے اُن کے ساتھ روانہ کر دیا جب یہ لوگ بئر معونہ پہونچے تو ان کافروں نے ایک (لنگڑے) صحابی کے علاوہ باقی سب کو شہید کر دیا۔ ان صحابہ کرام نے اپنی زندگی لمحہ میں درد بھری کہانی اللہ تعالےٰ کے حوالہ کی۔ اے اللہ اپنے پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر ساتھیوں کو ہمارے حالات سے مطلع کر دے اللہ تعالےٰ کی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ایک حکم نازل ہوا جس کو صحابہ کرام پڑھتے بھی رہے تھے آپ نے ایک مہینہ مسائل کافر قوم کو کہیے صبح کی نماز میں رکوع کے بعد دعا بھی کی اور اس حادثہ کی وجہ سے آپ بڑے مغموم اور پریشان رہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر

اور عالم الغیب ہوتے تو آپ نے ان مشرکوں کو سازش کا مشورہ کرتے دیکھا اور سنا ہوتا اور ان کے ناپاک ارادہ سے مطلع ہوتے ہوئے پھر آپ نے کیوں اپنے مخلص صحابہ کو ان وحشی درندوں کے سپرد کر دیا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا اعتقاد بھی یہ نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہیں صـ۴۳ جلد اول ۔۔۔۔ اور آپ نے دیدہ دانستہ ستر آدمیوں کو موت کے منہ میں بھیجا اور پھر خود ایک مہینہ تک ان کی موت کا افسوس کرتے رہے۔ ایسا کیوں ہوا صـ۴۴۔ صحیح مسلم جلد اول صـ۶۹ وغیرہ میں یہ روایت آتی ہے کہ کسی جنگ کے موقعہ پر ایک میدان میں ایک کافر سپاہی نے بہت سے صحابہ کو شہید کر دیا تھا حضرت اسامہ اس کی طرف بڑھے تاکہ اس کافر کو قتل کریں مگر اس نے کلمہ پڑھ لیا لیکن اسامہ کو یہ بدگمانی رہی کہ اس نے جان بچانے کی خاطر کلمہ پڑھا ہے آپ نے فرمایا۔ اے اسامہ۔ تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ اے اسامہ جب قیامت کا دن ہوگا تو تم کلمہ کا کیا جواب دو گے۔ ملاحظہ تو کیجئے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کلمہ گو کے لیے جس نے صرف زبان سے کلمہ طیبہ ہی پڑھا ہے تو ایسے پریشان اور مغموم ہوں لیکن بقول فریق مخالف خود حاضر و ناظر ہوتے ہوئے ستر صحابہ کو عمداً (العیاذ باللہ) قتل کروا دیا اور پھر خود ایک مہینہ تک ان کافروں کے لیے بددعا بھی کرتے رہے یہ ہے مخالفین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت و محبت۔ افسوس اور حیرت ہے اس عقیدت پر (آنکھوں کی ٹھنڈک صـ۴۳)

جوابات سے پہلے یاد رہے کہ گکھڑوی کے اعتراضات وہی ہیں جو جاسوسی والی روایت مذکورہ میں اعتراضات کئے صرف فرق یہ ہے کہ اس روایت میں کذب بیانی سے بھی کام لیا۔ اس کے تفصیلی جوابات تو فقیر نے اپنی کتاب "غایۃ المامول فی علم الرسول" میں لکھے ہیں یہاں بھی جوابات لیکن مختصراً عرض کرتا ہوں۔

الزامی جواب

یہی اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کے ہاں انبیاء علیہم السلام سینکڑوں کی تعداد میں بھیجے جنہیں بنی اسرائیل نے بے دردی سے شہید کر ڈالے جنکا اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بار بار ذکر فرمایا ہے

"ویقتلون النبیین بغیر حق"

تحقیقی جوابات

(۲) روایات کے الفاظ بتاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعہ سے پہلے علم تھا کہ یوں ہی ہوگا چنانچہ ابو براء نے جب صحابہ کو لے جانے کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا۔ انی اخشی علیھم ۔ اہل نجد میں نجدیوں سے صحابہ پر خوف کرتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کریں گے یہ خوف حقیقت کے علم کی وجہ سے تھا۔

(۳) ایک روایت میں ہے کہ جب عمرو بن امیہ نے آپ کو صحابہ کی شہادت کی خبر دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ھذا عمل ابی براء وقد کنت لھذا کارھا متخوفا

یعنی تحقیق میں اسی حادثہ کے پیش آنے کی وجہ سے اول امر میں خوف رکھتا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجنا مجھے پسند نہ تھا۔

(تفسیر خازن شریف بہامشہ تفسیر معالم التنزیل میں جلد ا صـ۴۷۳ صـ۲۵۷)

فائدہ ثابت ہوا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کے پیش آنے سے پہلے علم تھا کیونکہ لفظ قد ہمیشہ تحقیق کے لیے آیا کرتا ہے اور آنحضرت کا صحابہ کو بھیجنا قضا الٰہی کے پیش نظر تھا

گکھڑوی کے بہتان کا انکشاف

گکھڑوی نے لکھا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ شہداء بیر معونہ نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ اے اللہ اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر ساتھیوں کو ہمارے حالات سے مطلع کر دے یہ کسی بھی روایت میں موجود نہیں البتہ بخاری شریف جلد ثانی صـ۵۸۷ پر یہ الفاظ ہیں کہ شہداء نے کہا۔

ربنا اخبر ناعنا اخواننا

کہ اے اللہ ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو خبر پہنچا دے اس کے بعد یہ الفاظ ہیں فاخبرھم عنھم پس صحابہ کو خبر دی اُن کے حال کی۔ مزید جوابات اور تحقیق و تفصیل فقیر کی تصنیف "غایۃ المامول فی علم الرسول" میں پڑھیے۔

سوال نمبر ۶ :۔ بخاری جلد دوم صـ۶۱۱ وغیرہ میں یہ روایت ہے کہ ۷ھ میں جب خیبر فتح ہوا ایک یہودی عورت نے بکری کا گوشت میں زہر ڈال کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بطور تحفہ بھیجا۔ آپ نے بھی چند لقمے کھائے اور آپ کے بعض صحابہ نے وہ گوشت کھایا چنانچہ حضرت بشر بن براء بن معرور کی اسی جگہ شہادت بھی ہو گئی بلکہ ابو

داؤد اور دارمی کی روایت میں ہے وتوفی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الشاۃ (المشکوۃ صـ۵۴۳ ج۲) کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام جنہوں نے بکری کھائی وفات پا گئے اس سے معلوم ہوا کہ وفات پانے والے متعدد صحابہ کرام ابو داؤد صـ۲۴۶ ج۲ اور سنن دارمی صـ۱ وغیرہ میں مذکور ہے کہ چند لقمے کھا چکنے کے بعد آپ نے فرمایا۔ اسے مت کھاؤ کیونکہ یہ بوٹیاں مجھے یہ بتلا رہی ہیں کہ ہمارے اندر زہر ہے اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے تو یہودی عورت کو زہر ڈالتے دیکھا ہوتا خود بھی نہ کھاتے اور صحابہ کرام کو بھی منع فرما دیتے کیا دیدہ دانستہ آپ نے صحابہ کرام کو زہر کھلا کر مروا دیا (بنیوا توجرا) آنکھوں کی ٹھنڈک صـ۹۵)

جواب :۔ فقیر کی بات ذہن سے نہ اتاریئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر کارگزاری میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں یہودیہ کی زہر خورانی میں پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے خبری کے اظہار پھر اس کے پردہ چاک کرنے میں بھی متعدد حکمتیں تھیں منجملہ ان کے یہودیوں کو اپنی نبوت پر مہر ثبت مطلوب تھی جیسا کہ انہوں نے زہر کھلانے کی اصلی غرض وغایۃ بتائی جس روایت کو مخالف بیان نہیں کرتے فقیر ان روایات کو آگے چل کر عرض کرتا ہے۔ آپ نے زہر کھا کر دکھلائی پھر بھی زندہ رہے یہودیوں کو یقین ہوا کہ واقعی یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اظہار معجزہ یہودیوں کو نہ صرف ان کی کتاب کے مطابق اپنی نبوت کی تصدیق کرائی بلکہ آپ نے اسی ضمن میں ایک ایسا معجزہ دکھا دیا جو اپنی نوعیت کا عجوبہ روزگار تھا وہ ہے بھنی ہوئی بوٹی کا بولنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق۔

روایات زہر اور خیانات گکھڑوی

فقیر زہر والی ان روایات کی اصل عبارات نقل کر دیتا ہے اس کے بعد گکھڑوی کی خیانتیں خود بخود بھی ظاہر ہو جائیں گی اور فقیر بھی ان کی نشاندہی کر دے گا۔ اس سے یقین کریں کہ دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عداوت و بغض میں کیا کیا حیلے کرتے ہیں۔

نوٹ مخالفین اسلام (وہابی، شیعہ، مرزائی، دیوبندی) وغیرہ وغیرہ کا طریقہ ہے کہ اپنا مطلب بیان کر کے اہلسنت کی کتابوں کے حوالہ جات سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں عوام اہل اسلام اور خواص عبارات پڑھنے لکھنے کا مطالبہ کریں نمونہ ملاحظہ ہو:

گکھڑوی کی خیانتیں

۱۔ بخاری شریف کی یہ روایت بالتفصیل ہے ہی نہیں۔ بخاری شریف میں صرف اتنا ہے۔

عن ابی ھریرۃ لما فتحت خیبر اھدیت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری بھیجی گئی اس میں زہر تھا

شاۃ فیما سم۔ بخاری شریف ص ۶۱۰ ج ۲۔

خیانت نمبر ۲ گکھڑوی نے لکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چند لقمے کھائے یہ بھی کسی روایت میں موجود نہیں روایت کا عنقریب ہی ذکر ہو گا۔

خیانت نمبر ۳ لکھا کہ ابو داؤد اور دارمی کی روایت میں ہے کہ توفی اصحابہ الذین اکلوا من الشاۃ۔

خیانت نمبر ۴ لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھا چکنے کے بعد فرمایا کہ یہ بوٹیاں مجھے بتلا رہی ہیں کہ ہمارے اندر زہر ہے۔

دارمی شریف کی یہ روایت ہے۔

ان یہودیۃ من اھل خیبر سمت شاۃ مصلیۃ ثم اھدتھا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم منھا الذراع فاکل منھا واکل الرھط من اصحابہ معہ ثم قال لھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارفعوا ایدیکم وارسل النبی صلی

اہل خیبر میں سے ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجی آپ نے اس کی دستی اٹھا کر اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور آپ کے کچھ صحابہ نے بھی کھایا پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کھینچ لو۔ اس کے بعد یہودیہ کو بلایا اور فرمایا کہ تو نے اس میں زہر ملایا ہے اس

الله عليه وسلم الى
اليهودية فدعاها
فقال اسمت هذه الشاة
فقالت نعم ومن اخبرك
فقال النبي صلى الله عليه و
سلم اخبرتني هذه في يدي
الذراع فقالت نعم قال
فما ذا اردت الى ذالك
قالت قلت ان كان نبيا لم
يضره وان لم يكن نبيا
استرحنا منه فعفا عنها
رسول الله صلى الله عليه
وسلم ولم يعاقبها وتوفى
بعض اصحابه الذين اكلوا
من الشاة -

نے کہا کہ آپ کو کس نے خبر دی
ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اس دستی نے جو میرے
ہاتھ میں ہے یہودیہ نے اقرار
کر لیا پھر آپؐ نے فرمایا کہ ایسا
کیوں کیا ہے اس نے کہا کہ میں نے
خیال کیا کہ اگر آپ نبی ہوں گے
تو زہر آپ کو کچھ نہ کہے گا ورنہ
آپ سے ہماری جان چھوٹے گی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے
کچھ نہ کہا اور آپ کے صحابہ میں
سے جنہوں نے گوشت کھایا تھا۔
بعض نے وفات پائی -
(دارمی شریف صـ ۱۹)

ابو داود شریف کی روایت ہے۔

فاخذ رسول الله صلى الله
عليه وسلم الذراع فاكل
منها واكل رهط من اصحابه
معه ثم قال لهم رسول
الله صلى الله عليه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اس سے لے کر کھایا اور چند ایک
صحابہ نے بھی کھایا پھر آپ نے فرمایا
ہاتھ کھینچ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے یہودیہ کو بلا کر پوچھا

ارفعوا ايديكم وارسل
رسول الله صلى الله عليه
وسلم الى اليهودية فدعا
ها فقال لها اسمت هذه
الشاة قالت اليهودية
من اخبرك قال اخبرتني
هذه في يدي الذراع قالت
نعم قال فما اردت
الى ذالك قالت ان كان
نبيا فلن يضره وان لم
يكن نبيا استرحنا منه
فعفا عنها رسول الله صلى
الله عليه وسلم ولم
يعاقبها وتوفي بعض اصحابه
الذين اكلوا من الشاة -

کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا
ہے عرض کی آپ کو کس نے خبر
دی آپ نے فرمایا مجھے اسی نے
خبر دی ہے جو میرے ہاتھ میں ہے
یعنی گوشت نے۔ عرض کی ہاں میں
نے عمداً کیا ہے اس لیے میں
نے خیال کیا تھا کہ آپ نبی ہیں
تو آپ کو زہر ضرر نہ دے گا۔
اگر آپ نبی نہیں تو ہماری جان
چھوٹ جائے گی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے معاف
فرما دیا۔ اسے کوئی سزا نہ دی۔
جنہوں نے گوشت کھایا ان میں آپ
کے بعض صحابی فوت ہو گئے۔
(ابوداود جلد ۲ مطبوعہ مصر صـ ۴۸۲)

فائدہ اب دارمی شریف اور ابوداود شریف کی اصل عبارت بھی ملاحظہ فرماویں اور گکھڑوی کی من گھڑت کہانی بھی پڑھ لیں اور صاحب مشکوٰۃ سے روایت نقل کرتے ہیں بعض کا لفظ سہواً چھوٹ گیا ہے اور بعض محدثین سے ایسے ہو جاتا ہے۔

کوڑے مارو اگر آج شرعی سزاؤں کا نفاذ ہو تو گکھڑوی کو ان خیانتوں پہ زہر ملے کوڑے مارے جاتے

یقین ملنئیے کہ ابوداؤد شریف کی ایک دوسری روایت نے تو یہ بھی وضاحت کر دی کہ وہ بعض متوفی کون تھے ملاحظہ ہو۔ حدیث میں ہے کہ

فاهدت له يهودية بخيبر شاة سمتها فاكل رسول الله صلى الله عليه وسلم منها واكل القوم فقال ارفعوا ايديكم فانها اخبرتني انها مسمومة فمات بشر بن البراء ابن معرور الانصاري۔ (ابو داؤد مصری جلد ۲ صـ ۴۸۲)	خیبر میں یہودی عورت نے زہر ڈال کر بھنی ہوئی بکری آپ کی خدمت میں بھیجی پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے اُس میں سے کچھ کھایا پھر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کھینچ لو۔ اس گوشت نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر ہے پس بشر بن البراء ابن معرور الانصاری وفات پا گئے۔

فائدہ شارحین مشکوٰۃ نے بھی یہی تصریح فرمائی ہے کہ وفات پانے والے اکیلے بشر بن البراء ابن معرور الانصاری ہی تھے۔ یہ واقعہ دراصل نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے نبی ہونے کا امتحان تھا جیسا یہودیہ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

نتیجہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امتحان کے ہر پہلو کو خوب حل فرمایا۔ اپنے ساتھ صحابہ کرام کو اس لیے شریک فرمایا کہ نبی اور غیر نبی میں فرق ظاہر ہو۔ اگر صحابہ کرام کو شریک نہ کرتے تو ایک احتمال باقی رہتا تھا کہ شاید زہر مقدار ہلاکت سے کم ملائی گئی تھی یا زہر ویسے ہی بے اثر تھی۔ صحابی کے وفات پا جانے سے یہ بات

واضح ہوگئی کہ زہر مقدار اور اثر کے اعتبار سے پوری تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو غیر نبی شریک تھے اُن میں سے ایک کی موت بھی واقع ہوگئی۔ دوسرے گوشت کا آپ کے ساتھ کلام کرنا آپ کے حق میں معجزہ ثابت ہوا۔

گکھڑوی کی علمی بد دیانتی گکھڑوی نے کہا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھانے کے بعد فرمایا کہ یہ بوٹیاں مجھے خبر دے رہی ہیں کہ ہم زہر آلودہ ہیں۔ ثابت ہوا کہ گوشت کھائے جانے کے بعد آپ کو اطلاع دی۔

جواب :- ہم پوچھتے ہیں کہ کھالینے کے بعد خبر دینا کہ ہم زہر آلودہ ہیں چہ معنی دارد۔ کام تو ہو چکا تھا اللہ تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے۔ جس کے حکم سے گوشت کو گویائی عطا ہوئی۔ اس کا یہ فعل کونسی حکمت پر مبنی تھا۔ بتایئے خطرے کی گھنٹی خطرے سے قبل بجائی جاتی ہے۔ یا بعد۔ کیا ایام جنگ میں ان کو یہ تجربہ بھی نہیں ہوا

علمی خیانت فانها اخبرتني جو کہ ماضی کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ یوں کر دیا کہ یہ بوٹیاں مجھے خبر دے رہی ہیں۔ (بتا رہی ہیں) خبرت اور تخبر میں کوئی فرق نہیں یہ ہیرا پھیری اسی لئے ہے کہ کہیں نبی علیہ السلام کا نقص و عیب ثابت ہو جائے ورنہ ماضی کو مضارع میں بدلنے کے علاوہ چن چن کر ایسی روایات لانا جنہیں عیب و نقص ثابت کیا جا سکے اگرچہ آپ ہر عیب و نقص سے پاک ہوئے

سوال :۔ بخاری جلد دوم صـ ۱۰۶۳ اور مسلم جلد دوم صـ ۲۷ وغیرہ میں حدیث

آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں بشر ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو سکتا ہے کہ تم میں کوئی آدمی اپنی چرب زبان سے اپنے جھوٹے دعویٰ اور مقدمہ کو سچ کر دکھائے اور میں غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو اس کو یوں سمجھیے کہ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو اس نے لے لیا لہٰذا میرے ساتھ سچی بات، کہنا قارئین کرام اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر نہ ہوتے حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ یوں فرماتے میں تم سے خوبی واقف ہوں۔ اس لیے میں سچے اور جھوٹے کو خوب پہچانتا ہوں۔ لہٰذا میرے سامنے غلط بیانی اور جھوٹ نہیں چل سکتا مسلم وغیرہ میں ایک حدیث آتی ہے کہ دو آدمی ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جھگڑا لے کر آئے۔ جھگڑا ایک چارپائی کے بارے میں تھا ایک کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ میرا ہے دوسرا اس کا مدعی تھا کہ یہ میرا ہے آپ نے وہ دونوں کو دلوا دیا کیونکہ عدم شہادت کی وجہ سے کسی ایک پر ترجیح نہیں دی جا سکتی تھی۔ اگر آپ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ نے صاحب حق کی حق تلفی کرتے ہوئے۔ کیونکہ مالک تو دراصل صرف ایک ہی ہو گا۔ غیر مالک کو نصف کیوں دلوا دیا۔ (آنکھوں کی ٹھنڈک ص۵۹)

تمہید جوابات

اس حدیث پاک کو سمجھنے کے لیے چند قواعد ذہن نشین کر لیجیے۔

۱۔ انبیاء علیہم السلام کے بات کو سمجھنے میں غلطی نہیں ہوتی۔ کوئی بھی ایسی ذہنیت رکھتا ہو تو وہ بے ادب اور گستاخ ہے۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام اجتہاد کرتے ہیں تاکہ امت کو اجتہاد پہ عمل کرنے کا ثواب ہو بالخصوص ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمداً اجتہاد فرمایا کیونکہ تاقیامت آپ کی امت اس پر عمل پیرا ہو۔

۳۔ ان کا اجتہاد اگر خلاف واقعہ ہو تو اجرائے احکام کی حیثیت سے ہوتا ہے تاکہ کوئی مجتہد اگر خلاف واقعہ اجتہاد کرے تو اس کے عملنامہ میں گناہ کے بجائے ثواب لکھا جائے جیسے اب اصول فقہ کے قواعد اسی پر مبنی ہیں یہی وجہ ہے کہ آپکا اجتہاد خلاف واقعہ پر دائمی نہیں رہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے قائم نہیں رہنے دیا جاتا۔ تاکہ انبیاء علیہم پر غلط کار لوگ حملہ آور نہ ہوں۔

جواب

حسب سابق گکھڑوی نے حدیث شریف کے بیان میں جو کہ کیا ہے، حدیث پاک کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فقال انما البشر و انه یاتینی الخصم فلعل بعضا ان یکون ابلغ من بعض فاقضی له بذلك و احسب انه صادق (بخاری شریف ص۱۰۶۵)

آپ نے فرمایا میں بشر ہوں اور میرے پاس لوگ فیصلہ کے لیے آتے ہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی ان میں زیادہ بلیغ ہو اور میں گمان کروں اس کو سچا۔ اور فیصلہ اس کے حق میں دوں

اور فرمایا

اتینی انهم فلعل بعضکم ابلغ من بعض فاحسب انه صادق ناقضی له

میرے پاس فیصلے آتے ہیں ممکن ہے کہ تم میں سے بعض بعض سے زبانی بلاغت زیادہ رکھتا ہو۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۷۴ سو میں اس کو سچا گمان کروں اور اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔

واضح ہوا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کو زندگی بسر کرنے اور حکام کو فیصلہ کرنے کا سلیقہ سمجھا رہے ہیں کہ حق ثابت کرنے میں باتیں بنانا اور مقصد حاصل کرنا کمال نہیں۔ فیصلہ تو ان کی باتوں سے ہو جائے گا۔ لیکن آخرت کی سزا سخت ہے اس کا خیال رکھو اور حکام بھی ظاہری امور پر یا گواہی پر فیصلہ دیدیں تو ان پہ قیامت میں کوئی مواخذہ نہیں۔ اس مقصد سے ہٹ کر مخالفین صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کر دیا کہ آپ کو علم نہیں یا حاضر و ناظر نہیں وغیرہ وغیرہ۔ قیامت میں جب اللہ تعالیٰ فیصلہ کے گواہ طلب کرے گا یا کفار کی جرح و قدح فیصلہ کو مؤخر فرما دے گا وہاں بھی یہی کہیں گے کہ وہ عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہوتا تو ایسے کیوں کرتا۔

گکھڑوی کا گستاخ

حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔ فاحسب جس کے معنی ہیں کہ میں گمان کروں۔

گکھڑوی نے اس کا ترجمہ غلط فہمی میں مبتلا ہونا یا تو تعصب کی بنا پر یا قلت علم کی بنا پر کیا ہے۔

قارئین کو دعوت غور و فکر ہے کہ دیوبندی وہابی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ایسی حرکتیں کیوں کرتے ہیں کیا ان کی یہ ناشائستہ حرکتیں گستاخی اور بے ادبی تو نہیں۔

خلاصہ جواب

حدیث کا سیاق سباق ہی بتلاتا ہے۔ کہ ابلغ مدعی کو سچا گمان کرنا صرف اُس کے ظاہری

بیان کی وجہ سے ہے نہ کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم کی وجہ سے ہے اور یہ آپ نے عمداً فرمایا تاکہ آنے والوں کو فیصلے کرنا آسان ہوں۔

تائید از حدیث ثانی

ہمارے مضمون کی تائید حدیث ذیل سے ہوتی ہے فرمایا کہ

انکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع منہ۔

تم میرے پاس جھگڑے لاتے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تم میں سے بعض بعض سے زیادہ چرب زبان ہونے کی وجہ سے اپنی دلیل قائم کر دے اور میں باعتبار جو اُس سے سنوں اُس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ (مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۷۴)

فائدہ

قیامت تک قاعدہ بتا دیا کہ فیصلہ ظاہری دلائل پر ہو۔ اس میں مجسٹریٹ (حاکم۔ فیصل) کو اپنے علم میں کسی قسم کا دخل نہیں ہوتا۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "غایۃ المامول"۔

سوال: بخاری جلد دوم، صفحہ ۶۱۲ مسلم جلد دوم صفحہ ۳۰۲ وغیرہ میں مذکور ہے کہ مشرکین مکہ کی غداری کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۸ھ میں خفیہ تیاری شروع کر دی۔ مکہ پر اچانک حملہ کر دیا جائے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے خط لکھا کہ اے مشرکین مکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اوپر حملہ کرنا چاہتے ہیں خط لکھ کر کسی مرد کو بھی نہ دیا تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو۔

بلکہ ایک عورت کو دے دیا وہ لے کر روانہ ہو گئی۔ اللہ
تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو مطلع کر دیا آپ نے
حضرت علیؓ اور حضرت زبیر وغیرہ کو تیز رفتار گھوڑوں پر سوار کر
کے فرمایا کہ روضہ خاخ میں ایک عورت تمہیں ملے گی اس سے رقعہ
لے آنا۔ الحاصل وہ گئے اور خط لے آئے دیکھا تو معلوم ہوا کہ
لکھنے والے حضرت حاطب ہیں حضرت عمر طیش میں آئے اور کہا
حضرت مجھے اجازت دیجیے۔ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں اور
کہا کہ حاطب بن بلتعہ جہنمی ہے (مسلم جلد دوم ص ۳۰۲)۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو فرمایا کہا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ
نے اصحاب بدر کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں اور فرمایا تم
جھوٹ کہتے ہو کہ وہ جہنمی ہے وہ تو دوزخ میں داخل بھی نہیں ہو گا۔
حضرت حاطب نے اپنا قصہ خود سنایا کہ حضرت مکہ مکرمہ میں میرے اہل و
عیال کا کوئی بھی عالم اسباب میں نگران نہیں تھا اللہ تعالیٰ کا جو فیصلہ
مشرکین مکہ کے خلاف ہو گا سو اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ میں نے
خیال کیا کہ میرا تھوڑا سا احسان مکہ کے مشرکوں پر ہو جائے گا شاید کہ
وہ اس احسان کے عوض میرے اہل عیال کی نگرانی کریں اور ان کو دکھ
اور تکلیف نہ پہنچائیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت حاضر و ناظر
عالم الغیب نہیں تھے ورنہ حاطب کو خط لکھتے وقت ہی دیکھ اور جان
لیتے پھر اس کو کیوں نکلنے دیا اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ حضرت حاطب
رضی اللہ عنہ کو گناہ کی معافی اور جنتی ہونے کا پروانہ باذن الٰہی جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل چکا تھا۔ ان کا عقیدہ نہ تھا

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر و عالم الغیب
ہیں ان کا بھی تو یہی خیال تھا شاید میرا خط اہل مکہ کو پہونچ جائے
آسمان سے وحی نازل ہوئی ورنہ حضرت حاطب کو یہ وہم نہ ہو گا کہ
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور احباب کی موجودگی میں
یوں کارروائی ہو گی۔ (آنکھوں کی ٹھنڈک)

جواب اسے کہتے ہیں سینہ زوری یا عربی مقولہ بیان فٹ
کر دیا جائے۔ اذا فات الحیاء فافعل ما تشاء
کسی نے اس کا ترجمہ فارسی میں یوں کیا۔ بیحیا باش وہر چہ خواہی کنی
بے حیا ہو جا پھر جو مرضی آئے کرتا جا۔ گھڑی دہی کر دکھایا ہے
اگر چہ خیانت اور دھوکہ کے زور سے حدیث شریف کا حلیہ بگاڑ دیا
ہے تب بھی حقیقت چھپ نہ سکی۔

۱۔ خاخ تک پہونچ جانے والی عورت کے پاس خط لے جانے
کی خبر دینا علم نہیں تو اور کیا ہے۔

۲۔ حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کو منافق کہنے سے روک دینا یہ ان
کے اندرونی امور کی تصدیق علم غیب نہیں تو پھر کوئی اور نام بتایئے

۳۔ حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کو جیتے جی بہشت کا ٹکٹ عطا فرما
دیا یہی علم غیب تو ہے لیکن

؎ دیدہ کور کو نظر نہ آئے تو میں کیا کروں۔

سوال: بخاری جلد اول ص ۴۰۲ میں یہ روایت مروی ہے کہ ایک
دفعہ مدینہ میں دشمنوں کی آمد کی افواہ مشہور ہوئی۔ آنحضرت گھوڑے
پر سوار ہو کر دور تک دیکھ کر واپس ہو رہے تھے کہ آگے سے

اہل مدینے ملے آپ نے فرمایا واپس چلے جاؤ کوئی خطرہ نہیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو حالات معلوم کرنے کے لیے مدینہ سے باہر جانے کی کیا ضرورت تھی کیا حاضر و ناظر بھی تحقیق حالات کے لیے کہیں جایا کرتا ہے اور دور دور تک حالات کا جائزہ لیا کرتا ہے بنو فرحروا (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۵۷)

جواب نمبر ۱ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلم الکتاب والحکمۃ ہیں آپ نے دنیا میں مثالی معاشرہ قائم فرمانا چاہا تو اس کی اعلیٰ مثال یہ ہے کہ عمل کر کے دکھایا جائے اس سے معاشرہ پر اچھا اثر پڑتا ہے یہاں بھی آپ نے وہی کیا کہ آپ قوم کے سربراہ تھے اور حقیقی سربراہ وہ ہے جو رعایا کی خدمت سے عار نہ کرے۔ اسی لیے فرمایا سید القوم خادمھم۔ اسی لیے آپ سب سے پہلے تشریف لے گئے اسے نہ علم سے کوئی تعلق ہے نہ حاضر و ناظر سے۔

جواب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت و بہادری کا اظہار فرمایا یہی وجہ ہے کہ محدثین اس واقعہ کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شجاعت و بہادری کے باب میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ حدیث کا اصل پڑھیے۔

عن انس بن مالك ان اہل المدينة فزعوا مرة فركب النبي صلى الله عليه وسلم فرسا لابي طلحة كان يقطف او كان فيه خطاف فلما ارجع قال وجدنا فرسكم هذا بحرا فكان بعد ذالك لا يجاري

بخاری شریف جلد نمبر ا ص ۴۰۱

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ اہل مدینہ کو گھبراہٹ ہوئی تو نبی علیہ السلام حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو کہ بڑا سست رفتار تھا جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام واپس آئے آپ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے گھوڑے کو تیز رفتاری میں سمندر پایا پس اس کے بعد کبھی اس گھوڑے سے کسی گھوڑے نے سبقت نہ لی۔

جواب نمبر ۳: جہاں سید القوم خادمھم کا عملی ثبوت پیش فرمایا وہاں ساتھ ہی حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے کو تیز رفتاری بھی بخشی تاکہ ثابت ہو جائے کہ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت تو خادموں کے عیب ختم کر دیتی ہے چہ جائیکہ آپ کی ذات میں کوئی کمزوری یا عیب ہو۔ لہذا یہ واقعہ بھی آپ کے عدم علم اور غیر حاضر و ناظر پہ دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ آپ کی بہادری و شجاعت کا اظہار تھا اور ضمناً اظہار معجزہ بھی وغیرہ۔ افسوس ہے کہ جو کام حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم امت کے لیے کرتے ہیں اسے مخالفین لاعلمی وغیرہ پہ محمول کر دیتے ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)

سوال: مسلم شریف جلد دوم ص ۱۰۷ وغیرہ میں یہ حدیث آتی ہے کہ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ جنگ احزاب کے موقعہ پہ جو ۵ھ میں ہوئی تھی تیز ہوا اور کڑاکے کی سردی تھی اور غالباً رات کا وقت تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں کوئی شخص ایسا نہیں جو جا کر دشمن کے حالات معلوم کرے اور مجھے آکر بتلائے اس شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت

کے دن میرے ساتھ جگہ دے گا مگر تمام خاموش ہو گئے کوئی جواب نہ ملا۔
چوتھی بار آپ نے فرمایا۔ قُم یا حذیفۃ فأتنا بخبر القوم
اے حذیفہ تو کھڑا ہو اور ہمیں دشمن کے حالات سے آگاہ کر۔ حضرت
حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں گیا اور جاکر حالات معلوم کئے اور واپس آکر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کے حالات سے مطلع کیا اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب
ہوتے تو آپ کو دشمن قوم کے حالات خود معلوم ہوتے کسی کے بھیجنے کا
کیا مطلب اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ حاضر و
ناظر ہیں ورنہ وہ کہہ دیتے کہ حضرت آپ کو تو ہر چیز نظر آتی ہے اور معلوم
ہے آپ کیوں اتنے پریشان ہوتے ہیں کہ بار بار یہ فرماتے ہیں کہ کون تم
میں جاکر دشمن قوم کے حالات ہمیں آگاہ کرتا ہے (آنکھوں کی ٹھنڈک
ص ۴۶-۴۷)

جواب الزامی اس سوال کا حال بھی وہی ہے جو پہلے سوالات
کا ہے اگر یہ واقعہ حاضر و ناظر اور علم کی نفی
کی دلیل ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے بھی منکر خدا سوال کر سکتا
ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تو اللہ تعالیٰ
دریافت حال کے لیے جبریل علیہ السلام کو تین دن مسلسل بھیجتا رہا۔
اس کے علاوہ متعدد روایات فقیر نے رسالہ "لاعلمی ہی علم" میں
لکھ چکا ہے تو جو جواب منکر خدا تعالیٰ کو دیا جائے گا وہی جواب
منکر مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیا جائے۔
سوال:۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تو قرآنی آیات وارد ہیں اسی

لیے ہم اپنے عقیدہ کے مطابق منکر خدا تعالیٰ کے انکار کا اعتبار
نہ کریں گے۔
جواب:۔ ہم نے دلائل قاطعہ سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا علم اور حاضر و ناظر ہونا ثابت کیا ہے اسی لیے ہم اپنے
عقیدہ پر مستحکم ہیں منکر کمالات مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمیں
کوئی پرواہ نہیں۔

تحقیقی جواب چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی ظاہری زندگی قانون ساز زندگی تھی آپ
کا ہر قول و فعل اور عمل شریعت بنتا تھا آپ نے امور سلطنت کے
اصول کی تعلیم کی پیش نظر ایسے کیا کہ جب سربراہ مملکت یا منتظم امور
علاقہ کو ایسے امور درپیش ہوں تو اسے یوں کرنا چاہیے اس طرح
امور سلطنت و علاقہ بھی سدھریں گے اور سربراہ مملکت اور منتظم
امور علاقہ سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرنے
سے اجر و ثواب بھی ڈھیروں کے ڈھیر کمائے گا تو یہ نہ لاعلمی ہوئی
اور نہ حاضر و ناظر کی نفی بلکہ حکمت محض تھی جیسے اللہ تعالیٰ کا جبریل
علیہ السلام کو بھیجنے میں ایک حکمت یہ تھی کہ اسے نبی پاک صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے کتنا محبت ہے اور محب کو ایسا کرنے پر ملامت
نہ کی جائے بلکہ اسے محبت پر داد دی جائے۔
سوال:۔ مسلم جلد دوم وغیرہ میں یہ روایت آتی ہے کہ ایک شخص آیا
اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی ہجرت
کی وہ شخص دراصل غلام تھا حالانکہ آپ غلاموں کی ہجرت پر بیعت

نہیں لیا کرتے تھے کیونکہ اس صورت میں غلام اپنے آقا کی خدمت نہیں کر سکتا تھا لیکن الم اشعر انہ عبد۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ غلام ہے جب اس غلام کا آقا آیا اور حقیقت واضح ہو گئی تو آپ نے دو غلام دیکر وہ غلام لیا اس کے بعد کسی غلام کی بیعت نہیں لیا کرتے تھے حتی لیسالہ اعبد ھو۔ تاوقت کہ نہ پوچھ لیتے کہ وہ آزاد ہے یا غلام۔ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ شخص فلاں کا غلام ہے میرے لیئے یہ فلاں شخص اور فلاں جگہ سے بھاگ کر آیا ہے پھر اس سے بیعت کیوں لی اور آئندہ آپ ہر ایک سے ہجرت کی بیعت پر کیوں دریافت فرمایا کرتے تھے کہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب کے اس طرح پوچھنے کا کیا مطلب ہے۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک ص۴)

تمہید جواب حضور علیہ السلام نے امت کو تعلیم دینی تھی اس کے طریقے سمجھانے تھے آپ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا جیسے اس باب کے مقدمہ میں لکھ گیا ہے

جواب نمبر ۱ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے ایسا دانستہ طور پر کیا تھا تاکہ ایک غلام کی دو غلاموں کے بدلے خرید وفروخت کا جواز ثابت کریں۔ جیسا کہ آپ نے بیان جواز کے لیے بعض اوقات وضو میں اعضا کو ایک ایک مرتبہ دھویا لیکن سنت تین تین مرتبہ دھونے میں قائم ہوئی۔

جواب نمبر ۲ ولم لیشعر انہ عبدٌ سے نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے عدم علم پر دلیل استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ تو راوی کا اپنا خیال ہے جب کہ شعور ایک باطنی امر ہے اس پر راوی کو کیسے اطلاع ہوئی۔ اگر راوی کے لیے باطن پر اطلاع تسلیم کی جائے تو نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے بدرجہ اولی تسلیم کرنی ہو گی۔ باقی رہا اس غلام کی بیعت کے بعد کا معاملہ کہ بغیر تفتیش کے بیعت نہ کرنا۔ وہ اس لئے تھا کہ لوگ اس غلام کی بیعت سے یہ نہ سمجھ لیں کہ تفتیش کی ہمارے لیے بھی کوئی ضرورت نہیں۔ لہذا سنت یہ ہی ہے کہ معاملات تفتیش کے ساتھ انجام دیے جائیں۔

جواب نمبر ۳ شریعت سازی مطلوب تھی کہ سرسری طور کسی کی کوئی بات نہ مان لی جائے بلکہ اس کی تحقیق کی جائے بعد تحقیق عمل در آمد ہو۔

صلے اللہ علیہ وسلم ولیسوا علی ماءٍ ولیس معھم ماءٍ قالت عائشۃ فعاتبنی ابوبکر وقال ماشاء اللہ ان یقول وجعل یطعنی بیدہٖ فی خاصرتی ولا یمنعنی من التحرک الا مکان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حین اصبح علی غیر ماءٍ فانزل اللہ ایۃ التیمم فتیمموا فقال اسید بن حضیر ماھی باوّل برکتکم یا آل ابی بکر قالت فبعثنا البعیر الذی کنت علیہ فاذا عقد تحتہٗ۔

بخاری شریف جلد ۲ صـ۶۶۳

دوسری روایت بھی ملاحظہ ہو۔

عن عائشۃ قالت سقطت قلادۃ لی بالبیداء ونحن داخلون المدینہ فاناخ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ونزل

لیا ہے حالانکہ نہ یہاں پہ پانی ہے اور نہ ہمارے پاس پانی ہے ابوبکرؓ آکر مجھے ناراض ہونے لگے اور کہا جو اللہ نے چاہا اور میری پسلی (کوکھ) میں ہاتھ مارا لیکن میں بوجہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میری ران پہ آرام فرمانے کے حرکت سے باز رہی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو اٹھے اور پانی نہ تھا اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ اسید بن حضیر نے کہا کہ اے آل ابی بکر یہ کوئی تمہاری برکات میں سے پہلی ہی برکت نہیں پس ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جو میری سواری کا تھا تو اس کے نیچے سے نکل آیا۔

عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا حالانکہ ہم مدینہ آرہے تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری بٹھائی اور اترے

فثنی راسہ فی حجری راقداً اقبل ابوبکر فلکزنی لکزۃ شدیدۃ وقال حبست الناس فی قلادۃ فبی الموت لمکان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم استیقظ وحضرت الصبح فالتمس الماء فلم یوجد فنزلت (آیت تیمم)

(بخاری شریف جلد ۲ صـ۶۶۳)

پس میری گود میں سر رکھ کر آرام فرمانے لگے ابوبکر آئے انہوں نے میرے سینے پہ ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تو نے ہار کی وجہ سے لوگوں کو روک لیا۔ باوجود انہوں نے مجھے تکلیف دی لیکن نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آرام فرمانے کی وجہ سے مردہ کی طرح تھی (یعنی حرکت تک نہ ہوئی) جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور پانی تلاش کیا تو نہ پایا پس آیت تیمم نازل ہوئی

فائدہ اصل واقعہ ملاحظہ فرما لیا اب گکھڑوی کی کذب بیانی بھی دیکھئے ام المومنین رضی اللہ عنہا تو فرماتی ہیں کہ لوگوں نے آکر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ دیکھو سیدہ نے کیا کیا ہے کہ ایسے مکان پہ روک لیا کہ جہاں پانی نایاب ہے اور گکھڑوی صاحب فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ اور تمام صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین ہار تلاش کرتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتی ہیں کہ سواری سے اترتے ہی میری گود میں آرام فرمانے لگے اور صبح سے پہلے آپ اٹھے ہی نہیں۔ گکھڑوی کی بے شعوری دیکھیں کہ جھوٹ باندھتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ اگر ہار تلاش کیا جاتا تو اسی جگہ تلاش کرنا تھا جہاں سیدہ رضی اللہ عنہا کا قیام تھا اور اسی سامان کو الٹ پلٹ کیا جاتا جو سیدہ رضی اللہ عنہا سے

متعلق تھا تو کیا سارا میدان چھان مارا اور اونٹ نہ اٹھایا (خاک برین عقل و دانش) بلکہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ نزل فتنی راسلہ فی حجری تو صاف دلالت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حقیقت حال کی اطلاع تھی اور جانتے تھے کہ ہار کا گم ہونا تو ایک ظاہری سبب ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان میں ایک بھی لفظ ایسا نہیں جو کہ ہار کی تلاش پر ایک خفیف دلالت بھی کرتا ہو۔

حدیث مذکور کے ترجمہ میں رئیس المحرفین کی عبارت، پوری توجہ مبذول کرنے کے بعد ہار نہ مل سکا، کہیں نہیں ملتی یہ رئیس المحرفین کا اپنا اختراع ہے جس کی سزا اسے قیامت میں ملے گی۔

دوسرا اختراع و بہتان بھی قابل غور ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یوں لکھ دیا کہ تھک ہار کر الخ بتایئے حضور علیہ السلام کا تھک ہار کر حدیث مذکور میں کس جملہ کا ترجمہ ہے یا گکھڑوی کی چوری کا اختراع ہے ناظرین اندازہ فرمائیں کہ گکھڑوی کی یہ چال کتنی بری اور سخت بری ہے۔

جواب نمبر ۲

گکھڑوی نے حدیث مذکور کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر نہ ہونے پر استدلال کیا ہے ایک جاہل بھی اس استدلال کو ماننے کے لیے تیار نہیں چہ جائیکہ اہل ملت اسے قبول کریں کیونکہ خود گکھڑوی نے اقرار کیا ہے اور حدیث شریف میں موجود ہے کہ وہ ہار اونٹ کے نیچے سے پڑا ہوا ملا جب وہ ہار محفل مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں بیٹھے ہوئے اونٹ کے نیچے موجود ہے پھر حاضر نہ ہونے کا کیا معنے۔ زیادہ

سے زیادہ اسے گکھڑوی اینڈ دیوبندی پارٹی کہہ سکتی ہے کہ حضور علیہ السلام اسے دیکھ نہیں رہے تھے اور نہ ہی آپ کو اس کا علم تھا۔ اگرچہ یہ بھی ان کا یہ صرف زعم باطل ہے جس کی مکمل تردید فقیر اویسی رضوی غفرلہ نے علم غیب کے ابحاث میں عرض کر دی ہے لیکن یہ تو معلوم ہوا کہ گکھڑوی کے دعویٰ کے لیے یہ حدیث پاک دلیل نہ بن سکی جب یہ حدیث پاک دعویٰ کے مطابق نہیں پھر دعویٰ باطل وھو المقصود۔

جواب نمبر ۳

حدیث پاک میں حضور علیہ السلام کے لیے ایک جملہ بھی موجود نہیں جس میں صراحت ہو کہ حضور علیہ السلام کو علم نہیں تھا یا خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ ہار کی گمشدگی کا مجھے علم نہیں۔ ہار کے گم ہونے پر اقامت پذیر ہو جانا اور اس کی تلاش تک روانگی کو مؤخر لاعلمی کی دلیل نہیں۔ یہ صرف دیوبندی فرقہ کا نبی علیہ السلام پر بدگمانی ہے اور بدگمانی عموماً حرام اور گناہ ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ان بعض الظن اثم" بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور پھر نبی علیہ السلام کی بدگمانی تو اپنی بدباطنی کا ثبوت دینا ہے جیسے منافقین کیا کرتے ہیں۔ بلکہ بقول علماء کرام کفر ہے (علامہ عینی شرح بخاری) نبوت پر بدگمانی کفر ہے یہ بدگمانی نہیں تو اور کیا ہے کہ حدیث میں صراحۃً نہیں اپنی طرف گھڑ لینا کہ حضور علیہ السلام کو علم نہ تھا۔ مزید فقیر کی کتاب غایۃ المامول میں پڑھیئے۔

سوال:۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی کھانا پیش کیا جاتا تو پوچھا کرتے تھے اگر یہ کہا جاتا

کہ صدقہ سے ہے تو آپ کھانا نہ کھاتے اور اگر ہدیہ اور تحفہ ہوتا تو کھا لیتے (مسلم جلد اول ص ۳۴۵) (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۵۲)

جواب:۔ اس کا وہی جواب ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

سوال ایک مرتبہ ایک صحابی عمدہ قسم کی کھجوریں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لایا تو آپ نے فرمایا کہ کیا خیبر کی ساری کھجوریں اس قسم کی ہوتی ہیں۔ صحابی نے کہا حضرت خدا کی قسم سب ایسی نہیں ہوتیں۔ (بخاری جلد دوم ص ۶۰۹) (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۵۱۔۵۲)

جواب نمبر ۱ فقیر نے "لاعلمی ہی علم" رسالہ میں قواعد لکھے ہیں ان میں ایک قاعدہ یہ بھی لکھا کہ سوال لاعلمی کی دلیل نہیں بنتا۔ اللہ تعالےٰ نے درجنوں سوال کیئے۔ ایسے سوالات میں بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں۔

جواب نمبر ۲ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوال میں استفہام انکاری ہے ورنہ کوئی نہیں جانتا کہ کسی جگہ بھی کوئی جنس ایک ہی نوعیت کی نہیں ہوتی۔ دوسرے اس سوال سے کھجوروں کی عمدگی اور صحابی کی داد مقصود تھی تیسرے وہ اہل خیبر ان کھجوروں کو ناجائز طریقہ سے خریدتے تھے جو کہ سوال کے بعد صحابی نے خود بیان فرمایا کہ ہم ان کھجوروں کے ایک صاع کو دوسری کھجوروں کے دو صاع کے بدلے خریدتے ہیں تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمادیا کہ ایسا نہ کیا کرو بلکہ اپنی کھجوروں کو قیمتاً فروخت کرو اور ان کھجوروں کو قیمتاً خریدا کرو۔ سبحان اللہ عالم عالم ما کان وما یکون کی کوئی حرکت

بھی حکمت سے خالی نہ تھی اگر یہ سوال نہ فرماتے تو ان کی اصلاح کیسے ہوتی لیکن کور باطن کو آپ کے افعال میں حکمت کیسے نظر آسکتی ہے حدیث شریف کی اصل عبارت یہ ہے۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل تمر خیبر ھکذا فقال لا واللہ یا رسول اللہ انا لناخذ الصاع من ھذا بالصاعین بالثلثہ فقال لا تفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں اُس نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم اے اللہ کے رسول ہم ان کا ایک صاع دو صاع کے بدلے اور دو صاع تین صاع کے بدلے خریدتے ہیں آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو بیچو دیگر کھجوروں کو قیمت سے اور انہیں قیمت سے۔

بخاری شریف جلد ۱ ص ۶۰۹

سوال حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ راستہ میں کھجور کا دانہ پایا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ ڈر نہ ہو کہ یہ صدقہ ہوگا تو میں اس کو اٹھا کر کھا لیتا (مسلم ج ۱ ص ۳۴۴)

جواب معترض گکھڑوی ہو یا کوئی دیوبندی وہابی اور نبوت دشمنی میں اندھے بن جاتے ہیں سوال کے وقت انہیں یہ خیال نہیں رہتا کہ سوال کرنے کے لائق بھی ہے یا نہ۔ اس میں سے تو اُلٹا حضور علیہ السلام کا علم ثابت ہو رہا ہے خود فرماتے

ہیں لیکن منکر کے اس روایت پر نگاہ نہ پڑ سکی۔ لولا ان تکون من الصدقۃ لاکلتھا۔ اگر یہ کھجور صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اسے کھا لیتا یعنی ہمارا نہ کھانا۔ اس لیے کہ آپ کو علم تھا کہ یہ کھجور صدقہ کی ہے۔

جواب نمبر ۲ آپ نے امت کو تعلیم دی کہ جب تک شے کے متعلق تحقیق نہ ہو جائے۔ اسے استعمال نہ کیا جائے چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کی خدمت میں کھانا آجاتا تو بلا تحقیق تناول نہیں فرماتے تھے یہ تمام آداب زندگی تعلیم کے لیے ہوتا تاکہ امت کو تقوی و طہارت کی زندگی نصیب ہو۔

سوال:۔ ایک دفعہ حضرت علی گھر سے ناراض ہو کر چلے گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا جا کر دیکھو اور تلاش کرو کہ علی کہاں چلا گیا ہے (بخاری جلد اول ص ۶۳) (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۵۱)

جواب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاشرہ کے اصول سمجھاتے رہتے تھے آپ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلاش یا اور واقعات تمام تعلیم کے لیے ہیں مزید تفصیل فقیر کے رسالہ "لاعلمی میں علم" پڑھیے۔

سوال:۔ مستدرک جلد دوم ص ۱۲۳ میں ایک حدیث آتی ہے جس کی تصحیح پر امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں متفق ہیں حضرت عطیہ فرماتے ہیں کہ جنگ قریظہ میں مجھے بھی صحابہ اکرام نے گرفتار کیا۔

چونکہ جوانوں کو قتل کیا جاتا ہے میرے بارے میں صحابہ کو تردد ہوا کہ میں بالغ ہوں یا نابالغ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو ننگا کر کے دیکھو (اگر شرم گاہ پر بال اُگے ہیں تو بالغ ورنہ نہیں) حاضر و ناظر کو کیا مصیبت ہے کہ بغیر کسی کی مجبوری کے کسی کی شرم گاہ دیکھنے کی اجازت دیتا ہو۔ (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۶۱)

جواب:۔ کیسا استدلال کیا گکھڑوی نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاعلمی اور حاضر ناظر سے اسے کیا تعلق۔ تردد تو صحابہ کو ہوا۔ آپ نے ان کے تردد کو یقین سے بدلنے کے لیے انہیں کاروائی بتا دی اور قیامت تک قانون بن گیا کہ نابالغ قتل نہ کیا جائے جب تک تحقیق نہ ہو۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسے ننگا کیوں کرایا تو اس کا جواب ظاہر ہے کہ قتل کا ایک اہم معاملہ ہے اس کے لیے جب تک عوام کو پوری تشفی و تسلی نہ ہو اس وقت تک قتل نہ کیا جائے۔ اسے حاکم کے علم پر بھی نہیں چھوڑا جاتا۔ عوام کی تسلی کے اسباب بنائے جاتے ہیں۔ یہاں اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

سوال:۔ مسلم جلد دوم ص ۱۹۹ وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک کتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی چارپائی کے نیچے گھس گیا آپ سے جبرئیل علیہ السلام نے ملاقات کا وعدہ کیا تھا مگر وہ نہ آئے جب آپ نے دیکھا کہ گھر میں کتا ہے تو حضرت عائشہ سے آپ نے پوچھا یہ کتا گھر میں کب داخل ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کیا خدا

کی قسم مجھے علم نہیں۔ اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو معلوم
ہوتا کہ میرے دیکھتے دیکھتے یہ کتا فلاں وقت آیا تھا (آنکھوں کی
ٹھنڈک ص۱۶)

جواب سطحی سوال ہے جیسے اس پارٹی کی عادت ہے
دراصل نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آوارہ
کتوں کو گھر میں نہ رکھنے کی تائید پر اظہار ناراضگی فرمایا۔ اگر آپ
کے سوال میں اظہار ناراضگی نہ ہوتا تو سیدہ رضی اللہ عنہ کو قسم
کھانے کی کیا ضرورت تھی صرف اتنا ہی جواب کافی تھا کہ نامعلوم کب
داخل ہوا ہے۔

سوال مسلم جلد دوم ص۷۱ وغیرہ میں یہ روایت آتی ہے کہ
ایک لونڈی نے زنا کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت علی کو بھیجا کہ جا کر اس کو سزا دے
دہ گئے اور دیکھا کہ وہ ابھی ایام نفاس میں ہے انہوں نے اسکو سزا
نہ دی کہ حالت نفاس میں سزا درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو جب حضرت علی نے بتایا شہادت دی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔
اے علی تم نے بہت اچھا کیا ہے کہ اس کو اس حالت میں سزا نہیں
دی۔ افسوس ہے کہ فریق مخالف کے نزدیک ولی رحم میں نطفہ
ڈالتے بھی دیکھتے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم نہ تھا کہ اس لونڈی کے ہاں بچہ
ہوا ہے اگر آپ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے۔ آپ کو یہ
معلوم ہوتا۔ ص۵۱

جواب: بارہا عرض کیا جا رہا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری اطوار اجرائے احکام کے لیے ہوتا ہے
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو سمجھانا تھا کہ زانیہ پر سزا
موقوف ہے جب حاملہ ہو۔ وضع حمل کے بعد بھی اس وقت حد
قائم کی جائے جب نفاس ختم ہو یا بیمار ہو تو تندرست ہو جائے۔
تفتیش حالات لاعلمی سے نہیں ہوتا تھا اجرائے احکام کے لیے ہوتا۔

گکھڑوی کا غلط رویہ ولی تو رحم میں نطفہ ڈالتے کو دیکھ
لیتے ہیں۔ الخ۔ اس نے ایک
واقعہ کو سامنے رکھ کر اہلسنت کو مطعون کیا ہے اس کے جوابات
فقیر کی کتاب دیوبندی بریلوی فرق جلد دوم میں پڑھیے۔

سوال: مسلم ج ۲ ص۳۶۸ تیسیر کلکتہ ص۱۳۶ اور مستدرک جلد چہارم
ص۳۹ اور مسند احمد ص وغیرہ میں یہ حدیث آتی ہے کہ منافقین مدینہ
نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لونڈی حضرت ماریہ کو مابور نامی ایک
غلام سے متہم کر دیا یہ خبر اس زور سے پھیلی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و
آلہ وسلم کو بھی یقین آیا۔ آپ نے حضرت علی کو تلوار دی اور غیرت میں
آکر فرمایا۔ اسے قتل کر دینا۔ جناب رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا ارشاد تھا۔ حضرت علی کو کیا اس میں پس وپیش کرتے آخر تلاش
کرتے کرتے مابور کا سراغ نکال ہی لیا۔ ایک کنوئیں میں بیٹھا ہوا تھا
وہ حضرت علی کو اس حالت میں دیکھ کر تھر آگیا۔ خدا خیر کرے حضرت
علی نے جب اسکو پکڑ کر کھینچا تو اس کشمکش میں اس کا تہہ بند کھل
گیا وہ ننگا ہو گیا حضرت علی نے دیکھا کہ لسہ یخلق اللہ لہ بالدجال

اللہ تعالے نے فطرتاً اس کا آلہ تناسل ہی پیدا نہیں کیا یعنی وہ غلام پیدائشی خنثی اور ہیجڑا تھا حضرت علی نے اس کو قتل نہ کیا اور آپ کو آکر یہ قصہ سنا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان ھذ یری مالا یری الغائب " یعنی حاضر وہ دیکھ سکتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ نے ناکردہ گناہ کو کیوں مجرم تصور کیا اور اس کے قتل کا آرڈر کیوں کیا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ یہ شخص تو فطری طور پر نامرد ہے اور اس کے حضرت ماریہ سے تعلقات ناجائز نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں اگر اس بیچارے کی لنگوٹی نہ کھلتی اور حضرت علی دیکھ نہ لیتے تو اس کی خبر نہ تھی اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو غائب سے تعبیر کیا ہے دیکھیے فریق مخالف تسلیم کرتا ہے یا نہیں

ء نبی اپنا اپنا امام اپنا اپنا۔ (ص۴۹ تا ص۵۰)

جوابات

ناظرین غور فرمائیں کہ گھکڑوی کیسا پہاڑ اٹھا لایا اور اس سے خوش ہے اور نہ صرف وہ بلکہ تمام وہابی دیوبندی کہ نبی علیہ السلام کی کمی وعیب کے ثبوت کا میدان جیت لیا حالانکہ یہ سارا وہم ہی وہم ہے کیونکہ فقیر بار بار عرض کر رہا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت امت کی معاش و معاشرہ کے لیے قانون بنائے ہیں یہاں بھی پہلی بات تو یہ ہے کہ مابور کے بارے میں بی بی ماریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں وہی تہمت پھیلی جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پھیلی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرف اس لئے توجہ نہ دی کہ جیسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت غلط ثابت ہوئی تو یہ بھی اسی طرح کی افواہ ہے الٹا اس سے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب کا ثبوت ہے کہ محض افواہ ہے ایسے حقیقت سے کوئی تعلق نہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے اسے مؤخر رکھا چنداں توجہ نہ فرمائی۔

گھکڑوی گستاخ

دلیری سے لکھ دیا کہ یہ خبر اتنا زور سے پھیلی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا تھا (معاذ اللہ) یہ گھکڑوی کی بدگمانی اور نبوت پر کھلا بہتان ہے اس لیے کہ اگر (معاذ اللہ) حضور علیہ السلام کو یقین تھا تو پھر مابور اور سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا سزا سے کیسے بچ گئے کیا نبوت کے یقین کے بعد بھی سزائیں معاف ہو جاتی ہیں۔

تحقیقی جواب

دراصل یہ واقعہ حضور علیہ السلام کے علم کے لیے واضح ثبوت ہے کہ آپ نے مابور سے باز پرس نہ فرمائی ہاں جب افواہ نے زور پکڑا تو ظاہر ہے کہ یہ زنا کا مقدمہ ہے اس کے لیے چار گواہ یا مجرم کا اقرار ضروری تھا گواہ تو تھے نہیں اب مابور سے اقرار کی بات تھی تو آپ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجنا علم کی کمی نہیں مقدمہ کو صاف کرنے کے لئے تھا۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طور طریقہ رد و قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو واقعہ مکمل معلوم تھا صرف مجرم کی صفائی یا اقرار کے لئے علی رضی اللہ تعالے عنہ کو تلوار دے کر بھیجا اگر خود ہی اظہار براۃ فرما دیتے تو منافق کہتے کیونکہ معاملہ اپنے گھر کا ہے اس لیے پردہ

ڈالنا چاہتے ہیں اسی لیے اس حدیث کو باب براۃ حرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الریبہ میں لایا گیا ہے۔

علامہ نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں۔

قیل لعلہ کان منافقاء مستحقا للقتل بطریق آخر وجعل ھذا محرکا لقتلہ بنفاقہ وغیرہ لا بالزناء وکف عنہ علی رضی اللہ عنہ اعتماداً علی ان القتل بالزنا وقد علم انتفاء الزناء۔ مسلم شریف ص ۳۹۸

یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ شاید وہ منافق تھا اور اس افواہ کو ذریعہ قتل بسبب اس کے نفاق بنایا گیا نہ کہ زنا کی وجہ سے اور علی رضی اللہ عنہ نے یہ جانتے ہوئے قتل نہ کیا کہ حکم بوجہ زنا کے تھا لہٰذا وہ مفقود ہے۔

(فائدہ) اس کے جوابات وہی ہیں جو حدیث رنک کے ہیں اور حدیث رنک کی شرح فقیر اویسی پڑھیے۔

جواب :- یہ حکم شرعی تھا اور نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں ان اتبع الا ما یوحی الی (قرآن مجید) میں نہیں اتباع کرتا مگر وحی الٰہی کی۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت حال سے باخبر تھے بے خبر نہ تھے

جواب :- آپ کا ارشاد الشاھد یری مالا یری الغائب یہ ظاہر کے اعتبار سے ہے یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے لوگوں کے مقابلہ میں فرمایا ہو کہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو یہ لوگ نہیں دیکھتے کیونکہ آپ کا شاہد ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ جیسا کہ باب اول

میں اسی کتاب میں مفصل گزرا۔

افسوس صد افسوس

گکھڑوی نے ماریہ کو عام لونڈی لکھ کر حرم نبوی کی ہتک کی جس کا اسے نہ شرم ہے نہ حیا۔

سوال :- نبی ولی ہمبستری کے وقت حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور سب واقعہ بچشم خود دیکھتے ہیں مادہ شرمگاہ میں نطفہ جاتے دیکھتے ہیں حالانکہ یہ قابل شرم بات ہے وہاں دیکھنا ناجائز ہے تبرید النواظر ص ۴۳ تا ۴۷

جواب :- یہ اعتراض دراصل اسلاف پر ہے۔ امام شعرانی اپنے شیخ حضرت علی خواص سے ناقل انہوں نے فرمایا۔

لا یکمل الرجل عندنا حتی یعلم حرکات مریدہ فی انتقالہ فی الاصلاب وھو نطفۃ من یوم الست بربکم الی استقرارہ فی الجنۃ او النار۔ واللہ اعلم۔

یعنی ہمارے نزدیک اس وقت تک مرد کمال تک نہیں پہنچتا جب تک وہ الست والے دن سے لے کر دخول جنت یا دوزخ تک اپنے مرید کی ہر ہر حرکت اور ہر ہر حالت کو نہ جانے۔

کبریت احمر ص ۱۶۵ علی ہامش الیواقیت والجواہر ج ۱

فائدہ :- یہ اعتراض گکھڑوی نے امام احمد رضا فاضل بریلوی اور دیگر جملہ اہلسنت کو نیچا دکھانے کے لیے وارد کیا ہے اور جتنا حوالے اور واقعات بیان کیے ہیں ان تمام ہیں۔ مقام ولایت کی

نظری اور وسعت علمی کا بیان ہے فریق مخالف جو رنگ ان کو دینا چاہے دیتا پھرے پر یہ خیال رہے کہ یہ صرف بریلوی علماء کا نظریہ نہیں بلکہ فریقین کے مسلم پیشواؤں اور اماموں کی عبارتیں ہیں کیونکہ اعلیحضرت کی جو عبارت الملفوظ ج ۲ ص ۴۹ یا ص ۶۲ سے منقول ہوئی وہ درحقیقت غوث دباغ رحمۃ اللہ علیہ ممدوح و مستند تمام علماء دیوبند خصوصاً تھانوی صاحب وکشمیری صاحب دیکھو الکلام الحسن وفیض الباری کی بات ہے۔ اعلیحضرت صرف ناقل ہیں اگر ناقل مجرم ہے تو اصل قائل بطریق اولی مجرم ہے باقی رہا اعلیحضرت کا نتیجہ تو اس سے کوئی کج فہم لاکھ مرتبہ اختلاف کرتا رہے علماء و عرفاء ائمہ کی روایات سے تو اس نتیجہ کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ اوپر فقیر نے صرف ایک حوالہ امام شعرانی قدس سرہ کا نقل کیا ہے اگر امام احمد رضا قدس سرہ مجرم ہیں (معاذ اللہ) تو امام شعرانی بطریق اولی مجرم ہیں حالانکہ وہ مسلم پیشوا ہیں یہ وہی امام شعرانی ہیں جو بقول کشمیری دیوبندی صاحب عالم بیداری میں حضور سے بخاری پڑھنے والے ہیں (فیض الباری) تو ہم کہتے ہیں نہ امام احمد رضا مجرم ہیں اور نہ امام شعرانی بلکہ یہی دیوبندی مجرم ہیں جو غلط کار ہیں

نمبر ۲۔ احکام شرع ظاہری دیکھنے پر مبنی ہیں نہ کہ باطنی روایت پر۔ اعتراض میں جس دیکھنے کا ذکر ہے وہ باطنی روایت ہے

نمبر ۳۔ کیا معترض کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہر چیز کے دیکھنے والا ہے تو اس میں کوئی یہی معترض والی تفصیل بیان کرے کیا اس میں الوہیت کی توہین تو نہ ہوگی۔ کیا جس چیز کا دیکھنا اس کے شریف بندوں کو زیب

نہیں دیتا۔ اور اس کے معصوم فرشتے دور بھاگتے ہیں وہ سبحان دیکھتا رہے۔ ما جوابکم فهو جوابنا۔

نمبر ۴۔ اگر مذکورہ بالا عبارات آئمہ میں اولیا کی توہین ہے اور شرمگاہ اور نطفہ اور رحم کی رویت اور علم ثابت کرکے ان کو مجرم قرار دیا جاتا ہے کیا یہی الزام ملائکہ معصومین پر بھی عائد کرو گے اور اللہ تعالیٰ پر بھی کرو گے بطور نمونہ درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں۔

عن ابن مسعود مرفوعا ان خلق احدکم یجمع فی بطن امه اربعین یوما نطفة ثم یکون علقة مثل ذلك مضغة مثل ذلك ثم یبعث اللہ الیه ملکا والمراد بالارسال امره بها والتصرف فیها لانه ثبت فی الصحیحین انه موکل بالرحم حین کان نطفة۔۔۔ انه اذا مر بالنطفة ثنتان واربعون لیلة بعث اللہ ملکا فصورها وخلق سمعها وبصرها وجلدها وعظامها۔ مرقاۃ للقاری۔

اب مخالف صاحب تبرید یہ جملہ اپنا یہاں بھی لاگو کرے کہ مان نہ مان میں تیرا مہمان) بارلع کلمات فیکتب عمله واجله ورزقه وشقی او سعید ثم ینفخ فیه الروح۔ الحدیث (صحیح بخاری وصحیح مسلم (مشکوۃ شریف ص ۲۰ ج ۱)

مزید دیکھئے، دیوبندی بریلوی فرق جلد دوم

گکھڑوی کا آخری تیر

اگرچہ مندرجہ ذیل سوال کے جواب کے لیے فقیر کا رسالہ "گندگی اور حاضر و ناظر

کافی و وافی ہے اور اسی کتاب میں بھی اس کے جوابات تفصیل
سے ہیں لیکن گکھڑوی نے مندرجہ ذیل سوال سے سمجھا ہوگا کہ اس
کے ترکش کا یہ تیر نشانہ پر لگے گا۔ لیکن

ع غلط است آنچہ او پنداشتہ۔

سوال یہ ہے۔ جناب امام الانبیاء سید خاتم النبیین حضرت محمد
مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اس کے کہ تمام مخلوق
سے آپ کا رتبہ بلند اور اونچا ہے اور بے شمار معجزات اللہ تعالیٰ
نے آپ کے دست مبارک پر ظاہر فرمائے ہیں اور ایسے ایسے علوم
معارف وحقائق واسرار اللہ تعالےٰ نے آپ کو دیئے ہیں کہ نہ وہ کسی
اور رسول کو عطا ہوئے نہ کسی فرشتہ مقرب کو۔۔۔ مگر بااین ہمہ
آپ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے اور نہ جمیع ماکان وما
یکون کا علم ہی آپ کو عطا کیا تھا اور بے شمار ایسی جگہیں ہیں جہاں
آپ کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا آپ کی توہین اور تحقیر ہے اور مدد ایسے
علوم اور فنون ہیں خصوصاً اس فلمی دور میں کہ جن کو کوئی بھی شریف انسان
جاننا سیکھنا گوارا نہیں کرتا ایسے ناپاک علوم اور فنون کی نسبت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خالص گستاخی اور بے ادبی ہے
(آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی تبرید النواظر ص ۴۹)

جواب الزامی

ہم سب اللہ تعالےٰ کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔
واللہ علی کل شیء شہید اور اگر اللہ تعالےٰ ہر جگہ حاضر و
ناظر ہے تو ان بے شمار جگہوں میں جہاں نبی علیہ الصلوۃ والسلام

کا حاضر و ناظر ماننا آپ کی توہین اور تحقیر ہے ان جگہوں میں خدا کو حاضر و ناظر
تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کی توہین اور تحقیر کیوں نہیں اور کیا اللہ تعالےٰ
بکل شیء علیم ہے یا نہیں وہ کونسا علم ہے جو اللہ تعالےٰ
کے علمی خزانے میں نہیں ہے تو یہ فلمی معلومات۔ اللہ تعالےٰ کی طرف
منسوب کرنا توہین خداوندی ہے یا نہیں۔ کیا ہر وہ بری جگہ جہاں انسان
برائی کماتے ہیں فرشتے وہاں حاضر ہوتے ہیں یا نہیں۔ کیا سینماؤں۔
شراب خانوں۔ ناچ گھروں اور چکلوں پر اللہ تعالےٰ اور رسول
اکرم علیہ الصلوۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر و ناظر ہونا اور ہم جیسے
بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں برابر ہیں اور کیا اللہ تعالےٰ اور
اس کے رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کا فلمی کاروائیوں اور اس جیسی دیگر بے
حیائی کا علم رکھنا اور عام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر ہے
شریف انسان بے حیائی کے کام سے اس لیے بچتا ہے کہ اللہ تعالےٰ
اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کو برا جانتے ہوئے ان
سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے بلکہ انسانوں کے لیے کسی قسم کے
علم کی تحصیل بری نہیں ہے جب کہ نیت خیر کی۔ مثلاً جادو سیکھنا،
شراب خوروں کی حالت پر آگاہی اور فلمی بے حیائی کی معلومات کوئی
منع نہیں جب کہ مخلوق خدا کو ان برائیوں سے بچانے کے لیے
ہو کہ ان ہمارے سوالوں کا جو جواب۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
بارے میں کافی اور وافی ہوگا اور نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے
ہیں۔ اوتیت علم الاولین والآخرین۔ تو خان صاحب کے
پاس کوئی دلیل ہے جس سے علم الآخرین میں کوئی علم مستثنیٰ کیا جا۔

سکے اور قطب شعرانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔

قد اخبرنا صلی اللہ علیہ وسلم بانہ اوتی علم الاولین والآخرین ونحن من الآخرین بلا شک وقد عم محمد صلی اللہ علیہ وسلم الحکم فی العلم الذی اوتیہ کان منقولا او معقولا ومفہوم موجود۔

تحقیق ہم کو خبر دی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے ہیں اولین اور آخرین کا علم اور ہم بیشک آخرین ہی سے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے گئے علم پر حکم عام لگایا ہے یہ شامل یہ حکم علم منقول ومعقول اور مفہوم ہے۔

(الیواقیت والجواہر ج ۲)

سوال :۔ عقائد کتاب وسنت سے ثابت ہوتے ہیں نہ کشف والہام سے۔

جواب :۔ یہ سوال بھی دھوکہ پر مبنی ہے اس لیے کہ ہم بار بار سمجھاتے جارہے ہیں کہ مسئلہ حاضر وناظر عقائد ظنیہ اور فضائل ومناقب کے قبیل سے ہے اس کے لیئے نصوص کے مطالبہ کا کیا معنی۔

جواب نمبر ۲ :۔ اولیاء اللہ کے کشف والہام کو مطلقاً نظر انداز کر دینا کسی طرح جائز نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ کشف والہام سے آیات محکمات و دلائل قطعیہ کی طرح علم یقینی حاصل نہیں ہوتا لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ کشف والہام دلیل ظنی بھی نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔

اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ

(ترمذی جلد ۲ سورۃ الحجر کتاب التفسیر ص ۱۴۰)

صاحب نبراس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

وضع لبعض المحدثین والحق انہ صحیح

(نبراس ص ۱۰۳ مطبوعہ خضر مجتبائی ملتان)

یہی صاحب نبراس اسباب علم کے حصر پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

و ثالثا بان الفراسۃ ظنیۃ و کلامنا فی الیقین۔

معلوم ہوا کہ کشف والہام دلائل ظنیہ میں سے ہیں اگر دلائل ظنیہ کو آپ مسائل ظنیہ میں حجت نہیں مانیں گے تو قیاسات مجتہدین بلکہ اخبار آحاد کو بھی ساقط الاعتبار قرار دینا پڑے گا جو اہل علم کے نزدیک صحیح نہیں، حاضر وناظر کا مسئلہ قطعیات سے نہیں بلکہ باب فضائل سے متعلق ہے اس لیئے اس کے ثبوت میں دلائل ظنیہ قابل احتجاج ہیں علاوہ ازیں یہ کہ میں نے صرف وہ نقول ہی پیش نہیں کی تھیں بلکہ اصل استدلال قرآن واحادیث سے ہے عبارات وواقعات

سوال :۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یقظۃً تشریف فرما ہونا اور مواقع متعددہ میں تشریف لانا وفات شریف کے بعد ممکن ہوتا تو اہم ترین مواقع اور شدید اختلافات امت کے وقت ظاہر ہوتے اور امت مرحومہ کی رہنمائی فرماتے لیکن ساری دنیا جانتی ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے میں کثیر وشدید اختلافات ہوئے حتیٰ کہ زبردست خونریزی ہوئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر ہو کر اس کا انسداد نہ فرمایا۔ اسی طرح مسائل شرعیہ میں بکثرت علماء امت حضرات مجتہدین کرام کے اختلافات ہوئے لیکن کسی موقع پر بھی حضور علیہ السلام نے تشریف لا کر اظہار حق نہ فرمایا معلوم ہوا کہ یہ سب من گھڑت افسانے ہیں جن کی کوئی حقیقت

اور واقعیت نہیں۔

جواب: یہ سوال خود کو علماء کہلوانے والے جاہلوں کو سمجھاتے ہیں۔ اگرچہ یہ سوال فضول ہے لیکن مدعیان علم سے وارد ہوتا ہے اس لیے اس کا جواب صاحب روح المعانی کے قلم سے عرض ہے۔ جس کے سامنے مخالف بھی سر جھکاتا ہے صاحب روح المعانی نے لکھا کہ

والحاصل انه لم يبلغنا ظهوره عليه الصلوة والسلام لاحد من اصحابه واهل بيته وهم مع احتياجهم الشديد لذلك وظهوره عند باب مسجد قبا كما يحكيه بعض الشيعة افتراء محض وبهت بحت و بالجملة عدم ظهوره لاولئك الكرام وظهوره لمن بعدهم مما يحتاج الى توجيه يقنع به ذوو الافهام ولا يحسن مني ان اقول كل ما يحكى عن الصوفية من ذلك كذب لا اصل له لكثرة حاكيه وجلالة مدعيه وكذا لا يحسن مني ان اقول انهم انما رأوا النبي صلى الله عليه وسلم مناما فظنوا ذلك لخفة النوم وقلة وقته يقظة فقالوا رأينا يقظة لما فيه من البعد ولعل في كلامهم ما يأباه وغاية ما اقول ان تلك الرؤية من خوارق

العادة كسائر كرامات الاولياء ومعجزات الانبياء عليهم السلام وكانت الخوارق في الصدر الاول لقرب العهد بشمس الرسالة قليلة جدا واني يرى النجم تحت الشعاع او يظهر كوكبا وقد انتشر ضوء الشمس والبقاع فيمكن ان يكون قد وقع ذلك لبعضهم على سبيل الندرة ولم تقتض المصلحة افشاءه ويمكن ان يقال انه لم يقع لحكمة الابتلاء اولخوف الفتنة اوكان في القوم من هو كالمراة له صلى الله عليه وسلم اوليهرع الناس الى كتاب الله تعالى وسنته صلى الله عليه وسلم فيما يهمهم فيتسع باب الاجتهاد وتنتشر الشريعة وتعظم الحجة التي يمكن ان يعقلها كل احد اولنحو ذلك وربما يدعى انه عليه الصلوة و السلام ظهر ولكن كان مستترا في ظهوره كما روى ان بعض الصحابة احب ان يرى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فجاء الى ميمونة رضي الله عنها فاخرجت له مرأته فنظر فيها فرأى صورة رسول الله عليه الصلوة والسلام ولم ير صورة نفسه فهذا كالظهور

الذی یدعیہ الصوفیۃ لا انہ بحجاب المرأۃ ولیس من باب التخیل۔ (پ۲۳ ص۳۷)

اور سارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں آج تک کسی صحابی اور کسی اہلبیت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور فرمانے کی خبر نہیں پہنچی حالانکہ وہ اہل بیت اور صحابہ تھے اور انہیں حضور کے ظہور فرمانے کی حاجت بھی نہایت شدید تھی۔

اور وہ جو بعض شیعوں نے مسجد قبا کے دروازہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کو نقل کیا ہے خالص بہتان اور افترا محض ہے خلاصہ یہ کہ صحابہ اور اہلبیت جیسے بزرگوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر نہ ہونا اور ان کے بعد والوں کے لیے ظہور فرمانا اس قبیلہ سے ہے جس کی ایسی توجیہ ضروری ہے جس سے اہل فہم حضرات کو قناعت حاصل ہو جائے اور مجھے یہ بات کسی طرح زیب نہیں دیتی کہ میں کہہ دوں کہ وہ تمام واقعات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر و باہر تشریف لانے کے متعلق صوفیائے کرام سے منقول ہیں وہ نعوذ باللہ سب کے سب جھوٹے ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔ یہ بات اس لئے زیب نہیں دیتی کہ ان واقعات کی حکایت اور دعویٰ کرنے والے اتنے کثیر اور جلیل القدر حضرات ہیں جن کے متعلق اس قسم کی سوءظنی کسی طرح ممکن نہیں اور اسی طرح مجھے یہ بات بھی گوارا نہیں کہ میں یہ کہہ دوں کہ جن حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر و باہر دیکھا شاید انہوں نے حضور کو خواب میں دیکھا اور وقت کی قلت اور نیند کی خفت کی وجہ سے یہ گمان کر لیا کہ ہم نے بیداری میں حضور کی زیارت کی ہے یہ بات اس

لئے گوارا نہیں کہ یہ بہت ہی بعید ہے اور غالباً ان حضرات کا کلام بھی اس تاویل سے صاف انکار کرتا ہے۔

(اس اشکال کے حل میں) میری غایت گفتگو یہ ہے کہ یہ رویت جو صوفیاء کے لیے واقع ہوئی یہ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء کی طرح خوارق عادت سے ہے اور خوارق عادت کا ظہور صدر اوّل یعنی صحابہ کرام کے زمانہ میں آفتاب رسالت کے قرب زمانہ کی وجہ سے بہت ہی قلیل تھا اور حقیقت یہ ہے کہ آفتاب کی شعاعوں میں ستارے کب نظر آ سکتے ہیں اور جب آفتاب عالمتاب کی شعاعیں میدانوں میں پھیلی ہوئی ہوں تو کوئی ستارہ کس طرح ظاہر ہو سکتا ہے تو ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور بعض صحابہ کرام کے لیے نادر طور پر واقع ہوا ہو اور بہ تقاضائے مصلحت اس کا اظہار نہ کیا گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام کی آزمائش کی حکمت یا خوف فتنہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور واقع ہی نہ ہوا ہو یا جمال نبوت کا ظاہر نہ ہونا اس بنا پر ہو کہ اس وقت قوم میں ایسے لوگ موجود تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینے کی طرح تھے (جن سے انوار نبوت کی شعاعیں چمکتی تھیں) یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور نہ فرمانے کی وجہ یہ ہو کہ لوگ مہمات کو حل کرنے کے لیے کتاب و سنت کی طرف متوجہ رہیں اور اجتہاد کا دروازہ فراخ ہو جائے اور شریعت مطہرہ پھیل جائے اور اس حجت شرعیہ کی عظمت قائم ہو جائے جسے ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے (اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر موقع پر ظاہر ہو کر تمام امور میں خود ہی راہنمائی فرماتے رہتے تو امت مسلمہ کتاب و سنت کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتی اور شریعت مطہرہ ہرگز نہ پھیلتی اور کتاب و سنت

میں اجتہاد کی کوئی ضرورت نہ رہتی اور اس طرح تمام شریعت اسلامیہ اور دین متین بالکل بے معنے ہو کر رہ جاتا) یا اس کے علاوہ اس قسم کی دوسری حکمتوں پر عدم ظہور مبنی ہے۔

اور بسا اوقات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا دعوے بھی کیا جا سکتا ہے یعنی کہا جا سکتا ہے کہ صدر اول میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام (مذکور حکمتوں کی بناء پر) اپنے ظہور میں بھی ایک گونہ پردہ پوشی کی شان میں رہے جیسا کہ مروی ہے کہ کسی صحابہ کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آراء دیکھوں۔ وہ صحابی ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے حضرت ام المومنین نے اس صحابی کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ مبارک نکال کر رکھ دیا۔ اس صحابی نے جب اس آئینہ میں نظر کی تو اسے اپنی صورت بالکل نظر نہ آئی بلکہ اپنی شکل کی بجائے اس نے دیکھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور بالکل بے حجاب ہے اور یہ ظہور آئینہ کے پردہ میں ہے اور اس آئینہ کے ظہور کو محض خیالی صورت قرار دینا بالکل لغو ہے جیسا کہ ابن خلدون نے گمان کیا ہے بلکہ یہ صورت مبارکہ جو صحابی نے آئینہ میں دیکھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل صورت مبارکہ تھی۔

فائدہ یاد رہے کہ یہ صورت مبارکہ دیکھنے والے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ نے الحاوی للفتاوی میں تصریح فرمائی ہے۔

لطیفہ وہابیہ کی اعتراض کرنے کی جرأت بھی قابل داد ہے کہ بقول حضرت شاہ صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کر سکتا۔ اب معترض کو اپنے امتی ہونے کی خیر منانی چاہیے (اعتراض کی تقریر آ رہی ہے) یہ صحیح ہے کہ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک "حاضر و ناظر" کے مسئلہ میں امت محمدیہ کے کسی ایک فرد نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ شاہ صاحب کے زمانے کے بعد کسی کا اختلاف شاہ صاحب کے قول کو باطل نہیں کر سکتا بلکہ اختلاف کرنے والے کے امتی ہونے کا بطلان کر سکتا ہے۔

سوال شاہ عبد الحق محدث دہلوی تو صرف امت کے اعمال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مان رہے ہیں اور تم لوگ تمام کائنات پر حضور کو حاضر و ناظر سمجھتے ہو۔ اگر حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ اپنے مسلم بزرگوں میں شمار کرتے ہیں تو صرف اتنا ہی مان لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں صرف اتنے سے اقرار پر یہ مسئلہ طے ہو جاتا ہے۔

سنیے کہ اگر امت کو امت اجابت اور امت دعوت دونوں کے لئے عام رکھا جائے اور ابتداء سے انتہا تک تمام کائنات کے احوال کو نگاہ رسالت پر منکشف مانا جائے جیسا کہ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ خود تصریح فرما رہے ہیں تو اس میں کونسا استحالہ لازم آتا ہے۔ دیکھیے مدارج النبوۃ جلد ا ص پر ہے۔

"ہرچہ در دنیا است از زمانِ آدم تا نفخۂ اولیٰ بروے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال اورا از اوّل تا آخر معلوم گردید"
یعنی آدم علیہ السلام کے زمانے سے نفخۂ اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہے سب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف فرما دیا یہاں تک کہ اول سے آخر تک تمام احوال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ان میں سے بعض کی خبر دی یہ مضمون حدیث طبرانی سے بھی نقل کیا جاچکا ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ قد رفع لی الدنیا و انا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الحدیث۔ پھر اس پر بھی غور فرمائیے کہ یہی شاہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حقیقت محمدیہ کو ذرات کائنات میں جاری وساری کر چکے ہیں جیسا کہ اشعۃ اللمعات سے نقل ہوچکا ہے۔
الغرض دلائل شرعیہ اور خود حضرت شاہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات اس امر پر شاہد ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام احوال کائنات پر حاضر و ناظر ہیں۔ وللہ الحمد!

اس مضمون کی مزید وضاحت کے لیے مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۷۸۷ مطبوعہ نول کشور سے ایک اور عبارت نقل کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔
"بد انکہ وے صلی اللہ علیہ وسلم می بیند و می شنود کلام ترا زیرا کہ وے متصف است بصفات اللہ تعالیٰ و یکی از صفات الٰہی آن است کہ انا جلیس من ذکرنی و پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم نصیب وافر است ازیں صفت۔"

یعنی اے مخاطب! جاننا چاہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تجھے دیکھتے ہیں اور تیرا کلام سنتے ہیں اس لئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی صفات سے متصف ہیں اور صفات الٰہیہ میں سے ایک صفت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے کہ جو مجھے یاد کرے میں اس کا جانشین ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے پورا پورا حصہ ملا ہے لہذا حضور بھی اپنے یاد کرنے والے کے ہمنشین ہیں۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آخری وصیت بھی سن لیجیے۔ فرماتے ہیں۔

وصیت می کنم ترا اے برادر بدوام ملاحظہ صورت و معنی او اگرچہ باشی متکلف و متحضر پس نزدیک است کہ الفت گیرد روح تو بوے۔ پس حاضر آید ترا وے صلی اللہ علیہ وسلم عیاناً و یابی اورا و حدیث کنی باوے و جواب دہد ترا و حدیث گوید با تو و خطاب کند ترا پس فائز شوے بدرجہ صحابہ عظام و لاحق شوے بہ ایشاں انشاء اللہ تعالیٰ"

اے بھائی میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ تو ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و معنی کا ملاحظہ یعنی تصور کرتا ہے اگرچہ اس تصور میں تجھے تکلف بھی کرنا پڑے تیری روح بہت جلد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانوس ہو جائے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیرے سامنے ظاہر و باہر رونق افروز ہوں گے تو حضور کو پائے گا اور حضور سے باتیں کریگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھے جواب دیں گے اور تجھ سے

گفتگو اور خطاب فرمائیں گے پس
تو صحابہ کرام کے درجہ پر فائز اور
انشاء اللہ ان سے لاحق ہوگا"

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۷۸۹
مطبوعہ نول کشور)

یعنی صحابیت کا ظاہر حکم نہیں بلکہ اس کا درجہ نصیب ہوگا۔ سبحان اللہ!
حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حاضر و ناظر کے مسئلے کو کس قدر
واضح فرما دیا۔

سوال :۔ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نجس اشیاء اور بیت الخلا
اور بری اور حرام چیزوں میں بھی حاضر و ناظر ہیں تو یہ بے ادبی ہے۔

جواب :۔ وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی، وہ اب بھی ہے بار ہا
کہا ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت مقدسہ کے ساتھ ہرگز حاضر و
ناظر تسلیم نہیں کرتے بلکہ حضور کی نورانیت و روحانیت اور حقیقت مبارکہ
کے ساتھ حضور کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔

بشریت اور حقیقت و نورانیت کو ایک سمجھ کر منکرین نے دھوکہ
دے کر سوال کر دیا ہے عالم شہادت اور مادیات و جسمانیات کے
ضمن میں نجاست و خباثت، معصیت و قباحت وغیرہ کے جو تصورات
پیش کئے گئے ہیں اور ان کے خبیث و ناپاک اثرات کو حقیقت و
نورانیت محمدیہ پر اثر انداز قرار دیا گیا ہے حالانکہ مادی اور جسمانی کیفیات
نورانی حقیقتوں پر اثر انداز نہیں ہوا کرتیں آفتاب و ماہتاب کی شعاعیں
بول و براز پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہو جایا کرتیں۔ خود انسان کی اپنی
نگاہ جب کسی نجاست پر پڑتی ہے تو وہ ناپاک نہیں ہوتی، ہزار مرتبہ
انسان کی نظر ناپاک چیزوں پر پڑی ہوگی لیکن ایک دفعہ بھی کسی نے

اپنی آنکھوں کو ناپاک قرار دے کر ان کو نہیں دھویا۔ جب آنکھوں کے
نور اور آفتاب و ماہتاب کی نوری شعاعوں کو یہ نجاستیں ناپاک
نہیں کر سکتیں تو انوار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی شعاعوں پر یہ مادی
نجاستیں کیونکر اثر انداز ہو سکتی ہیں

جواب نمبر ۲ :۔ ہمارا عقیدہ واضح ہے کہ حقیقت محمدیہ کے جلوے
ذرات کائنات میں جاری و ساری ہیں جیسا کہ متعدد کتب معتبرہ اور مسلم
اکابر کی عبارات سے ظاہر ہے اس پر یہ شبہ کہ خبیث اور ناپاک چیزیں
حضور کے جلووں کو ناپاک کر دیں گی غلط ہے کیونکہ جلوہ ہائے قدرت
کو ہر فرد عالم اور ذرہ کائنات کے ہر ذرہ کائنات میں ضرور تسلیم کیا جاتا ہے
اور قرآن کریم کی روشنی میں اس بات کو ضرور ماننا پڑے گا کہ کائنات
کے ہر ذرہ میں قدرت خداوندی کے چمکتے ہوئے نشانات پائے
جاتے ہیں کوئی چیز اچھی ہو یا بری، پاک ہو یا ناپاک۔ دنیا کی ہو یا آخرت
کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی صنعت و خالقیت اور اس کی قدرت کے
جلوے چمک رہے ہیں۔ ہر ذرہ اس کی قدرت کی دلیل اور ہر قطرہ اس
کی حکمت کا نشان اور ہر تنکا اس کی وحدانیت کی آیت ہے
جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے پوری آیت اسی مضمون میں بیان
فرمائی ہے۔ پ۲ البقرہ۔

اس آیۃ کا خلاصہ اس شعر میں ہے کہ

ع

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

درختوں کے سبز پتے عقلمند کی نگاہ میں معرفت الٰہی کا ایک بہت بڑا دفتر ہے۔

غور فرمائیے یہ تمام جلوہ ہائے قدرت نجس اور خبیث چیزوں کی ناپاک اور خباثت سے متاثر ہو رہے ہیں اور یہ نجاست وخباثت جس کا تعلق محض ایک خاص تعین اور ظاہری صورت سے ہے اللہ تعالےٰ کی حکمت کے جلووں اور قدرت کی آیتوں کو نعوذ باللہ ناپاک کر رہی ہے۔

نہیں اور ہرگز نہیں جب خدا کے جلووں کو یہ چیزیں ناپاک نہیں کر سکتیں تو مظہر خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں کو کس طرح ناپاک کر سکتی ہیں۔

جواب نمبر ۳: قرآن مجید میں ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالےٰ کی تسبیح پڑھ رہی ہے۔

چنانچہ پ۱۵ میں ہے۔ وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم۔ اور تسبیح کے متعلق علمائے اعلام ومفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ تسبیح حقیقی ہے جیسا کہ مفردات امام راغب ص۲۲۳ میں ہے کہ فذلک یقتضی ان یکون تسبیحا علی الحقیقۃ یعنی دلائل وقرائن کا تقاضا یہ ہے کہ آیۂ کریمہ میں تسبیح حقیقت پر محمول ہو یعنی تسبیح قولی حقیقی مراد لی جائے اور صرف امام راغب ہی نہیں بلکہ علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ تفسیر روح المعانی پارہ ۱۵ ص۷۹ پر تسبیح قولی حقیقی پر احادیث وآثار کثیرہ نقل فرما کر لکھتے ہیں۔

الی ما لا یکاد یحصی من الاخبار والآثار وھی بمجموعھا متعاضدۃ فی الدلالۃ علی ان التسبیح قال کما لا یخفی

وھو مذھب الصوفیۃ یعنی بے شمار احادیث اور آثار مجموعی قوت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ جس تسبیح کا ذکر فرما رہا ہے وہ تسبیح قالی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور یہی صوفیہ کا مذہب ہے۔

اس کے بعد ص۸۰ پر فرماتے ہیں۔

ولعل الاولیٰ فیہ ان یلتزم التسبیح علی ما ھو الاعم من الحالی والقالی ویثبت کلا النوعین لکل شیٔ۔

یعنی اولیٰ یہ ہے کہ یہاں تسبیح سے عام تسبیح مراد لی جائے جو حالی اور قالی دونوں کو شامل ہو اور دونوں قسم کی تسبیح ہر شے کے لیے ثابت کی جائے۔

فائدہ ان عبارات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ عالم کا ہر ذرہ خواہ وہ پاک ہو یا ناپاک خبیث ہو یا طیب حالی اور قالی تسبیح حقیقی میں مصروف ہے اب صرف اتنی بات غور طلب ہے کہ یہ تسبیح ناپاک اور خبیث چیزوں میں پائے جانے کی وجہ سے کہیں ناپاک تو نہیں ہو گئی۔ اگر تسبیح خداوندی ہر ناپاک اور خبیث چیز میں پائی جا سکتی ہے تو جلوہ ہائے حقیقت محمدیہ کا پایا جانا کیوں قابل اعتراض ہے۔

جواب نمبر ۴ نجاست جس قسم کی ہوتی ہے اسی قسم کی اشیاء میں اثر کرتی ہے مثلاً مشرکین نجس ہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انما المشرکون نجس (پ۱۰ التوبہ) بیشک مشرک نجس ہیں۔

لیکن اگر کوئی مشرک اپنا صاف ستھرا ہاتھ پاک پانی میں ڈال دے تو وہ پانی ناپاک نہ ہوگا حالانکہ مشرک ناپاک ہے اس پانی کے ناپاک نہ ہونے کی وجہ صرف یہی ہے کہ پانی اس عالم اجسام کی قسم سے ہے اور مشرک کی نجاست محض اعتقادی ہے امور اعتقادیہ عالم اجسام کی قسم سے نہیں لہٰذا یہ نجاست پانی میں اپنا اثر نہیں کر سکتی بخلاف جسمانی نجاست کے کہ وہ اشیاء جسمانیہ کو متاثر کرے گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت عالم امر بلکہ اس سے بھی بالاتر ہے اور یہ نجاست وخباثت کے آثار صور جسمانیہ سے متعلق ہیں جو عالم خلق کی چیز ہے اب بتائیے کہ شرک کی اعتقادی نجاست پانی کو ناپاک نہیں کر سکتی تو یہ نجاستیں حضور کے نور کو کس طرح ناپاک کر سکتی ہیں۔ آفتاب وماہتاب شعاع بصری اور چراغوں کی روشنی رات دن نجس اور ناپاک چیزوں پر پڑتی ہے مگر ناپاک نہیں ہوتی۔ آپ اندازہ کیجیے کہ جو نجاست مذکورہ روشنی اور اس کی شعاعوں کو ناپاک نہیں کر سکتی وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نورانی جلووں کو کیونکر ناپاک کر سکے گی جس طرح یہ نجاست اپنی ہی نوع کی چیزوں کو متاثر کر سکتی ہے اسی طرح اس کا ازالہ بھی ایسی ہم جنس اشیاء سے ہو سکتا ہے۔

اعتقادی نجاست پانی سے دور نہیں ہو سکتی خواہ تمام دنیا کے سمندر مشرک کو پاک کرنے کے لیے صرف کر دے جائیں لیکن وہ پاک نہ ہوگا اس کی پاکی کلمہ طیبہ کی تصدیق پر موقوف ہے اگر وہ سچے دل سے ایک مرتبہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھے تو جو نجاست دنیا کے پانیوں سے دور نہیں ہو سکتی اور وہ ایک آن میں زائل ہو سکتی ہے اب اگر کوئی

بے وقوف اس کلمہ طیبہ کو جسمانی نجاست کے ازالہ کے لیے استعمال کرے اور ناپاک جسم یا نجس کپڑے پر کلمہ شریف پڑھ کر پھونکنا شروع کر دے اور یہ خیال کرے کہ یہ کلمہ تو ایسا ہے کہ سات سمندروں سے جو چیز پاک نہ ہو سکے وہ اس سے پاک ہو جاتی ہے یہ ماشہ بھر نجاست اس کے سامنے کیا حقیقت رکھ سکتی ہے تو کیا اس بے وقوف کا خیال صحیح ہوگا۔ یقیناً نہیں اس جسمانی نجاست کے ازالہ کے لیے بہر صورت اس کو پانی ہی استعمال کرنا پڑے گا جو اس عالم اجسام کی چیز ہے معلوم ہوا کہ عالم شہادت کی نجاستیں اسی عالم شہادت کی اشیاء کو متاثر کر سکتی ہیں اور جو نجاستیں جسمانیات سے الگ ہیں ان کا اثر جسمانیات پر نہیں ہو سکتا پاکی اور ناپاکی کے اس فلسفے کو ذہن میں رکھ کر اگر آپ حاضر و ناظر کے مسئلہ کو سوچیں تو کوئی الجھن آپ کے ذہن میں باقی نہ رہے (انشاء اللہ تعالے)

جواب نمبر ۵ ہم تو ایسے تصورات سے بھی خود کو کوسوں دور رکھتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گندگیوں اور نجس چیزوں اور بیت الخلا میں حاضر و ناظر کہیں مخالفین کے تصورات اسی لیے ایسے تصورات تو بجائے ماند عوام کو بہکانے کے لیے سٹیجوں منبروں پہ گلا پھاڑ پھاڑ کر بیان کرتے ہیں حالانکہ اصول شرع پہ بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں ماننا اور عقیدہ رکھنا فرض ہے لیکن زبان پہ لانا کفر ہے مثلاً ہم سب عقیدہ رکھتے ہیں اور مانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہر شے کا خالق ہے قرآن مجید میں ہے خالق کل شی۔ خلق کل شئ وغیرہ وغیرہ۔ اس میں کائنات کی

کوئی شے مستثنیٰ نہیں کہ جسے اللہ تعالےٰ کی تخلیق میں تعلق نہ ہو لیکن بعض اشیاء ایسی ہیں کہ انہیں زبان پہ لانا یعنی انکا زبان سے بیان کرنا کفر ہے مثلاً کہنا خالق الخنزیر، خالق الکلاب ۔ خالق القاذورات وغیرہ (شرح فقہ ملا علی قاری اور مخالفین کا حکیم الامتہ مولوی اشرف علی تھانوی بوادر النوادر وغیرہ۔

ایسے ہی ماں باپ کو نام سے بلانا، اگرچہ جائز ہے لیکن بے ادبی ہے فقیر کا اس سوال کے جواب میں رسالہ ہے "تنبیہ الغبی بان الجس لایقدح لشہود النبی"، "عرق گندگی اور حاضر" اس کا مطالعہ کیجیے۔

لطیفہ | چونکہ ان لوگوں کے ذہن گندگیوں سے لبریز ہوتے ہیں اسی لیے وہ ایسے سوالات کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

نہ صرف ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ اللہ تعالےٰ کی بے ادبی اور گستاخی میں کوئی باک نہیں سمجھتے ایک دفعہ ان کا محدث تقریر میں توحید الٰہی بیان کر رہا تھا کہ کتیا کو بچے کون دیوے کہو اللہ۔ بلی کو بچے کون دیوے کہو اللہ۔ اہلسنت کے قادر الکلام خطیب حضرت صاحبزادہ فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً ٹوکا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی توحید نہیں توہین ہے بلکہ توحید یوں بیان کرو کہ چاند کو توڑ کے اسے جوڑنے والے نبی (علیہ السلام) کو کس نے بنایا کہو اللہ۔ اور سورج موڑنے والے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کس نے بنایا۔ کہو اللہ۔

نجس ذہن اور نجس تصور | مولوی رشید احمد گنگوہی نے کہا کہ میں نے ایک رات خواب میں حالت جنابت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے (تذکرۃ الرشید ص ٣١٧)

(تبصرہ اویسی غفرلہ) لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ غور فرمایئے ایسے گندے ذہن رکھنے والوں کو ہی ایسی باتیں سوجھتی ہیں ورنہ ہزاروں زائرین کی حکایات پڑھ جائیں کوئی ایسا زائر نہ ملے گا۔ اسی لئے فقیر کہتا ہے کہ ایسے خواب منگھڑت ہوتے ہیں تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "بلی کے چھچھڑے"

سوال | اگر حضور حاضر و ناظر ہیں تو تم امام بن کر نماز کیوں پڑھاتے ہو۔

جواب نمبر ١: یہ دنیوی احکام ہیں اور وہ بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد کی تعمیل کہ آپ نے اپنے غلاموں کو امامت کا حکم دیا

جواب نمبر ٢: حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے غلاموں کے پیچھے نماز ادا فرمائی جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔

جواب نمبر ٣: ہمارا مسلک یہ ہے کہ اہل حق اور اہل محبت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کمال ایمان سمجھنے والے مسلمانوں کی جماعت اگرچہ حکم شرع کے مطابق ایک امام کے پیچھے ہوتی ہے لیکن روحانی طور حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہی امام ہوتے ہیں یہ امامت چونکہ

عالم تکلیف سے بالاتر ہے اسی لیے مسائل شرعیہ کی قیود سے بھی وراء الورا ہے۔ اہل بصیرت بعض اوقات اس کا مشاہدہ بھی فرماتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی الحاوی للفتاوی صفحہ ۲۶۰ میں ارقام فرماتے ہیں۔

قال فی الوحید وممن رأیته بمکه الشیخ عبداللہ الدلاصی اخبرنا انه لم تصح له صلوۃ فی عمره الا صلوۃ واحدۃ قال وذلك انی کنت فی با لمسجد الحرام فی صلوۃ الصبح فلما احرم الامام واحرمت اخذتنی اخذہ فرأیت النبی صلی اللہ علیه وسلم یصلی اماماً وخلفه العشرۃ فصلیت معهم وکان ذلك فی سنة ثلاث وستین و ستماته فقرا علیه الصلوۃ والسلام فی الرکعة الاولی سورۃ المدثر وفی الثانیة

سیّدی الشیخ عبدالغفار رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی کتاب "الوحید" میں فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ میں سیّدی الشیخ عبداللہ الدلاصی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا انہوں نے مجھے بتایا کہ عمر بھر میں میری ایک ہی نماز ایسی ہوئی ہے جسے میں پورے وثوق کے ساتھ صحیح کہہ سکوں، بات یہ ہے کہ صبح کی نماز میں نے پڑھی۔ میں مسجد حرام میں تھا جب امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ میں نے بھی تکبیر تحریمہ کہی تو مجھ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام ہو کر نماز پڑھا رہے ہیں اور عشرہ مبشرہ بھی حضور کے

یتساءلون فلما سلم دعا بهذا الدعا اللهم اجعلنا هداۃ مهدیین غیر ضالین ولا مضلین لا طمعا فی برك ولا رغبة فیما عندك لان لك المنة علینا بایجادنا قبل ان لم تکن فلك الحمد علی ذلك لا اله الا انت۔

پیچھے ہیں۔ میں نے ان کی معیت میں نماز پڑھی یہ واقعہ ۶۷۳ھ کا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رکعت میں سورہ مدثر اور دوسری رکعت میں سورہ عم پڑھی۔ سلام پھیر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْدِيِّيْنَ غَيْرَ ضَالِّيْنَ وَ لَا مُضِلِّيْنَ لَا طَمَعًا فِيْ بِرِّكَ وَلَا رَغْبَةً فِيْمَا عِنْدَكَ لِاَنَّ لَكَ الْمِنَّةَ عَلَيْنَا بِاِيْجَادِنَا قَبْلَ اَنْ لَّمْ نَكُنْ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى ذٰلِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے۔ امام نے بھی اسی وقت سلام پھیر دیا امام کے سلام پھیرنے کا مجھے علم ہوا تو میں نے بھی سلام پھیر دیا۔

جواب نمبر ۵: تم قرآن وحدیث سے یہ ثابت کرو کہ جس جگہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم موجود ہوں وہاں کوئی اور امام نہیں بن

سکتا۔ مدینہ شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ظاہری حیات پاک میں دس برس تک تشریف رکھتے تھے مگر اس شہر میں کئی لوگ جماعت کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے اور کئی صحابہ مدینہ پاک کے محلوں میں امامتیں کراتے تھے آپ نے یہ حکم نہیں فرمایا کہ جو شخص اس ہماری مسجد میں ہمارے پیچھے نماز نہ پڑھے اُس کی نماز ناجائز ہے

سوال :۔ ترمذی میں ابن مسعود سے روایت ہے لَا يُبَلِّغُنِي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِي شَيْئًا فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ۔ کوئی شخص ہم سے کسی صحابی کی باتیں نہ لگائے ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس صاف دل آیا کریں۔

اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو خبر پہونچانے والے سے خبر سننے کا کیا معنی آپ کو تو پہلے ہی خبر تھی۔

جواب :۔ بارہا عرض کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی زندگی مبارکہ شریعت ساز تھی آپ نے اس حدیث میں یہ قانون بنایا کہ کوئی کسی کو دوسرے بھائی کی ایسی خبر نہ پہونچائے جس سے جانبین کے دلوں پر غل و غش کا موجب بنے یہ معاشرہ کا ایک ایسا بھاری رکن ہے کہ آپس میں زندگی بسر کرنے کا اسے بہت بڑا دخل ہے تفصیل فقیر کے ترجمہ احیاء العلوم میں پڑھیے۔ حضور علیہ السلام کے ایسے طریقے اختیار کرنے سے لاعلمی و حاضر و ناظر کی نفی کو کوئی تعلق نہیں جیسا کہ بار بار مختلف احادیث کے جوابات میں عرض کیا جا رہا ہے۔

سوال :۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں تو من زار

قبری وجبت لہ شفاعتی کے کیا معنی ہوں گے اور مدینہ جانے کی کیا ضرورت ہے۔

نوٹ :۔ ایسے ہی سوال سے بے ڈھنگے مناظر اور جاہل مقرر واعظ جماعت کو پاگل بنا کر انہیں دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں۔ کیونکہ جاہل لوگ ان کی ایسی دھوکہ سازی اور مکر و دغا بازی سے خوش ہوتے ہیں۔ سچ ہے۔

؎ کند ہمجنس با ہمجنس پرواز۔

جواب :۔ یہ بھی ان بھلے مانسوں کو ہمارے مذہب سے بے خبری کی دلیل ہے جب ہم بار بار کہتے ہیں اور کتابوں میں لکھتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت مبارکہ بھی حق ہے اور نورانیت پاک بھی حق ہے ہمارا دونوں حقیقتوں پر ایمان ہے اور یہ قاعدہ بھی مسلم ہے اور ہم بار بار بھی لکھتے اور بتاتے سمجھاتے ہیں کہ بشریت و نورانیت سے ہر دونوں کے احکام جدا جدا ہیں۔ قبر شریف میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی بشریت مطہرہ کے ساتھ رونق افروز ہیں اور ظاہر ہے کہ بشریت ایک محدود چیز ہے اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اور نورانیت تمام عالم میں موجود ہے لیکن جب تک اس کی صحیح معرفت کے بعد قرب روحانی حاصل نہ ہو اس وقت تک کوئی شخص اس روحانیت مقدسہ کے حاضر و موجود ہونے سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اہل کمال کو تو ہر وقت حضور کا قرب نصیب ہے لیکن وہ گنہ گاران امت جو بشریت کی حدود سے متجاوز ہو کر عالم روحانیت تک نہیں پہنچے۔ ان کے لئے اگر قبر شریف

کا سہارا نہ ہو تو ان کے لیے پناہ کی کونسی جگہ ہے۔ قید بشریت والوں کے لیے ان کی بشریت مطہرہ جائے پناہ ہے اور اہل روحانیت کے لیے ان کی روح اقدس ملجاو ماوی ہے مختصر یہ کہ حدیث من زار قبری میں دور افتادوں کے لیے مژدہ شفاعت ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ میں اپنی جسمانیت مقدسہ کے ساتھ قبر انور میں زندہ رونق افروز ہوں۔ جس طرح میری حیات ظاہری میں میری بارگاہ میں حاضر ہونے والا کبھی محروم نہیں ہوا۔ بالکل اسی طرح بعد الوصال بھی میرا فیض جاری ہے یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ میں حاضر و ناظر نہیں بشریت مقدسہ کے ایک جگہ رونق افروز ہونے سے حاضر و ناظر کے مسئلہ پر کس طرح زد پڑ سکتی ہے جسمانیت مطہرہ حیات حقیقیہ کے ساتھ قبر انور میں جلوہ گر ہے اور روحانیت و نورانیت تمام اکوان عالم میں موجود ہے۔

کالشمس فی کبد السماء وضوءھا
یغشی البلاد مشارقاً ومغاربا

جس طرح سورج کے آسمان پر ہونے سے لازم نہیں آتا کہ زمین پر اس کی روشنی نہ ہو۔ اسی طرح قبر انور میں جسمانیت شریفہ کے پائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آفاق عالم میں شمس رسالت کے انوار نہ ہوں سورج آسمان پر ہی ہوتا ہے مگر اس کی شعاعیں ہر خطے کو روشن کرتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبہ خضرا ہی میں ہیں لیکن اپنے انوار سے زمین و آسمان کو منور فرما رہے ہیں۔

سوال:۔ فتاوی بزازیہ میں ہے مَنْ قَالَ اِنَّ اَرْوَاحَ الْمَشَائِخِ حَاضِرَۃٌ تَعْلَمُ یَکْفُرُ جو کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہیں۔ جانتی

ہیں وہ کافر ہے شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں کہ انبیاء ومرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہرکس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند یعنی نبی اور پیغمبروں کے لیے خدائی صفات جیسے علم غیب اور ہر جگہ سے ہر شخص کی فریاد سننا اور تمام ممکنات پر قدرت ثابت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے کسی اور میں ماننا صریح کفر ہے بزازیہ فقہ کی معتبر کتاب ہے۔ وہ حکم کفر دے رہی ہے۔

جواب نمبر ۱۔ مفصل جوابات فقیر کے رسالہ "من تنالوا ما نالوا" میں ہیں سر دست الزامی جواب یاد رہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی و حسین احمد کانگریسی نے امداد السلوک اور شہاب ثاقب میں پیر و مرشد کو ہر جگہ حاضر و ناظر لکھا۔ بزازیہ کی عبارت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کس جگہ روح مشائخ کو حاضر جانے ہر جگہ یا بعض جگہ۔ اس اطلاق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مشائخ کی روح کو ایک جگہ بھی حاضر جانتے یا ایک بات کا بھی علم مانتے تو کافر ہے اب مخالفین بھی ارواح مشائخ کو ان کی قبر یا مقام علیین برزخ وغیرہ جہاں وہ رہتی ہیں وہاں تو حاضر مانتے گئے ہیں۔ بس کہیں بھی ماننا کفر ہوا۔ تیسرے اس لیے کہ ہم اس بحث حاضر و ناظر میں شامی کی عبارت پیش کر چکے ہیں کہ یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں ہے چوتھے کہ ہم اشعۃ اللمعات اور احیاء العلوم بلکہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی عبارت بیان کر چکے ہیں جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے قلب

میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہے
اب ان اکابر فقہا پر بزازیہ کا فتویٰ جاری ہوگا یا نہیں لہذا ماننا ہوگا
کہ بزازیہ میں جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر فرمایا جارہا ہے وہ حاضر و
ناظر ہوتا ہے جو صفت الہیہ ہے یعنی ذاتی، قدیم واجب بغیر کسی
جگہ میں ہونے کہ ایسا حاضر ہونا رب کی صفت ہے وہ ہر جگہ ہے
مگر کسی جگہ میں نہیں۔ پہلے سوال کے جواب میں ہم فتاویٰ رشیدیہ
جلد اوّل کتاب البدعات صفحہ ۹۱ کی عبارت اور براہین قاطعہ صفحہ
۲۳ کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ مولوی رشید
احمد و خلیل احمد صاحبان بھی اس فتوے میں ہم سے متفق ہیں۔ شاہ
عبدالعزیز صاحب کی عبارت بالکل واضح ہے کہ مشائخ و انبیاء کی
قدرت تمام مقدورات الہیہ پر اللہ کی طرح ماننا کفر ہے ورنہ خود شاہ
عبدالعزیز صاحب وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا کے ماتحت
حضور علیہ السلام کو حاظر ناظر مانتے ہیں ان کی عبارت مع دیگر عبارات
باب اول میں گزری ہے۔

سوال :۔ بیہقی میں ہے۔ مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ
وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ جو شخص ہم پر ہماری قبر کے پاس
درود بھیجتا ہے تو ہم خود سنتے ہیں اور جو دور سے درود بھیجتا ہے
تو ہم تک پہنچایا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دور کی آواز آپ
تک نہیں پہنچتی ورنہ پہنچانے جانے کی کیا ضرورت ہے۔

جوابات :۔ اس حدیث شریف کے جوابات تفصیلی تو فقیر کے
رسالہ "دور سے سننا" میں ہیں۔ اجمالی جوابات حاضر ہیں۔

۱۔ علم اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جس شے کا ذکر قرآن و حدیث
میں نہ ہو اسے از خود بنا کر احکام کا ترتیب تحریف ہے ہمارا سوال
ہے کہ اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ دور کا درود نہیں سنتے بلکہ
یہ ہے کہ جو دور سے پڑھتا ہے وہ درود پہونچایا جاتا ہے۔
درود پہونچائے جانے سے لاعلمی یا حاضر و ناظر کی نفی ثابت کی
جائے تو منکر خدا بھی کہہ سکتا ہے کہ بندوں کے اعمال اللہ تعالےٰ
کے حضور میں پہونچائے جاتے ہیں جیسے بخاری و مسلم و مشکوٰۃ کی روایت
میں ہے تو اس کا کیا جواب ہوگا۔

اگر کوئی اس کا یہ جواب دے کہ اللہ تعالےٰ کے لیے دوسرے
دلائل سے ثابت ہے کہ وہ خود بھی اعمال کو جانتا ہے اور ملائکہ
بھی پہونچاتے ہیں تو یہی ہم کہتے ہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم دور والے کا درود سنتے بھی ہیں اور پہنچایا بھی جاتا ہے، خود
سننے کے متعلق ہم دور سے سننا رسالہ میں اور اسی کتاب کے
ابواب سابقہ میں حاضر و ناظر کے ثبوت میں دلائل و روایات پیش
کر چکے ہیں کہ اہل محبت کا درود مدینہ میں آپ بنفس نفیس خود سنتے ہیں
اور غیر محبت والوں کا درود پہنچا دیا جاتا ہے۔ تو دور و قریب سے مراد
قلبی دور و قرب ہے نہ کہ مسافت۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

گر بے منی و پیش منی در یمنی - گر با منی و در یمنی پیش منی

ترجمہ :۔ میرے قرب قلبی سے تو نہیں اگرچہ میرے سامنے ہے تب
بھی تو دور ہے ہاں اگر میرے قلب کا قرب تجھے حاصل ہے تو تو
میرے قریب ہے اگرچہ یمن میں ہے۔

نکتہ :۔ درود پہنچائے جانے میں امتی کی عزت ہے کہ درود پاک کی برکت سے اُن کا یہ رتبہ ہوا کہ غلاموں کا نام شہنشاہ انام کی بارگاہ میں آگیا صلی اللہ علیہ وسلم۔

نقلی دلائل

قطع نظر ادبیر کی تقریر کے ہمارے پاس نقلی دلائل بھی ہیں مثلاً کتاب جلاء الافہام مصنفہ ابن قیم شاگردِ ابن تیمیہ صفحہ ۳۷ حدیث نمبر ۱۰۸ ایک حدیث نقل ہے۔

من عبدٍ یُصلّی علیّ الاّ بلغنی صوتہ حیث کان قلنا بعد وفاتک قال وبعد وفاتی۔

یعنی کوئی کہیں سے درود شریف پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے دستور بعد وفات بھی رہے گا جلاء الافہام مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیریہ صفحہ ۷۳۔ انیس الجلیس مصنفہ مولانا جلال الدین سیوطی صفحہ ۲۲۲ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

اصحابی اکثروا الصلوٰۃ علیّ فی کل یوم الاثنین والجمعۃ بعد وفاتی فانی اسمع صلوٰتکم بلا واسطۃ

یعنی ہر جمعہ و پیر کو مجھ پر درود زیادہ پڑھو۔ میری وفات کے بعد کیونکہ میں تمہارا درود بلا واسطہ سنتا ہوں۔

گھر کی گواہی

انور کشمیری نے سوال مذکور کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ درود کا حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے رب العزت کی بارگاہ میں یہ کلمات طیبات پیش کئے جاتے ہیں اور اس کی بارگاہ الوہیت میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں چونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے ہیں

جن کے ساتھ خدا تعالےٰ کو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس لیے پیش کش علم کے منافی نہیں لہذا کسی چیز کا پیش کرنا کبھی علم کے لیے بھی ہوتا ہے اور لبسا اوقات دوسرے معانی کے لیے اس فرق کو خوب پہچان لیا جائے (فیض الباری ص ۳۰۲/۲)

فیض الباری کی اس عبارت سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ بارگاہ رسالت میں فرشتوں کا درود شریف پیش کرنا حضور علیہ السلام کی لاعلمی پر مبنی نہیں بلکہ کلمات درود بعینہا کو بطور تحفہ و ہدیہ پیش کرنا مقصود ہوتا ہے سننے اور جاننے کو اس پیشکش سے کوئی تعلق نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انّ للہ ملکاً اعطاہ اسماع الخلائق قائمٌ علیٰ قبری اذا متُّ فلیس احدٌ یصلّی علیّ صلاۃ صادقاً من قلبہ الّا قال یا محمد صلّی علیک فلانٌ بن فلانٍ۔ (کشف الغمہ ص ۲۷۰/۱، جواہر البحار ص ۲۰/۲)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالےٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو تمام مخلوق کی قوت سماع عطا ہوتی ہے وہ میری وفات پر میری قبر پر قائم رہے گا جو بھی خلوص نیت سے مجھ پر درود پڑھے گا وہ فرشتہ کہے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلاں کے بیٹے فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے۔

حضور علیہ السلام تمام مخلوق کے لیے رسول اور نبی ہیں تو جو فرشتہ قبر انور پر مقرر ہے وہ بھی چونکہ مخلوق ہے لہذا آپ

اس کے بھی نبی اور رسول ہیں یا یوں کہیے کہ وہ فرشتہ حضور علیہ السلام کا امتی ہے۔

خدا تعالٰے جانتا تھا کہ چودھویں صدی میں کچھ کم عقل ایسے پیدا ہوں گے جو سرورِ کونین کی قوت سامعہ پر اعتراض کرتے ہوئے زبان درازی کریں گے کہ اگر نبی دُور کا درود وسلام سن سکتا ہے تو پھر فرشتہ کیوں مقرر ہے خدا تعالٰے نے ان کا رد فرمایا اور فرشتے کو مقرر فرما کر گویا یوں ارشاد فرمایا کہ اے عقل کے اندھو یہ فرشتہ میرے محبوب کا امتی ہے اور ساری مخلوق سے بڑھ کر قوت سامعہ کا مالک ہے دنیا کے کسی خطے میں بھی کوئی شخص درود وسلام پڑھے وہ سن لیتا ہے جس نبی کے امتی کی قوت سامعہ کا یہ حال ہو۔ اس کی اپنی قوت کا کیا حال ہوگا۔

سوال :۔ بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ زید ابن ارقم نے عبداللہ ابن ابی کی شکایت کی کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے کہ لَا تُنْفِقُوا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مسلمانوں کو کچھ خرچ نہ دو۔ عبداللہ ابن اُبی نے بارگاہ عالی میں آکر جھوٹی قسم کھالی کہ میں نے یہ نہ کہا تھا۔ فَصَدَّقَہٗ وَکَذَّبَنِیْ حضور علیہ السلام نے ان کو سچا مان لیا اور مجھ کو جھوٹا۔ اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر ناظر ہیں تو ابن اُبی کی غلط تصدیق کیوں کر دی۔ جب آیت کریمہ نے نازل ہو کر زید ابن ارقم کی تصدیق کی تو یہ سچے ہوئے۔

جواب :۔ عبداللہ ابن ابی کی تصدیق فرما دینے سے لازم نہیں کہ آپ کو اصل واقعہ کا علم بھی نہ ہو۔ جب کہ بارہا عرض کیا گیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم امت کے لیے یونہی عمل فرمایا جیسے کہ تا حال بلکہ قیامت میں بھی یہی ہوگا کہ شرعاً مقدمہ

میں ضروری ہے کہ یا تو مدعی گواہ پیش کرے ورنہ مدعیٰ علیہ قسم کھا کر مقدمہ جیت لے گا کیونکہ قاضی کا فیصلہ مدعی کی گواہی یا مدعا علیہ کی قسم پر ہوتا ہے نہ کہ قاضی کے ذاتی علم پر۔ زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ مدعی تھے کہ ابن ابی نے توہین کی اور ابن ابی منکر چونکہ حضرت زید کے پاس گواہی نہ تھی عبداللہ کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا پھر جب قرآن نے زید کی گواہی دی تب اس گواہی سے ان کی تصدیق ہوئی۔ قیامت میں گذشتہ کفار انبیاء کی تبلیغ کا انکار کریں گے اور انبیاء دعویٰ رب العلمین امت مصطفٰے علیہ السلام سے انبیاء کے حق میں گواہی لے کر انبیاء کی تصدیق فرمائے گا۔ اسی طرح کفار عرض کریں گے۔ وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ۔ خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے تب ان کے نامہ اعمال اور ملائکہ بلکہ خود ان کے اعضاء سے گواہی لے کر ان کے خلاف فیصلہ ہوگا تو کیا رب کو بھی اصل واقعہ کا پتہ نہ تھا۔ ضرور تھا مگر یہ قانون کی پابندی ہے۔ کَذَّبَنِیْ کے معنی ہیں کہ میری بات نہ مانی یہ معنی نہیں کہ مجھ کو جھوٹا فرمایا کیونکہ جھوٹا فاسق ہوتا ہے اور تمام صحابہ عادل ہیں اور کسی مسلمان کو بلا دلیل فاسق نہیں کہا جا سکتا۔ صحابہ کرام کی شان اونچی ہے۔

نوٹ :۔ ان اکثر سوالات کا تعلق علم غیب سے ہے اسی لیے انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حاضر و ناظر کا مسئلہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا تھا۔ وہابیوں نے اس کا انکار کیا۔ ورنہ اس پر اعتراضات اسلاف سے منقول ہوتے۔ یہ سوالات وہابیہ بھی پیش کرتے ہیں تو علم غیب کے انکار پر اور وہ بھی محض قیاس اور ڈھکوسلہ اور بس۔

صحابہ کرامؓ اور حاضر وناظر

اس موضوع پر فقیر کا ایک مستقل رسالہ ہے اسکی تلخیص حاضر ہے سب کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام ہی اسلام کا حقیقی معیار ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست اسلام حاصل کیا مسئلہ حاضر وناظر کے تمام اشکالات حل ہو جانے چاہئیں۔ فقیر اختصار کے پیشِ نظر چند حضرات کے معمولات عرض کرتا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر گھر کا تمام اثاثہ لیکر بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ تو اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آیا ہے۔ پیکر صداقت ووفا نے اس سوال پر یوں عرض کیا۔ اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ میں انکے لیے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶ کنز العمال ص ۴۹۱ ج ۱۲۔ الدارمی وقال حسن صحیح)

(ف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محوِ گفتگو ہیں پھر فرماتے کہ گھر میں اللہ ورسول (جل وجلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں، پھر یہ وہی (عقیدہ نہ ہوا جو ہمیں نصیب ہے کہ۔

وہ بظاہر رہتے ہیں مدینے میں
لیکن درحقیقت رہتے ہیں ہر مومن کے سینے میں

انتباہ: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام لوگوں کے ایمان ایک پلڑے میں اور دوسرے پلڑے میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان ہو تو۔ لرجح ایمان ابی بکر۔ ابوبکر کا ایمان ترجیح پا جائیگا۔ یعنی انکے ایمان کا جوہر تمام لوگوں کے ایمان کے جوہر سے بھاری ہے اسے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلب کے خلوص اور ہیئت پر محمول فرمایا۔ بہرحال صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عقیدہ تھا جو اہلسنت کو نصیب ہے۔ تفصیل فقیر کی کتاب "الاصابہ فی عقائد الصحابہ" اور صحابہ کے وارث کون میں پڑھیئے۔

راجز اسلمی رضی اللہ عنہ

طبرانی صغیر ص ۲۰۱ بی بی میمونہ سے مروی ہے کہ۔ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بات عندھا فی لیلتھا فقام یتوضاء للصلوٰۃ فسمعتہ یقول فی متوضاءہ لبیک لبیک ثلاثاً نصرت نصرت ثلاثاً فلما خرج قلت یا رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) سمعتک تقول فی متوضائک لبیک لبیک ثلاثاً نصرت نصرت ثلاثاً کانک تکلم انسانا فھل کان معک احد؟ فقال ھذا راجز یستصرخنی

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس انکی باری کی رات میں ٹھہرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کے

واسطے اٹھے نماز کے واسطے وضو کرتے وقت اسی مقام میں بیٹھے ہوئے
میں نے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ لبیک لبیک تین مرتبہ فرمایا یعنی
میں تیرے پاس پہنچا۔ میں تیرے پاس پہنچا۔ تو امداد کیا گیا۔ تو امداد کیا گیا۔
تین دفعہ فرمایا۔ اور اپنے وضو کرنے کے مقام میں تشریف فرما ہیں۔ کہیں
دوسری جگہ بھی نہیں گئے اور نہ غائب ہوتے۔ تو جب آپ نبی صلی اللہ
تعالے علیہ وسلم اس جگہ سے علیحدہ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول
اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم میں نے ایسے سنا ہے کہ آپ وضو کرنے
کے مقام پر بیٹھے ہی فرمارہے تھے لبیک لبیک نصرت نصرت
تین دفعہ فرمایا گویا کہ آپ کسی انسان سے کلام فرماتے ہیں۔ کیا حضور
کے پاس کوئی تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ راجز مجھ سے سوال کرتا ہے۔
(ف) وہی عقیدہ اہلسنت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جند جان سے
بھی قریب تر ہیں۔ اسی لیے راجز صحابی رضی اللہ عنہ نے مدد چاہی تو رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عقیدہ پر مہر ثبت فرمائی کہ اسے
لبیک سے جواب دیا۔ بمعنی حاضر ہوئی۔ حج وعمرہ کا تلبیہ کا مشہور لفظ
ہر مسلمان کو یاد ہے جسکا معنی ہے حاضر ہوں۔ اور نہ صرف حاضر و ناظر بلکہ
حضرت راجز کی مدد بھی فرمائی۔ اور وہ امن وسلامتی کے ساتھ مدینہ پاک
پہنچے اور اسکی تصدیق سیدہ میمونہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے چاہی تو وہی
وقت نکلا جس وقت وہ اپنے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے "لبیک" اور "نصرت" سنا تھا۔ یہی ہمارا موقف ہے جو ہمیں
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وراثت میں نصیب ہوا ہے۔
(الحمد للہ علی ذالک)

مسیلمۃ الکذاب کی جنگ میں

شواہد الحق صـ ۱۱۸ میں ہے کہ وصح ایضا ان
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما قاتلوا
مسیلمۃ الکذاب کان شعارھم وا محمداہ وا محمداہ
(صلی اللہ علیہ وسلم)
ترجمہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مسیلمۃ الکذاب سے جنگ لڑتے تو
انکا شعار تھا کہتے "وا محمداہ وا محمداہ (صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم)
(ف) یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔
ایک جنگ میں ایک رات صحابہ کرام سخت مشکل میں مبتلا ہوئے

کان شعار المسلمین تلک اللیلۃ نیادرن یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل۔

اس رات ان حضرات کا شعار یہ تھا کہ "یا محمد" "یا محمد"، کہہ کر پیارے پیغمبر کو پکارتے اور نصر اللہ انزل کہہ اللہ تعالی سے مدد کرنے کی دعا مانگتے۔

(فتوح الشام صـ ۲۱۸)

∴ ∴ ∴

یہ صرف نمونہ کے طور پر عرض کیا ہے۔ ورنہ اس قسم کے واقعات بکثرت ہیں۔

یارسول اللہ پکارنا مسلمانی کی علامت

یارسول اللہ صرف اور صرف مسلمانوں کی نشانی تھی ورنہ یہود و نصاری بھی تو اللہ اکبر

کے قائل تھے۔ یا رسول اللہ کا امتیاز کرتا تھا کہ یا رسول اللہ اسلام کا نعرہ ہے اور صرف اللہ اکبر انگریزوں (عیسائیوں وغیرہم) اور عربی میں شعار خصوصی عرب کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ (قاموس صد ۲۸۱ صراح صد ۱۸۷ لغات الحدیث صد ۸۵ ش) میں ہے کہ:۔

شعار اس لفظ کو کہتے ہیں جو ایک فوج والے آپس میں مقرر کر لیں تاکہ دوست دشمن میں تمیز ہو جاتے۔ یعنی صحابہ نے مقرر کر لیا تھا کہ جو "یا محمداہ" کہے اسے مسلمان سمجھا جائے اور جو نہ کہے اسے کافر جانا جائے۔

(ف) کثرت واقعات کے لیے فقیر کی کتاب "ندائے یا رسول اللہ" کا مطالعہ کیجئے۔ صرف ایک واقعہ دور فاروقی کا ملاحظہ ہو۔

دور فاروقی

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے قنسرین سے کعب بن ضمرہ کو ایک ہزار سوار دیکر فتح حلب کے لیے روانہ کیا اور فرمایا کہ میں بھی تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔ ادھر یوقنا حاکم حلب کو اسکے جاسوسوں نے خبر دی کہ عرب ایک ہزار کی جماعت کے ساتھ تمہارے شہر کی فتح کے ارادہ سے آرہے ہیں اور وہ شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہیں۔ یوقنا نے اپنے لشکر کو تیار کر کے آدھا اپنے ساتھ لیا اور آدھا اپنے پیچھے مقرر کیا۔ حضرت کعب کی نظر جب اسکے لشکر پر پڑی۔ تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ کہ میرے اندازہ کے مطابق دشمن کا لشکر پانچ ہزار ہے۔ جسکا ہمیں مقابلہ کرنا ہے۔ الغرض مقابلہ شروع ہوا۔ اور یوقنا کے لشکر کے قدم اکھڑنے لگے۔ اور مسلمانوں کو فتح کا یقین ہو گیا۔ مگر اسی وقت یوقنا کا پچھلا لشکر بھی آ پڑا جس سے مسلمانوں کے لشکر کا کچھ حصہ گھبرا گیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لیے بے چین

اور اس صورت حال سے پریشان تھے۔ اور اپنے لشکر میں یوں پکار رہے تھے۔ یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ یَا نَصْرَ اللّٰہِ اَنْزِلْ مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِیْنَ اُثْبُتُوْا اِنَّمَا ھِیَ سَاعَۃٌ وَ یَأْتِی النَّصْرُ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ۔ یا محمد: یا محمد اے اللہ کی مدد نازل ہو۔ اے مسلمانوں کے گروہ! ثابت قدم رہو۔ یہی ایک گھڑی ہے۔ مدد آنے والی ہے تمہارا ہی بول بالا ہے۔

(فتوح الشام مطبوعہ مصر صد ۱۵۱ ج ۲)

تعلیم نبوی

در حقیقت یہ طریقہ استمداد اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاں حاضر سمجھ کر ندا کرنے کا سبق خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا۔ حدیث نابینا ہمارے دعویٰ کی دلیل کافی ہے۔

حدیث نابینا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یا رسول اللہ کہنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ	اے اللہ میں تجھ سے مانگتا
وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ	ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا
بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ	ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی
یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ	اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کہ نبی رحمت
تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی	ہیں یا محمد میں آپکے وسیلہ سے
رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ	اپنے رب کی طرف اس

لِتُقْضٰی لِیَ اللّٰھُمَّ
فَشَفِّعْہُ فِیَّ قَالَ
اَبُوْ اِسْحٰقُ ھٰذَا
حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔

حاجت میں متوجہ ہوا ہوں
کہ میری حاجت روا ہو،
الٰہی حضور کی شفاعت میرے
حق میں قبول فرما۔

(ابن ماجہ، نسائی، ترمذی، حاکم، بیہقی، ابن خزیمہ، طبرانی)

(ف) حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ جب اس نابینا صحابی نے نماز پڑھ کر یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسکو آنکھیں عطا کر دیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کبھی اندھا ہی نہ تھا۔ (طبرانی)

دائمی عمل نہ صرف وقتی طور پر یہ کرشمہ دکھایا۔ بلکہ اس نابینا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دائمی طور پر مشکلات کے حل کے لیے اجازت بخشی کہ جب بھی تجھے مشکل پڑے تو یہی وظیفہ عمل میں لانا۔ چنانچہ اسی روایت میں بعض محدثین نے یہ بھی روایت کیا کہ جب بھی تجھے مشکل پڑے تو یہی وظیفہ عمل میں لانا چنانچہ اسی روایت میں بعض محدثین نے یہ بھی روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ ان کان لک حاجۃ فمثل ذالک۔ یعنی جب تجھے مشکل و مصیبت پیش آئے تو ایسے کرنا یعنی ہمیں وسیلہ بھی بنانا اور مجھے پکارنا بھی۔

اس **آخری** جملہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ندائے **یا رسول اللہ** مخصوص بہ حیات نہیں اور نہ ہی قریب مکانی سے مقید بلکہ اجازت بخشی کہ جہاں جب اور جیسے مشکل ہو تو یہی وظیفہ کرے چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لیکر ہمارے دور تک یہی وظیفہ معمول بہ اور مجرب ہے صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کے معمولات بعد کو عرض کرونگا۔ فقیر کا

آزمودہ اور مجرب طریقہ متعلقہ بہ روایت ہذا پڑھیے اور پھر اسے عمل میں لا کر اللہ تعالیٰ سے مشکل حل کروایئے۔

وظیفہ برائے ہر مشکل تازہ وضو کر کے دو نفل پڑھ کر سو بار دعا مذکورہ بالا (حدیث) پڑھیں اوّل و آخر تین بار درود شریف پڑھتے وقت کسی سے نہ بولیں اور مسجد میں جہاں نماز عشار کا آخری دوگانہ پڑھا ہے۔ اور دوگانہ پڑھنے کے بعد اسی جگہ بیٹھ کر یہی وظیفہ پڑھے۔ جب تک مشکل حل نہ ہو۔

معمولات صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

رُوِیَ ان رجلا کان یختلف الیٰ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حاجۃ لہ و کان عثمان لا یلتفت الیہ وَلَا ینظر فی حاجتہ فلقی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فشکی ذالک الیہ فقال لہ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ أیت المیضأۃ فتوضأ ثم أت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبینا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الیٰ ربی

فيقضى حاجتى و تذكر حاجتك ورح الى
حتى ارواح معك فانطلق الرجل فصنع
ما قال له ثم اتى باب عثمان رضى الله
تعالىٰ عنه فجاء البواب حتى اخذه بيده
فادخله على عثمان بن عفان رضى الله
تعالىٰ عنه فاجلسه معه على الطنفسة
وَ قال حاجتك فذكر حاجته فقضاها
ثم قال ما ذكرت حاجتك حتى كانت
هذه الساعة و قال ما كان لك من
حاجتنا فأتنا ثم ان الرجل خرج من
عنده فلقى عثمان بن حنيف رضى الله
تعالىٰ عنه فقال له جزاك الله خيرا
ما كان ينظر فى حاجتى ولا يلتفت
الى حتى كلمه فى فقال عثمان بن حنيف
رضى الله تعالىٰ عنه والله ما كلمه ولكن
شهدت رسول الله صلى الله عليه
وسلم و اتاه رجل ضرير فشكا اليه
ذهاب ضره فقال له النبى صلى الله تعالىٰ
عليه وسلم ائت الميضأة فتوضاء
ثم صل ركعتين ثم ادع بهاذه الدعوات
فقال عثمان بن حنيف رضى الله تعالىٰ

عنه فوالله ما تفرقنا و طال بنا الحديث
حتى دخل علينا الرجل كانه لم يكن
به ضرقط (رواه الطبرانى)

یعنی ایک حاجت مند اپنی حاجت کے لیے امیر المؤمنین عثمان غنی
رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا امیر المؤمنین نہ اسکی طرف التفات
کرتے نہ اسکی حاجت پر نظر فرماتے اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ
تعالےٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی انہوں نے فرمایا وضو کر کے مسجد میں
دو رکعت نماز پڑھ پھر دعا مانگ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری
طرف اپنے نبی محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں یارسول
اللہ میں حضور کے توسل سے اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت
روائی فرمائیے اور اپنی حاجت ذکر کر پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی
تیرے ساتھ چلوں حاجت مند نے (کہ وہ بھی صحابی یا کم از کم کبار تابعین
سے تھے) یونہیں کیا پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوئے۔ دربان آیا اور
پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا۔ امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھا
لیا مطلب پوچھا عرض کیا فوراً روا فرمایا اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں
اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا پھر فرمایا جو حاجت تمہیں پیش آیا
کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ یہ صاحب وہاں سے نکل کر عثمان
بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے۔ اور کہا اللہ تعالےٰ تمہیں جزائے
خیر دے۔ امیر المؤمنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے
تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے اُن سے میری سفارش کی عثمان بن حنیف
رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تو تمہارے معاملہ میں

امیرالمومنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یونہی اوس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت پڑھے پھر یہ دعا کرے خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی اندھا نہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے صرف ایک صحابی کا عمل بھی بلشمار اغواث واقطاب اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ پر وزنی ہے۔ پھر صحابہ عبادلہ رضی اللہ عنہم میں یہ دونوں حضرات جس مسئلہ پر متفق ہو جائیں اسے خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

عبدالرحمن بن سعد سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر کا پاؤں سن ہو گیا تو کسی آدمی نے اسے کہا کہ تو اپنے بڑے محبوب کو یاد کر تو عبداللہ بن عمر نے کہا یا محمد یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری فریاد رسی فرمادیجئے۔ اور ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت مذکور ہے تو انہوں نے فرمایا یا محمد۔

۱۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد صـ ۱۰۳
۲۔ کتاب الاذکار للنووی صـ ۱۳۵
۳۔ نسیم الریاض صـ ۲۹۷ ج ۳۔ شرح شفا للقاری صـ ۱/۲ و ابو نعیم فی الحلیہ۔)

بلال کی فریاد

حضرت بلال بن الحارث مزنی سے قحط عام الرمادہ میں کہ بعد خلافت فاروقی ۱۸ھ میں واقع ہوا۔ ان کی قوم بنی مزنیہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں کوئی بکری ذبح کیجئے۔ فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے۔ انہوں نے اصرار کیا آخر ذبح کی کھال کھینچی تو نری سرخ ہڈی نکلی یہ دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ندا کی۔ **یا محمداہ** پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر بشارت دی۔ (ذکرہ فی الکامل)

ایک روایت میں ہے کہ:

اِئْتِ عُمَرَ فَاقْرَءْهُ السَّلَامَ فَاخْبِرْهُ اَنَّكُمْ مستقيون (مستقون) وَقُلْ لَهٗ عليك الكيس فَاَتٰى عُمَرَ فَاَخْبَرَهٗ فبكى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ: يَارَبِّ لَا آلُوْ۔

تم عمر کے پاس جاؤ اور انہیں میری طرف سے سلام کہو۔ اور کہو کہ نرمی کرو۔ نرمی کرو۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا پیغام دیا۔ حضرت عمر نے لوگوں کو جمع کر کے دو رکعت نماز پڑھائی اور اسکے بعد لوگوں سے پوچھا کہ میں تمہیں خدا تعالیٰ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم مجھ سے کوئی ایسا معاملہ دیکھتے ہو؟ کہ اسکا غیر اس سے بہتر ہو، حاضرین نے کہا نہیں آپ نے فرمایا۔ بلال بن حارث اس اس طرح کہتے ہیں حاضرین نے کہا انہوں نے سچ کہا۔ (رواہ ابن ابی شیبہ (ابن اثیر)

بی بی صفیہ نے کہا

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں پکارا۔

اَلا یَا رَسُولَ اللّٰہِ کُنْتَ رَجَاءَ نَا
وَکُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَکُ جَافِیًا
وَکُنْتَ رَحِیْمًا هَادِیًا وَ مُعَلِّمًا
لِیَبْکِ عَلَیْکَ الْیَوْمَ مَنْ کَانَ بَاکِیًا
فِدًی لِرَسُوْلِ اللّٰہِ اُمِّیْ وَخَالَتِیْ
وَعَمِّیْ وَ خَالِیْ ثُمَّ نَفْسِیْ مَالِیًا

۱۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہماری امید گاہ تھے اور آپ ہم پر شفیق تھے اور سخت نہ تھے!
۲۔ اور آپ رحیم، ہادی اور معلّم تھے۔ جسکو رونا ہو آج آپ پر روئے
۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا میری ماں اور میری خالہ۔ اور میرا چچا اور میرا ماموں پھر میری جان اور میرا مال۔

(زرقانی علی المواہب ص ۲۸۴ ج ۸)

سیّدہ زینب بنت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

مخالفین کے امام ابن کثیر نے لکھا کہ جب سانحہ کربلا ہو چکا تو حضرت زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خود اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کو رو رو کر انتہائی درد و کرب میں پکارا۔ انکے اشعار ملاحظہ ہوں۔

یا محمداہ یا محمداہ — صلی علیک اللہ
و ملک السماہ — ھذا حسین بالعراۃ
مزمل بالدماہ — قطع الاعضاہ
یا محمداہ یا محمداہ — صلی علیک اللہ
و بناتک سبایا — وذریتک مقتلہ
تسفی علیھا الصبا — یا محمداہ یا محمداہ
صلی علیک اللہ

(ابن کثیر ص ۱۹۸ ج ۱)

(ف) سیّدہ زینب کا مزار ملک شام کے مشہور دمشق میں واقع ہے آج بھی بی بی رضی اللہ عنہا کے مزار پہ حاضری دو تو محسوس ہوتا ہے کہ آپ آنے والے پر لطف و کرم فرماتی ہیں ۱۴۱۸ھ فقیر چند رفقاء سمیت حاضر ہوا تو خوب لطف و کرم سے نوازا گیا۔

(الحمد للہ علی ذلک)

اپنی اس تصنیف (حاضر و ناظر) کو اسی پر ختم کرتا ہوں بایں امید کہ

خدایا بحق بنی فاطمہ!
کہ بر قولِ ایمان کنی خاتمہ

ھذا آخر ما رقمہ قلم الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی۔ بہاولپور۔ پاکستان

۲۲ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ بروز سوموار مبارک
سوا نو بجے صبح

نوٹ : گکھڑوی کی کتاب آنکھوں کی ٹھنڈک کا رد فقیر نے اوائل دور ۱۹۵۲ء میں شروع کر دیا تھا چند رسائل اسکے رد میں شائع بھی ہوئے لیکن مستقل رد کا موقع نہ مل سکا. مضامین جمع تھے. آج اسکی تکمیل کر کے کتابت کے لیے دے دی ہے خدا کرے اسکی طباعت کے اسباب نکل آئیں. آمین ثم آمین.

۲۲ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ بروز سوموار

فہرست عنوانات دلوں کا چین